فوزیہ سعید

مقبول کتاب کلنک (Taboo) کی مصنفہ

بھیڑ کی کھال میں...

جنسی ہراسیت کی کہانی

ڈاکٹر فوزیہ سعید ایک ایسی سرگرم عمل سماجی کارکن ہیں جنھوں نے بارہا ایسے موضوعات پر بات چھیڑی ہے جو عموماً قابلِ قبول نہیں سمجھے جاتے۔ جسم فروشی پر ان کی کتاب ’Taboo‘ بہت پڑھی گئی جسے آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے پہلے 2001ء پھر 2011ء میں شائع کیا، یہ کتاب نسائی اخلاقیات پر قومی سطح کی بحث کا باعث بنی۔ ان کی حالیہ تصنیف ’فارگاٹن فیسز‘ (Forgotten Faces) (لوک ورثہ، 2011ء) پاکستانی لوک تھیئٹر کے جگمگاتے ستاروں کے عروج و زوال کی ناقابلِ یقین داستان ہے۔ عورتوں کی غلامی اور بیداری اور ان کے خلاف تشدد کے بارے میں ان کے کام نے پاکستانی سماج کو ان مسائل کی سمجھ بوجھ میں مدد دی ...... یہ وہ تلخ حقائق تھے جن کا اظہار یا اعتراف نہیں کیا جاتا تھا۔

ڈاکٹر سعید نے یونیورسٹی آف مینی سوٹا، امریکہ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور وطن واپسی کے بعد سماجی تبدیلی کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ اقوامِ متحدہ اور دیگر بین الاقوامی ترقیاتی تنظیموں کے ساتھ کام کر چکی ہیں۔ آج کل وہ انسانی حقوق کے ادارے مہرگڑھ کی سربراہ ہیں۔

بھیڑ کی کھال میں

جنسی ہراسیت کی کہانی

اس کتاب کا اقوامِ متحدہ میں جنسی استحصال کے حوالے سے نہایت مؤثر تذکرہ ہے۔ اس کہانی میں ہمارا تعارف مصنف کی ذاتی زندگی سے بھی ہوتا ہے اور اس مستقل جدوجہد سے بھی جو اُنھیں ایسے مرد رفقائے کار کے خلاف کرنی پڑی جو خواتین کو پیشہ ورانہ عزت دینے سے قاصر تھے۔ آخرکار جب انھیں احساس ہوا کہ وہ اس معاملے میں تنہا نہیں ہیں تو انھوں نے اس مسئلے میں اُلجھی ہوئی دیگر خواتین کے ساتھ مل کر مسائل کا سامنا کرنے کا فیصلہ کیا۔ 22 دسمبر 1997ء کو گیارہ عورتوں نے مل کر جنسی ہراسیت کی تاریخی شکایت درج کی۔

کتاب کا نصفِ آخر گیارہ خواتین کی بہادری کی داستان ہے جو اپنی تنظیم کے ضوابط کے مطابق جنسی ہراسیت کے خلاف ایک مشترکہ شکایت درج تو کرا پائیں لیکن جس کے نتیجے میں اُنھیں اپنے سربراہوں کی طرف سے شدید تعصب اور روح فرسا جانبداری کا سامنا کرنا پڑا جو ظالم کی حمایت میں اتنے آگے بڑھ گئے کہ اُنھوں نے مظلوموں کے مقدمے کو دفنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس مقدمے نے 2001ء میں ایک قومی تحریک کو جنم دیا جس کے نتیجے میں پاکستانی پارلیمنٹ نے 2010ء میں جنسی استحصال کو باقاعدہ جرم قرار دیا۔ خود اقوامِ متحدہ کے نظام میں بھی کئی تبدیلیاں کی گئیں۔ یہ کتاب ان کرداروں کی روداد سے کہیں بڑھ کر ہے۔ یہ دنیا بھر میں کام کرنے والی عورتوں کی کہانی بھی ہے جو ابھی مہر بہ لب ہیں۔ وزیرِ اعظم پاکستان نے اس اہم مقصد سے یکجہتی کا ثبوت دیتے ہوئے 22 دسمبر کو کارکن خواتین کا قومی دن قرار دیا۔

سانجھ
SANJH
PUBLICATIONS
Book Street, 46/2 Mozang Road, Lahore, Pakistan.
Phone: +92 42 37355323. Fax: +92 04 37323950
e-mail: sanjhpk@yahoo.com, sanjhpks@gmail.com
Web: www.sanjhpublications.com

ISBN:978-96-593-109-7
9 789695 931097

بھیڑ کی کھال میں

جنسی ہراسیت کی کہانی

D:\GRAPHICS\BOOKS & REPORTS\Books & Covers\Working with Sharks URDG\PDF Launch for 6 March 2014\sharks =; 2/10/2014 11:28 AM PAGE 2 (1,1)

بھیڑ کی کھال میں

جنسی ہراسیت کی کہانی

ڈاکٹر فوزیہ سعید

سانجھ

جملہ حقوق بحق ڈاکٹر فوزیہ سعید محفوظ ہیں
اس کتاب کے کسی بھی حصے کو کسی بھی صورت ور کسی بھی مقصد کے لیے
استعمال کرنے سے پہلے مصنف سے اجازت لینا ضروری ہے۔

اشاعت اول 2014ء

ترجمہ	:	کوکب جہاں
مدیر	:	وجاہت مسعود
سرورق کارٹون	:	صابر نذر
سرورق ڈیزائن	:	آصف شاہجہاں
فوٹوگرافی	:	ساجد منیر

قیمت: مجلد 995 / غیر مجلد 795

ISBN: 978-969-593-109-7

سانجھ
SANJH
PUBLICATIONS
Book Street, 46/2 Mozang Road, Lahore, Pakistan.
Phone: +92 42 37355323, +92 42 37247647
e-mail: sanjhpk@yahoo.com, sanjhpks@gmail.com
Web: www.sanjhpublications.com

حرفِ حق دِل میں کھٹکتا ہے جو کانٹے کی طرح
آج اظہار کریں اَور خلِش مِٹ جائے
(فیض احمد فیض)

D:\GRAPHICS\BOOKS & REPORTS\Books & Covers\Working with Sharks URDG\PDF Launch for 8 March 2016\sharks ~; 2/10/2016 11:28 AM PAGE 6 (1,1)

فہرست

	اظہار تشکر	11
	اہم کرداروں کا تعارف	13
	پیش لفظ: ذاتی دکھ سے قانون سازی تک	15

حصہ اول

سہانے خواب، ڈراؤنے خواب

1	پشاور سے باہر کی دنیا	27
2	پاکستان واپسی	36
3	اقوام متحدہ کی ملازمت	40
4	جدوجہد کی ابتدا	46
5	ڈکنز کے ساتھ	53
6	خطرناک ٹکراؤ	57
7	بادشاہ سلامت کی آمد	65
8	طارق کی اصلیت	69
9	پھر جال میں	76
10	یو این ڈی پی میں دوسری عورتیں	81
11	لوک ورثہ میں گذرے دن	85

حصہ دوم

عزتِ نفس کی جنگ

12	آسمانوں پر بنی جوڑی	95
13	ایک خوشگوار اضافہ	99
14	ایک ملازمت پیشہ خاتون کی جنگ	108
15	سالگرہ منانا	115
16	نئے ممکنات، پرانے چیلنج	120
17	دوستی کا مرحلہ	126
18	جینڈر ٹیم کی پہلی رکن	130
19	صنفی امتیاز کے مسئلے سے نمٹنا	135
20	میری ٹیم مصروف عمل	143

حصہ سوم

کڑوی میٹھی حقیقتیں

21	سنجیدہ تعلق کا آغاز	151
22	’ضابطہ وہی ہے جو میں کہتا ہوں‘	158
23	مزید قربت	162
24	کھلی مخالفت	167
25	طارق کی ترقی ہوگئی	174
26	اپنی ہارڈ ڈسک خالی کرنا	179
27	ایک بے لگام گھوڑا	183
28	ناخن کا قرض	188
29	لازوال رشتہ	196
30	شادی کی تیاریاں	202

حصہ چہارم

ہمت اور مضمرات

31	پروگرام کی کامیابی، دفتر کی ناکامی	209
32	میرے انسانی حقوق	216
33	شکایت درج کرانے کیلئے اکٹھا ہونا	229
34	طوافِ کوئے ملامت.....	235
35	ایک اور قطرہ...... گیارہویں شکایت	243
36	ہماری شکایت کا ردِعمل	247
37	گوناگوں مصروفیات	254
38	میری خوشیاں سیاست کی نذر	258
39	ہماری شادی	261

حصہ پنجم

انصاف کے حصول کی کوشش

40	تحقیقات کا آغاز	273
41	اخباروں میں خبریں چھپ گئیں	281
42	میرا ادھورا حل	288
43	سمجھوتے کی کوششیں	294
44	سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی	299
45	رپورٹ پر ہمارا جواب	306
46	کاگا سب تن کھائیو......	309
47	جرس گل کا آسرا لے کر......	313
48	’اس کا مقدمہ بہت مضبوط ہے‘	320
49	ایں دفتر بے معنی.......	328
50	’شدید تشویش قائم ہے‘	334

حصہ ششم

سچائی کا لمحہ

51	شیرازہ بندی کے مرحلے	341
52	ہیلو امریکہ! پہلا روز	347
53	مارکو سے ملاقات: دوسرا روز	351
54	غزالہ کا بیان: تیسرا روز	357
55	طارق سے آمنا سامنا: چوتھا روز	368
56	سماعت کا آغاز: پانچواں روز	374
57	جرح: چھٹا روز	390
58	سچائی کا لمحہ: ساتواں روز	408
59	زندگی آگ بھی ہے، پانی بھی.......	415
60	ہمارے صبر کا امتحان	421
61	بلند کردار عورتیں	425
☆	اختتامیہ: دائرہ مکمل ہوا	433

اظہارِ تشکر

میں دنیا کی تمام ملازمت پیشہ عورتوں کی جرأت کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتی ہوں جو جنسی ہراسیت سے نبرد آزما ہیں اور باوجود اس اذیت کے اپنے تعلیمی اور پیشہ وارانہ سفر کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ میں سلام کرتی ہوں تمام عورتوں کو جنھوں نے دلیری سے کام لیا اور جنسی ہراسیت کے خلاف عملی قدم اٹھایا، خاص طور پر اقوامِ متحدہ میں میرے ساتھ کام کرنے والی خواتین جنھوں نے میرے ساتھ مل کر شکایت درج کرائی۔ اس یکجہتی کے تجربے نے ہم میں احساسِ تبدیلی پیدا کی۔

میں اپنے والدین کی ابدی احسان مند ہوں جن کے دیے ہوئے اعتماد کی بدولت میں ثابت قدم رہی اور اپنے تجربے کو قلمبند کرنے کی مجھ میں ہمت پیدا ہوئی۔ میں اپنی بہن ملیحہ کی تہہ دل سے شکر گذار ہوں جو **آشا** (AASHA) میں میری بہت سی ذمے داریاں سنبھالنے کیلئے امریکہ سے واپس آئی۔ اس کی مدد کے بغیر میرے لئے اس کتاب کو مکمل کرنے کا وقت نکالنا ممکن ہی نہیں تھا۔ ملیحہ اور میرے دوست یاسر نے اردو اشاعت کی تیاری میں مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ میں اپنے بھائی کامران کی ہمیشہ تعریف کروں گی کہ اس طویل عمل کے دوران ہر موڑ پر اس نے مجھے صریح مشورہ دیا اور میرے لئے جذباتی آسرا بنا رہا۔ میرے لئے مقام شکر ہے کہ پال میرا خاوند ہے، اس کی سمجھ بوجھ، متحمل مزاجی اور عملی حوصلہ افزائی نے مجھے ایسی توانائی مہیا کی کہ میں مقدمہ، قانون اور اس کتاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچا پائی۔ جب بھی اس نے سوچا کہ لڑائی ختم ہوئی میں نے ایک نئے زاویے سے اسے دوبارہ شروع کر دیا، پھر بھی اس نے میری جدوجہد کو ہماری شادی کے دن سے لے کر آج تک ہماری زندگیوں کا جزوِ لازم سمجھ کر خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

میں اپنے دوست یاسر نعمان کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کی اردو اشاعت کو سہل بنایا اور اس عمل کے دوران مسودوں کو بار بار پڑھا۔ میں اپنی بھابھی افشین کامران اور بھانجی صدف احمد کی بھی ممنون ہوں کہ انھوں نے کتاب کے حتمی مراحل میں میری مدد کی۔

اردو نسخے کو قارئین تک پہنچنے میں کچھ وقت لگا۔ میں اس ضمن میں دو شخصیتوں کی مرہون منت ہوں۔ کوکب جہاں، جنھوں نے انگریزی سے اردو ترجمہ کیا اور ہمارے محترم دوست اور ادبی گرو، وجاہت مسعود جنھوں نے کتاب کے اردو مسودے پر نظر ثانی فرمائی اور اس کی نوک پلک سنواری۔

مجھے امید ہے کہ میرے قارئین میری ویب سائیٹ اور فیس بک کی معرفت مجھے اپنی آرا بھیجیں گے۔

فوزیہ سعید

نوٹ:

2001ء سے پہلے Sexual Harassment کا اردو متبادل نہیں تھا۔ ڈاکٹر فوزیہ سعید کی تحریک پر کشور ناہید اور فہمیدہ ریاض نے اس کا ترجمہ اصطلاح کے طور پر 'جنسی ہراسیت' کیا اور میڈیا کے ذریعے اسے آ گاہی مہم کا حصہ بنا کر وسیع پیمانے پر استعمال کیا گیا۔ لُغت بنانے والوں سے درخواست ہے کہ اب وہ اسے اپنی اپنی لُغات میں بھی استعمال کریں۔

اہم کرداروں کا تعارف

یہ میرے ذاتی تجربے کی کہانی ہے۔حساس نوعیت کے پیش نظر میں نے کچھ نام اور کرداروں کے بارے میں کوائف تبدیل کیے ہیں تا کہ ان کی شناخت اخفا رہے۔جرم کا ارتکاب کرنے والوں،ان کے مددگاروں یا شکایت کرنے والوں کے نام زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔میں نہیں چاہتی کہ اسے محض ایک فرد کی طرف سے دوسرے فرد کو ہراساں کرنے کی کہانی سمجھا جائے۔یہ مقدمہ اس لئے اہم ہے کہ یہ شکایت درج کروانے کی پاداش میں انتظامیہ کی طرف سے اداراتی انتقام کا پول کھولتا ہے۔تمام شکایت کنندگان یا تو نوکریوں سے برخاست کردی گئیں یا پھر انھیں اس قدر دبایا گیا کہ وہ ادارہ چھوڑنے پر مجبور ہوگئیں۔پاکستان کے دفتر میں بین الاقوامی عہدوں پر براجمان منتظمین اعلیٰ جانتے تھے کہ ان کے ادارے میں کیا ہورہا ہے مگر انھوں نے صورت حال کو بد سے بدتر ہونے دیا اور الٹا شکایت کرنے والی عورتوں کو سزا دی۔اندرونی اصلاحات کیلئے کی جانے والی نمایاں کوششوں کے باوجود اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے 2009ء میں لکھا کہ جنسی ہراسیت ان کے ادارے میں ایک ''چابک'' کی حیثیت میں موجود ہے۔یہ ''چابک'' بہت سے اداروں میں پایا جاتا ہے۔یہ کہانی صرف اِنہی کرداروں کی کہانی نہیں ہے، بلکہ دنیا بھر کے بہت سے اداروں میں ملازمت پیشہ عورتوں کی کہانی ہے جنھوں نے ابھی تک لب نہیں کھولے!

اقوام متحدہ کا عملہ (بلحاظ آمد)

طارق خان	:	افسر انچارج،آپریشنز
ماریہ	:	ٹیلیفون استقبالیہ
ولیم ڈکنز	:	رابرٹ کے آنے سے پہلے ڈپٹی آپریشنز
رابرٹ انگلینڈ	:	پاکستان میں یو این ڈی پی کا سربراہ

کوثر	:	دفتر میں طارق کی دوست
پال	:	ایڈوائزر گورنینس
لیونگا فیومی	:	ڈکنز اور ڈیکٹس کے درمیان کی مختصر مدت کیلئے ڈپٹی آپریشنز
ہاروی ساکا گوچی	:	ڈپٹی برائے پروگرامز
رچرڈ ڈکٹس	:	ڈپٹی آپریشنز جو فیومی کے چلے جانے کے کچھ مدت بعد آیا
نواز	:	طارق خان کا اسسٹنٹ
لاریئٹ	:	نیویارک میں اقوام متحدہ کے دفترِ قانون کا سربراہ
مارکو کارمیگنانی	:	شکایت کنندگان کیلئے نیویارک میں اقوام متحدہ کی طرف سے قانونی مشیر

پیش لفظ

ذاتی دُکھ سے قانون سازی تک [1]

میں ساری سہ پہر اپنی ساتھی اقصیٰ کے ساتھ پاکستان کے سینیٹ ہال میں مہمانوں کی گیلری میں بیٹھی رہی۔ اپنی نشست سے میں سینیٹ کی لکڑی کے پینل والی دیواروں اور چمڑے کی بھاری بھرکم نشستوں پر براجمان سینیٹروں کو دیکھ سکتی تھی۔ چیئرمین سینیٹ فاروق نائیک اپنا سیاہ گاؤن پہنے بلند ڈائس پر موجود تھے۔ ان سے ذرا نیچے سینیٹ سیکرٹریٹ کے تین سینئر افسران موجود تھے۔ انھوں نے بھی چیئرمین کے دفتر کے اختیارات کے اظہار کے طور پر سیاہ چغے پہن رکھے تھے۔

دن کی کارروائی معمول کے انداز میں جاری تھی۔ حاضری ذرا کم تھی لیکن میں نے دیکھا کہ مذہبی سیاست دان پوری تعداد میں موجود تھے اور ایک دوسرے کے قریب ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اچانک، جونہی چیئرمین نے ایجنڈے کا اگلا آئٹم پڑھ کر سنایا، ایوان میں شور برپا ہو گیا۔ چیئرمین نے اپنی مختصر سی عینک کے اوپر سے جھانک کر دیکھا کہ آخر ہوا کیا ہے۔

مختلف پارٹیوں کے لمبی لمبی داڑھیوں والے سینیٹرز ایک ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور اجلاس کو درہم برہم کرنا چاہتے تھے۔ شور کے باوجود چیئرمین نے باآواز بلند قانون سازی کے ایجنڈے پر موجود اگلے آئٹم کا عنوان پڑھا۔ ''ایک مسودہ قانون جس کے تحت پاکستان کے کسی بھی شہری کو جنسی طور پر ہراساں کرنا جرم قرار پائے گا''۔

''ہم اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ ہمارے کلچر میں مغربی خیالات اور بے حیائی رواج پائیں اور ہمیں برباد کر دیں،'' ان میں سے ایک بزرگ سینیٹر نے چلاتے ہوئے کہا جن کی لمبی سفید داڑھی ان کے پیٹ کو

1: (فٹ نوٹ۔۔1 اس کتاب میں اقوام متحدہ کے جس کیس کا ذکر ہے اس کے دس برس بعد پاکستان میں جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کے خلاف بل منظور کیا گیا جس میں دو قوانین شامل ہیں۔ ایک 20 جنوری 2010ء کو منظور ہوا اور دوسرا 25 فروری 2010ء کو۔ اس دیباچے میں بیان کیے گئے واقعات حقائق پر مبنی ہیں لیکن ان قوانین کی منظوری کو مختصراً بیان کیا گیا ہے تاکہ قارئین کو اس عمل کے آخری مراحل کے بارے میں اندازہ ہو سکے۔)

چھو رہی تھی۔ انھوں نے ڈھیلا سا سفید لباس پہن رکھا تھا اور اس کے اوپر سیاہ مخمل کا آدھی آستینوں والا چغہ تھا جس کے کناروں پر سنہری پٹی تھی۔ موصوف تین دوسری مذہبی جماعتوں کے سینیٹرز کے ساتھ مل کر چلاتے رہے تاکہ چیئرمین کو بحث شروع کرانے سے باز رکھ سکیں۔ ان میں سے ہر ایک نے چیخنا شروع کیا:

''اسلام نے عورتوں کو تمام ضروری حقوق دیے ہوئے ہیں۔''

''ہم اپنے کلچر میں ایسی فحاشی کی اجازت نہیں دیں گے۔''

''صرف بدکردار عورتیں مردوں کو اکساتی ہیں۔''

''کوئی صحیح الدماغ شخص کسی اسلامی ملک میں کسی عورت کو ہراساں نہیں کر سکتا۔''

یہ مسودہ قانون تمام اداروں سے صرف یہ تقاضا کرتا تھا کہ وہ اپنے ہاں کام کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لیے ایک باعزت ماحول قائم کریں۔ مذہبی سیاست دان دعویٰ کر رہے تھے کہ یہ اسلام مخالف مسودہ ہے مگر انھیں دلائل سے اپنا مؤقف ثابت کرنے میں بہت دشواری پیش آ رہی تھی۔ بڑی سی توند اور لمبی کھچڑی داڑھی والے ایک سینیٹر نے قرآنی آیات پڑھنی شروع کر دیں۔ انھیں ٹھیک ٹھیک معلوم تھا کہ کوئی انھیں ٹوک نہیں سکے گا۔ جب انھیں محسوس ہوا کہ انھوں نے اپنے دلائل کے حق میں کافی آیات پڑھ ڈالی ہیں تو انھوں نے چند غیر منطقی نکات اٹھائے کہ اس قانون سے ہر عورت پر لازم ہو جائے گا کہ وہ اپنے بچوں اور شوہر کو نظر انداز کر کے ملازمت کرنے لگے جس سے معاشرہ تباہ ہو جائے گا۔

مہمانوں کی گیلری میں بیٹھے ہوئے مجھے اس وقت سخت گھبراہٹ محسوس ہوئی جب میں نے دیکھا کہ ہمارے ایک اہم حامی، سینیٹر رضا ربانی اٹھ کر ہال سے باہر چلے گئے۔ ضرور کچھ گڑبڑ ہے ورنہ وہ ہمارے مسودہ قانون کو یوں مشکل وقت میں چھوڑ کر نہ جاتے۔ میں یہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ کیا ہو رہا ہے اور میرا سانس گھٹا جا رہا تھا۔

ایک مذہبی سیاست دان اٹھے اور بولے ''یہ پاکستان کی عورتوں کی اکثریت کا نہیں بلکہ صرف فیشن ایبل عورتوں کا مسئلہ ہے۔ وہ این جی اوز میں کام کرتی ہیں اور مردوں کے ساتھ کام کرتی ہیں۔'' دوسرے داڑھی والوں نے لقمہ دیا ''وہ مردوں کے ساتھ سفر کرتی ہیں اور ہوٹلوں میں ان کے ساتھ سوتی ہیں''۔ لارنس آف عریبیہ کے کردار دکھائی دینے والے ان سینیٹروں کے تابڑ توڑ حملے جاری تھے۔ ایک ابھی خاموش نہ ہوتا تھا کہ دوسرا شروع ہو جاتا۔ انھوں نے چیئرمین کو نظم وضبط قائم کرنے کا موقع ہی نہ دیا۔ واضح طور پر یہ پہلے سے طے شدہ ہنگامہ تھا۔

چند منٹ بعد میں نے سینیٹر ربانی کو واپس اپنی نشست کی طرف بڑھتے دیکھا۔ وہ باوقار انداز میں چلتے ہوئے اپنے اردگرد دیکھ رہے تھے بالکل اس شیر کی طرح جو اپنے علاقے میں گھوم پھر کر دیکھتا ہے کہ سب

حالات تسلی بخش ہیں۔ ’’وہ واپس آ گئے ہیں‘‘، ہم نے ایک دوسرے کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر سرگوشی میں کہا۔ میرا سانس بحال ہوگیا یہ سوچتے ہوئے کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

سینیٹ میں ہمارے تمام حامی، جن کے ساتھ ہم کئی مہینوں تک لابنگ کرتے رہے تھے، گم سم تھے۔ مذہبی جتھے نے تمام قواعد وضوابط پامال کر دیے۔ ان میں سے کسی نے ہاتھ کھڑا نہیں کیا اور نہ اس کا انتظار کیا کہ چیئرمین ان کو پکارے۔ صرف ایک ترقی پسند سینیٹر کو بولنے کا موقع مل سکا۔ چیئرمین کو اسے بولنے کا موقع دینے کے لیے خصوصی کوشش کرنا پڑی۔ سیکولر پشتون جماعت کے سینیٹر افراسیاب خٹک مذہبی سینیٹروں کو شرم دلانے کے لیے اٹھے۔ انھوں نے کہا کہ یہ کتنی شرم کی بات ہے کہ خود کو مذہب کا ٹھیکے دار سمجھنے والے اس قانون کی مخالفت کر رہے ہیں جو صرف عورتوں کے احترام کا مطالبہ کرتا ہے۔ صرف افراسیاب ہی تھے جنھیں بولنے کا موقع مل سکا۔

بغیر داڑھی والے مگر قدامت پرست سینیٹروں نے داڑھی والے سیاست دانوں کا ساتھ دینا شروع کر دیا۔ چیئرمین کے بار بار کہنے کے باوجود وہ اپنی نشستوں پر نہیں بیٹھ رہے تھے۔

ہمیں بولنے کی اجازت نہیں تھی اس لیے ہم اپنے حامی سینیٹروں سے صرف آنکھوں آنکھوں میں بات کر سکتے تھے۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ ان کے ساتھ نظر مل سکے اور میں انھیں مسودہ قانون کی حمایت میں بولنے پر مائل کر سکوں لیکن ان میں سے زیادہ تر اس حملے کی وجہ سے دباؤ میں تھے۔

’’سینیٹر رضا ربانی، پلیز کچھ بولیں‘‘ میں نے اپنے دل میں کہا۔ ’’پلیز کوئی...... کچھ کہے‘‘۔ میں نے دیکھا کہ سینیٹر رضا ربانی نے ہاتھ کھڑا کیا اور انھیں نظر انداز نہیں کیا گیا۔ مذہبی سینیٹروں کے گروپ کو اپنے ہنگامے کے باوجود ’شیر‘ کو بولنے کا موقع دینا پڑا۔ انھوں نے بڑی شائستگی سے کہا کہ انھیں اس بل پر بحث کے بعد ایک تحریک التوا پر بات کرنی ہے۔ چیئرمین نے ان کی بات سمجھ لی اور جلدی سے دس منٹ کے وقفے کا اعلان کر دیا۔ چیئرمین نے کہا کہ اجلاس کا وقت مختصر ہے اس لیے اراکین کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ وہ اس بل پر بحث جاری رکھنا چاہتے ہیں یا سینیٹر رضا ربانی کی تحریک التوا پر بات شروع کی جائے۔ یہ بڑا غیر معمولی وقفہ تھا۔

سینیٹروں کا ایک چھوٹا سا گروپ ایوان میں اکٹھا ہو گیا۔ مائیکروفون بند کر دیے گئے تھے اس لیے ہمیں کچھ پتا نہیں تھا کہ وہ کیا بات کر رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ سینیٹر رضا ربانی تیزی سے اس گروہ کی طرف گئے۔ ہمیں کچھ پتا نہیں تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ آخر ہمارے ایک حامی سینیٹر نے بتایا کہ بات بل پر نہیں ہو رہی بلکہ اس بارے میں ہو رہی ہے کہ تحریک التوا پر ہر پارٹی سے کس کس کو بولنے کے لیے نامزد کیا جائے۔

’’تو ہمارے بل کا کیا بنے گا؟‘‘ ہم سب سوچ رہے تھے۔ وقفے کے بعد، بغیر کسی اعلان کے بحث کا رخ تحریک التوا کی طرف ہو گیا۔ اب کیا ہوگا؟ ہمارے بل کا کیا ہوگا؟ کیا انھوں نے جان بوجھ کر قدامت پسند

لابی کے غیر متوقع پُر اشتعال ردعمل سے توجہ ہٹانے کے لیے ایسا کیا ہے۔ میرے پاس کوئی جواب نہ تھا لیکن مجھے سینیٹر رضا ربانی اور چیئرمین نائیک پر اعتماد تھا کہ وہ ہماری حمایت میں جو بھی ہو سکا کریں گے۔

مذہبی سینیٹروں کے ہنگامے نے مجھے اس بری طرح ہلا دیا تھا کہ میں یہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ ہال میں کیا ہو رہا ہے۔ صرف چند روز پہلے سب سے بڑی مذہبی پارٹی کے ایک لیڈر نے کہا تھا کہ وہ اس قانون سازی کی حمایت کرتے ہیں۔ صرف تین دن کے اندر ان کا موقف بالکل تبدیل ہو گیا۔ مجھے دل ہی دل میں ان سینیٹروں پر بھی غصہ آ رہا تھا جو اس ہنگامے کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔ واضح تھا کہ وہ دباؤ میں آ چکے تھے۔

میرا دل بوجھل تھا اور میں اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکی۔ ہم نے پچھلے دو سال میں اتنا کچھ کیا لیکن آخری دو مراحل بے حد دشوار لگ رہے تھے۔ ہم نے اس مسودہ قانون کو تمام دشواریوں کے باوجود کابینہ سے منظور کرایا، قومی اسمبلی سے متفقہ طور پر منظور کرایا، سینیٹ کی کمیٹی برائے قانون سے منظور کرایا۔ اب ہم اس سارے عمل کے آخری مرحلے میں تھے، حتمی منظوری کے بالکل قریب مگر پھر بھی بہت دور۔ بہت کچھ داؤ پر تھا۔ ہماری شدید خواہش تھی کہ آج ہماری جدوجہد کا آخری دن ہو لیکن قدامت پرست سینیٹروں نے اپنی زبان سے ہمارے بل کو اور پاکستان بھر کی عورتوں کو کوڑوں کا نشانہ بنا دیا تھا۔

سینیٹ کا اجلاس ہمارے بل پر جارحانہ حملوں سے ہٹ کر سینیٹر رضا ربانی کی تحریک التوا پر غور کر رہا تھا۔ رفتہ رفتہ سینیٹ میں حاضری کم ہوتی گئی اور چیئرمین معمول کے معاملات کو نمٹانے لگے۔ انھوں نے ہمارے بل پر بحث کو بغیر یہ بتائے ملتوی کر دیا تھا کہ آئندہ اسے کب ایجنڈے کا حصہ بنایا جائے گا۔ میں نے سینیٹ لاؤنج میں جا کر یہ پوچھا کہ کیا کسی کو معلوم ہے کہ ہمارا بل اب کب پیش ہو گا۔ جواب ملا کہ اب اسے آئندہ اجلاس میں ہی پیش کیا جا سکے گا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ تقریباً ایک ماہ مزید انتظار کرنا ہو گا۔

جب کوئی بل قومی اسمبلی سے منظور ہو جاتا ہے تو اسے نوے دن کے اندر اندر سینیٹ سے منظور کرایا جانا لازمی ہوتا ہے۔ اگر ہمارا بل ایک ماہ کے لیے مؤخر ہو گیا ہے تو ہم اس مدت کے ختم ہونے کے بہت نزدیک پہنچ جائیں گے۔ ہم کسی معجزے کی دعا کرنے لگے۔ میں واپس چیمبر میں گئی اور تہیہ کر لیا کہ اس وقت تک گیلری سے نہیں جاؤں گی جب تک یہ اجلاس ختم نہیں ہو جاتا۔

میں چاہتی تھی کہ چیئرمین کا انتظار کروں اور خود ان سے پوچھوں کہ بل کب ایجنڈے پر آئے گا۔ میں نے ان کے پرسنل اسسٹنٹ کے ذریعے کئی پیغامات بھیجے اور پھر انتظار میں بیٹھ گئی۔ ہمارے حامی سینیٹروں میں سے کچھ نے ہماری طرف حیرانی سے دیکھا کہ ہم اب تک یہاں کیوں بیٹھے ہیں جبکہ بل پر بحث مؤخر کی جا چکی ہے۔ ہم ہار نہیں مانیں گے۔ میں چاہتی ہوں کہ چیئرمین میرے سامنے آ کر بات کریں۔ انھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ہم نے یہاں تک پہنچنے کے لیے کتنی محنت کی ہے اور ہم کتنی شدت سے چاہتے تھے کہ بل اسی

اجلاس میں رائے شماری کے لیے پیش کیا جائے۔ اب سے کوئی دو سال پہلے جب وہ وزیر قانون تھے تو انھوں نے مسودے کو حتمی شکل دینے میں میری بہت مدد کی تھی۔

اجلاس ختم ہوا تو ہم چیئر مین کے دفتر کی طرف لپکے۔ ان کے عملے نے بتایا کہ کئی وفاقی وزیروں نے انھیں گھیر رکھا ہے اور شاید وہ ہم سے بات کرنے کے لیے وقت نہ نکال سکیں۔ ہم اَڑے رہے اور ان کو مزید کچھ پیغامات بھجوائے۔ آخر کار ان کے اسسٹنٹ نے بتایا کہ وہ دفتر سے نکلنے والے ہیں اور چپکے سے اشارہ کر دیا کہ وہ کس برآمدے سے ہو کر اپنی گاڑی تک جائیں گے۔ ہم تیزی سے برآمدے کی طرف بڑھے اور ان کے گزرنے کا انتظار کرنے لگے۔ جب ان کے جانے کا وقت ہوا تو سکیورٹی گارڈز نے پورے راستے کو گھیر لیا اور ہمیں دور ہٹانے لگے۔ ہم نے جانے سے انکار کر دیا۔ خوش قسمتی سے ان میں سے کچھ گارڈز پچھلے کئی ماہ سے یہاں آتے جاتے رہنے کی وجہ سے ہمیں پہچانتے تھے اور ہمدردانہ رویہ رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک نے سرگوشی میں کہا ''انھیں یہاں رکنے دو''۔

چند منٹ بعد چیئر مین اپنے دفتر سے تیزی سے نکلے۔ ان کے ساتھ دس لوگوں کا ایک قافلہ تھا۔ ہم تیز تیز قدموں سے ان کی طرف بڑھے اور پوچھا کہ ہمارا بل اب کس دن پیش ہوگا۔ مجھے معلوم تھا کہ بند کمروں میں جوڑ توڑ ہو رہا تھا۔ انھوں نے میرے پریشان چہرے کی طرف دیکھا اور ہنس کر کہا ''کل''۔ مجھے اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے ناممکن بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ میں نے ان کا بے حد شکریہ ادا کیا اور باہر کی طرف دوڑی۔ رات ہو چکی تھی اور ہمیں اگلے روز کے اجلاس کے لیے بہت کچھ کرنا تھا۔

گزشتہ دو برس میں ہم نے پارلیمنٹ کے اراکین کے بہترین پہلو بھی دیکھے اور بدترین بھی۔ بہت سے لوگوں نے اپنی پارٹی کے مؤقف سے قطع نظر ہمارے ایجنڈے کی حمایت کی۔ سب سے زیادہ پُرزور اور مسلسل حمایت کچھ خواتین اراکین پارلیمنٹ نے کی جو اس مسئلے کی اہمیت کو سمجھتی تھیں مثلاً شہناز وزیر علی، شیری رحمان اور بشریٰ گوہر۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی سینئر قیادت بے نظیر کے اس ترقی پسند ایجنڈے کو آگے بڑھانا چاہتی تھی جس سے وہ ملک کو اکیسویں صدی میں لے جانا چاہتی تھیں۔ ہمارے ساتھ سینیٹر رضا ربانی جیسے لوگ تھے جو ہمیں حوصلہ دیتے اور بہادر ہونے کا احساس دلاتے۔

دوسری جانب ہم جانتے تھے کہ بہت سے بغیر داڑھی والے سینیٹر بھی تھے جو خود کو ترقی پسند بھی کہتے تھے، عورتوں سے متعلق مسائل کے بارے میں مذہبی سینیٹروں سے زیادہ بے اصول تھے۔ ان میں سے بعض تو پاکستان پیپلز پارٹی کے رکن تھے۔ بظاہر وہ پارٹی کے منشور سے پوری طرح اتفاق کرتے تھے لیکن ان کا عمل اس کے عین برعکس ہوتا تھا۔ وہ کھلے طور پر بل کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے لیکن درپردہ انھوں نے وہ سب کچھ کیا جس سے اس بل کی اہمیت باقی نہ رہے۔ ان کی مخالفت کا بل کی اہمیت اور ضرورت سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ یہ

ارکان پارلیمنٹ محض عورت دشمن تھے۔

ایک ہفتہ پہلے ایک ایسے ہی بارسوخ شخص نے جو کسی طرح پیپلز پارٹی میں گھسنے میں کامیاب ہو چکا تھا، کوشش کی کہ ہمیں اپنے اصل راستے سے ہٹا دے۔ اس نے ہمیں مشورہ دیا کہ اس بل کو سینیٹ کی کمیٹی برائے قانون کے حوالے کر دیں۔ اس کا خیال تھا کہ اس طرح بل خود بخود فائلوں میں دب جائے گا۔ ہم لوگ مسلسل لابنگ کے ذریعے بڑی مشکل سے اپنے بل کو اس عفریت کے پنجوں سے چھڑانے میں کامیاب ہوئے۔ اس کے ردعمل میں اس شخص نے سینیٹ کے مذہبی عناصر سے، جنھیں اب تک ہم اپنے ساتھ ملا کر چل رہے تھے، وعدہ لے لیا کہ وہ اسلام کے نام پر اس بل کی مذمت کریں گے۔ یہ سارا ڈرامہ اس بل پر حتمی رائے شماری سے صرف تین دن پہلے ہوا۔ ہم اپنی جدوجہد کی کامیابی کے بالکل نزدیک تھے لیکن اچانک ایسا لگا کہ سارا معاملہ ہی تلپٹ ہو گیا ہے۔ بل پر بحث ایک دن کے لیے مؤخر کیے جانے سے ہمیں اپنے ساتھیوں کو اکٹھا کرنے کا موقع مل گیا۔ ہمیں اپنی حکمتِ عملی پر پورا اعتماد تھا اور معلوم تھا کہ ہمارے پاس مطلوبہ تعداد میں ووٹ موجود ہیں۔ بات صرف اتنی تھی کہ ہمارے حامی حوصلہ نہ ہاریں۔

گھر پہنچنے تک میں اور اقصیٰ اپنے اپنے حصے کے کام کا فیصلہ کر چکے تھے۔ جب اگلے دن کی سینیٹ کی کارروائی شروع ہو گی تو اقصیٰ ورکنگ عورتوں کے ایک وفد کو گیلری میں لے کر آئے گی جبکہ میں آخری لمحات میں لابنگ کے لیے تیار رہوں گی۔ میں رات گئے تک ان سینیٹرز سے فون پر باتیں کرتی رہی جو ہمارے حامی تھے۔ میں نے جان بوجھ کر جذباتی لہجہ اختیار کیا۔ ہم چاہتے تھے کہ انھیں مذہبی سینیٹروں کے مقابلے میں کھڑے ہونے کا حوصلہ دلائیں۔ جس کسی سے بھی میری بات ہوئی اس نے ہمیں حمایت کا یقین دلایا۔ میری حکمت عملی یہ تھی کہ اپنے طرف داران لوگوں کو جو ہمارے ہیں ایک بار پھر سے یاددہانی کراؤں اور دوسروں کو قائل کروں کہ ہمارے مخالفین کا ساتھ نہ دیں۔

اقصیٰ ورکنگ خواتین کو لانے میں کامیاب رہی۔ ان میں دو پولیس کی اہل کار تھیں، دو وکیل تھیں، دو کارخانوں کی کارکن تھیں اور کچھ دوسرے پیشوں سے تعلق رکھنے والی تھیں۔ ہم سکیورٹی کی رکاوٹوں کی وجہ سے زیادہ لوگوں کو نہ لا سکے۔ سیاسی صورت حال اور عسکریت پسندوں کے حالیہ حملوں کی وجہ سے پارلیمنٹ ہاؤس کو شہر میں سخت ترین سکیورٹی والا علاقہ قرار دیا گیا تھا۔ چیئرمین سینیٹ کے دفتر نے ان چند لوگوں کے لیے داخلے کے پاس دلانے میں ہماری مدد کی۔ ہم اپنے ساتھ ڈھیر ساری مٹھائی بھی لے کر آئے تھے۔ ہم چاہتے تھے کہ اگر بل پاس ہو جائے تو ایسا نہ ہو کہ ہمارے پاس خوشی کے اظہار کے لیے کچھ نہ ہو۔ ہمیں ان سینیٹرز پر اعتماد تھا جو عورتوں کی حقیقت میں عزت کرتے تھے اور محض زبانی دعوے نہیں کرتے تھے۔ ہمیں اپنے ارادوں پر اعتماد تھا۔ ہم اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ ہماری زندگیوں میں اور پاکستانی عورتوں کی زندگیوں میں ایک اہم موڑ ثابت ہو

سکتا ہے اس لیے ہم نے اس سلسلے میں ہر ممکن کوشش کی۔

اجلاس شروع ہونے سے ذرا پہلے ہم نے ان سینیٹرز کو ٹیکسٹ میسیجز بھیجے جن کی موجودگی کی ہمیں اشد ضرورت تھی۔ جوں جوں سینیٹرز ہال میں داخل ہو رہے تھے ہم اپنے حامیوں کی تعداد گن رہے تھے۔ ہمارے ساتھ ورکنگ ویمن اپنے یونیفارم میں فخر سے بیٹھی تھیں۔ میری ٹیم کی ارکان بے چین تھیں۔ جب ہمارا بل دوبارہ ایجنڈے پر آیا تو مذہبی سینیٹروں نے پھر سے وہی ڈرامہ شروع کر دیا۔ انھوں نے اپنی باری کا انتظار کیے بغیر بے ہنگم انداز میں بولنا شروع کر دیا لیکن اس بار ہمارے حامی تیار تھے۔ ہمارے حامیوں نے ایک کے بعد ایک پُرمغز تقریر کی۔ انھوں نے قانون کے مسودے کی تعریف کرتے ہوئے اس قانون کی ضرورت کو اجاگر کیا اور عورتوں کے گھروں سے نکل کر کام کرنے کے حق کو جائز قرار دیا۔ ان میں سے بعض نے تو مذہبی سینیٹرز کا مذاق بھی اڑایا۔ ایک نے کہا کہ ''مجھے یہ تو سمجھ میں آتا ہے کہ مجھ سا کوئی شخص اس قانون کی پکڑ میں آنے کے بارے میں پریشان ہو مگر میری سمجھ میں قطعاً نہیں آتا کہ ہمارے معزز مذہبی سینیٹرز کو کس بات کا ڈر ہے۔''

رائے شماری مکمل ہوئی۔ مذہبی سینیٹرز کی تعداد اب بہت تھوڑی رہ گئی تھی۔ ان میں سے ایک نے بھی مخالفت میں ووٹ نہیں ڈالا۔ ان میں سے کچھ تو اپنی شکست بھانپ کر اجلاس سے باہر نکل گئے۔ ہماری آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے اور ہم ایک دوسرے سے گلے مل رہے تھے۔ ہم نے مٹھائی کے ٹوکرے اٹھائے اور تیزی سے گیلری سے باہر نکلے۔ ہم نے گارڈز اور عملے کے ارکان میں مٹھائی بانٹی۔ بہت سے سینیٹرز اب ہم سے ملنے لاؤنج کی طرف آ رہے تھے۔

یہ پاکستانی عورتوں کے لیے ایک عظیم کامیابی تھی اور صنفی برابری کے لیے ہماری جدوجہد میں ایک اہم سنگ میل۔ اس نے نہ صرف مختلف پیشوں سے منسلک خواتین کے لیے راہیں کھول دیں بلکہ تمام عورتوں کے لیے گھر سے باہر نکلنے کے مواقع کو جائز قرار دے دیا۔ یہ وہ حق تھا جو ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا تھا کیونکہ ہمارے معاشرے میں سرایت کرنے والی رجعت پسند سوچ نے عورتوں کو تاریکی میں دھکیل دیا تھا۔ اس قانون کی منظوری نے اس آزادی کی توثیق کی جس کی اشد ضرورت تھی۔ یہ قدامت پسندی کی لہر کے خلاف ایک اہم کامیابی تھی۔ یہ ہم سب کے لیے خوشی کا دن تھا۔

صدر آصف علی زرداری نے 9 مارچ 2010ء کو ایک خصوصی تقریب میں اس قانون پر دستخط کیے تاکہ عورتوں کے عالمی دن کی مناسبت اجاگر ہو سکے۔ ملک بھر سے ایک سو خواتین کو اس تقریب میں مدعو کیا گیا۔ صدر نے کہا کہ اگرچہ پاکستان کی عورتوں کے لیے ہراساں کیا جانا بہت عام مسئلہ ہے لیکن یہ قانون اس لحاظ سے تاریخی اہمیت رکھتا ہے کہ بالآخر ریاست نے اس فعل کو جرم تسلیم کر لیا ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ ہمارے ملک میں 1960ء کے مسلم عائلی قوانین کے بعد پہلی مرتبہ عورتوں کے حوالے سے جامع ترقی پسندانہ قانون

سازی کی گئی ہے۔

میں نے اس کامیابی کی خوشی اپنے ان دوستوں کے ساتھ منائی جنھوں نے دس برس پہلے جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کے خلاف تنظیمی اتحاد 'آشا' کے قیام میں میری مدد کی تھی۔اب میں نے سوچ بچار شروع کی کہ قانون پر عمل درآمد کو یقینی بنانے کے لیے تحریک کو کس طرح جاری رکھا جائے؟ میں چاہتی تھی کہ حکومت اس پر عمل درآمد میں سنجیدہ ہو اور مانیٹرنگ کا نظام قائم کرے۔ میری خواہش تھی کہ عورتیں آواز اٹھائیں اور اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والے مردوں کو کٹہرے میں لائیں۔ ایک طرف قانون نافذ کرنے والے ادارے اپنا کردار ادا کریں اور دوسری طرف سماجی تنظیمیں لوگوں میں شعوری تبدیلی لانے کے لیے کام کریں۔

مجھے لگتا تھا جیسے میری ساری زندگی اس قانون کی منظوری کے انتظار میں گزری تھی۔اس کے منظور ہوتے ہی تمام پرانے زخم تازہ ہو گئے۔ میرا دل چاہا کہ میرے خاندان والے بھی اس وقت میرے ساتھ بیٹھے ہوتے۔ وہ بھی اس قانون کے لیے میری مسلسل جدوجہد میں شریک رہے تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ سڑکوں پر، مارکیٹوں میں، بس اڈوں پر اور کام کرنے کی جگہوں پر ناروا سلوک کا شکار ہونے والی ان گنت خواتین بھی یہی چاہتی تھیں۔لوگ مجھ سے پوچھتے تھے کہ کیا میرے پاس پاکستان میں جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کے واقعات کے اعداد و شمار موجود ہیں۔ میں ہنس کر بتاتی تھی کہ ہمارے ملک میں ایک بھی عورت ایسی نہیں ہے جسے اس سلوک کا تجربہ نہ ہو۔میرا تعلق متوسط طبقے کے پڑھے لکھے گھرانے سے ہے پھر بھی مجھے ہر روز اس کا سامنا کرنا پڑا۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ میری جدوجہد کا آغاز دس برس پہلے ہوا جب میں نے آشا کی بنیاد رکھی۔بعض کا خیال ہے کہ اس جدوجہد کا آغاز اس دن ہوا جب میں نے اپنی تنظیم میں جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کا سب سے پہلا اہم کیس رجسٹر کیا۔لیکن صرف میں جانتی ہوں کہ یہ جدوجہد میری یادداشت کے ساتھ ساتھ چلی ہے۔ یہ تب شروع ہوئی جب پہلی بار کسی مرد کے چھونے پر مجھے اپنی توہین محسوس ہوئی۔ جب مجھے ایسی شہوانی نظروں کا سامنا کرنا پڑا جن کے سامنے مجھے اپنا آپ بے لباس لگا۔تب مجھے ان واقعات کی پوری طرح سمجھ بھی نہیں تھی۔تب میں اتنی چھوٹی تھی کہ اپنے احساسات کو الفاظ میں بیان بھی نہیں کر سکتی تھی لیکن میں چاہتی تھی کہ ایسا نہ ہو۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے جب مجھے پہلی مرتبہ خواہش ہوئی کہ میں اپنی زندگی کی مالک خود بنوں۔ میں سفر کرنا چاہتی تھی، بیرون ملک پڑھنا چاہتی تھی، زندگی کے ہنگاموں میں حصہ لینا چاہتی تھی، میں ورکنگ وومن بننا چاہتی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستانی عورتوں کی زندگی بدلنا چاہتی تھی۔ پاکستان میں بہت سی عورتوں کے دل میں ایسی ہی خواہشات ہیں۔ مجھے یہ موقع مل گیا لیکن بہت سی عورتوں کے یہ خواب کبھی پورے نہیں ہو

پاتے کیونکہ خود انھیں یا ان کے والدین کو خوف ہوتا ہے کہ اگر انھوں نے باہر نکل کر کام کرنے کی کوشش کی تو انھیں ہراساں کیا جائے گا۔

جنسی طور پر ہراساں کیے جانا ایک عالمی مسئلہ ہے جس کی مختلف شکلیں پائی جاتی ہیں۔ اس کتاب میں بیان کیا گیا کیس پاکستان اور اقوام متحدہ میں موجود بہت سی مثالوں میں سے ایک ہے۔ میں نے اپنی کہانی تفصیل سے لکھنے کی کوشش کی ہے تاکہ پڑھنے والے سمجھ سکیں کہ مجھے اپنی ذاتی زندگی میں جنسی طور پر ہراساں کیا جانا اور اس کا مقابلہ کرنا کیسا لگتا تھا اور اس سے میری پیشہ ورانہ زندگی پر کیا اثرات پڑے۔ تاہم میں چاہوں گی کہ قارئین اسے ''اس نے کہا''، اور ''میں نے کہا'' والی کہانی نہ سمجھیں۔ یہ محض افراد کے درمیان اختیارات کی لڑائی کی کہانی نہیں۔ اس کتاب کو لکھنے کا مقصد کام کرنے کی جگہوں پر عورتوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیشِ نظر اداروں کے اندر مناسب قواعد وضوابط کے اطلاق کی ضرورت کو نمایاں کرنا ہے۔ یہ بات خاص طور پر اقوام متحدہ اور ایسے دوسرے اداروں کے حوالے سے اہم ہے جو کسی ملک کے داخلی قوانین سے ماورا ہو کر کام کرتے ہیں۔

میں اس جدوجہد میں اکیلی نہیں تھی۔ میں نے یہ کہانی ادارے میں حقوق کی پامالی کے خلاف آواز اٹھانے کے مشترکہ فیصلے اور اس کے عواقب کے بارے میں لکھی ہے۔ ہمارے افسران نے جان بوجھ کر ہمیں اپنے ساتھ ہونے والی بدسلوکی کو رپورٹ کرنے کی سزا دی۔ اس کے باوجود انھیں ادارہ جاتی سطح پر ہمیں ہراساں کرنے پر کوئی سزا نہیں دی گئی۔ اس تلخ تجربے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ اس جدوجہد کو جاری رکھنا چاہیے تاکہ ادارے آسانی سے عورتوں کو ہراساں کرنے والے مردوں کو تحفظ فراہم نہ کر سکیں۔ میں نے اس یقین کے ساتھ کام کیا کہ عورتوں کو چپ رہنے کی بجائے آواز اٹھانی چاہیے۔ اب ہمیں کچھ کامیابی ملی ہے مگر ہم آواز اٹھاتے رہیں گے تاوقتیکہ ایسے کسی ادارے کے لیے کوئی جگہ باقی نہ رہے جو مجرم افراد کو تحفظ دیتا ہو۔ یہ کتاب اسی مقصد کے لیے میری آواز کا حصہ ہے۔

D:\GRAPHICS\BOOKS & REPORTS\Books & Covers\Working with Sharks UROG\PDF Launch for 8 March 2014\sharks =: 2/10/2014 11:28 AM PAGE 26 (1,1)

حصہ اول

سہانے خواب، ڈراؤنے خواب

D:\GRAPHICS\BOOKS & REPORTS\Books & Covers\Working with Sharks UROG\PDF Launch for 8 March 2014\sharks ÷ 2/10/2014 11:28 AM PAGE 26 (1,1)

باب: 1

پشاور سے باہر کی دنیا

اگست 1975ء کی بات ہے۔ میں تحریر چوک قاہرہ کے ایک ہوٹل کی بالکونی میں کھڑی تھی۔ میرے ہاتھوں میں تین چھوٹے چھوٹے اہرام تھے۔ میرے والد سب گھر والوں کو پاکستان سے باہر سیر کرانے لے گئے تھے۔ میں قدیم مصر کی قوت وہیبت کو محسوس کرنے کی کوشش کررہی تھی۔ میری عمر سولہ برس تھی اور میں اپنے آپ کو ہیشپ ست کی جگہ محسوس کررہی تھی۔ ہیشپ ست تین ہزار برس قبل مصر کی وہ ملکہ تھی جو عورتوں پر عائد ثقافتی پابندیوں کو توڑنے کے لیے نقلی داڑھی اور مردوں جیسا لباس پہنا کرتی تھی۔ ظاہر ہے اس وقت میری سمجھ میں یہ نہ آسکا کہ وہ ایسا کیوں کرتی تھی۔ بس مجھے لگا کہ ہیشپ ست بڑی دلچسپ ملکہ تھی۔

اس وقت تک میری زندگی میں باہر کی دنیا کا تصور صرف اتنا ہی تھا جو میں نے کتابوں میں پڑھا تھا یا چند انگریزی فلموں میں دیکھا تھا۔ اس سفر سے دنیا میرے سامنے کھلنے لگی اور اس نے میری زندگی کو ہمیشہ کے لیے تبدیل کرڈالا۔ میں سوچتی تھی کہ بکنگھم پیلس کے سامنے رنگین وردیوں والے محافظ مجسمے ہیں یا اصل آدمی ہیں۔ مجھے خاصی حیرت ہوئی کہ مادام تساؤ کے مومی میوزیم میں رکھے مجسمے زندہ انسان نہیں۔ ہر طرف لکھا ہوا تھا: ''ہاتھ نہ لگائیں''، مگر میں نے اس امید پر ایسا کیا کہ شاید انھیں گدگدی ہو اور وہ اپنے تھکا دینے والے پوز چھوڑ کر سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ میں ٹریفالگر سکوائر سے دوڑ کر گزری جس سے کبوتروں کا ایک جھنڈ فضا میں اڑا۔ میں لندن کی مشہور سرخ ڈبل ڈیکر بسوں میں بیٹھی۔ میں نے اپنے کیمرے میں ہر نئے اور دلکش مقام کی تصویر محفوظ کرلی۔ میں لیبیا کے ریتلے ساحلوں پر کھیلی اور نخلستان دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی جو حدِ نظر تک پھیلے ریگستان میں نگینے کی طرح دکھائی دیتا تھا۔ برسوں سے ہمارے والد ہمیں عرب مسافروں، سیاحوں، مہم جوؤں اور چوروں کی کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ آج ہم ان سنہرے ریگستانوں میں کھجور کے ہرے بھرے نخلستان دیکھ رہے تھے۔ میں سعودی عرب میں لمبے سفید چغے پہنے دبلے پتلے اور باریش لوگوں کو حیرانی سے تکتی۔ ہم انھیں فرشتے کہتے تھے۔ بحیرہ قلزم کا حسن دیکھ کر تو میں سانس لینا بھی بھول گئی۔ یہ تمام مناظر میرے لیے معلومات کا خزانہ تھے لیکن مصر کے عالی شان اہرام اور قدیم تاریخ کے نشانات نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا۔

یہ جان کر مجھے سخت حیرانی ہوئی کہ قدیم مصر میں عورتیں سماج کی رہنما تھیں۔ ان میں سے کچھ تاریخی ملکائیں اور شہزادیاں تھیں۔ کچھ قدیم داستانوں کی دیویاں تھیں مثلاً آئسس جو تخلیق کی دیوی تھی اور ہیتھر جو موسیقاروں اور فنکاروں کی سرپرست تھی۔ قدیم مصر کی ثقافت سے تعارف نے مجھے اپنے عورت ہونے پر فخر کرنا سکھایا اور مجھے حوصلہ دیا کہ میں خود اپنی زندگی کے خدوخال تراشوں۔

میں اپنے والد کے اس دانش مندانہ فیصلے پر آج بھی ان کی شکرگزار ہوں کہ انھوں نے جائیداد بنانے کی بجائے ہمارے ذہنوں کی تعمیر پر پیسہ لگایا۔ زندگی کے کسی دوسرے تجربے نے میرے ذہن کو ثقافتوں کی رنگارنگی سے روشناس کرنے اور میری سوچ کی تعمیر میں وہ کردار ادا نہیں کیا جو اس سفر نے کیا۔ اس تجربے نے مسلسل میری رہنمائی کی۔ اس نے مجھ میں عمر بھر کے لیے سفر اور جستجو کا شوق بھر دیا۔

میں نے زندگی میں پہلا سفر اس وقت کیا جب میں صرف بیس دن کی تھی۔ میں لاہور میں اپنے ننھیال کے ہاں پیدا ہوئی اور اس کے چند ہی دن بعد میری ماں مجھے ہوائی جہاز کے ذریعے کراچی لے گئیں۔ ابھی میں ایک برس سے بھی چھوٹی تھی کہ میرے والدین مجھے لے کر ڈھاکہ چلے گئے۔ میرے والد پاکستان ایئر لائنز میں ملازم تھے چنانچہ ان کا مختلف شہروں میں تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ اس لیے مجھ میں چھوٹی عمر ہی سے مختلف ماحول دیکھنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ سکول اور کالج کی تعلیم کے ابتدائی برس پشاور میں گزرے۔ اس لحاظ سے پشاور میرا گھر تھا لیکن میری شخصیت پر سب سے گہرے اثرات لاہور نے ڈالے۔ لاہوریوں کی زندہ دلی مشہور ہے۔ مجھے بھی زندگی سے پیار تھا اور خوشیاں منانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتی۔

پشاور میں رہنا مجھے پسند تھا۔ میں جلد ہی چھوٹے شہر میں رہنے کی عادی ہو گئی جہاں لوگ، حتیٰ کہ اجنبی اور پردیسی بھی، ایک دوسرے کا خیال رکھتے تھے۔ یہ اقدار پاکستان کے نسبتاً جدید شہروں میں ختم ہو رہی تھیں۔ ایک کم عمر لڑکی کے لیے مردانہ بالادستی میں گہرا یقین رکھنے والے معاشرے میں رہنا آسان نہیں تھا۔ جوں جوں میں بڑی ہوتی گئی مجھ میں عورتوں کے احترام کے دعوؤں اور ان کے ساتھ توہین آمیز سلوک کی حقیقت کے درمیان اس تضاد کا ادراک بڑھتا گیا جو میں ہر روز گلی کوچوں میں دیکھا کرتی تھی۔ یہ بدسلوکی ان عورتوں کے ساتھ بھی ہوتی تھی جنھوں نے خود کو سر سے پاؤں تک ڈھانپ رکھا ہوتا تھا۔

میں نے یہ سب کچھ خاصی چھوٹی عمر ہی میں جاننا شروع کر دیا تھا۔ میں چھٹی جماعت میں پڑھتی تھی اور میری عمر دس گیارہ برس کی رہی ہوگی۔ ایک دن میں اپنی امی کے ساتھ گھر کے نزدیک ہی ایک بازار میں گئی جہاں خاصی بھیڑ تھی۔ سلائی کڑھائی کے سامان کی ایک دکان پر میری امی خریداری کر رہی تھیں۔ دکاندار دوسری طرف سے میرے قریب آیا اور میرے کولہے کو ہاتھ لگایا۔ میں جہاں تھی، وہیں منجمد ہو کر رہ گئی۔ میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ میں کیا کروں۔ گھر آ کر میں کئی گھنٹے روتی رہی۔ میں نے آئینے میں خود کو دیکھا تو مجھے لگا کہ میں میلی

ہوگئی ہوں۔ میں نے کسی کو یہ بات نہیں بتائی، اپنی والدہ کو بھی نہیں۔ وہ تمام سماجی رویے جو میں غیر ارادی طور پر جان چکی تھی، سامنے آ گئے۔ دل میں سوچا کہ یہ ضرور میرا ہی قصور ہے۔ کئی ہفتے مجھے چپ سی لگی رہی۔

جیسے جیسے وقت گزرا، میں نے اپنے اندر غور کیا اور اپنے احساسات پر میرا اعتماد بڑھتا گیا۔ میں نے اپنے ضمیر پر بھروسہ کرنا شروع کیا اور سمجھ لیا کہ مجھے دوسروں کی غلط حرکات کا الزام اپنے آپ کو نہیں دینا چاہیے۔ میں نے اپنے طور پر مقابلہ کرنے کے طریقے اپنا لیے۔ جب میں نے اکیلے بازار جانا شروع کیا تو میں نے چلنے کا ایک ایسا انداز اختیار کیا جس میں میری کہنیاں باہر کو نکلی ہوتی تھیں جن سے میں بھیڑ کے درمیان لوگوں کو دھکا دیتے ہوئے اپنے لیے راستہ بناتی تھی۔ یہ طریقہ خاصا مؤثر تھا اور لوگ حیرانی سے دیکھتے رہ جاتے۔ بعض اوقات میں اپنے ساتھ ایک کھلی ہوئی سیفٹی پن لے جاتی۔ ان لوگوں کی حیرت بھری دبی دبی چیخوں کو سنتے ہوئے میں سپاٹ چہرے کے ساتھ آگے بڑھتی جاتی۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی مرد چھیڑ خانی میں کامیاب ہو جاتا تو میں یاد رکھتی کہ مجھے اپنے آپ کو نہیں، انھیں الزام دینا ہے۔ مجھے آس پاس چلنے والے سب لوگوں پر نظر رکھنا ہوتی تھی۔ سامنے سے آنے والوں، ساتھ ساتھ چلنے والوں اور ان پر بھی جو پیچھے پیچھے چل رہے ہوتے تھے۔ میرا پورا جسم تناؤ کا شکار رہتا تھا۔ کسی بھی شخص کی مجھے چھونے کی ہلکی سی کوشش پر بھی ردعمل دینے کے لیے میں تیار رہتی تھی۔ میں ترستی تھی کہ کبھی میں بے فکری سے گھوم پھر سکوں، اپنے آس پاس کے رنگوں، لوگوں اور دلچسپیوں سے لطف اٹھا سکوں۔

پشاور میں لڑکی ہونے کے ناتے میرے پاس گھر سے باہر کچھ سیکھنے کے مواقع بہت کم تھے۔ میں نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا تو میرے لیے بہت سی سرگرمیوں کا راستہ کھل گیا جس کی گھر والوں نے اجازت بھی دے دی، چنانچہ میں نے اس موقع سے خوب فائدہ اٹھایا۔ میں نے طلبا سیاست میں بھی حصہ لینا شروع کر دیا۔ اس طرح میں لڑکیوں کے لیے مخصوص کالج کے باپردہ ماحول سے باہر نکل آئی۔ میں یونیورسٹی کی سٹوڈنٹس ایگزیکٹو کمیٹی کی رکن بن گئی جس میں تین لڑکیاں شامل ہوتی تھیں۔ میرے والدین مجھے یونیورسٹی یونین کے کسی اہم عہدے کا انتخاب لڑنے کی اجازت نہیں دیتے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ یونیورسٹی سیاست کا ملک کی سیاسی جماعتوں سے گہرا تعلق تھا چنانچہ اس میں بھی تشدد اور کرپشن کے رجحانات موجود تھے۔ میں نے انھیں قائل کرنے کی بے سود کوشش کی۔ میں والدین کی اجازت کے بغیر کوئی قدم اٹھانے سے قاصر تھی اس لیے مجھے خواتین کالج کی سٹوڈنٹس یونین کی دو مرتبہ صدر بننے ہی پر اکتفا کرنا پڑا۔

مجھے طلبا سیاست کے قومی مسائل سے تعلق میں گہری دلچسپی تھی۔ جب فوجی آمر ضیا الحق نے اقتدار پر قبضہ کر کے منتخب وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو جیل میں ڈال دیا تو ہم نے کئی احتجاجی مظاہرے کیے۔ اس وقت کے بیشتر طلبا کی طرح میں بھی بھٹو صاحب کی مداح تھی۔ عام آدمی میں سیاسی شعور کی بیداری میں ان کے کردار

کی بنا پر بھٹو میرے نزدیک آئیڈیل شخصیت تھے۔ میرے والدین میری سیاسی سرگرمیوں پر تشویش کا شکار تھے۔ خاص طور پر جب انھیں پتا چلا کہ میں طلبا کے جلسے جلوسوں کا اہتمام کرتی ہوں۔ مگر مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میں طالب علمی کی زندگی سے باہر ہوں کیونکہ میری زیادہ تر کلاس فیلوز اپنے ہونے والے سسرالیوں اور شوہر کے بارے میں باتیں کرتے نہیں تھکتی تھیں۔ ان کی زندگیوں میں اہم ترین مسئلہ یہی تھا اور یقیناً ان کی آئندہ زندگی میں ان کے سماجی مرتبے کا تعین اسی سے ہونا تھا۔ مجھے ان باتوں میں دلچسپی نہیں تھی۔

مجھے مردوں اور شادی میں دلچسپی نہیں تھی۔ مجھے لگتا تھا کہ میرے پاس ان چیزوں کے لیے وقت نہیں۔ بڑی بہن کی روایتی طور پر طے شدہ شادی کا حشر دیکھنے کے بعد میں نے اپنے آپ سے عہد کیا تھا کہ میں کبھی اس جال میں نہیں پھنسوں گی۔ میں سمجھتی تھی کہ یہ بہتر ہوگا کہ میں تنہا رہوں اور خود اپنا مقام بناؤں۔ ارینجڈ میرج اب بھی رواج کا حصہ ہے اور اگر کوئی لڑکی اپنے لیے خود اپنا جیون ساتھی چن لے تو سمجھا جاتا ہے کہ اس نے خاندان کی ناک کٹوا دی ہے۔ اسی خوف کی وجہ سے بیشتر اہلِ خانہ اپنی لڑکیوں کو مسلسل نگرانی میں رکھتے ہیں اور ان کے لیے جلد از جلد رشتہ ڈھونڈتے ہیں تاکہ اسے اجنبی لڑکوں سے واسطہ ہی نہ پڑ سکے۔

میں نے اپنے والدین کو صاف بتا دیا کہ اگر وہ مجھے اپنی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لیے پبلک ٹرانسپورٹ پر سفر کی اجازت دے دیں تو انھیں لڑکوں کے حوالے سے میرے بارے میں کبھی کوئی بات سننے کو نہیں ملے گی۔ چنانچہ انھوں نے مجھ پر بھروسہ کیا اور مجھے اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے دیں۔ انھیں اطمینان تھا کہ کم از کم میں ان سے ایسے کاموں کی اجازت نہیں مانگ رہی جن سے ان کے لیے شرمندگی کا پہلو نکلتا ہو۔

پشاور یونیورسٹی میں لڑکیوں کو سر سے پاؤں تک چادر اوڑھنا ہوتی تھی۔ اس میں ہماری مرضی کو دخل نہیں تھا بلکہ یہ حکم یونیورسٹی کے لازمی ضوابط میں شامل تھا۔ یہی نہیں بلکہ وائس چانسلر جناب علی خان نے یہ حکم بھی دے رکھا تھا کہ لڑکے اور لڑکیاں الگ الگ پگڈنڈیوں پر چلیں تاکہ کوئی شرارت نہ ہونے پائے۔ سکیورٹی کا عملہ خلاف ورزی کرنے والے طلبا کے ساتھ سختی سے پیش آتا تھا۔ انتظامیہ نے یہ ضابطہ اس لیے جاری کیا کہ نوجوان لڑکیاں کیمپس میں خود کو محفوظ محسوس کریں اور ان کے والدین مطمئن ہوں کہ ان کی لڑکیوں کو تنگ نہیں کیا جائے گا۔

بہرحال نوجوان لڑکے ان ضابطوں سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نکال لیتے تھے۔ کبھی کوئی لڑکا اس راستے کے ساتھ ساتھ بہت کم رفتار میں گاڑی چلاتا ہوا آتا جس پر لڑکیاں گزرتی تھیں اور ہم سے پوچھتا کہ کیا ہم گاڑی میں بیٹھنا چاہیں گے۔ ہم اس قدر خوفزدہ ہو جاتیں کہ ہماری ٹانگیں کپکپانے لگتیں۔ ہمیں کبھی جرأت نہ ہوئی کہ پلٹ کر جواب دیں۔ میں اپنی دوستوں میں ذرا ہمت والی تھی چنانچہ وہ مجھ سے پوچھتیں ''ہم کیا کریں؟ ہم کیا کریں؟ اس کی گاڑی قریب آ رہی ہے!''

''بس اس پر کوئی توجہ نہ دو'' میں اعتماد کے ساتھ کہتی، حالانکہ خود میرا دل بھی زور زور سے دھڑک رہا ہوتا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ لڑکے گھر جاتے ہوئے فخر سے سوچتے ہوں گے کہ آخر وہ صنفِ مخالف سے کوئی ''رابطہ'' کرنے میں تو کامیاب ہوئے۔ اور ہم اس احساس کے ساتھ گھر لوٹتے جیسے سمندر میں کسی مگرمچھ کا شکار ہونے سے بچے ہوں اور دعا مانگتے کہ اگلے دن ایسا نہ ہو۔

گریجویٹ جماعتوں میں لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ پڑھتے تھے مگر زنانہ اور مردانہ کی بڑی واضح تقسیم موجود تھی۔ وہاں پڑھنے والی لڑکیاں یقیناً بے حد بہادر اور خوش قسمت تھیں کہ اس مقام تک پہنچ پائیں۔ عام طور پر ان کے ہم جماعت اور اساتذہ ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے لیکن مردوں اور عورتوں کے درمیان رابطہ بہت ہی رسمی اور نہ ہونے کے برابر تھا۔

میری سیکھنے اور جاننے کی خواہش کے لیے صرف نصابی پڑھائی کافی نہیں تھی۔ کالج میں میری بیشتر دوست سماجی پابندیوں کو ہندوکش کے پہاڑوں کی طرح ناقابل عبور سمجھتی تھیں۔ میں بہتے پانی کی طرح ہر رکاوٹ میں اپنا راستہ بنانا جانتی تھی۔ میں سر سے لے کر پاؤں تک چادر پہننے پر راضی ہوگئی مگر اس شرط پر کہ مجھے اکیلے گھر سے باہر جانے کی اجازت ہوگی۔ میں نے مردوں کے ساتھ ذاتی تعلقات قائم کرنے سے گریز کرنا مان لیا مگر یونیورسٹی میں ان کے ساتھ کام کرنے کی اجازت حاصل کرنے میں کامیاب رہی۔ میں نے مطالبہ کیا کہ اگر مجھے گھر پر ستار سکھانے کا انتظام کر دیا جائے تو میں لوگوں کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ نہیں کروں گی۔ میں نے وعدہ کیا کہ اگر میرے والدین مجھے لوک ناچ سیکھنے کی اجازت دے دیں تو میں سوائے لڑکیوں کے کالج کے کسی اور مقام پر اسے پیش نہیں کروں گی۔ میں نے پڑھائی میں بہترین نمبر لینے کا وعدہ کیا لیکن میرے والدین کو مجھے پاکستان ٹیلی ویژن کی اولین خواتین اناؤنسرز میں شامل ہونے کی اجازت دینا پڑی۔ اس وقت پاکستان ٹیلی ویژن پر شام کے وقت صرف پانچ گھنٹے کی نشریات ہوتی تھیں اور وہ بھی بلیک اینڈ وائٹ۔

1976ء کے موسم گرما میں ہمارے والد ہمیں کابل لے گئے۔ اس زمانے میں کابل بے حد خوبصورت شہر تھا۔ پشاور سے درہ خیبر کے راستے سڑک پر صرف پانچ گھنٹے کا سفر تھا۔ میں حیران ہوئی کہ کابل کتنا جدید شہر تھا۔ مجھے آج بھی یاد ہے کہ میں کابل میں عورتوں کے فیشن ایبل کپڑوں سے بہت متاثر ہوئی تھی۔ اس زمانے میں میرے اندر سفر اور نئی چیزیں دریافت کرنے کا شوق بڑھ رہا تھا۔ میں اپنے آپ کو مستقبل کے لیے تیار کرنے کی خاطر مختلف ثقافتوں کو جاننا چاہتی تھی۔

ہر سال مجھے میرٹ سکالرشپ ملتا تھا۔ میرے والدین یہ پیسہ میرے تعلیمی اخراجات پر لگانے کی بجائے مجھے اپنی مرضی سے خرچ کرنے کے لیے دے دیتے تھے۔ وہ روایتی والدین کی طرح ہمارے تمام ضروری اخراجات خود اٹھانا چاہتے تھے۔ میں 1977ء میں کالج کے تیسرے سال کی طالب علم تھی، میں نے اور میرے

بھائی کامران نے اپنے سکالرشپ سے اتنے پیسے جمع کر لیے تھے کہ ہم بیرون ملک سیر کرنے جا سکیں۔ سب رشتہ دار حیران تھے کہ ہمارے والدین ہمیں اکیلے ملک سے باہر جانے کی اجازت کیسے دیں گے۔ کالج میں ساتھی لڑکیاں حتیٰ کہ ٹیچرز بھی حیران تھیں کہ ہم اس طرح سفر کرنے کا سوچ رہے تھے۔ میں کوئی اٹھارہ سال کی تھی اور میرا بھائی کامران پندرہ سال کا۔ والد صاحب کی پی آئی اے میں ملازمت کے باعث ہمیں ہوائی جہاز کا ٹکٹ مفت ملا اور دیگر اخراجات کے لیے ہمارے پاس اپنے پیسے تھے۔ ہم اس سفر کے خیال سے ہی بہت خوش تھے۔

ہم امریکا کے بہت سے شہروں میں گئے مگر سب سے زیادہ ہمیں نیویارک اچھا لگا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم پر مہم جوئی کا ایک خمار چھایا ہوا تھا۔ مجسمۂ آزادی اور ایمپائر سٹیٹ بلڈنگ دیکھ کر ہم مسحور رہ گئے۔ یہ جگہیں ہم نے صرف کتابوں میں دیکھ رکھی تھیں۔ میں نے ملڈونلڈ کا بگ میک برگر کھا کر دیکھا، مشینی زینوں پر چڑھے، اور سیاہ فام لوگوں کو پہلی بار دیکھا۔ میں نے اور کامران نے ان کے چلنے کے انداز کی نقل کرنے کی کوشش بھی کی۔ ہمیں ان کی ٹھک دار چال بے حد پسند آئی۔ بڑے بڑے ہندسوں والی گھڑیاں پہن کر ہم اپنے آپ کو بہت ماڈرن محسوس کر رہے تھے۔ ایک سینما میں سٹار وارز دیکھ کر تو ہمیں یوں لگا کہ ہم کسی دوسرے سیارے پر آئے ہوئے ہیں۔ ہم سارے شہر میں گھومے پھرے۔ ہماری دلی خواہش تھی کہ ہمیں اچکوں سے واسطہ پڑے تاکہ ہم امریکی فلموں جیسے کسی ایڈونچر کا حصہ بن سکیں لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔

جب ہم واپس لوٹے تو میرے لیے زندگی میں ممکنات کا تصور پہلے سے بہت وسیع ہو چکا تھا۔ اس میں ساری دنیا شامل تھی۔ مجھے اپنی پڑھائی بہت آسان لگنے لگی۔ مجھے اب بہتر تعلیمی اداروں، ذہین اساتذہ اور مشکل چیلنجوں کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ میں نے اپنی تعلیم کے علاوہ خود کو بہت سی سرگرمیوں میں مشغول کرنے کی کوشش کی تاکہ اپنی سیکھنے کی لگن کی تسکین کر سکوں۔

پھر ایک دن میں نے اعلان کر دیا کہ میں گریجویٹ تعلیم کے لیے امریکا جاؤں گی۔ میرے خاندان کے کسی فرد نے میرے جوش و خروش کو سنجیدگی سے نہیں لیا۔ قومی ایئر لائنز میں انجینئر کے طور پر میرے والد کی تنخواہ بس مناسب سی تھی۔ میری والدہ نے اس بات کو یقینی بنایا کہ ہم سب انگریزی میڈیم سکولوں میں پڑھیں حالانکہ اس کے اخراجات ہمارے والدین کی استطاعت سے کہیں زیادہ تھے۔ ہماری والدہ خاص طور پر خیال رکھتی تھیں کہ ہم اپنا ہوم ورک پابندی سے کریں اور امتحانات میں اچھی کارکردگی دکھائیں۔ میرے والد امتحانی کارکردگی کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے لیکن انھوں نے ہمارے اندر غیر نصابی کتابیں پڑھنے کا ذوق پیدا کر دیا۔ انھوں نے ہمیں زندگی کو مختلف زاویوں سے دیکھنا سکھایا۔ علم کے بارے میں اس وسعت نظر ہی نے ہمارے اندر سفر کرنے کا شوق پیدا کیا۔ ہمارے والدین کا انداز ایک دوسرے سے مختلف تھا لیکن دونوں ہمارے تعلیمی

معیار میں دلچسپی رکھتے تھے۔

جب میرے والدین کو علم ہوا کہ میں امریکی یونیورسٹیوں میں داخلے کے لیے درخواستیں بھیج رہی ہوں تو انھیں تشویش ہونا شروع ہوئی۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ اپنے سب بچوں کو تعلیم کے لیے امریکا بھیجنے کے مالی وسائل نہیں رکھتے اور صرف ایک بچے کو امریکا بھیجنا ناانصافی ہوگی۔ مگر اس سے میرا جذبہ کم نہیں ہوا۔ میں وہ تمام معلوماتی مواد بڑے غور سے پڑھتی جو مجھے یونیورسٹیوں سے موصول ہوتا۔ میں حیرت زدہ تھی کہ ان یونیورسٹیز میں کس قدر متنوع کورسز پڑھائے جاتے ہیں اور کیمپس پر سرگرمیوں کے کیسے وسیع مواقع ملتے ہیں۔ جب میں نے ان تعارفی کتابچوں میں ثقافتی شوز، طلبا سیاست اور موسیقی کی تعلیم حاصل کرتے طالب علموں کی رنگین تصویریں دیکھیں تو میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ میں نے تہیہ کرلیا کہ میں گریجویشن کرنے کے فوراً بعد پڑھائی کے لیے امریکا جاؤں گی۔

میں نے اکثر دیکھا کہ جب میں پختہ ارادہ کرلوں تو راستے کھلتے ہی جاتے ہیں۔ کالج میں میرا آخری سال خاصا مشکل تھا۔ پڑھائی کے علاوہ طلبا سیاست، عورتوں کے حقوق کی جدوجہد اور بطور ٹی وی اناؤنسر میری بہت سی سرگرمیاں تھیں۔ اس کے باوجود میں نے اپنے کالج کی بہترین طالبہ کا درجہ برقرار رکھا۔ انعام کے طور پر پشاور یونیورسٹی نے مجھے سونے کا تمغہ دیا جو روایتی طور پر اول آنے والے طلبا کو ملتا ہے مگر اس سے بڑھ کر وزارتِ تعلیم نے مجھے امریکا میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے سکالرشپ دے دیا۔

میرے اہل خانہ اور اساتذہ بہت خوش تھے کہ یہ سکالرشپ میرے لیے بے شمار مواقع فراہم کرے گا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ میری بہت سی دوستوں کو اب بھی یقین نہیں تھا کہ میرے گھر والے مجھے پڑھنے کے لیے امریکا بھیج دیں گے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ اگر وہ کالج کی بہترین طالب علم بھی ہوتیں تب بھی ان کے گھر والے انھیں تعلیم کے لیے بیرون ملک نہ بھیجتے۔

چھ ماہ بعد 4 ستمبر 1979ء کو میں مینیاپولس ایئرپورٹ پر تھی۔ اس وقت کافی رات ہو چکی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ یونیورسٹی کے دفاتر بند ہو چکے ہوں گے۔ میں نے ٹیکسی لی اور اپنے میزبانوں کے گھر کی طرف چل پڑی۔ میں حیرت سے ایئرپورٹ اور مینیاپولس کی سڑکوں کو دیکھ رہی تھی۔ ہم ایک مضافاتی علاقے میں پہنچے اور میں یہ دیکھ کر حیران تھی کہ سب کے سب گھر ایک جیسے ہیں۔ لکڑی کے بنے کھلونوں کی طرح وہ گھاس سے بھرے زمین کے ٹکڑوں پر رکھے ہوئے تھے۔ مجھے مضبوط چار دیواری والے گھروں کی عادت تھی جہاں خلوت اور پردے کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا۔ اس کے مقابلے میں امریکی مکان خاصے بے پردہ لگ رہے تھے۔ باب اور جین لارٹر سب سے پہلے امریکی تھے جنھوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور وہ میرے عمر بھر کے دوست بن گئے۔ لیکن وہ میرے بتائے بغیر چلے آنے پر خاصے حیران تھے۔ انھوں نے میزبان کے طور پر اپنے آپ کو رجسٹر تو

کرایا تھا مگر انھیں اس کی توثیق نہیں کی گئی تھی۔ اور پھر انھیں توقع تھی کہ کوئی یورپی مرد ان کا مہمان ہوگا۔ ایک مسلمان پاکستانی لڑکی رات کے وقت اور وہ بھی کسی پیشگی اطلاع کے بغیر، یہ سب کچھ ان کے لیے بڑا حیران کن تھا۔ بہرحال منیسوٹا سے تعلق رکھنے والے اس جوڑے نے مجھے بخوشی، اگرچہ کسی قدر گھبراہٹ کے ساتھ، خوش آمدید کہا۔

امریکا جانے سے میرے سامنے علم حاصل کرنے کے بے شمار راستے کھل گئے۔ میں نئے لوگوں سے ملی، نئے کلچر کو دیکھا اور بالکل مختلف موسم کا سامنا کیا۔ مجھے بے حد خوشی تھی کہ یونیورسٹی میں طرح طرح کے بے شمار کورسز پڑھائے جا رہے تھے چنانچہ میں ایک وسیع فہرست سے انتخاب کر سکتی تھی۔ تھوڑے ہی دنوں میں، میں نے سماجی علوم کے کئی کورس پسند کر لیے۔ میرے لیے ہر چیز نئی اور خوش کن تھی۔ ایک روز میں ایک بین الثقافتی کلاس میں گئی جہاں کسی نئے کلچر میں رہنے سے ملنے والے دھچکے پر بات ہو رہی تھی۔ میں نے انھیں پوری ایمان داری سے بتایا کہ جس روز سے میں یہاں آئی ہوں، ایک مسلسل سرخوشی کے عالم میں ہوں۔ مجھے ایک لمحے کے لیے بھی تناؤ کا احساس نہیں ہوا اور میں ہر نئے تجربے کا بڑے جوش و خروش سے خیر مقدم کرتی ہوں۔ ان لوگوں نے سمجھا کہ میں حقیقت سے انکار کی کیفیت میں مبتلا ہوں۔

امریکا میں بھی، محض پڑھائی میرے لیے کافی نہیں تھی۔ میں طالب علموں کی بین الاقوامی سیاست میں حصہ لینے لگی اور کئی انتخابات کا حصہ بنی۔ میں عورتوں کی تحریک میں بھی شامل ہوگئی تھی۔ اتنے بہت سے مواقع کی موجودگی میں میرے لیے بڑا مشکل تھا کہ میں ایسا کوئی بھی کام چھوڑ دوں جو چوبیس گھنٹوں میں کرنا ممکن تھا۔ میرے دوستوں کا دائرہ بہت جلد جین اور باب سے بڑھ کر ہر رنگ اور نسل کے بہت سے طالب علموں اور پیشہ ورانہ ماہرین تک پھیل گیا۔

میں خاص طور اس آزادی سے لطف اندوز ہوتی تھی جو پاکستان میں عورتوں کو حاصل نہیں۔ میں یہ طے کر سکتی تھی کہ میں کہاں جاؤں، کن سرگرمیوں میں حصہ لوں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کب گھر جاؤں۔ ہم جنوبی ایشیا کے لوگ اپنا آدھا وقت تو یہی سوچنے میں ضائع کر دیتے ہیں کہ دوسرے لوگ ہمارے بارے میں کیا سوچیں گے۔ وہ کیا سوچیں گے کہ ہم نے کیا پہنا ہے، ہم بات کیسے کرتے ہیں، ہم کیا کہتے ہیں، ہم کہاں جاتے ہیں، اور کن لوگوں سے ملتے ہیں۔ میں امریکا میں اپنے بازو جھلا جھلا کر چل سکتی تھی اور دوسرے لوگوں کو آتے جاتے دیکھ سکتی تھی۔ کوئی دوسروں کی پروا نہیں کرتا۔ میں بس میں کسی دوسرے مرد کے ساتھ بغیر اپنے جسم کو اس کی ہر حرکت کے خوف سے سکیڑتے ہوئے بیٹھ سکتی تھی۔ میں نے اس طرح کا ذہنی اور جسمانی سکون کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔

وقت گزرنے پر مجھے امریکا میں بھی مردانہ برتری کے خفتہ مظاہر نظر آنے شروع ہوگئے۔ عورت کا

قابلِ قبول تصور بہت محدود تھا اور عورتیں اسی پر پورا اترنے کی کوشش کرتی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ زیادہ تر عورتیں اپنے آپ کو مردوں کے طے کردہ پیمانوں پر ناپتی ہیں اور اپنی زندگی کو اس انداز میں گزارنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہیں جس سے وہ مردوں کی پسندیدہ رہیں۔ بظاہر تو امریکا میں اپنی مرضی سے شادی کی جاتی ہے مگر میں نے اپنی یونیورسٹی میں دیکھا کہ مرد کسی عورت سے وفاداری کا عہد کرنے سے کتراتے تھے جب کہ عورتیں مسلسل شادی کرنے کی کوشش میں ہوتی تھیں۔ سڑکیں پیدل چلنے کے لیے محفوظ تر تھیں اور صنفِ مخالف کے ساتھ دوستانہ تعلق قائم کرنے کی گنجائش موجود تھی لیکن پھر بھی عورتوں کو بڑی احتیاط سے آگے بڑھنا ہوتا تھا تاکہ ان کا 'اچھی عورت' کا امیج قائم رہے۔

1986ء آ گیا۔ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے پہلے سال میں پہنچ گئی۔ اب میں سنجیدگی سے تمام دوسری سرگرمیاں چھوڑ کر اپنی پڑھائی پر توجہ دینے لگی۔ میرے دوستوں کے لیے یہ حیران کن تھا کیونکہ وہ میری شمولیت کے بغیر طلبا سرگرمیوں کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ میں نے اپنی ایڈوائزر، ڈاکٹر جیری میک لی لینڈ کے ساتھ بہت توجہ کے ساتھ کام کیا۔ ڈاکٹر میک لی لینڈ بے حد قابل اور بااخلاق خاتون تھیں۔ میں نے ان سے ریسرچ اور تعلیم کے پیشے کے بارے میں بہت کچھ سیکھا۔

میں پی ایچ ڈی کی ڈگری لینے کے لیے سٹیج پر بڑے فخر کے ساتھ گئی۔ میرا بھائی اور میری والدہ اس تقریب میں شرکت کے لیے امریکا آئے تھے۔ میں نے پاکستانی لباس، شلوار قمیض، پہن رکھا تھا جو میری نانی اماں نے خاص طور پر اس موقع کے لیے بنوا کر بھیجا تھا۔ میں نے ڈگری لینے کے بعد پہلی پرواز پکڑی اور پاکستان آ گئی جیسا کہ میں نے اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا۔ میں نے امریکا اس خواب کے ساتھ چھوڑا کہ میں اپنے لیے خود راستہ بناؤں گی اور میرا پورا عزم تھا کہ میں اپنے وطن میں عورتوں کی تقدیر بدلوں گی۔

باب:2

پاکستان واپسی

مجھے آٹھ برس امریکا میں گزار کر پاکستان آتے ہوئے بے حد خوشی محسوس ہو رہی تھی۔آخر کار میں اپنی زندگی کے تیاری کے تکمیلی مراحل تک پہنچ گئی تھی۔ میں ملازمت حاصل کرنے کے لیے بے تاب تھی اور بڑی سادگی سے سوچ رہی تھی کہ میں اپنے ملک میں عورتوں کے بارے میں رویے کو تبدیل کرنے کے مقصد پر کام کرنا شروع کر سکوں گی۔ میں بھرپور توانائی اور لگن کے ساتھ ایسے کام کی تلاش میں تھی جو مجھے اپنے ملک کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کے مواقع فراہم کرے۔تاہم اس سارے عمل میں مجھے پتا چلا کہ ایک پروفیشنل خاتون کو کن چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔طالب علمی کے زمانے میں، میں نے علم کے حصول ہی پر ساری توجہ دی تھی۔ پیشہ ورانہ دنیا کے مسائل اور دشواریاں میرے لیے حیرانی کا باعث تھیں۔

سب سے پہلا چیلنج تو یہ تھا کہ میں اپنے والدین کو اپنے بدلے ہوئے رویوں کا عادی بناؤں۔اب میرے گھر والے اسلام آباد کے وسط میں ایک درمیانے سائز کے خاصے آرام دہ مکان میں مقیم تھے جس کے گرد رنگ برنگے پھول اور سایہ دار درخت تھے۔ مجھے واپس آئے تین ماہ ہو چکے تھے۔میرا کمرہ دوسری منزل پر تھا جسے میں نے اپنی مرضی سے ترتیب دیا تھا۔اس میں سب سے نمایاں چیزیں میری کتابوں کی الماری اور ایک چھوٹی سی کھڑکی کے قریب رکھی سٹڈی ٹیبل تھی جہاں پر میں اپنا زیادہ تر وقت گزارتی تھی۔ میں گھر واپس آنے پر خوش بھی تھی مگر مجھے ہر وقت اپنے اردگرد لوگوں کی موجودگی کا عادی بنانے کے لیے خاصی کوشش کرنا پڑ رہی تھی۔

ہمارا گھر ہر وقت مہمانوں، رشتہ داروں اور دوستوں سے بھرا ہوتا۔میرے پاکستان آنے کے بعد لوگ میرے والدین کو میرے ڈاکٹریٹ کرنے پر مبارکباد دینے کے لیے آتے رہے۔ان میں سے کچھ تو شام کے کھانے پر مہمان ہوتے اور کچھ چند ہفتوں تک ہمارے پاس ٹھہرتے۔گھر کی ملازمہ مہمانوں کے لیے چائے نیز دوپہر اور رات کے کھانے کے انتظام میں مصروف رہتی جبکہ باقی گھر والے مہمانوں کی خاطر مدارات کرتے۔ مجھے بار بار مہمان کمرے میں بلایا جاتا تاکہ میں انھیں امریکیوں کے درمیان اپنی زندگی کے بارے میں

بتاؤں۔مہمانوں کی اس مسلسل آمد سے تھک کر جب بھی ممکن ہوتا، میں اپنے کمرے میں چلی جاتی۔

ایک دن میری والدہ نے مجھے گھر کی ملازمہ پر چلاتے سنا اور دوڑی ہوئی میرے کمرے میں پہنچیں۔

''کیا مسئلہ ہے؟''انھوں نے ناراضی سے پوچھا۔

میں اپنی سٹڈی ٹیبل کے پاس کھڑی غصے میں کہہ رہی تھی،''امی میں نے اس سے کہا تھا کہ میرے ڈیسک کی چیزوں کو ہاتھ نہ لگائے،مگر اب یہ سب کچھ الٹ پلٹ ہوا پڑا ہے۔مجھے کوئی چیز نہیں مل رہی۔''

ملازمہ نے جلدی سے میری والدہ کو بتایا''میں نے کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا۔اس کے کزنز نے ان چیزوں کو چھیڑ کر ادھر ادھر کر دیا ہے۔''

میری والدہ مسکرائیں اور بولیں''بس؟''

میں سخت غصے میں تھی،''میں یہ برداشت نہیں کر سکتی۔ان کا کوئی کام نہیں ہے کہ وہ میرے کمرے میں آئیں''۔

''یہ تم نے کب سے ہمارے گھر کو کمروں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا؟''میری والدہ نے سختی سے پوچھا۔
''مجھے لگتا ہے کہ اب تم اپنے دروازے کو تالا بھی لگانا شروع کر دوگی۔''

میں نے غصے سے منہ بنایا۔والدہ نے مجھے گلے سے لگا کر کہا:''ایسی کون سی بڑی بات ہے؟ کیا تم نے کوئی راز یہاں چھپا رکھے ہیں؟ ہم سب اب بھی ایک خاندان ہیں''۔

میں نے پیر پٹختے ہوئے کہا''بات یہ نہیں ہے۔یہ میرا کمرہ ہے اور یہ میری چیزیں ہیں۔میں نہیں چاہتی کہ انھیں کوئی ہاتھ لگائے''۔

میری والدہ ٹھنڈی سانس بھر کر سر ہلاتے ہوئے میرے کمرے سے نکل گئیں۔''یہ ہیں امریکی جراثیم! لگتا ہے اب ہمیں ان چیزوں سے بھی نمٹنا پڑے گا۔''

میں سوچتی تھی کہ امریکی کلچر میں رہنے کے باوجود میں بہت زیادہ پاکستانی تھی اور میرا رویہ بدل نہیں سکتا تھا۔مگر میں خود اپنے آپ پر حیران ہوتی رہی۔مجھے اپنے کلچر میں مل جل کر رہنے اور سوچنے جیسے طور طریقے دوبارہ اپنانے میں دشواری محسوس ہو رہی تھی۔پاکستانی معاشرے میں واپسی میرے وقت اور پرائیویسی کے تصورات پر اثر انداز ہو رہی تھی۔

سوچ کی سطح پر میں جانتی تھی کہ پاکستان میں پرائیویسی کا تعلق صرف جسم سے ہوتا ہے۔لوگ اپنے جسم کو پوری طرح ڈھانپ کر رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کو چھونا صرف قریبی تعلق میں اور گھر کے افراد کے درمیان ہوتا ہے۔جسم کے سوا باقی تمام چیزیں اس گروہی طرز زندگی میں''ہماری''چیزیں بن جاتی ہیں۔مگر امریکا میں فرد کی پرائیویسی کا تعلق جسم سے کم اور کسی فرد کے لیے اس کے ارد گرد کی جگہ اور اشیا سے زیادہ ہوتا ہے۔

امریکیوں کے لیے یہ آسان ہے کہ وہ منی سکرٹ، شارٹس، یا بکنی پہن کر اجنبیوں کے سامنے اپنے جسم کو بے پردہ کریں لیکن اگر کوئی شخص ان کی جگہ یا ان کی کسی چیز کو بغیر اجازت ہاتھ لگا لے تو وہ غصے میں آ جاتے ہیں۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میں کس حد تک 'ہم' سے 'میں' میں تبدیل ہو چکی ہوں۔

مجھے یہ بھی یاد آیا کہ یہاں لوگ کسی کے ہاں ملاقات یا قیام کے لیے آنے سے پہلے پوچھنا بالکل ضروری نہیں سمجھتے۔ وہ بس پہنچ جاتے ہیں اور تب ہی واپس جاتے ہیں جب ان کا جی چاہے۔ بہن بھائی ایک دوسرے کی چیزیں بلا اجازت استعمال کرتے ہیں اور اس بات کو بدتمیزی میں شمار نہیں کیا جاتا۔

امریکا میں اپنے ابتدائی برسوں میں یہ دیکھ کر میں حیرت زدہ تھی کہ لوگ ننگ دھڑنگ دھوپ سینک رہے ہوتے اور دوسرے لوگ ان کے آس پاس سے گزر رہے ہوتے۔ میں اس پر بھی بے حد حیران تھی کہ عورتیں ان مردوں کے ساتھ سویا کرتی ہیں جنھیں وہ بہت کم جانتی ہیں۔ میری سماجی تربیت نے مجھے سکھایا تھا کہ جنسی طور پر قریب اسی فرد کے ساتھ ہوا جاتا ہے جس کے ساتھ زندگی گزارنی ہو۔ لوگوں کو جاننے کے بہت سے دوسرے طریقے موجود ہیں۔ میری پاکستانی تربیت کی وجہ سے میں نے اپنے جسم کی پرائیویسی تو قائم رکھی لیکن آٹھ برس امریکا میں گزارنے کے بعد انجانے میں، میں نے اپنی پرائیویسی کا دائرہ اپنی جگہ اور اپنی چیزوں تک پھیلا لیا تھا۔ جیسا کہ میری والدہ نے کہا مجھ پر ''امریکی جراثیم'' اثر انداز ہو گئے تھے۔

دوسری جانب میں نے دیکھا کہ ہمارے ہاں جسم اور جنس سے متعلق الفاظ نہ ہونے کے برابر تھے۔ ہم ان چیزوں کا ذکر بالواسطہ طریقے سے کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہتے ہوئے ہمیں شرم محسوس ہوتی ہے کہ فلاں عورت حاملہ ہے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ فلاں کی ''گود ہری ہونے والی ہے'' یا اس کا ''پاؤں بھاری ہے'' یا یہ کہ ''تم جلد ماں بننے والی ہو''۔ لڑکی کی شادی کرنے کے بارے میں ہم کہتے ہیں ''اس کے ہاتھ پیلے کردو'' اور جنسی زیادتی جیسے جرائم کو ہم ''بے حرمتی'' اور ''زنا بالجبر'' کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ جسم یا جنس کا تذکرہ ان لوگوں کے درمیان بھی ایک بے حد نجی معاملہ رہتا ہے جو ایک دوسرے کے بہت قریب ہوتے ہیں۔ زبان میں یہ سقم ایک سوچا سمجھا معاملہ ہے کیونکہ ہمارے کلچر میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ تمام نجی معاملات خلوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ رویہ خصوصاً عورتوں کے لیے اس بات کو دشوار بنا دیتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی پرائیویسی کی پامالی کی شکایت کر سکیں۔

رفتہ رفتہ میں اپنے خاندان اور ثقافت میں دوبارہ گھل مل گئی۔ میرے گھر والوں کی محبت اور ان کے مجھ سے قریبی تعلق نے اس میں بہت مدد دی۔ اس دوران مجھ پر واضح ہوتا گیا کہ دوسری ثقافتوں کے مقابلے میں ہم کس طرح سوچتے اور عمل کرتے ہیں۔

ملازمت کے سلسلے میں میرا عزم تھا کہ میں سرکاری ملازمت کروں گی تاکہ میں اپنے ملک کی خدمت کر

سکوں۔ میرے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ میں اپنے سکالرشپ کی وجہ سے امریکا سے واپسی پر چار سال تک سرکاری ملازمت کرنے کی پابند تھی۔ میں بار بار پشاور اور اسلام آباد کے محکمہ تعلیم کو فون کرتی تا کہ یہ جان سکوں کہ میں صوبائی حکومت کی ملازمت کی پابند ہوں یا وفاقی حکومت کی۔ آخر کار وہ مجھ سے تنگ آ گئے اور کہا کہ میں ان کی جان چھوڑ دوں۔ انھیں اس سے دلچسپی نہیں تھی کہ میں کہاں کام کروں یا کام کروں بھی یا نہیں۔

حکومت کے لیے کام کرنے کا میرا جذبہ بہت پختہ تھا۔ چنانچہ میں نے اسلام آباد میں رہائش اختیار کرنے اور اوپن یونیورسٹی میں کام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے امریکا میں جیری میک لی لینڈ اور ان جیسے دوسرے اساتذہ سے پیشہ ورانہ کارکردگی کا جو معیار سیکھا تھا وہ اس ادارے میں موجود سازشوں، باہمی لڑائی جھگڑوں اور غیر معیاری کارکردگی کے ساتھ نہ چل سکا۔ چند ماہ بعد ہی مجھے ایک نئی ملازمت کا موقع ملا۔ یہ قومی انسٹی ٹیوٹ برائے لوک ورثہ میں ڈپٹی ڈائریکٹر ریسرچ کی ملازمت تھی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں اپنے علم کو غیر رسمی پروگراموں اور تعلیمی تجربات میں صرف کروں گی۔ مجھے یوں بھی تحقیقی کام سے عشق تھا اور میں اپنے روایتی کلچر کو دریافت کرنا چاہتی تھی۔ میرا خیال ہے کہ اس طرح میں اپنے کلچر کو دوبارہ سے سیکھنا چاہتی تھی اور اس سلسلے میں اپنی فکر میں موجود کوتاہیوں کو دور کرنا چاہتی تھی۔ میں نے لوک ورثہ میں ملازمت کے دوران پاکستان کے کونے کونے کا سفر کیا۔ دیہات کی عورتوں سے ملی، ان کے ساتھ گانے گائے، ناچنے میں ان کے ساتھ شریک ہوئی۔ ان کی زندگیوں، دشواریوں اور مصیبتوں کے بارے میں جانا۔

اس دوران میں نے خواتین کی مقامی تحریک میں شمولیت اختیار کی اور مختلف مسائل پر کام کرنا شروع کیا لیکن میں نے فیصلہ کیا کہ میں اس وقت تک اپنی کوئی تنظیم نہیں بناؤں گی جب تک مجھے یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ میں پاکستانی عورتوں کے مسائل کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ 1992ء میں، میں نے کچھ ہم خیال دوستوں کے ساتھ مل کر ایک سماجی تنظیم قائم کی، جس کا نام 'بیداری' تھا۔ اس تنظیم کا بنیادی مقصد عورتوں پر تشدد کے خلاف کام کرنا تھا تا کہ ہم اپنے معاشرے کو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے زیادہ منصفانہ بنا سکیں۔ سماجی سطح پر ہمیں بہت پذیرائی ملی اور 'بیداری' اسلام آباد کی سب سے معروف تنظیم بن گئی۔ مجھے عورتوں کو بے توقیر کرنے اور زیادتی اور تشدد کا نشانہ بنا کر ان کے حقوق پامال کرنے جیسے مسائل حل کرنے سے دلی لگاؤ تھا اور یہی بیداری کا ایجنڈا تھا۔

تاہم مجھے محسوس ہوتا تھا کہ مجھے ایک بھرپور تحریک شروع کرنے سے پہلے پاکستان میں سماجی تبدیلی کے بارے میں بہت کچھ جاننے کی ضرورت ہے۔ اس وقت مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میری تحریک کی حکمت عملی میری پوری زندگی پر چھا جائے گی۔ جب بھی میں نے کسی رکاوٹ کو ختم کرنا چاہا تو یہی سوچا کہ میں صرف اپنے لیے نہیں دوسری پاکستانی عورتوں کے لیے بھی راستہ صاف کر رہی ہوں۔

باب:3

اقوامِ متحدہ کی ملازمت میں

میرا خیال تھا کہ تعلیم نے مجھے ہر قسم کے حالات کے لیے تیار کر دیا ہے لیکن اب پتا چلا کہ اصل حقائق میری سوچ سے کہیں زیادہ تلخ تھے۔ میں اپنے آپ کو بڑے چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے تیار کرتی رہی تھی لیکن چھوٹے چھوٹے ناگہانی مسائل میری توانائیوں کو زیادہ نقصان پہنچا رہے تھے۔ حقیقت کی دنیا میں شخصیات اداروں سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ کسی بااختیار فرد کا کہا ہوا لفظ ڈھیروں شواہد سے زیادہ وزن رکھتا ہے۔ میری پیشہ ورانہ اہلیت سے کہیں زیادہ اہمیت میری باہمی تعلقات کو ہوشیاری سے استعمال کرنے کی صلاحیت کی تھی۔ بہر حال میری توجہ اپنے پیشہ ورانہ کام اور ملک کے سماجی مسائل سے متعلق رضا کارانہ پروگراموں کے قیام پر مرکوز رہی۔ میرا عزم اور جذبہ اب بھی مضبوط تھا۔

مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہے جب میں نے پہلی دفعہ یہ سوچا کہ میں اقوام متحدہ کے لیے کام کروں۔ میں ان دنوں کراچی میں کام کر رہی تھی۔ میں اگست 1994ء میں اسلام آباد آئی ہوئی تھی اور گھر کے مہمان خانے میں قالین پر بیٹھی تھی۔ میرے سامنے شیشے کا دروازہ تھا جو باہر گھر کے لان میں کھلتا تھا۔ میں اور کامران آلو کے پراٹھوں کا ناشتہ کر رہے تھے۔ ابھی ابھی بارش رکی تھی لیکن چھت کے کناروں سے ٹپکتے پانی کی آواز ابھی تک سنائی دے رہی تھی۔ یہ اتوار کی ایک خوبصورت صبح تھی۔

میرا بھائی کامران مجھ سے تین سال چھوٹا ہے اور بے حد خوش شکل ہے، گہرے سیاہ بال اور ذہین۔ میں اکثر اپنی والدہ سے شکوہ کیا کرتی کہ میں کامران کی طرح خوبصورت کیوں نہیں۔ میری والدہ ہمیشہ کہتیں ''وہ مجھ پر گیا ہے اور تم اپنے والد پر''۔

کامران مجھ سے کہہ رہا تھا کہ ایک سال کراچی میں رہ لیا، یہ بہت ہے۔ اب مجھے اسلام آباد واپس آجانا چاہیے۔ وہ حال ہی میں گیارہ برس تعلیم حاصل کرنے کے بعد امریکا سے لوٹا تھا اور اب پی ایچ ڈی کے مقالے پر کام کر رہا تھا۔ وہ اصرار کر رہا تھا کہ اب جبکہ وہ واپس وطن آیا ہوا ہے، میرا ایک ہزار میل دور رہنا افسوس ناک ہے۔

کامران نے محبت سے کہا ''تم اس دو گھنٹے کی فلائٹ پر اتنا زیادہ آنا جانا کرتی ہو کہ اگر ہم نے لوگوں کو یہ نہ بتایا ہو کہ تم کراچی میں کام کرتی ہو تو وہ یہی سمجھتے کہ تم اب بھی اسلام آباد ہی میں رہتی ہو۔ تم ہر اہم سماجی تقریب میں موجود ہوتی ہو۔ ہر ویک اینڈ پر ہمیں ملنے آتی ہو۔ یہاں تک کہ تم اپنے میلے کپڑے بھی دھلنے کے لیے اسلام آباد لاتی ہو۔''

پاس ہی صوفے پر بیٹھی میری والدہ مسکرائیں اور بولیں ''تم میری بیٹی کے میلے کپڑے گھر لے کر آنے پر مت ہنسو۔ اسے ایسا کرنے کے لیے میں نے کہا ہے۔''

کامران میرے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ ''اچھا تو سنجیدہ بات یہ ہے کہ ہم بہت فکر مند ہیں۔ کراچی میں تمھارے گھر کے ساتھ والے گھر میں ڈاکہ پڑا۔ تمھاری ملازمہ پر حملہ کیا گیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ بارہ ملین کی آبادی کے کسی بھی شہر میں مسائل ہوتے ہیں لیکن کراچی میں گزشتہ کئی برس سے جاری سیاسی اور مذہبی فسادات نے اسے ملک کا سب سے غیر محفوظ مقام بنا دیا ہے۔ اغوا، قتل اور چوری کی خبریں دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں۔''

اس محبت بھرے اصرار پر میں نے ڈرتے ڈرتے بتایا کہ مجھے اسلام آباد میں اقوام متحدہ کے پروگرام برائے خواتین میں کام کرنے کی آفر ہوئی ہے۔ یہ آسامی خواتین کے لیے چوتھی عالمی کانفرنس کی تیاری کے سلسلے میں تھی جو اگلے برس بیجنگ میں منعقد ہونی تھی۔ وہ تو خوشی سے بے حال ہو گئے۔ میں نے انھیں بتایا کہ مجھے صرف اس آسامی کے لیے درخواست دینے کے لیے کہا گیا ہے اس لیے زیادہ خوش ہونے کی بات نہیں۔

میری والدہ حیرت زدہ تھیں کہ میں اقوامِ متحدہ کے لیے کام کرنے کا سوچ رہی ہوں۔ انھوں نے مجھے یاد دلایا کہ میں نے ہمیشہ بین الاقوامی امدادی اداروں کے لیے کام کرنے سے انکار کیا ہے۔ وہ حیران تھیں کہ میری سوچ میں یہ تبدیلی کیسے آئی۔ میں ان کی اس بات پر خوش بھی ہوئی اور حیران بھی۔ ان کا زندگی اور اپنے ماحول کا مشاہدہ بہت زبردست تھا۔ اگرچہ وہ کبھی کالج نہیں گئی تھیں لیکن وہ میرے جاننے والے لوگوں میں سب سے زیادہ عقل مند تھیں۔

میں نے وضاحت کی کہ میں ہمیشہ مقامی کیمپ میں رہنا پسند کرتی ہوں کیونکہ میں دوطرفہ امدادی اداروں کی ان پالیسیوں کی پابند نہیں بننا چاہتی جن سے میں اتفاق نہیں کرتی۔

''تو پھر اقوام متحدہ میں کیا بات مختلف ہے؟'' انھوں نے پوچھا۔

میں ان کے قریب جا کر بیٹھ گئی اور اپنا سر ان کی گود میں رکھ دیا۔ ان کے ساتھ مجھے کبھی بچہ بن جانا اور کبھی بڑوں کی طرح بات کرنا پسند تھا۔ ''امی'' اقوام متحدہ ''ان میں سے'' نہیں ہے یہ ''ہم میں سے'' ہے۔ میرا مطلب یہ تھا کہ دوطرفہ تعلق والے ممالک ''دوسرے'' تھے لیکن اقوامِ متحدہ کو ان کی طرح نہیں دیکھنا چاہیے۔ دنیا کے تمام ممالک اس کے رکن ہیں اور پاکستان سمیت ہر ملک اس کے لیے چندہ دیتا ہے۔ اس کے عملے میں دنیا

کے ہر ملک کے لوگ شامل ہیں۔ یہ ادارہ ہمارا بھی اتنا ہی ہے جتنا کسی اور ملک کا۔''

''لیکن دوسرے ملک اقوام متحدہ میں رسوخ رکھتے ہیں، پاکستان نہیں''، انھوں نے میرے بالوں کو سہلاتے ہوئے کہا۔

میں ان کے اس ذہانت آمیز جواب پر مسکرا اٹھی، لیکن میں نے یہ سمجھانے کی بھی کوشش کی کہ میرا مخمصہ کیا ہے۔ ''مقامی تنظیموں کے ساتھ میرا کام جاری رہے گا۔ میں نے کئی مقامی تنظیموں کے ساتھ کام کا تجربہ حاصل کرلیا ہے، لیکن میں بڑے کام کرنا چاہتی ہوں اور شاید اقوامِ متحدہ مجھے اس کے لیے پلیٹ فارم فراہم کرسکے۔ امی میں اپنے ملک کی عورتوں کے لیے کچھ بڑے کام کرنا چاہتی ہوں''۔ میں نے یہ بھی بتایا کہ کوئی عجلت نہیں ہے ہم اس بارے میں مزید سوچ بچار کرسکتے ہیں۔

اپنے گھر والوں کے ساتھ اس گفتگو کے بعد میری اقوامِ متحدہ کے عملے سے کئی بار بات چیت ہوئی جو مجھے کوآرڈی نیٹر کا عہدہ دینا چاہتے تھے۔ آخر کار میں نے درخواست دی اور جلد ہی مجھے اسلام آباد میں اقوامِ متحدہ کے ترقیاتی پروگرام (یو این ڈی پی) کے دفتر میں انٹرویو کے لیے بلا لیا گیا۔ یو این ڈی پی اقوامِ متحدہ کے کئی دوسرے اداروں کے لیے سرپرست ادارے کی حیثیت رکھتا ہے، جو اس کی مالیاتی، انتظامی اور عملے سے متعلق خدمات استعمال کرتے ہیں۔ یو این ڈی پی کا دفتر ایک محل نما عمارت میں تھا جہاں سکیورٹی کے سخت انتظامات تھے۔ مجھے مختلف سوالات اور پوچھ گچھ کے بعد اندر پہنچنے میں خاصی دیر لگی۔

یہاں میری ملاقات غزالہ سے ہوئی۔ غزالہ نے جو اس ادارے میں سینئر سیکرٹری تھی میرا استقبال مسکراہٹ کے ساتھ کیا۔ اس روز میں نے اس سے مختصر بات کی مگر آئندہ برسوں میں مجھے اسے زیادہ اچھی طرح جاننے کا موقع ملا۔

میں ایک دفتر کے دروازے کے باہر بیٹھی رہی۔ تھوڑے انتظار کے بعد ایک گورا چٹا آدمی باہر آیا جو شکل سے پشتون دکھائی دیتا تھا۔ اس نے ٹوتھ پیسٹ کے اشتہاروں والی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا ''کیا آپ ڈاکٹر سعید ہیں؟''

غزالہ اچھل کر کھڑی ہوگئی جیسے وہ آدمی اس ادارے کا مالک ہو۔ اس نے سیاہ سوٹ اور سیاہ ٹائی پہن رکھی تھی۔ اس نے غزالہ کی طرف دیکھا اور کہا، ''ٹھیک ہے میں انھیں اندر لے جاتا ہوں۔ آپ دوسرے امیدوار کو انتظار کرنے کا کہیں۔''

میں اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں گئی جہاں چار لوگوں کا انٹرویو پینل بیٹھا تھا۔ اس آدمی نے اپنا تعارف کرایا ''طارق خان، یو این ڈی پی سے''۔ اس نے واضح طور پر خود کو میزبان بنا کر دوسرے لوگوں کا تعارف کرایا۔ پینل کے ایک رکن نے مجھ سے میرے تحقیقاتی کام کے بارے میں پوچھا۔ اس سے پہلے کہ میں کوئی

جواب دیتی طارق نے اپنا گلا صاف کیا اور بولا کہ بجائے اس کے کہ ہم اس سے اس کی طالب علمی کے دور کی باتیں پوچھیں بہتر ہوگا کہ ہم اس کے پیشہ ورانہ تجربے کے بارے میں سوال پوچھیں۔ پھر اس نے تیزی سے مجھ سے کچھ سادہ مگر عجیب سے سوالات میری گزشتہ دو ملازمتوں اور اسلام آباد میں میری رہائش کے بارے میں کیے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ پینل کے اراکین سوالات کرتے ہوئے ذرا محتاط ہو گئے جیسے وہ طارق کے ردعمل کا اندازہ لگاتے ہوئے سوال پوچھ رہے ہوں۔ انٹرویو خاصا سادہ تھا اور مجھے تو ذرا مایوسی بھی ہوئی کہ مجھ سے کوئی گہرے یا دشوار سوال پوچھے ہی نہیں گئے۔ انٹرویو ختم ہوا تو طارق کرسی سے اٹھا اور اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے جلد ہی نتیجے کے بارے میں مطلع کیا جائے گا۔ اس نے زوردار مسکراہٹ کے ساتھ میرے لیے دروازہ کھولا اور میرے آنے کا شکریہ ادا کیا۔ طارق خان کے ساتھ یہ میری پہلی ملاقات تھی۔

کچھ دن بعد جب میں کراچی میں تھی مجھے ایک فون آیا کہ مجھے اس ملازمت کے لیے چن لیا گیا ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ میں جس قدر جلد ہو سکے کام پر پہنچ جاؤں۔ یہ پیغام بالکل اس طرح کا تھا جیسے کسی کمپیوٹر کے ذریعے دیا گیا ہو۔ صرف دو جملے۔ کوئی ''مبارکباد'' نہیں کہ میں کامیاب ہوئی نہ یہ کہ ''ہمیں یہ اطلاع دیتے ہوئے خوشی ہے''، نہ ہی یہ کہ ''ہم آپ کے ساتھ مل کر کام کرنے کے منتظر ہیں'' یا کوئی بھی انسانی نوعیت کی گفتگو۔ بہر حال میں بے حد خوش تھی۔ میں نے فون رکھا اور زوردار آواز لگائی۔ میں نے اگلے چند منٹ میں اپنے گھر والوں اور قریبی دوستوں کو یہ بتانے کے لیے کوئی دس کالیں کی ہوں گی۔ وہ سب بڑے خوش ہوئے۔ میری ماں نے ایک بکرا ذبح کرایا اور غریبوں میں بانٹا۔ یہ وہ کام تھا جو وہ ہمیشہ کسی بھی بہت اچھی یا بہت بری خبر موصول ہونے پر بلاؤں کو دور بھگانے کے لیے کیا کرتی تھیں۔

مجھے یہ بات کچھ عجیب سی لگی کہ یونیفیم کی ریجنل ہیڈ چاندنی جوشی نے جو ایک نیپالی نژاد شفیق خاتون تھیں، یونیفیم میں اپنا عہدہ یو این ڈی پی کے حوالے کر دیا اور خود دہلی منتقل ہو گئیں۔ بدقسمتی سے میں اس ادارے میں کسی کو نہیں جانتی تھی اور حیران تھی کہ کون میری رہنمائی کرے گا۔

بعد میں معلوم ہوا کہ میری تشویش بجا تھی۔ میں نے کراچی میں اپنے ادارے سے بات کی کہ مجھے تین ماہ کی بجائے ایک ماہ کے نوٹس پر ملازمت چھوڑنے کی اجازت دے دی جائے۔ میں نے اپنا سامان باندھا اور اسلام آباد آگئی مگر اب تک مجھے دستخط کے لیے معاہدہ تو کجا یو این او میں کام کرنے کی پیشکش کا کوئی باضابطہ خط بھی نہیں ملا تھا۔ میں نے کئی بار یو این ڈی پی کے دفتر فون کیا لیکن کسی کو بھی جواب معلوم نہیں تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ یہ ان کا عمومی طریقہ کار تھا۔ کاغذ ایک میز سے دوسری میز پر جاتے رہتے تھے لیکن کوئی بھی ذمے داری نہ لیتا۔ ہر ایک کام کو کئی حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا لیکن کوئی بھی پورے کام کی ذمے داری لینے والا نہیں تھا۔ یہاں تک کہ جو لوگ پہلے سے کام کر رہے تھے انھیں بھی اپنے معاہدوں اور ادائیگیوں کے لیے خود پیچھے پیچھے جانا پڑتا تھا۔

جب میں اسلام آباد پہنچی تو میں نے ایک بار پھر ان کے دفتر سے رابطہ کیا۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ مجھے اپنے کنٹریکٹ کے لیے ایڈمنسٹریشن کے شعبے میں طارق خان سے بات کرنی چاہیے۔ ایسا لگتا تھا جیسے تعیناتی کی تمام ذمے داری ادارے کی بجائے، خود مجھ پر تھی۔ میں پریشان تھی لیکن اس کے باوجود یو این او میں کام کرنے کا میرا جوش و جذبہ قائم تھا۔ کئی بار کوشش کرنے کے بعد آخر کار طارق سے میری بات ہوئی اور مجھے خوشی ہوئی کہ کم از کم اس نے بات تو اچھی طرح سے کی۔ ''مجھے بڑا افسوس ہے کہ ہمیں آپ کا کنٹریکٹ تیار کرنے میں اتنی دیر لگ گئی مگر اب جب آپ نے میری توجہ اس طرف دلا دی ہے تو بس سب کچھ مجھ پر چھوڑ دیں۔'' مجھے اطمینان ہوا کہ کوئی تو ہے جو ذمے داری لے رہا ہے اور میں نے اس کا بہت شکریہ ادا کیا۔ اس نے کہا ''آپ فکر نہ کریں۔ فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب صرف دفتری کارروائی ہے جو اپنا وقت لیتی ہے۔ مطمئن رہیے کہ میں نے آپ کی ملازمت کی تمام ذمے داری لے لی ہے۔ آپ تسلی رکھیں۔ جونہی کارروائی مکمل ہوتی ہے میں آپ کو اطلاع کر دوں گا۔''

میں نے فون بند کیا اور اپنی والدہ کو یہ بتانے کے لیے دوڑی۔ میں نے ان سے کہا ''امی مجھے یو این ڈی پی کے دفتر کے ایک آدمی سے بڑا ہی مثبت جواب ملا ہے اور اب مجھے اتنا برا لگ رہا ہے کہ جب میں پہلی بار اس سے ملی تو میں نے سوچا کہ یہ آدمی بہت عجیب سا ہے۔''

''کیوں؟'' انھوں نے مجھ سے پوچھا۔

اوہ، صرف اس لیے کہ اس نے بالوں میں بہت ہی بدنما خضاب لگا رکھا تھا اور اس نے مجھ سے انٹرویو کے دوران عجیب سے سوال پوچھے۔ پتا ہے...... ایسے سوالات جن کا تعلق میرے کام سے نہیں تھا۔ مجھے لگا کہ اس کے اندر اس قسم کی تہذیب نہیں ہے جو یو این او کے کسی اہل کار میں ہونی چاہیے'' میں ہنسی۔ ''مگر آج اس نے بہت ہی ہمدردانہ طریقے سے بات کی۔''

جب بھی طارق نے فون پر بات کی تو وہ بڑا مستعد کارکن لگا اور اس کے علاوہ اس کا رویہ بڑا مہذب اور دوستانہ ہوتا۔ آخر کار میرا کنٹریکٹ تیار ہو گیا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں اس کے افسر سے ملنے اور کنٹریکٹ کی شرائط پر بات چیت کرنے کے لیے دفتر آؤں۔ سکیورٹی کی بھول بھلیوں میں گھومتے گھومتے میں ایک استقبالیے تک پہنچ گئی۔

چھوٹے قد کی سانولی رنگت والی ایک ادھیڑ عمر خاتون نے مسکرا کر مجھے سلام کیا۔ اس کے چوٹی میں بندھے بال اور سادہ کپڑے ظاہر کرتے تھے کہ وہ نچلے متوسط طبقے سے تعلق رکھتی تھی۔ جب وہ تیزی سے بٹن دبا کر مختلف لوگوں کی کالیں ملاتی تو اس کے گہرے سرخ ناخن بہت نمایاں دکھائی دیتے تھے۔ جتنی دیر میں، میں نے اسے سلام کر کے یہ بتایا کہ مجھے طارق خان سے ملنا ہے اس نے کم از کم پانچ لوگوں سے بات کی ہوگی۔ اس

دوران اس نے میرا سر سے پاؤں تک جائزہ لیا۔ یہ ماریہ تھی یواین ڈی پی کی ریسپشنسٹ اور پوری بلڈنگ کے لیے اکیلی ٹیلی فون آپریٹر۔ جس انداز میں اس نے میری آمد کے بارے میں ضروری معلومات لیں، اس سے مجھے اندازہ ہوگیا کہ وہ محض ایک ریسپشنسٹ ہی نہیں بلکہ معلومات کا اہم ذریعہ بھی ہے۔

طارق مجھ سے ملنے کے لیے لابی میں آ گیا۔ اس نے پروفیشنل انداز میں مجھے خوش آمدید کہا اور مجھے اپنے باس، مسٹر ولیم ڈکنز کے دفتر میں لے گیا جو ساٹھ کے پیٹے میں ایک بھاری بھرکم آدمی تھا۔ اس نے یو این میں مردوں کا عمومی لباس سوٹ پہن رکھا تھا۔ اس کے بیضوی چہرے پر داڑھی تھی۔ اپنی سانپ جیسی چمکیلی آنکھوں سے اس نے میرا بغور جائزہ لیا۔ شکل وصورت سے وہ کسی پرانے بحری جہاز کا کپتان لگتا تھا۔ اس نے مجھے بڑے فخر سے بتایا کہ اس کا تعلق فوج سے رہا ہے۔ طارق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا کہ ''اس کا بھی فوج سے تعلق رہا ہے اس لیے میں نے اسے اپنے ساتھ کام کے لیے چنا''۔ میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ کیا کہوں کیونکہ میرا ان کی برادری سے تعلق نہیں تھا۔

''اچھا تو آپ بھی فوج میں تھے؟'' میں نے طارق کی طرف دیکھ کر کہا۔

وہ مسکرایا۔ فرش کی جانب دیکھا اور پھر میری طرف نظریں اٹھا کر کہا ''اعزازی تلوار''۔

''سوری؟'' میں اس کی بات سمجھ نہ سکی۔

''میں نے کہا کہ جب میں فوج سے پاس آؤٹ ہوا تو مجھے اعزازی تلوار دی گئی تھی'' اس نے ایک چمکیلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

میں نے سر ہلایا اس کی طرف مؤدب تعریفی نگاہ سے دیکھا اور سوچا کہ یہ اس کی زندگی کا بے حد اہم موقع رہا ہوگا۔

ڈکنز نے معاہدے کی مختلف شرائط کے بارے میں بتایا اور میں نے کہا ''میں اس بارے میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں کیونکہ میں چند ایک معمولی تبدیلیاں کرانا چاہوں گی۔''

اس نے میری طرف دیکھا اور خاصے دبنگ انداز میں کہا ''کوئی بات چیت نہیں ہوسکتی۔ اسے قبول کرو یا چھوڑ دو۔''

میں حیران رہ گئی اور اتنی ہی اونچی آواز میں کہا کہ ''کیا اسی کو آپ کنٹریکٹ پر بات چیت کرنا کہتے ہیں؟ میرا تو خیال تھا کہ آج کی میٹنگ کا مقصد کنٹریکٹ کی شرائط پر بات چیت کرنا تھا۔''

اس نے سپاٹ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ مجھے احساس ہوگیا کہ اس وقت میں کمزور پوزیشن میں ہوں۔ میں نے اپنی گزشتہ ملازمت سے استعفیٰ دے دیا ہے اور اسلام آباد منتقل ہو چکی ہوں۔ طارق خاموش تھا۔ میں نے حالات کے ساتھ چلنے کا فیصلہ کر لیا لیکن حیران تھی کہ کیا یواین ڈی پی کو اسی فوجی انداز میں چلایا جاتا ہے۔

باب:4

جدوجہد کی ابتدا

یو این ڈی پی میں کام کرتے ہوئے مجھے چوتھا روز ہوگا کہ مسٹر ڈ کنز میرے کمرے میں آ دھمکا۔ وہ ذرا سا لنگڑا کر چلتا تھا اور دیکھنے میں پیٹر پین کے کیپٹن ہُک جیسا نظر آتا تھا۔ وہ تیزی سے دفتر میں داخل ہوا، ہر کمرے میں جھانکا اور میرے ڈیسک پر آ کر یہ پوچھنے کے لیے رک گیا کہ سب کچھ ٹھیک تو ہے۔ میں نے اس کے ساتھ ساتھ چلنا شروع کر دیا اور ایک پر جوش نئی سٹاف ممبر کی طرح خوش دلی سے جواب دینے کی کوشش کی۔ طارق اس کے ساتھ تھا، لیکن وہ کوئی بات کیے بغیر مسکراتا رہا۔ میں اس بات سے بڑی متاثر ہوئی کہ اتنا سینئر افسر ایک نئی سٹاف ممبر کا اس قدر خیال رکھ رہا ہے۔ میں تو ایک بے چہرہ ادارے کی عادی ہوتی جا رہی تھی کیونکہ جب سے مجھے مین بلڈنگ سے باہر اس دفتر میں منتقل کیا گیا تھا کسی نے مجھ سے رابطہ نہیں کیا تھا مگر طارق اور ڈ کنز نے میرا تاثر بدل دیا۔ میں خوش ہوئی اور خود کو شکر گزار محسوس کیا کہ انھوں نے مجھے یو این ڈی پی کے عملے کے بارے میں ایک غلط تاثر قائم کرنے سے بچا لیا۔

ڈ کنز میری کرسی پر بیٹھ گیا اور میرے کمپیوٹر کو چلا کر دیکھا۔ یہ جان کر اس نے ناراضی کا اظہار کیا کہ ابھی تک کسی نے مجھے دفتر کے ای میل سسٹم سے نہیں جوڑا تھا۔ طارق نے بہت معذرت کی اور کہا کہ اس کا سٹاف ابھی فوراً یہ کام کر دے گا۔ مجھے محسوس ہوا کہ یو این سسٹم کے بارے میں میرا پہلا تاثر شاید غلط تھا۔ وہ صرف ایک بڑی مشینری کا حصہ نہیں تھے، بلکہ انسان بھی تھے۔ انھوں نے مجھے ایک نئی ممبر کے طور پر خوش آمدید کہا اور میرا خیال رکھا۔ مسٹر ڈ کنز نے مجھے یقین دلایا کہ مجھے جس چیز کی بھی ضرورت ہوئی وہ فوری طور پر اس کے لیے کوشش کرے گا۔ مجھے اس ادارے کا حصہ بننے پر خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ اس روز جب میں گھر گئی تو میں نے اپنے دفتر کے ساتھیوں کی تعریف کی اور کہا کہ انھیں روبوٹ جیسے، پلاسٹک کے بنے ہوئے اور نااہل لوگ سمجھنا میری غلطی تھی۔

ان دونوں کے میرے دفتر میں آنے کا سلسلہ جاری رہا۔ مسٹر ڈ کنز میرے دفتر میں چھوٹی چھوٹی چیزوں کے نہ ہونے پر ناراض ہوتے۔ وہ پوچھتے کہ کیا ایئر کنڈیشنر صحیح کام کر رہا ہے، کیا میرے کمپیوٹر میں کوئی مسئلہ تو

نہیں یا میرے اسسٹنٹ صحیح طرح کام کر رہے ہیں۔ بعض دفعہ تو مجھے اس ضرورت سے زیادہ توجہ پر پریشانی ہونے لگتی اور طارق پر ترس آتا جسے ادھر ادھر بھاگ دوڑ کرنا پڑتی۔ میں نے محسوس کیا کہ جس طرح کی ذاتی توجہ مجھے دی جا رہی ہے وہ پروفیشنل نہیں ہے۔ آخر میں ایک سٹاف ممبر تھی، اس کی دوست نہیں تھی۔ تاہم میں اس سوچ کو دبا دیتی اور خود اپنے آپ کو ملامت کرتی کہ میں دفتر کے ساتھیوں پر شک کرتی ہوں۔

مسٹر ڈکنز آپریشنز کے شعبے کا سربراہ تھا جو دفتر میں دوسرا سینئر ترین عہدہ تھا اور طارق ایڈمنسٹریشن کے شعبے کا سربراہ اور اس لحاظ سے خاصے اونچے عہدے پر تھا۔ مجھے برا لگتا تھا جب اتنے سینئر آدمی کو مسٹر ڈکنز کے بتانے پر چھوٹے چھوٹے کام کرنا پڑتے تھے۔ پروگرام کے لوگوں میں سے کوئی میرے پاس آیا نہ مجھ سے بات کی۔ وہ سب اپنے اپنے کام میں مصروف تھے اور ان کی پیشہ ورانہ زندگی میں ایک نئی ساتھی کی آمد کوئی بڑا واقعہ نہیں تھا جبکہ میرے لیے یو این میں کام کرنا بہت بڑی بات تھی اور میں مسلسل سرخوشی کے عالم میں تھی۔

یو این میں کسی بھی نئے کارکن کے لیے مکمل طبی معائنہ کرانا لازم تھا۔ اگرچہ یہ ایک چھوٹا سا کام تھا لیکن یہ ایک بڑا سانحہ بن گیا جس کا سایہ آنے والے واقعات پر بھی پڑا۔ میں نے دفتر کی منظور شدہ فہرست میں سے طارق کے پُر زور اصرار پر ایک کلینک کا انتخاب کیا اور وہاں چلی گئی۔ یہ اسلام آباد کے ایک پرانے رہائشی علاقے ایمبیسی روڈ پر ایک پرائیویٹ کلینک تھا۔

میں نے ریسپشنسٹ کو بتایا کہ میں کس لیے آئی ہوں اور پیچیدہ قسم کے میڈیکل فارم اس امید پر اسے دے دیے کہ یہ ان لوگوں کی سمجھ میں آسکتے ہوں گے۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہاں کا سٹاف اس سارے عمل سے واقف تھا۔ انھوں نے زیادہ بات چیت کیے بغیر مجھے مختلف قسم کے نمونے دینے کے لیے کہا۔ گھنگھریالے بالوں اور سپاٹ چہرے والا ایک شخص سفید گاؤن پہنے سامنے آیا اور مجھے اپنے پیچھے پیچھے چلنے کے لیے کہا۔ اس نے مجھے پیشاب کے نمونے کے لیے ایک چھوٹی سی بوتل دی اور مجھے غسل خانے کا راستہ بتایا۔ میں حیران ہوئی کہ باتھ روم تک پہنچنے کے لیے مجھے دو مرتبہ سیاہ پردوں کے درمیان سے گزرنا پڑا۔ بالکل اسی طرح جیسے پرانے دور کی فوٹو گرافی لیب میں جانا ہو۔

غسل خانہ خاصا بڑا تھا اور اس میں امپورٹڈ ٹائلیں اور ایک بڑا سا آئینہ لگا ہوا تھا۔ باتھ روم کے اندر مجھے عجیب سا احساس ہوا جیسے کوئی مجھے دیکھ رہا ہو۔ میں نے غور سے ارد گرد دیکھا تو پتا چلا کہ باتھ روم کے دروازے میں ایک سوراخ کیا گیا تھا۔ میں نے جلدی سے دروازہ کھولا تو محسوس ہوا کہ ایک سایہ سا تیزی سے دوسری طرف چلا گیا۔ جب میں باہر نکلی تو دیکھا کہ جس آدمی نے مجھے راستہ بتایا تھا، وہ کاؤنٹر پر کھڑا ہے۔ اس نے بڑے اطمینان سے میری طرف دیکھا۔ میں پریشان ہو گئی۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ یہی وہ آدمی تھا جو اندر جھانک رہا تھا یا کوئی اور آدمی تھا یا پھر سرے سے کوئی تھا ہی نہیں۔ ''مجھے کیا کرنا چاہیے'' میں نے پریشانی کے عالم میں

خود سے پوچھا۔

میں نے نمونے اس آدمی کو پکڑا دیے تو وہ بولا کہ مجھے اس کے ساتھ ایکسرے روم جانا ہے۔ میں اس کے ساتھ چلتی رہی لیکن اس صورتِ حال سے سخت پریشان تھی۔ اس نے مجھے کپڑے تبدیل کرنے کی جگہ کا بتایا۔ میں نے اردگرد احتیاط سے دیکھا۔ بڑی تیزی سے ایک کونے میں جا کر میں نے کپڑے تبدیل کر کے گاؤن پہنا اور اس دوران میری آنکھیں دیواروں اور دروازے میں کسی سوراخ کی تلاش میں لگی رہیں۔

اب اس آدمی نے مجھے ایک دھات کی پلیٹ کے پیچھے کھڑے ہونے کو کہا تا کہ میرے سینے کا ایکسرے لیا جا سکے۔ وہ آگے بڑھا اور دھاتی پلیٹ کے سامنے میری پوزیشن کو درست کرنے کے بہانے میری چھاتیوں کو پہلو سے چھوتے ہوئے میرے بازو اوپر کر دیے۔ میں غصے سے بولی "مجھے ہاتھ مت لگائیں، صرف بتا دیں کہ مجھے کیا کرنا ہے"۔ اس نے پھر میری پوزیشن ٹھیک کرنے کی کوشش کی اور چپکے سے اپنا ہاتھ میرے پہلو میں چھو دیا۔ اس نے ایسا اس طرح سے کیا کہ کوئی اسے یقین سے کچھ نہ کہہ سکے۔ بچپن سے ہم عورتیں یہ سیکھتی ہیں کہ ہم اپنے آپ پر شک کریں اور اس بات پر یقین کریں جو دوسرے کہتے ہیں۔ میں نے اپنی آواز میں مزید سختی لاتے ہوئے زور سے دہرایا۔ "مجھے ہاتھ مت لگائیں"۔ کچھ کہے بغیر وہ پیچھے ہٹ گیا اور ساتھ والے شیشے کے کمرے میں جا کر ایکسرے مشین چلانے لگا۔

لگاتار دو واقعات سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ اس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔ مجھے سخت گھن آ رہی تھی۔ "کیا میں اس سے جھگڑا کروں، کیا میں اس کی شکایت کروں یا پھر اس کلینک سے باہر نکل جاؤں؟" میں خود کو بوجھل محسوس کر رہی تھی۔ نئی ملازمت اور اسلام آباد واپس آنے کا جوش ایک دم ٹھنڈا پڑ گیا۔ میری زندگی میں ایسے واقعات بار بار کیوں ہوتے ہیں؟ میرے پیٹ میں تناؤ کی وجہ سے بل پڑ رہے تھے۔

اپنے کپڑے دوبارہ پہنتے ہوئے بھی میں اس آدمی کے رویے پر سلگ رہی تھی۔ میرے دل میں یہ خیال بھی آیا کہ میں اس بات کو نظر انداز کر کے اپنے دفتر جاؤں اور کام کرنا شروع کر دوں لیکن ایک دوسری آواز یہ بھی تھی کہ میں کسی کو اپنے آپ کو بے عزت کرنے پر معاف نہیں کر سکتی۔ کچھ دیر ذہنی کشمکش کے بعد میں نے طے کیا کہ مجھے اس واقعے کی شکایت یہاں کے انچارج ڈاکٹر سے کرنی چاہیے۔

تمام نمونے کاؤنٹر پر پہنچانے کے بعد میں نے ڈاکٹر انچارج کے بارے میں پوچھا جو کلینک کا مالک تھا۔ وہ سفید بالوں والا بزرگ عمر کا آدمی تھا۔ اس کی کرسی کے پیچھے دیوار پر قرآنی آیات آویزاں تھیں۔ مجھے بے حد دشواری محسوس ہو رہی تھی مگر میں نے ہمت جمع کر کے کہا "مجھے آپ کو بتانا ہے کہ آپ کے باتھ روم میں ایک سوراخ ہے جس سے آپ کا سٹاف عورتوں کو جھانکتا ہے۔"

اس نے بھنویں اونچی کیں اور کچھ کہے بغیر میری طرف دیکھا۔ "وہی آدمی جو باتھ روم میں جھانک رہا

تھا، اس نے ایکسرے لیتے ہوئے مجھے بدتمیزی سے ہاتھ بھی لگایا۔'' مجھے الفاظ کا انتخاب کرنے میں بے حد دشواری ہورہی تھی۔

بوڑھا شخص حیران دکھائی دے رہا تھا لیکن پریشان نہیں۔ اس نے ایک لمبا سانس لے کر اپنے حواس مجتمع کیے۔ مجھے کچھ اندازہ نہیں کہ وہ میری شکایت کے بارے میں کیا سوچ رہا تھا۔ اس نے اپنی کرسی گھمائی اور اپنا رخ میرے سامنے کر کے دھیمے لہجے میں کہا،'' آپ کو یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے''۔

مجھے اس لاپروائی سے شدید تکلیف پہنچی۔ اس نے مجھ سے کوئی سوال پوچھے بغیر ہی اپنا فیصلہ سنا دیا تھا۔ جیسے ہم عورتیں ہر واقعے میں پہلے اپنے آپ ہی پر شک کرتی ہیں، میرا خیال ہے دوسرے بھی سب سے پہلے ہم پر ہی شک کرتے ہیں۔

میں نے نرم آواز میں احتجاج کیا۔'' کیا آپ نہیں سمجھتے کہ آپ کو پہلے میری شکایت پر کچھ چھان بین کرنی چاہیے؟''

اس نے گھنٹی بجائی اور لیب اٹنڈنٹ کو بلایا۔ پھر میری طرف مڑ کر کہا'' مگر ہمارے ہاں عورتوں کے لیے ایک عورت نرس بھی تو ہے۔''

'' میں نے کسی عورت کو نہیں دیکھا۔ مجھے تمام ہدایات ایک مرد نے دیں'' میں نے تیزی سے جواب دیا۔

''نہیں، ہمارے ہاں عورتوں کے لیے ایک عورت نرس ہے''، اس نے اصرار کیا۔

'' مجھے نہیں معلوم کہ آپ کے ہاں عورت نرس ہے یا نہیں لیکن مجھے کسی عورت نرس نے نہیں دیکھا'' میں نے غصے بھری آواز میں کہا۔ مجھے لگ رہا تھا جیسے مجھ سے میرا اعتبار چھینا جا رہا ہو۔

لیب اٹنڈنٹ کسی قدر شرمندہ چہرے کے ساتھ اندر آیا۔ ڈاکٹر نے اس سے دھیمی آواز اور نرم لہجے میں پوچھا''یہ خاتون کہتی ہے کہ آپ نے اسے پریشان کیا، کیا کوئی مسئلہ ہے؟''

مجھ سے آنکھ ملائے بغیر اس نے تابعداری سے کہا''نہیں سر کوئی مسئلہ نہیں!''

ڈاکٹر نے تیزی سے کرسی میری طرف گھمائی اور کہا'' دیکھا کوئی مسئلہ نہیں ہے''۔

میں اس جواب پر شدید غصے اور احساسِ شرمندگی کا شکار تھی۔ میں نے بڑی ہمت کر کے شکایت کی تھی اور اب مجھے ہی قصوروار سمجھا جا رہا تھا، جیسے میں ایک بے گناہ شخص پر الزام لگا رہی تھی۔ میں سوچ رہی تھی کہ کیا ڈاکٹر یہ سمجھتا ہے کہ میں نے یہ ساری بات اپنے پاس سے گھڑ لی۔

ڈاکٹر نے اپنی بھنویں اچکائیں اور میری طرف دیکھا جیسے اس نے اپنے سٹاف سے مناسب جواب دہی کر لی تھی۔ وہ مڑا اور اس نے ایک اور سٹاف ممبر سے باتیں کرنا شروع کر دیں۔ لیب اٹنڈنٹ چلا گیا۔ شکایت کی سماعت مکمل ہو چکی تھی۔ میں اپنی کرسی سے اٹھی اور اونچی آواز میں کہا'' آپ کافی بزرگ ہیں۔ آپ کی

بیٹیاں جوان ہوں گی۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ میں نے یہ کہانی اپنی خوشی کے لیے گھڑ لی ہے؟ آپ کے اندر اتنی سمجھ نہیں کہ اپنی کرسی سے اٹھ کر میرے ساتھ آئیں اور اپنے باتھ روم کے دروازے میں موجود سوراخ اور اس کے باہر لگائے گئے سیاہ پردوں کو دیکھ ہی لیں۔ آپ نے یہاں بیٹھے بیٹھے فیصلہ دے دیا کہ مجھے غلط فہمی ہوئی ہے۔''

اس نے میری طرف ایسے دیکھا جیسے میں پاگل ہوں اور سپاٹ لہجے میں کہا'' آپ نے میرے لیب اٹنڈنٹ کی بات نہیں سنی کہ کوئی مسئلہ نہیں ہوا؟''

میں دیکھ رہی تھی کہ ہنگامہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ میں نے بس اتنا کہا کہ مجھے آپ سے بے حد مایوسی ہوئی ہے۔ کمرے سے نکلتے ہوئے میں غصے سے کانپ رہی تھی۔ میرے ردعمل پر حیران ڈاکٹر نے مجھے عجیب بے یقینی کے انداز سے دیکھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ محض اپنے دفاع میں ایسا کر رہا تھا اور چاہتا تھا کہ اس کے کلینک کی شہرت خراب نہ ہو۔ ایک لمحے کے لیے بھی مجھے یہ محسوس نہیں ہوا کہ اسے حقیقت جاننے میں کوئی دلچسپی تھی۔ اس نے ایک بھی سوال نہیں پوچھا۔ بس یہ کوشش کی کہ مجھے چپ کرا دے۔ اس وقت مجھے اور بھی زیادہ غصہ آیا۔ مجھے لیب اسسٹنٹ سے کہیں زیادہ غصہ اس ڈاکٹر پر تھا۔

میں سیدھی اپنے دفتر گئی لیکن میں کسی کام پر توجہ مرکوز نہیں کر پا رہی تھی۔ میں نے ضروری کام نمٹائے، مگر کسی کے ساتھ بات چیت نہیں کی۔ میں یہ بات اپنے اسسٹنٹ تک کو نہیں بتا سکتی تھی۔ شاید اگر دفتر میں کسی خاتون ساتھی سے میری بے تکلفی ہوتی تو میں اس کے سامنے یہ سب کہہ دیتی لیکن ہر کوئی اپنے کام میں مصروف تھا۔

اس رات میں ایک عجیب سی بے چینی کے ساتھ بستر پر لیٹی تھی۔ نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ میں نے اپنے آپ سے سوال کیا'' میں نے اس کی شکایت کی، کیا میں نے ایسا نہیں کیا؟'' '' میں چپ نہیں رہی۔ میں نے اسے نظر انداز نہیں کیا۔ میں نے آواز اٹھائی، ٹھیک!''

میں نے اپنے آپ کو تسلی دینے کی کوشش کی لیکن میرے ذہن نے سخت سوال اٹھایا'' تو پھر کیا؟'' اس شخص نے تمھارے وقار کو پامال کیا اور اس کے خلاف کچھ بھی نہیں ہو سکا، اس کے ہاتھ پر ایک تھپڑ بھی نہیں لگایا گیا۔ مجھے بہت برا لگا۔ میں بستر میں کروٹیں بدلتی رہی اور اپنے آپ کو قائل کرنے کی کوشش کرتی رہی کہ جو میں کر سکتی تھی، میں نے کیا۔ مجھے یاد آیا کہ ڈاکٹر نے کس طرح میری طرف دیکھا تھا جیسے کہہ رہا ہو'' تم کس قسم کی عورت ہو، بے شرم!''

'' میں نے شکایت کی۔ اور میں کیا کر سکتی تھی؟''

'' یہ کافی نہیں ہے'' میرے اندر سے جواب ملا۔'' تمھیں اس سے زیادہ کچھ کرنا چاہیے۔ شکایت سے

مسئلہ دور نہیں ہوا۔''

اگلے روز میں نے اس واقعے کو ایک شکایت کے طور پر تحریر کیا اور طارق کے پاس لے گئی۔ وہ فون پر بات کر رہا تھا۔ اس نے اشارے سے مجھے بیٹھنے کو کہا۔ جب اسے فرصت ہوئی تو میں نے کلینک کے خلاف شکایت اس کو دی اور کہا کہ وہ اس کے خلاف فوراً کوئی ایکشن لے۔ اس نے میری پوری کہانی بغیر مداخلت کیے سنی۔ جب میں نے اپنی بات مکمل کر لی تو وہ زور سے ہنسا۔ میں سکتے میں آ گئی۔

اس نے کہا ''تمھارا خیال ہے کہ جو عورت وہاں جاتی ہے وہ اسے دیکھتا ہے؟ کیا انتظام ہے!''

''تمھارے خیال میں یہ ہنسی کی بات ہے؟'' میں نے مایوسی سے کہا۔

''نہیں، مجھے بتاؤ......اس نے تمھیں دو مرتبہ ہاتھ لگایا؟'' اس نے سنجیدہ شکل بنانے کی ناکام کوشش کی۔

''طارق، میں اتنی پریشان ہوں کہ رات بھر سو نہیں سکی، اور تمھیں یہ ہنسی کی بات لگتی ہے؟''

''نہیں، میں تو اس آدمی پر حیران ہوں۔ اس حرام زادے نے پورا بندوبست کر رکھا ہے۔''

میں نے اونچی آواز میں کہا ''تمھیں اس ڈاکٹر سے کہنا ہوگا کہ اس آدمی کو نوکری سے نکال دے''۔

''بس کرو، کیوں اس غریب آدمی کی نوکری کے پیچھے پڑی ہو؟''

میں نے اس کی میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا ''مجھے یقین نہیں آ رہا کہ میں تم سے یہ سن رہی ہوں''۔

اس پر اس نے اپنا کوٹ درست کیا اور کہنے لگا ''نہیں نہیں، میں اس کا سخت نوٹس لے رہا ہوں لیکن تمھیں یہ سمجھنا چاہیے کہ میں ڈاکٹر کو مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ اپنے سٹاف کو نوکری سے نکال دے''۔

''پھر میں شکایت کروں گی کیونکہ یہ کلینک یو این کے پینل پر ہے اور تم نے اس کی پرزور سفارش کی تھی'' میں نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

''اچھا، میں تمھیں بتاؤں گا کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ اور یاد رکھو کہ مجھے تمھارے بارے میں بہت تشویش ہے'' اس کا لہجہ ایک دم سے بڑا ذمہ دارانہ ہو گیا۔ ''میں اس کلینک کو یو این سٹاف کے لیے پینل کی فہرست سے نکلوا دوں گا۔''

میں نے ایک گہرا سانس لیا اور کہا ''ٹھیک ہے، میرا خیال ہے یہ ٹھیک ہوگا''۔ مجھے اطمینان ہوا کہ اس نے کوئی ایکشن لینے پر رضامندی تو ظاہر کی۔

اس سے پہلے کہ میں اس کے دفتر سے نکلتی اس نے تشویش بھرے لہجے میں کہا ''تم کسی بھی شکایت کے لیے میرے پاس آ سکتی ہو۔ سوری، میں تم پر نہیں ہنس رہا تھا۔ میں تو اس آدمی پر ہنس رہا تھا کہ اس نے عورتوں کو جھانکنے کے لیے پورا نظام بنا رکھا ہے۔ کوئی فکر نہ کرو۔ یاد رکھو کہ میں یہاں موجود ہوں، ٹھیک ہے نا!''۔

میں نے اس یقین دہانی پر مسکرا کر شکریہ ادا کیا۔ میں خوش تھی کہ یو این ڈی پی میں کوئی تو ہے جو انسانی سطح

پر نئے آنے والوں کا خیال رکھتا ہے۔

اپنے دفتر میں واپس آ کر میں اپنی زندگی میں پیش آنے والے دوسرے واقعات کے بارے میں سوچنے لگی جن میں کسی دکاندار، ٹیچر یا دفتری ساتھی نے مجھے چھونے کی کوشش کی تھی۔ ''کیا یہ سب عورتوں کے ساتھ ہوتا ہے؟'' میں تو کبھی کسی مرد کے ساتھ ایسا نہ کروں۔ میں کسی دوسرے فرد پر کبھی اپنے آپ کو مسلط نہ کروں۔ مرد ایسا کیوں کرتے ہیں؟ عورتوں کو اس تذلیل آمیز صورتِ حال سے کیوں گزرنا پڑتا ہے؟ آخر مجھے کسی خوف وخطرے کے بغیر اپنے کام اور اپنی ذاتی زندگی پر توجہ دینے سے کیوں روکا جاتا ہے؟''

باب:5

ڈکنز کے ساتھ

میری پوزیشن کسی حد تک خودمختار تھی۔ میرا اطالوی باس یو این ڈی پی پاکستان میں نیا تھا لیکن ترقیاتی کام میں ناتجربہ کار نہیں تھا۔نکولس روزلینی ایک شرمیلا مگر قابل افسر تھا۔ وہ صرف کام کی بات کرتا تھا۔ چاندنی یونیفیم میں میری باس تھی اور ہندوستان میں قائم ریجنل آفس میں بیٹھتی تھی۔نکولس کے ساتھ جلد ہی میرا اچھا پیشہ ورانہ رابطہ بن گیا۔تاہم میرے لیے بڑا چیلنج یو این کے مختلف اداروں کے مفادات کی نمائندگی کرنے والی سٹیئرنگ کمیٹی کو مطمئن کرنا تھا۔اس کام میں کامیابی کے لیے مجھے یو این کے کئی اداروں کے باہمی تعلقات کی تہہ در تہہ بھول بھلیوں میں سے راستہ نکالنا تھا۔

میرے ذمے پاکستان میں خواتین کی ترقی کے لیے ایک منصوبے کی تیاری میں مدد دینا تھا۔ یہ منصوبہ بیجنگ میں ہونے والی عالمی کانفرنس میں پیش کیا جانا تھا۔اس کام کے لیے عورتوں کے مسائل پر کام کرنے والی مقامی تنظیموں سے تفصیلی مشاورت کی ضرورت تھی۔ یہ موضوع میرے دل کے بہت قریب تھا اور میں اس کام میں پوری طرح ڈوب گئی۔ میں نے مقامی تنظیموں کی مدد کرنے کے لیے پروگرام ترتیب دیے اور عملی منصوبے بنائے۔خوش قسمتی سے مجھے یہ منصوبے شروع کرنے کے لیے صرف نکولس سے منظوری لینا ہوتی تھی۔

ابتدا میں مجھے سٹیئرنگ کمیٹی میں موجود یو این کے دوسرے اداروں کے متنوع مفادات کی پیچیدگی کا اندازہ نہیں ہوا۔ یو این کے مختلف اداروں کے اندر سازشوں، تصادم اور اعتماد کے فقدان کو سمجھنا آسان نہیں تھا۔ آہستہ آہستہ میرے لیے یو این کے بارے میں اپنے خوبصورت تصورات کو برقرار رکھنا مشکل ہوتا گیا۔

اگرچہ ایک کوآرڈی نیشن یونٹ کے قیام کے بارے میں پہل قدمی یونیفیم نے کی تھی لیکن اس کا ریجنل آفس اسلام آباد سے دہلی منتقل ہو گیا تھا اور اس نے اسلام آباد میں یو این ڈی پی کے دفتر سے اس یونٹ کو چلانے کے لیے کہا۔ میں سٹیئرنگ کمیٹی کے دو سہ ماہی اجلاسوں میں شریک ہوئی۔ ان میں یو این اور فنڈ مہیا کرنے والے دوسرے امدادی ادارے آپس میں اپنے اپنے ادارے کو نمایاں کرنے کے لیے لڑتے رہے۔ کوآرڈی نیشن یونٹ کے سلسلے میں چھوٹے سے چھوٹا معاملہ کھینچا تانی اور اختیارات کی کشمکش کے اظہار کا موقع

بن جاتا تھا۔ جلد ہی مجھے سمجھ آ گئی کہ یو این ڈی پی اور یونیسف کسی بات پر متفق نہیں ہو سکتے۔ یونیسف ہنگامی صورتِ حال میں بچوں کی مدد کے لیے قائم ایک فنڈ تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس نے اپنا مینڈیٹ بہت وسیع کر لیا تھا اور عورتوں اور بچوں کی ترقیاتی ضرورتوں سے متعلق تمام معاملات اس کے دائرہ کار میں آ سکتے تھے۔ یونیسف والے ہر موقع پر نکولس پر برس پڑتے تھے بلکہ بعض اوقات تو توہین آمیز رویہ اختیار کر لیتے۔ واضح طور پر یہ کشمکش پیشہ ورانہ بالادستی کے بارے میں تھی۔

میں ایک طرف تو اس دفتری ماحول کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی جہاں میں قریب قریب حادثاتی طور پر آ پہنچی تھی۔ دوسری طرف میں یہ سمجھنے سے بھی قاصر تھی کہ میں اپنے دفتری ساتھیوں کے ساتھ کس طرح تعلقات کا دائرہ وسیع کروں۔ پاکستان میں ایک تنہا عورت کے لیے آزادانہ معاشرتی زندگی گزارنا کسی چیلنج سے کم نہیں۔ مجھے اپنے خاندان کے ساتھ رہنے کا ایک فائدہ یہ تھا کہ میں لوگوں کو اپنے گھر بلا سکتی تھی۔ نکولس سے کبھی کبھار ملاقات کے سوا مجھے یو این ڈی پی کے کسی کولیگ سے کبھی ملنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ انھیں جاننے کی کوشش میں مجھے خیال آیا کہ ان لوگوں کو اپنے گھر ایک دعوت پر مدعو کیا جائے۔

پاکستان کے شہری کلچر میں عام طور پر صنفِ مخالف کے کسی فرد سے انفرادی دوستی قابلِ قبول نہیں ہوتی لیکن گروپ میں میل جول عام طور پر برداشت کر لیا جاتا ہے۔ بالائی طبقے میں تو خاصی آزادی ہے لیکن متوسط اور نچلے طبقے میں شادی سے پہلے ملنے جلنے کی اجازت بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔ اگرچہ ہر خاندان کا طور طریقہ دوسروں سے تھوڑا بہت مختلف ہوتا ہے لیکن عام طور پر غیر شادی شدہ نوجوانوں کے لیے تمام سماجی سرگرمیاں صنفی بنیادوں پر جدا جدا ہوتی ہیں۔ غیر شادی شدہ جوڑوں کو اپنا تعلق پوشیدہ رکھنا ہوتا ہے۔ یہ لوگ یا تو گروپ کی صورت میں ایک دوسرے سے ملاقات کرنے کا بہانہ ڈھونڈتے ہیں یا پھر کوئی اچھا سا جواز تلاش کرتے ہیں تاکہ کوئی ان کا راز فاش نہ کر دے۔ اگر ان کا راز کھل جائے تو عام طور پر ساری سزائیں عورت کو برداشت کرنا ہوتی ہیں۔

میرا مسئلہ جوان مردوں سے میل جول نہیں تھا بلکہ میں مردوں کے ساتھ پیشہ ورانہ روابط بنانا چاہتی تھی۔ پاکستان میں کسی جوان غیر شادی شدہ عورت کے لیے یہ بہت ہی مشکل کام ہے۔ یہاں پچیس برس سے زیادہ عمر کی غیر شادی شدہ خاتون ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ عورت 'شادی کے علاوہ تعلقات' کے لیے 'دستیاب' ہے۔ پاکستانی مردوں کے لیے یہ سمجھنا بے حد دشوار ہے کہ کوئی عورت خود اپنی مرضی سے غیر شادی شدہ رہ سکتی ہے اس لیے پروفیشنل حلقوں میں بھی کسی مرد کے ساتھ تعلقات استوار کرنے میں بہت سے خطرات درپیش ہوتے ہیں۔ مردوں کو ان معاملات کے بارے میں سوچنے کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ ان کے پروفیشنل حلقے میں زیادہ تر مرد ہی ہوتے ہیں۔ تاہم دفتر میں مرد ساتھیوں کے ہمراہ کام کرنے والی عورتوں کو بہت احتیاط

سے چلنا ہوتا ہے تاکہ اپنا پروفیشنل حلقہ وسیع کرنے کی کوشش میں ان کی سماجی شہرت ہی خراب نہ ہو جائے۔

بالآخر میں نے اور میرے بھائی نے ایک بڑے ڈنر کی تیاری کی۔ اپنے پچاس کے قریب دوستوں کے علاوہ میں نے یو این ڈی پی میں سے پانچ لوگوں کو بھی بلایا۔ ان میں مسٹر ڈکنز اور طارق خان کے علاوہ شعبہ پروگرام کے تین اور لوگ تھے جن سے میں مل چکی تھی۔ دعوت میں صرف طارق آیا اور وہ بھی بہت تھوڑی دیر کے لیے۔ اس کے بدلے میں اس نے مجھے ایک پارٹی کی دعوت دی جو میں نے قبول کر لی کیونکہ مجھے پتا چلا کہ دفتر کے بہت سے لوگ اس میں شریک ہوں گے۔ مگر جب میں وہاں پہنچی تو دیکھا کہ یو این ڈی پی سے صرف ڈکنز اور طارق تھے۔ میں چپکے سے باہر نکل آئی۔

اگلی صبح ڈکنز نے مجھے سخت صدمہ پہنچایا اور سخت لہجے میں فون پر کہا کہ جو کمپیوٹر مینوئل اس نے مجھے دیا تھا، وہ واپس کر دوں۔ اس نے مجھے اپنے دفتر کے باہر آدھ گھنٹہ انتظار کروایا اور جب میں اندر گئی تو اس نے میرے ''آپ کیسے ہیں؟'' تک کا جواب نہیں دیا۔

تقریباً دو گھنٹے بعد اس نے مجھے پھر بلایا اور کہا کہ میں اپنے یونٹ کا بجٹ لے کر آؤں۔ میں حیران ہوئی کیونکہ اس بجٹ سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا سوائے اس چھوٹے سے حصے کے جس کے لیے یو این ڈی پی فنڈ دیتا تھا۔ بہرحال میں فائلیں لے کر اس کے پاس پہنچی۔ ایک بار پھر اس نے مجھے اپنے دفتر کے باہر کوئی بیس منٹ انتظار کرایا۔ اس نے فائلیں دیکھیں نہ مجھ سے کوئی خاص بات پوچھی، بس مجھے اپنی میز کے دوسرے طرف بٹھائے رکھا اور خود دیر تک دوسرے کام کرتا رہا۔ اس نے مزید تین چار مرتبہ مجھے اپنے دفتر میں بلایا۔ میں نے اس سے بچنے کی کوشش میں اپنے اسسٹنٹ سے کہا کہ فون کی گھنٹی بجے تو وہ ریسیور اٹھائے۔ مجھے سخت غصہ اور مایوسی ہو رہی تھی۔

اگلے دن وہ مجھے مین بلڈنگ کی راہ داری میں مل گیا اور تحکمانہ لہجے میں مجھ سے پوچھا کہ میں کہاں تھی۔ اس نے اونچی آواز میں کہا کہ میں باقاعدہ اجازت کے بغیر دفتر سے باہر نہیں جا سکتی۔ مجھے یوں لگا جیسے میں پانچ سال کی بچی ہوں لیکن میں نے برداشت کیا۔

کچھ دیر بعد اس نے مجھے فون کیا اور اپنے دفتر میں آنے کو کہا۔ جب میں پہنچی تو اس نے کرختگی سے مجھے اپنے دفتر کے سامنے والی کرسی پر بیٹھنے کا کہا۔ تاہم، فوراً ہی اس کی آواز میں نرمی آ گئی اور اس نے مجھے بتایا کہ اس کی بیوی جاپان میں ہے اور وہ خود اسلام آباد میں ہے۔ اپنے دونوں ہاتھ میز پر رکھتے ہوئے اور میری جانب جھکتے ہوئے اس نے کہا ''کیسی افسوس کی بات ہے کہ میاں بیوی کو علیحدہ رہنا پڑ رہا ہے۔ یہ ہے ان اداروں کے کام کرنے کا انداز۔'' وہ معصوم بننے کی کوشش کر رہا تھا مگر اس کے مجموعی خدوخال کے پیش نظر یہ خاصا مشکل کام تھا۔ اس نے کہا ''میں تو جہاں کہیں بھی ہوتا ہوں، وہاں گرل فرینڈز سے کام چلاتا ہوں۔''

میں اس گفتگو پر بے حد شرمندہ ہو رہی تھی اور کوشش کر رہی تھی کہ کسی طرح اپنی شائستگی کو چھوڑ کر صاف بات کر ڈالوں۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ میرے ساتھ کی گلی میں رہتا ہے اور مجھے کسی دن اس کے گھر ٹی وی دیکھنے کے لیے آنا چاہیے۔ میں صاف لفظوں میں کہنا چاہتی تھی کہ مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہیں۔ میرے کئی اچھے دوست موجود ہیں۔ میں اگر کسی کو اپنا بوائے فرینڈ بنانا چاہوں تو ان میں سے کسی کا انتخاب کر کے اس سے شادی کر سکتی ہوں۔ میرے والدین بھی اس پر خوش ہو جائیں گے۔ مجھے اپنے اوپر جبر محسوس ہو رہا تھا اور میں بڑی کوشش سے اعتماد قائم رکھ رہی تھی۔ آخر میں نے ہمت جمع کی اور کہا کہ مجھے فلمیں دیکھنے کا شوق نہیں ہے اور نہ ہی میں گرل فرینڈ بننا چاہتی ہوں۔ میرے پاس کرنے کو بہت کچھ ہے۔ میں بور نہیں ہوتی اور مجھے مردوں سے دوستی کی کوئی خواہش نہیں۔'' میں اٹھی اور کہا۔'' معاف کیجئے گا، مجھے کام کرنا ہے!'' میرا خیال تھا کہ میں نے اپنی بات واضح طور پر کہہ دی ہے۔

ایسے سینئر افسر کی جانب سے اتنی واضح جنسی پیش قدمی نے مجھے بددل کر دیا۔ میں تو سمجھتی تھی کہ ڈکنز ایک اچھا آدمی ہے جو صرف میرا خیال رکھتا ہے کیونکہ میں ادارے میں نئی ہوں۔ بعد میں مجھے پتا چلا کہ نئے آنے والے تو سب سے آسان شکار ہوتے ہیں۔

اگلے چند ہفتوں میں ڈکنز کا رویہ تلخ ہوتا چلا گیا۔ وہ مجھے دفتر کے حساب کتاب کے بہانے بلاتا اور یہ ظاہر کرتا جیسے وہ میرے حسابات کی جانچ پڑتال کر رہا ہے۔ میں ممکنہ حد تک اس سے رابطہ کرنے سے کتراتی۔ ازحد ضرورت کی صورت میں، میں براہ راست طارق سے کہہ دیتی تھی جس کا انداز تعاون کرنے والا تھا۔ نکولس اپنے دوسرے کاموں میں بے حد مصروف تھا اس لیے میرا اس سے رابطہ بہت محدود تھا۔ اس نے مجھ سے کہہ رکھا تھا کہ میں اپنا کام کرتی جاؤں اور اس سے صرف اس وقت رابطہ کروں جب منصوبوں کی یا بجٹ کی منظوری لینی ہو۔

اچانک ڈکنز کا رویہ پھر تبدیل ہو گیا۔ اگرچہ میں اب بھی اس سے ملاقات سے بچنے کی کوشش کرتی تھی مگر جب کبھی وہ مجھے برآمدوں میں یا راہداری میں مل جاتا تو مجھے گلے لگانے کی یا دونوں ہاتھوں سے میرے کندھوں کو تھامنے کی کوشش کرتا۔ میں کسی بھی قسم کے قریبی رابطے سے بچنے کی کوشش کرتی مگر اس سے صورت حال عجیب سی ہو جاتی۔ متعدد شرمناک مواقع پر میں نے دیکھا کہ ماریہ کن انکھیوں سے ہماری طرف دیکھ کر مسکرا رہی ہوتی۔ ہر بار میں اس ناگوار احساس کو جھٹک کر اپنے کام پر توجہ دینے کی کوشش کرتی۔ ڈکنز کا رویہ بے حد نامناسب اور ہمارے رسوم و رواج کے بالکل منافی تھا۔ میں سوچتی تھی کہ کسی باس کو جسمانی طور پر اپنے ماتحتوں کے قریب ہونے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

باب:6

خطرناک ٹکراؤ

میں اگلے کئی ہفتے مختلف سماجی تنظیموں کو متحرک کرنے میں مصروف رہی تا کہ پاکستانی عورتوں کے لیے ایک عملی منصوبہ ترتیب دے سکوں جو کہ معرکہ آرا بیجنگ کانفرنس میں پیش کیا جانا تھا۔ میں نے انھیں سمجھایا کہ کانفرنس میں دو اہم دستاویزات پیش کی جائیں گی جو آئندہ دہائیوں میں عورتوں کی تحریک کا راستہ متعین کریں گی اس لیے ضروری ہے کہ پاکستانی خواتین ایک ٹیم کی صورت میں مل کر کام کریں۔

انتظامی سطح پر امداد دینے والے اداروں سے باہمی رابطے اچھے نہیں چل رہے تھے۔ نکولس امداد دینے والوں کے سیاسی ہتھکنڈوں سے اکتا گیا تھا۔ اعلیٰ حکام سے بات چیت کرنے کے بعد یو این ڈی پی نے یونی فیم سے کہا کہ وہ اس گروپ کی قیادت ایک اور ادارے کو دے دے۔ ان کے خیال میں ان لا حاصل جھگڑوں کا کوئی فائدہ نہیں تھا کہ کس کام کا کریڈٹ کس کو ملنا چاہیے اور کس کام کے پیسے کس کو دینے چاہئیں۔ ایک عمدہ پراجیکٹ کو چھوٹے چھوٹے جھگڑوں کی نذر ہوتے دیکھنا بے حد مایوس کن تھا۔

کوآرڈی نیشن یونٹ نے امداد دینے والے اداروں کی رسہ کشی سے نمٹنے کی کوشش کی اور آخر کار یو این ڈی پی نے سب سے طاقتور فریق 'یونیسیف' کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ میں نے اس فیصلے کی مخالفت کی اور کہا کہ دوسرے ممالک اس کانفرنس کے لیے گزشتہ تین برس سے تیاری کر رہے ہیں۔ پاکستان پہلے ہی اس کام میں پیچھے ہے۔ اب اس کام کی رفتار میں رخنہ نہ ڈالا جائے مگر میں تو ایک معمولی فرد واحد تھی جس کا کوئی اثر و رسوخ نہیں تھا۔ مجھ سے صرف اتنا کہا گیا کہ میں یونٹ کے ساتھ یونیسف چلی جاؤں اور میرا کنٹریکٹ آسانی سے وہاں منتقل ہو جائے گا۔

اس کے برعکس میں نے فیصلہ کیا کہ میں استعفیٰ دے دوں اور اس طفلانہ کھیل سے باہر ہو جاؤں۔ خوش قسمتی سے قائم مقام نمائندہ فلپ ریگن اور نکولس میری کارکردگی سے بہت خوش تھے۔ انھوں نے مجھے یو این ڈی پی ہی میں رہنے کی پیشکش کی۔ یونی فیم پاکستان کے لیے نیشنل پروگرام آفیسر کے عہدے کی ایک نئی اسامی نکالنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ انھوں نے کہا کہ میں اس عہدے پر کام کروں۔ توقع یہ تھی کہ یو این ڈی پی میں ایک کنٹریکٹ

سے دوسرے کنٹریکٹ میں منتقلی آسانی سے ہو جائے گی۔

میری ذمہ داریوں کا ایک چھوٹا سا حصہ یہ بھی تھا کہ میں یو این ڈی پی کی صنفی سرگرمیوں کی بھی نگرانی کروں چنانچہ نکولس نے مجھ سے کہا کہ میں یو این ڈی پی کی مین بلڈنگ میں چلی آؤں۔ میرے سپروائزر نکولس اور چاندنی ہی رہے۔ یو این ڈی پی میں نکولس میرا سپروائزر تھا اور یونی فیم میں چاندنی میری سپروائزر تھی۔ نکولس اگرچہ اپنے کام میں تو بہت محنتی تھا لیکن مجھے سپروائز کرنا ہمیشہ اس کے لیے ایک اضافی بوجھ رہتا تھا۔ ہمارا ایک دوسرے سے تعلق بہت اچھا تھا لیکن بہت ہی کم۔

میں اپنے نئے کام کے بارے میں بے حد پُر جوش تھی۔ میں نے یونی فیم کی پالیسی اور حکمت عملی سے متعلق تمام دستاویزات پڑھ ڈالیں۔ میں نے سوچا کہ عورتوں کی زراعت کے شعبے، سیاسی فیصلہ سازی اور سائنس نیز ٹیکنالوجی کے شعبے میں مدد کی جائے۔ سب سے بڑھ کر میں یہ چاہتی تھی کہ عورتوں کو جبر اور تشدد سے نمٹنے کے قابل بنایا جائے۔ میری خواہش تھی کہ ہمارے لوگ یہ سمجھیں کہ عورتیں بھی بالکل اسی طرح محسوس کرتی ہیں، سوچتی ہیں اور خواب دیکھتی ہیں جس طرح مرد۔

میں نے چاندنی کو فون کیا اور اسے ان تمام منصوبوں کے بارے میں بتایا جو میرے خیال میں پاکستان میں یونی فیم کے لیے مناسب تھے۔ لیکن اس کا جواب ایسا تھا جیسے کسی نے انگاروں پر ٹھنڈا پانی ڈال دیا ہو۔ چاندنی نے بتایا کہ کسی نئے پروگرام کے لیے فنڈز موجود نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ میری تنخواہ بھی ان کے اضافی فنڈ سے آ رہی ہے۔

''کیا میں فنڈ حاصل کرنے کی کوشش کروں؟'' میں نے بے چینی سے پوچھا۔

''ہم اس عہدے اور اس پروگرام کو ایک سال سے زیادہ نہیں چلانا چاہتے'' اس نے جواب دیا۔

اس گفتگو سے مجھے اندازہ ہوا کہ میں نے جو عہدہ سنبھالا ہے وہ موجودہ پراجیکٹس کو ختم کرنے اور پاکستان میں یونی فیم کا دفتر بند کرنے کے لیے ہے۔ یہ یقیناً وہ قیمتی موقع نہیں تھا جسے میں نے بطور ڈاکٹر فوزیہ سعید پاکستان کی عورتوں کی خدمت کے لیے قبول کیا تھا۔ میرا جذبہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ میں ''بند کرنے'' اور ''ختم کرنے'' جیسے الفاظ میں سوچنے کی عادی نہیں تھی۔ میرے اندر اب بھی ''شروع کرو'' اور ''آگے چلاؤ'' کا جذبہ موجود تھا۔

مجھے جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ مجھے عورتوں کے مسائل پر کام کے سلسلے میں نئے ساتھی اداروں کی بجائے یو این ڈی پی کے منتظمین سے رابطے کرنے ہوں گے۔ میرے خدشات کے عین مطابق جیسے ہی میں نے اپنی نئی جاب شروع کی، ڈکنز نے مجھے اپنے کمرے میں بلایا۔ میں اس کا حکم نہ ماننے سے ہچکچا رہی تھی۔ علاوہ ازیں میں دیکھ چکی تھی کہ اگر میں اس سے ملنے سے کتراؤں تو وہ کس طرح کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں یونی فیم کے پرانے اخراجات کی فائل لے کر آؤں۔ میں جانتی تھی کہ اسے اس فائل کی ضرورت نہیں تھی

کیونکہ اس کے فنانس آفس کے پاس یہ تمام معلومات موجود تھیں۔ اس لیے میں نے غلطی سے یہ پوچھ لیا کہ کیا کوئی مسئلہ ہے۔ اس بات پر سیخ پا ہو کر کہ میں نے اس سے سوال پوچھا ہے وہ پھٹ پڑا۔ ''میرا خیال ہے تم نے سنا نہیں، میں نے کیا کہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم وہ فائل لے کر ابھی اسی وقت میرے دفتر میں آؤ!'' بہر حال وہ اس دفتر میں بہت اہم آدمی تھا۔ اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے میں نے فائل اٹھائی اور اپنے آپ سے کہا ''چلو پھر سے کیپٹن ہک کے پاس''۔ میں استقبالیہ سے گزرتی ہوئی سارے راستے بڑبڑاتی گئی۔

جب میں اس کے دفتر میں داخل ہوئی تو اس نے مجھے بیٹھنے کے لیے کہا۔ روشنی مدھم تھی کیونکہ اس نے صرف ایک لیمپ جلا رکھا تھا۔ میں اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ وہ سامنے جھکا اور اپنے دونوں بازو میز پر رکھ لیے۔ اس نے کہا ''میں بے حد تنہا ہوں''۔ اس نے ٹھنڈی سانس بھری اور منہ لٹکا لیا۔ اس کا چہرہ میز پر رکھے لیمپ کے اس قدر قریب تھا کہ اس کی جلد کا ایک ایک مسام واضح نظر آ رہا تھا اور میں اس کی داڑھی کے بال الگ دیکھ سکتی تھی۔ یہ ایک نفرت انگیز منظر تھا۔

اس نے کہا ''میں طاقتور، امیر اور خوبصورت آدمی ہوں مگر تنہا ہوں''۔

میں نے اس کے عمر رسیدہ چہرے کی طرف دیکھ کر سوچا کہ اس نے اپنی زندگی سے کیا تجربہ حاصل کیا ہے۔ اچانک مجھے احساس ہوا کہ اس نے ایک بار پھر قابل اعتراض حرکت کی ہے اور میں نے ابھی تک اپنا ردعمل نہیں دیا۔ میں نے اپنا گلا صاف کیا اور سوچا کہ اس صورتِ حال سے نکلنے کے لیے کیا کہوں۔ گزشتہ موقع پر سادہ جملوں نے معقول اثر نہیں کیا تھا۔ اس نے اپنا سر میری طرف پھیر کر کہا، ''تم مجھ سے چند گھر کے فاصلے پر رہتی ہو، تم میرے ہاں کیوں نہیں آ جاتیں۔ ہم اکٹھے ٹیلی ویژن دیکھیں گے اور مشروبات پئیں گے۔''

میں اس کی ٹی وی دیکھنے کی خواہش سمجھنے سے قاصر تھی۔ آخر میں اس کے ساتھ بیٹھ کر ٹی وی کیوں دیکھوں؟ میں نے ایک گہرا سانس لیا اور مضبوط لہجے میں کہا ''میں تمھیں پہلے بھی بتا یا تھا کہ میں بے حد مصروف خاتون ہوں۔ میں کئی رضا کار تنظیموں کے ساتھ کام کرتی ہوں اس لیے میں شام کو بالکل فارغ نہیں ہوتی۔'' میں بے حد تکلیف میں تھی۔ میں نے اٹھتے ہوئے سختی سے کہا ''اور معاف کرنا، میں ٹی وی نہیں دیکھتی......''۔

جیسے ہی میں اپنی کرسی سے اٹھی اس نے تقریباً چلا کر کہا ''تم نہیں جا سکتیں۔ تم اس تنہا آدمی سے بات کرو!''

کانپتے ہوئے میں ایک بار پھر کرسی پر بیٹھ گئی۔ لیکن پھر اپنے حواس مجتمع کر کے میں تیزی سے اٹھی اور بغیر کچھ کہے باہر نکلنا چاہا۔ وہ بھی تیزی سے اٹھا اور میری طرف بڑھا جیسے کوئی مگر مچھ اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ اپنا بازو میرے گرد لپیٹتے ہوئے وہ مسکرایا۔ یہ سب اس قدر تیزی سے ہوا کہ میں ششدر رہ گئی۔ میں نے حوصلہ جمع کر کے کہا ''مسٹر ڈکنز مجھے جانا ہے۔'' جب میں دروازے کی طرف چلنے لگی تو اس کا ہاتھ پھسل کر نیچے پہنچ گیا اور اس نے میرے کولھے کو پکڑ لیا۔ میں شدید غصے میں باہر دوڑی اور سیدھی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ میں اتنے

غصے میں تھی کہ کچھ سوچا بھی نہیں جا رہا تھا۔ میں نے یہ تک نہیں دیکھا کہ کس نے مجھے بھاگتے ہوئے دیکھا اور استقبالیے پر کون کون موجود تھا۔ مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اس نے تمام حدود پھلانگ لی تھیں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اتنی بزرگ عمر کا کوئی شخص جو یواین او میں سینئر منیجر کے عہدے پر کام کرتا ہو، اتنا بدتمیز ہوسکتا ہے۔ میں نے دانت پیستے ہوئے سوچا کہ مجھے اس بدکردار بڈھے کی شکایت ضرور کرنی چاہیے۔ مجھے پروا نہیں کہ وہ کتنا سینئر ہے۔

میں اپنے دفتر بیٹھی غصے سے روتی رہی۔ عینک کے اوپر سے میرے جسم کو چیرتی ہوئی اس کی سانپ جیسی تیز آنکھیں میری نظروں کے سامنے گھومتی رہیں۔ میں نے گہرا سانس لے کر اپنے آپ سے پوچھا ''مجھے کیا کرنا چاہیے''۔ دفتر میں بدسلوکی کی رپورٹ بھی ڈکنز ہی کو بھیجی جا سکتی تھی۔ ''خدایا، وہ تو آپریشنز کا سربراہ ہے۔ میں اس کے بارے میں کیسے شکایت کروں''۔ تھوڑی دیر میں جب میرے حواس ذرا بہتر ہوئے اور کندھوں کا تناؤ کچھ ڈھیلا ہوا تو میں نے طارق کو فون کیا اور اسے مختصراً بتایا کہ کیا ہوا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا ادارے میں ایسے واقعات کی شکایت کرنے کا کوئی طریقہ ہے۔

حیرانی کی بات یہ ہوئی کہ اس نے ہنسنا شروع کر دیا۔ پھر جب اس نے دیکھا کہ میں بالکل خاموش ہوں تو وہ جلدی سے سنجیدہ ہو گیا اور بولا، ''بالکل یقین نہیں آتا! میں حیرانی سے ہنس رہا ہوں۔'' میں خاموش رہی اور سوچتی رہی کہ کیا یہ واقعی اس بات پر حیران ہے یا اس واقعے کو نا قابل توجہ بنانا چاہتا ہے۔ جب میں نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ محتاط انداز میں بولا ''تم میرے آفس میں کیوں نہیں آ جاتی؟ پھر ہم بات کریں گے۔'' میں ذرا ہچکچائی کیونکہ اس کا دفتر اسی حصے میں تھا جہاں ڈکنز کا دفتر تھا، لیکن میں نے سوچا کہ یہ میری مدد کرے گا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس قسم کی شکایت کس طرح لکھی جائے کہ وہ دفتر کے قواعد کے مطابق ہو۔

جب میں اس کے دفتر میں داخل ہوئی تو وہ دونوں ہاتھ اپنے سر کے پیچھے رکھے اپنی کرسی پر پھیل کر بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور وہ محظوظ ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے مجھے بیٹھنے کے لیے کہا۔ میں کھڑی رہی اور اس کے چہرے کا جائزہ لیتی رہی، یہ جاننے کے لیے کہ کیا میں اپنا وقت ضائع کر رہی ہوں۔ اس نے میری پریشانی کو بھانپ لیا اور سنجیدہ دکھائی دینے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر غیر سنجیدگی اس کے چہرے سے ٹپک رہی تھی۔ آخرکار جب میں بیٹھ گئی تو وہ تھوڑا سا مزید سنجیدہ ہوا اور تشویش سے مجھے دیکھ کر بولا، ''اب مجھے بتاؤ کہ اصل میں ہوا کیا ہے؟''

میں نے اسے پوری کہانی سنائی۔ اس کی دبی دبی مسکراہٹ مجھے پریشان کر رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اپنی مسکراہٹ کو چھپانے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔ جب میں نے اپنی بات مکمل کر لی تو دفتر اس کے قہقہے سے گونج اٹھا۔ میں اس کے ردعمل پر کچھ غصے اور کچھ تذبذب میں بیٹھی تھی۔ اس نے تالی بجائی اور اونچی آواز میں،

جیسے کسی میچ کے نتیجے کا اعلان کر رہا ہو، کہا ''اس بڈھے کی ترکیب ناکام ہوگئی!'' وہ اس بات سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ اس کا باس اس عورت کو تسخیر کرنے میں ناکام ہوگیا جسے وہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔

کرسی کے ایک کنارے پر بیٹھے ہوئے میرا سارا جسم شدید تناؤ میں تھا۔'' طارق، سنو، اگر تمھارے خیال میں یہ اتنی مزاحیہ بات ہے تو بس رہنے دو۔ مجھے افسوس ہے کہ میں یہ شکایت لے کر تمھارے پاس آئی۔ میں سیدھے فلپ ریگن کے پاس چلی جاؤں گی۔ میں صرف یہ پوچھنے کے لیے آئی تھی کہ کیا یو این ڈی پی میں اس قسم کے سلوک کے بارے میں کوئی پالیسی موجود ہے۔ اگر کوئی مخصوص طریق کار نہیں ہے تو میں سادہ کاغذ پر اپنی شکایت لکھ دوں گی اور باس کے پاس لے جاؤں گی۔'' میں چلنے کے لیے اٹھی۔

طارق نے ایک دم رویہ بدل کر التجائیہ انداز میں کہا: ''سوری، سوری، پلیز بیٹھو۔ اچھا...... میں اس بات کو سنجیدگی سے لیتا ہوں۔ میں تو صرف اس وجہ سے ہنس رہا ہوں کہ اس آدمی کی عمر دیکھو اور اس کی حرکتیں دیکھو!'' اس نے بالکل ہی پینترا بدل لیا۔ اس کے چہرے کے سنجیدہ تاثر نے میرا غصہ کچھ ٹھنڈا کیا۔ پھر اس نے کہا ''اچھا آؤ اب اس پر سوچتے ہیں۔ یہ بڈھا اب ریٹائر ہونے والا ہے۔ اسے کیوں بدنام کیا جائے؟ اور پھر یہ کہ یہ دفتر بڑا ہی عجیب ہے۔ تمھیں پتا ہے ہمارے لوگ کیسے ہیں۔ ہر کوئی تمھیں الزام دے گا۔ انھیں تو باتیں بنانے کے لیے کچھ چاہیے ہوتا ہے۔ وہ اس کے بارے نہیں، تمھارے بارے میں باتیں بنائیں گے''۔

میں تو غصے سے پھٹ پڑی، ''تم کیا کہہ رہے ہو؟ اوروں کو چھوڑو، تم جو اس انتظامیہ اور انسانی وسائل کے انچارج افسر ہو، تمھیں تو اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے۔ مجھے سخت...........''

اس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا، ''ایک دوست کی طرح میں تمھیں بتا رہا ہوں کہ بہتر ہوگا کہ تم سمجھوتہ کرلو۔''

''کیسا سمجھوتہ؟'' میں نے تقریباً چلاتے ہوئے کہا اور دوبارہ اٹھنے لگی۔

ہمدردانہ لہجے میں اس نے پرزور مشورہ یہ دیا کہ میں ڈکنز سے ملنے سے بچنے کی کوشش کروں۔ اس نے مجھے یقین دلایا کہ وہ آپریشنز سے متعلقہ تمام معاملات سنبھال لے گا۔ میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے کہا ''ایک مخلص کولیگ کی حیثیت سے میں تمھیں بتا رہا ہوں کہ کوئی بھی تمھاری بات کو سنجیدگی سے نہیں لے گا کیونکہ وہ بہرحال ریٹائر ہونے والا ہے۔ سب اس بات کو نظرانداز کردیں گے۔ میں تمھیں بتا رہا ہوں۔ میں اس نظام کو جانتا ہوں اور میں یہاں کے لوگوں کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔''

''اگر وہ کچھ بھی نہ کریں تب بھی مجھے تو اطمینان ہوگا کہ میں نے اس کی شکایت کی۔ میں اس بات کو کیسے جانے دوں؟'' میں نے اس پوچھا۔ مجھے لگ رہا تھا کہ میرے لیے کوئی راستہ نہیں بچا۔

''تمھیں کیا حاصل ہوگا؟ میں پہلے سے جانتا ہوں کہ کوئی بھی اسے سنجیدگی سے نہیں لے گا۔ پھر بھلا یہ

بات سارے ادارے میں ہر کسی کو بتانے کا کیا فائدہ؟ کیا تمھیں یہاں کام نہیں کرنا؟ کیا تم یہ چاہتی ہو کہ لوگ تمھارے بارے میں کھسر پھسر کرتے پھریں اور باتیں کریں کہ ضرور تم نے ہی اس کی حوصلہ افزائی کی ہوگی؟ تمھیں لوگوں کی ذہنیت کا پتا ہے۔ اور یو این ڈی پی میں کچھ لوگ بہت ہی تنگ نظر ہیں۔'' اس نے بڑے ہی جذباتی انداز میں کہا لیکن اگرچہ میں محسوس کر سکتی تھی کہ اسے میرے بارے میں تشویش ہے مگر میں یہ بھی سمجھ رہی تھی کہ اسے میری مایوسی کا احساس نہیں۔ میں اس کے دفتر سے نکل آئی۔

گھر میں، میں نے کامران سے بات کی۔ میں اپنی والدہ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میرا بھائی میرا قریبی دوست بھی تھا اور ایک کلینیکل سائیکالوجسٹ بھی۔ وہ خالص پاکستانی بھائیوں کی طرح مشتعل ہوئے بغیر اس مسئلے کو سمجھ سکتا تھا۔ اس نے میری بات غور سے سنی اور مجھے اس جذباتی کیفیت سے نکلنے میں مدد دی جس سے میں ٹوٹ رہی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ طارق سے بات کر کے مجھے بالکل بھی تسلی نہیں ہوئی۔ میں اب بھی بہت غصے میں تھی اور شکایت داخل کرنا چاہتی تھی۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ میں اپنے دونوں سپروائزروں، اسلام آباد میں نکولس اور دہلی میں چاندنی کو درخواست دوں گی۔

اگلے روز میں نے نکولس سے ملنے کی کوشش کی مگر وہ شہر سے باہر گیا ہوا تھا۔ چنانچہ میں نے دہلی میں چاندنی کو فون کیا۔ جیسے ہی چاندنی نے فون سنا میں نے بچوں کی طرح ایک دم سے پوری کہانی سنانا شروع کر دی اور اسے بتایا کہ میں کس قدر پریشان ہوں۔ میں نے اسے بتایا کہ مجھے شبہ ہے کہ طارق میری مدد نہیں کرے گا۔ اس کی بے حسی سے میرا غصہ اور بھی بڑھ رہا ہے۔

چاندنی کا رویہ ہمیشہ بڑا مشفقانہ ہوا کرتا تھا لیکن میں حیران ہوگئی جب میں نے دیکھا کہ وہ بالکل اکھڑی ہوئی تھی۔ مجھے لگا کہ وہ تفصیلات سننا نہیں چاہتی۔ اس نے میری بات کاٹ دی اور کہا ''میرا خیال ہے کہ تم اتنی سمجھ دار ہو کہ اس معاملے سے نمٹ لو۔ مجھے اس بارے میں مزید سننے کی ضرورت نہیں ہے۔''

پریشانی میں ٹیلی فون کی تار اپنی انگلی کے گرد لپیٹتے ہوئے میں نے کہا ''لیکن چاندنی میں اس کے خلاف شکایت دائر کرنا چاہتی ہوں یا کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ میں آپ سے پوچھ رہی ہوں کہ کیا طریقہ اختیار کروں۔''

اس نے سخت لہجے میں کہا ''مجھے اعتماد ہے کہ تم اس معاملے کو سمجھ داری سے نمٹاؤ گی۔ میں صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ یونی فیم ایک چھوٹا سا ادارہ ہے اور ہمیں پاکستان میں یو این ڈی پی کے ساتھ یعنی بل ڈکنز اور طارق خان دونوں کے ساتھ، اچھے تعلقات رکھنے ہیں۔ تمھیں یہ بات سمجھ لینی چاہیے۔ ہمارے تمام فنڈز ان کے ذریعے آتے ہیں اس لیے ہمیں ان سے اچھے تعلقات رکھنے ہیں، خاص طور پر پاکستان میں اپنے دفتر کو بند کرنے کے حوالے سے۔''

''بس''، میں نے پوچھا۔

''ہاں فوزیہ'' اس نے جواب دیا اور فون بند کر دیا۔

مجھے اپنے سوال کا جواب مل چکا تھا اور میری پوری کائنات میرے سامنے منہدم ہوگئی تھی۔ میں شدید غصے کے باوجود خود کو بے بس محسوس کر رہی تھی۔ ڈکنز کے رویے نے مجھے اس قدر ناراض نہیں کیا تھا جتنا اس بات نے کہ میں اس بارے میں کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ میں اپنے آفس میں بیٹھ کر جی بھر کے روئی۔ میں خود کو بے توقیر محسوس کر رہی تھی۔

میں نے ایک اور کولیگ سے بات کرنے کی کوشش کی جس کے بارے میں میرا خیال تھا کہ وہ میری رہنمائی کر سکے گی۔ میں نے صاف طور پر نہیں بتایا کہ اصل میں کیا ہوا ہے لیکن بالواسطہ طریقے سے ڈکنز کے عورتوں کی جانب رویے کے بارے میں پوچھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ دوسری خواتین بھی ڈکنز کے بارے میں شکایت کر چکی ہیں۔ یو این ڈی پی کے پچھلے سربراہ نے اس بارے میں کوئی ایکشن نہیں لیا۔ اس کا خیال تھا کہ قائم مقام سربراہ تو ایسی شکایت پر کچھ بھی نہیں کر سکے گا۔

ادارے کے اندر کوئی مدد نہ ملنے پر میں نے اپنے غصے اور دکھ سے سمجھوتہ کر لیا اور شکایت دائر کرنے کے خیال کو ترک کر دیا۔ میں نے پھر سے ساری توجہ کام پر لگا دی جس سے میرا حوصلہ ہمیشہ بلند ہو جاتا ہے۔ میں نے جو بھی کام کیا وہ میرے لیے بامقصد تھا اور وہ میرے لیے باعث فخر تھا۔ میں اپنے پیشے میں بہتر کام کرنا چاہتی تھی لیکن اس تجربے نے یو این ڈی پی کے لیے میرے جوش و خروش کو مدھم کر دیا تھا۔

'بیداری' عورتوں کو مشکل حالات میں مدد دینے کے لیے ایک مرکز تھا اور مجھے بیداری کے ساتھ اپنے کام میں زیادہ اطمینان ملتا تھا۔ جب کبھی مجھے عورتوں اور مردوں کے درمیان تعلق کے عدم توازن پر دکھ محسوس ہوتا تو میرا بیداری کے لیے کام کرنے کا جذبہ اور بڑھ جاتا۔ اس میں کئی پروگرام تھے۔ بیداری میرے اور میرے جیسے ہزاروں لوگوں کے لیے ایک پناہ گاہ کی طرح تھا۔ مجھے اس جگہ پرسکون کا احساس ہوتا تھا۔ ہم چھوٹے چھوٹے گروپوں میں ہر طرح کے پس منظر سے تعلق رکھنے والی عورتوں اور مردوں کے ساتھ کام کرتے تھے۔ ہم عورتوں کے مسائل کے بارے میں آگہی پھیلانے کے لیے بڑے بڑے سیمینارز کا اہتمام بھی کرتے اور ٹھوس اقدامات کے فیصلے کے لیے چھوٹے گروپوں میں باہمی بحث مباحثہ بھی کرتے۔ ہم ان عورتوں کے لیے انفرادی کونسلنگ کرتے جنھیں اپنی ذاتی زندگی میں تشدد اور ہراسیت کا سامنا کرنا پڑا ہو۔ بیداری میں ہونا روز بروز زیادہ کارآمد لگنے لگا۔ دوسری عورتوں کے لیے کام کرنا اور خود اپنے آپ کو بااختیار بنانا میرے لیے ایک ہی کام کے دو رخ بن گئے۔

چند ماہ بعد، طارق نے اپنے باس بل ڈکنز کو الوداع کہنے کے لیے سارے سٹاف کو ایک پرتکلف لنچ پر بلایا۔ یہ ان الوداعی کھانوں سے بہت مختلف تھا جو عام طور پر رخصت ہونے والے کولیگز کو دیا جاتا تھا۔ ہر کسی

نے نوٹ کیا کہ طارق اپنے باس کو کتنی توجہ دے رہا تھا۔ میں نے اس پارٹی کو نظر انداز کر دیا اور بیداری کی سالگرہ کی تیاریوں میں لگی رہی۔ مجھے پوری امید تھی کہ بیداری جیسی تنظیمیں معاشرے میں وہ تبدیلی لاسکیں گی جس کے بعد بل ڈکنز جیسے لوگ عورتوں کو بے عزت کر کے بچ کر نہیں نکل سکیں گے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ یو این ڈی پی کے سینئر افسران کے ہاتھوں مجھے ہراساں کرنے کا سلسلہ ابھی شروع ہی ہوا ہے۔

باب:7

بادشاہ سلامت کی آمد

ایک دن دفتر کے بے رونق ماحول میں ایک ہلچل سی مچ گئی۔ مجھے پتا چلا کہ یو این ڈی پی کا ایک نیا سربراہ جلد آنے والا ہے۔ ایک سال سے زیادہ مدت کے بعد یو این ڈی پی نے کسی کو پاکستان کے دفتر میں سربراہ مقرر کیا تھا۔ مجھے تجسس تھا کہ نیا سربراہ کیسا ہوگا۔

یو این ڈی پی میں بڑا ہی بے لچک اور درجہ بندی والا نظام قائم ہے۔ ریذیڈنٹ ری پریزنٹیٹو جسے عموماً آر آر کہا جاتا ہے، کنٹری آفس کا سربراہ ہوتا ہے۔ آر آر کے ماتحت دو ڈی آر آر، ڈپٹی ریذیڈنٹ ری پریزنٹیٹو، ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک آپریشنز کا ذمہ دار ہوتا ہے جس میں انتظامیہ، کمیونی کیشنز، ٹرانسپورٹ اور فنانس شامل ہیں۔ دوسرا پروگرامز کا ذمہ دار ہوتا ہے جس میں ماحولیات، سماجی شعبے، دیہی ترقی اور دوسرے تکنیکی شعبے شامل ہیں۔

ڈ کنز آپریشنز کا ڈی آر آر تھا۔ اس کے ریٹائر ہو جانے سے سینئر قیادت میں ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا تھا۔ متبادل افسر کی تلاش کا عمل خاصا سست تھا۔ اب اگرچہ ہمارے ہاں نیا سربراہ موجود تھا مگر اس کے نائب نہیں تھے۔ طارق نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور تمام آپریشنل معاملات کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

جب رابرٹ انگلینڈ پاکستان پہنچا تو یہ ادارہ کوئی ایک برس سے خودکار نظام میں چل رہا تھا۔ سینئر سطح پر افسران کے عہدے خالی رہنے سے ادارے پر کئی طرح کے اثرات ہوئے تھے۔ آپریشنز کے شعبے میں قواعد و ضوابط چند لوگوں کی ذاتی تشریح پر منحصر تھے اور تیزی سے بدلتے رہتے تھے، جواب دہی کا کوئی نظام نہیں تھا۔ پروگرامز کا شعبہ بالکل منتشر تھا۔ عملے کے لوگ دوسروں کے ساتھ رابطے کے بغیر انفرادی طور پر اپنا اپنا پروگرام چلاتے تھے۔

تمام عملہ ایک عرصے سے نئے چیف کے انتظار میں تھا۔ رابرٹ انگلینڈ پوری شان و شوکت سے وارد ہوا۔ طویل قامت رابرٹ انگلینڈ کے بال سفید اور گھنگھریالے تھے۔ چہرے پر ہلکی سی داڑھی اسے کسی حد تک معتبر بناتی تھی لیکن اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں اس کے چالباز ہونے کا تاثر دیتی تھیں۔ میں سٹاف سے اس کا

خطاب سننے کے لیے گئی جو یواین کی عمارت کے بڑے ہال میں ہوا۔ میں نے پوری کوشش کی کہ میں اس کے بارے میں جلدی میں کوئی غلط اندازہ نہ لگاؤں لیکن وہ ایک جملے کو دہراتا گیا جس نے اس کے بارے میں ایک عجیب سا تاثر چھوڑا۔ اس نے کہا ''آپ کو اپنے ادارے سے مخلص ہونا چاہیے کہ یہ آپ کو تنخواہ دیتا ہے۔'' یہ جملہ مجھے قطعاً اچھا نہیں لگا۔ میں ہمیشہ سے سوچتی تھی کہ میں اپنے ادارے سے اس کے مقاصد کی وجہ سے مخلص ہوں ورنہ پیسہ کمانے کے لیے تو میں صابن بیچنے کا کاروبار بھی کر سکتی ہوں۔

طارق نے اس کا استقبال بڑے دھوم دھام سے کیا اور رابرٹ نے بھی اسی طرح کا رویہ دکھایا جس کی ہم اپنے انگریز آقاؤں سے توقع کرتے ہیں۔ ایک سو برس تک انگلستان کی کالونی رہنے کے باعث ہم آج بھی سمجھتے ہیں کہ ہر انگریز ہمارا آقا ہے۔ رابرٹ دوسرے انگریزوں کی نسبت کچھ زیادہ ہی انگریز تھا۔ وہ تیز آدمی تھا۔ تقریر کا فن بہت اچھی طرح جانتا تھا اور اپنے خیالات کو بہت اچھے طریقے سے پیش کرنے میں ماہر تھا۔ اس کی شخصیت بہت مؤثر تھی۔ پاکستانی اعلیٰ افسران سے ملاقات میں وہ ہمیشہ اپنے خیالات اور تحفظات کو بڑی خوبصورتی سے پیش کر کے انھیں متاثر کرتا تھا۔ وہ کسی بھی صورت حال یا بحران کو فوراً سمجھ لیتا تھا۔

ایک مینیجر اور ایک لیڈر میں جو فرق ہوتا ہے اسے سامنے رکھیں تو رابرٹ یقیناً ایک لیڈر تھا مگر مینیجر نہیں تھا۔ وہ خاص طور پر یواین کے دوسرے اداروں کی قیادت کرنے کو پسند کرتا تھا۔ یواین ڈی پی کا سربراہ عموماً دوسری یواین ایجنسیز کے ساتھ باہم رابطے رکھنے کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اسے ریجنل کوآرڈی نیٹر کہا جاتا ہے۔ اس طرح رابرٹ کے پاس دو عہدے تھے۔ پاکستان میں یواین کے بہت سے دفاتر ہیں اس لیے اسے یہ دوسرا عہدہ زیادہ پسند تھا۔ یوں لگتا تھا کہ اس عہدے میں اسے اپنے خوابوں کی تعبیر مل گئی تھی۔ اسے صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ وہ یواین کے اداروں کا بہترین لیڈر تھا۔ وہ تمام اداروں کو ایک نیلے جھنڈے تلے یکجا کر سکتا تھا جن کا نصب العین ایک ہو، ترقیاتی مشن کا بیان ایک ہو، سکیورٹی پلان ایک ہو، مستقبل کا منصوبہ ایک ہو، جیسے ایک ادارہ ہوتا ہے......اور وہ اس کا سربراہ ہو۔

نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے اداروں کے سربراہان نے اسے فوراً ہی ناپسند کرنا شروع کر دیا۔ یواین کے اداروں کی باہمی گروہی سیاست پر عمل پیرا ہوتے ہوئے انھوں نے یواین ڈی پی کی بالادستی کا گلہ کیا اور کہا کہ ''کوآرڈی نیشن'' کا مطلب ہمیشہ ''قیادت'' ہی کیوں ہوتا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ یواین کے ریجنل کوآرڈی نیٹر کو صرف رابطہ کاری کرنی چاہیے، قیادت نہیں۔ وہ چاہتے تھے کہ اس کا کردار مشترکہ سکیورٹی معاملات اور حکومت کے ساتھ مشترکہ اجلاسوں میں رابطہ کاری ہونا چاہیے، مزید کچھ نہیں۔

رابرٹ چاہتا تھا کہ تمام یواین ادارے ایک ہی کئی منزلہ عمارت میں منتقل ہو جائیں تاکہ ان کی سکیورٹی اور ضروری سروسز مشترک ہوں اور وہ اقوام متحدہ کے ایک بڑے ادارے کی طرح نظر آئیں۔ بہت سے لوگوں

کا خیال تھا کہ وہ یہ سب کچھ نیویارک میں بیٹھے اپنے افسران بالا کو خوش کرنے کے لیے کر رہا ہے۔ اسی وجہ سے لوگ اس کی مزاحمت بھی کر رہے تھے۔

دوسری ایجنسیوں میں اس کی مخالفت کی وجہ محض رابرٹ کی تحکمانہ طبیعت اور اپنے آپ کو نمایاں بنانے کی خواہش ہی نہیں تھی بلکہ مختلف اداروں کے درمیان منفی تعلقات کی طویل تاریخ بھی تھی۔ مجھے اس کا تجربہ اس وقت ہوا تھا جب یو این کی مختلف ایجنسیاں خواتین سے متعلق بیجنگ کانفرنس کے حوالے سے اختیارات کی جدوجہد میں مصروف تھیں۔ میں دیکھ چکی تھی کہ تعاون کے پردے کے پیچھے حقیقت کیا ہے۔

مجھے طارق سے ملنا تھا کیونکہ اس نے مجھے چاندنی کی طرف سے ایک درخواست پر بات کرنے کے لیے اپنے دفتر میں بلایا ہوا تھا۔ یہ درخواست یونی فیم کے پرانے سامان کے بارے میں تھی۔ میں خوشی خوشی گئی۔ مجھے امید تھی کہ میں اس سے نئے باس کے بارے میں کچھ جان پاؤں گی۔ طارق کے دفتر میں غیر معمولی مصروفیت دکھائی دی۔ لوگ آتے اور جاتے رہے۔ ابھی ہم نے بات شروع ہی کی تھی کہ ایک الیکٹریشن چلا آیا۔

طارق اس کی طرف متوجہ ہوا اور بولا ''تم نے ساری وائرنگ چیک کر لی ہے؟''

اس آدمی نے فوجی لہجے میں کہا ''جی سر!''

''اچھا اب جاؤ۔ مجھے رابرٹ کی طرف سے کوئی شکایت نہیں آنی چاہیے۔''

میں مسکرائی اور طارق سے پوچھا ''آپ رابرٹ کا دفتر ٹھیک کرا رہے ہیں؟''

وہ کھڑا ہوا اور اپنی بیلٹ کو دو تین بار اوپر نیچے کیا اور سینہ پھلا کر مسکراتے ہوا بولا ''صرف دفتر ہی نہیں، گھر بھی۔ میں رابرٹ کا مکمل طور پر خیال رکھ رہا ہوں۔''

میں سمجھ نہ سکی کہ وہ اس بات پر اتنا فخر کیوں کر رہا تھا کہ وہ رابرٹ کے گھر کی بجلی ٹھیک کروا رہا ہے۔ میں دفتر کی جوڑ توڑ سے ابھی تک ناواقف تھی۔

اس نے اپنے ایڈمن اسسٹنٹ کو بلایا اور اسے ہمارے ساتھ میٹنگ میں شامل ہونے کو کہا۔ اسی دوران ایک اور شخص آ گیا اور طارق اس کے ساتھ مل کر وہ کاغذات دیکھنے لگا جو وہ آدمی لے کر آیا تھا۔ اس نے میری طرف نظر اٹھا کر کہا ''سوری، میں بہت مصروف ہوں''۔

اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتی، اس نے مایوسی کے ساتھ اس آدمی سے کہا ''نہیں، یہ وہ کاغذات نہیں جو مجھے چاہئیں۔ وہ ایک اور فائل ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ رابرٹ کے کسٹم کلیئرنس کے سلسلے میں کوئی رکاوٹ ہو۔ میں نے ساری ٹیم سے کہہ رکھا ہے کہ وہ پوری طرح چوکس رہے۔ میں خود دو مرتبہ کسٹمز کے دفتر جا چکا ہوں۔ تم لوگ ایک چھوٹا سا کام بھی نہیں سنبھال سکتے۔''

اتنے میں فون بجا۔ طارق نے فون سنا اور اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہو گیا۔ یوں لگا کہ اس کے باس نے اسے بلا لیا ہے۔ وہ فوجیوں کی ''ہوشیار'' والی پوزیشن میں کھڑا بات کر رہا تھا۔ اور اس طرح بات کر رہا تھا جیسے کوئی نیا بھرتی ہونے والا رنگروٹ ہو۔ مجھے یہ سب کچھ بڑا دلچسپ لگا۔ سٹاف کا وہ شخص جو میرے سامنے ڈانٹ پڑنے پر شرمندگی محسوس کر رہا تھا، موقع سے فائدہ اٹھا کر چپکے سے سر جھکائے دفتر سے باہر نکل گیا۔

میں فون پر بات چیت میں جو کچھ سن سکتی تھی وہ تھا ''نہیں سینڈرا، ......ہاں سینڈرا......نہیں سینڈرا......بس ابھی! میں خود آتا ہوں اور دیکھوں گا کہ ایئر کنڈیشنر ٹھیک ہیں۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ کو اس کام کے لیے مجھے فون کرنا پڑا۔ میرا عملہ اس قدر نالائق ہے۔ میں خود اس کو دیکھوں گا اور آپ کو آئندہ کبھی بھی ایئر کنڈیشنر کا کوئی مسئلہ نہیں ہوگا جب تک آپ پاکستان میں رہیں گی۔ ہاں ہاں میں دیکھ لوں گا۔ بس ابھی ابھی!''

میں اس دلچسپ گفتگو پر اپنی ہنسی روک رہی تھی۔

وہ سینڈرا کی بات سننے کے لیے ذرا رکا اور پھر بولا ''اپنے کتے کی کوئی فکر نہ کریں''۔

میں نے بھنویں چڑھائیں۔

''بالکل ابھی۔ میں خود جا رہا ہوں۔ بس میں ابھی نکل رہا ہوں! جی جی، بے چارہ کتا۔ وہ فلائٹ میں کتنا تنہا محسوس کر رہا ہوگا۔ جی جی، یقیناً یہ فکر مندی کی بات ہے! میرے دوسرے ساتھی شپمنٹ کو دیکھ لیں گے۔ میں آپ کا کتا لے کر فوراً پہنچتا ہوں۔ بالکل ابھی۔''

وہ ابھی تک ایسے کھڑا تھا جیسے کوئی تابعدار طالب علم اپنے سخت مزاج استاد کے سامنے کھڑا ہو۔ اس نے فون بند کیا اور اپنی نئی ذمے داری کے خیال میں گم مجھ سے بولا ''میں آپ کے ساتھ بعد میں بات کروں گا۔ مجھے کسٹمز سے رابرٹ کا کتا لے کر آنا ہے۔''

میں ہنسی اور پوچھا ''یہ سینڈرا کون ہے؟''

اس نے حیران ہو کر میری طرف دیکھا۔ ''آپ کو نہیں پتا؟ یہ مسز رابرٹ انگلینڈ ہے''۔ میں ان دونوں کا خیال رکھ رہا ہوں۔ اب یہ سب ذمے داری مجھ پر ہے اور میں رابرٹ کے قریب رہ کر کام کروں گا۔ کیا اچھا موقع ہے!'' صرف اس خیال سے ہی اس کا چہرہ دمک اٹھا۔ وہ تیزی سے دفتر سے اپنے دو تین کولیگز کو آوازیں دیتا ہوا باہر نکلا اور سیڑھیاں اتر گیا۔

میں اس کے دفتر میں چند لمحے کھڑی رہی۔ میں حیران تھی کہ طارق اس بات پر کتنا خوش تھا کہ اسے بادشاہ سلامت کا دل جیتنے اور اس کے لیے ہر قسم کی خدمت کرنے کا موقع ملا ہے۔ میں نے سوچا کہ لوگ اپنے کام کے مختلف پہلوؤں سے خوش ہوتے ہیں۔ میں نے اپنے دفتر میں واپس جانے کا فیصلہ کیا اور سوچا کہ اپنے کام کے کسی دلچسپ پہلو پر کام کروں کیونکہ اب یہ کام روز بروز غیر دلچسپ ہوتا جا رہا تھا۔

باب:8

طارق کی اصلیت

پرل کانٹی نینٹل پشاور کی لابی میں داخل ہوتے ہوئے میں نے آس پاس دیکھا۔ایک بہت بڑا سا فانوس اور بہت سی چمک دار بتیوں کا عکس لابی کی آئینوں سے سجی دیوار پر دکھائی دے رہا تھا۔شاندار کپڑوں میں ملبوس لوگ تیزی سے ہوٹل میں ادھر ادھر پھر رہے تھے۔ان کے پیچھے پیچھے وردیوں میں ملبوس ان کا عملہ ان کا سامان اٹھائے چل رہا تھا۔ مجھے یہاں صرف اس لیے ٹھہرنا تھا کہ میں یو این کی ملازم تھی۔ورنہ میں ہمیشہ ایسے پُرتعیش مقامات سے دور رہنا پسند کرتی تھی۔میرا پشاور کا سفر خواتین کی تنظیموں سے ملنے اور انھیں عورتوں کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لیے نئی حکمت عملیاں اختیار کرنے پر قائل کرنے کی کوششوں کا حصہ تھا۔

پشاور سڑک کے راستے اسلام آباد سے صرف تین گھنٹے کی مسافت پر تھا اس لیے میں ہمیشہ دفتر کی گاڑی استعمال کرنے کی بجائے اپنی گاڑی لے جانے کو ترجیح دیتی تھی۔میں خود گاڑی چلانے میں اپنے آپ کو زیادہ آزاد اور خود مختار محسوس کرتی تھی۔

میں نے مزے مزے سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے وقت گزارا کیونکہ میں شام کو دیر سے پہنچنا چاہتی تھی۔ مجھے طارق کے دفتر کے لوگوں نے اس کا پیغام پہنچا دیا تھا کہ میں پشاور میں رابرٹ انگلینڈ کے اعزاز میں دیے جانے والے ڈنر میں شرکت کروں۔اس اچانک دعوت نامے پر حیران ہو کر جب میں نے معلوم کیا تو پتا چلا کہ رابرٹ اپنے تعارفی دورے پر پشاور میں ہے۔وہ یو این اور دوسرے ترقیاتی اداروں کے سینئر افسران سے ملاقاتیں کر رہا تھا۔یہ لوگ اندرون شہر کے ایک ریستوران میں ڈنر کر رہے تھے۔میں چاہتی تھی کہ میں دیر سے پہنچوں تاکہ ڈنر میں شرکت نہ کر سکوں اور اس سفر میں صرف اپنے کام پر توجہ دوں۔

میں اپنی گاڑی پارک کرتے ہوئے خوش ہو رہی تھی کہ میں نے اپنے سفر کو دفتر سے یہاں پہنچنے والے بڑے طائفے سے الگ رکھا لیکن میری خوشی زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔طارق ہوٹل کے پورچ میں میرا انتظار کر رہا تھا۔اس نے سرمئی رنگ کے سوٹ پر عنابی رنگ کی ٹائی لگا رکھی تھی اور خوب اچھی طرح بن سنور کر آیا تھا۔اس نے مجھ پر غصہ آنے کے باوجود نرم لہجہ اختیار کیے رکھا۔''تم نے اتنی دیر کر دی۔سب لوگ ڈنر کے لیے جا چکے

ہیں۔کیا تمھیں میرا پیغام نہیں ملا تھا!''

میں نے حیرانی سے جواب دیا''تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ڈنر پر کیوں نہیں گئے؟''

اس نے مجھے بازو سے پکڑا اور چیک ان کے لیے استقبالیے تک لے گیا۔میں نے دیکھا کہ یو این کے انتظامی شعبہ کے کچھ اور لوگ بھی بھاگ دوڑ میں تھے گویا انھیں کسی ہنگامی صورت حال کا سامنا ہو۔طارق نے ایک سے کہا کہ میرا بیگ لے جائے اور دوسرے کو حکم دیا کہ یو این ڈی پی کی گاڑی ہوٹل کے ڈرائیو وے میں لے آئے تا کہ ہم فوراً روانہ ہو سکیں۔میں اس صورت حال سے بچ نکلنے کی ناکام کوشش کرتی رہی۔اس نے نہ صرف یہ کہ میرا انتظار کیا بلکہ مجھے یہ بھی بتایا کہ جب اسے پتا چلا کہ میں اکیلے ڈرائیو کر کے پشاور آ رہی ہوں تو وہ میرے بارے میں کس قدر فکر مند ہوا تھا۔

ڈنر پرانے شہر کے ایک اچھے ریستوران میں تھا۔میں اس علاقے سے اچھی طرح واقف تھی۔سڑک پر لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر مجھے گزرے زمانے یاد آ گئے کیونکہ ہمارا پرانا گھر اس علاقے کے پاس ہی واقع تھا۔یہ کشادہ سڑک سٹریٹ لائٹس سے روشن تھی۔گدھا گاڑیوں سے لے کر بڑی بڑی کاروں تک ہر قسم کی ٹرانسپورٹ اس سڑک پر موجود تھی۔اس سڑک پر کوئی خاتون دکھائی نہیں دے رہی تھی۔گویا پچھلے پندرہ برس میں یہ واحد بات تھی جو اس علاقے میں تبدیل نہیں ہوئی تھی۔تھوڑا آگے میں نے باٹا کے جوتوں کی دکان دیکھی۔اس دکان کے بالکل سامنے میری سکول کی بس رکا کرتی تھی۔دکانوں، چھابڑی والوں، سائن بورڈوں، کاروں اور سڑک کے نشانات کو دیکھ کر ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں اپنے پرانے دوستوں سے مل رہی ہوں۔

''آؤ، آؤ، ہمیں دیر ہو چکی ہے'' طارق نے کہا۔

میں نے اپنے کپڑے درست کیے، بالوں میں انگلیاں پھیریں اور طارق اور کچھ دوسرے دفتری ساتھیوں کے ہمراہ ریستوران میں داخل ہو گئی۔ڈنر پر دیر سے پہنچنا کوئی مسئلہ نہیں تھا کیونکہ رابرٹ نے میری طرف دیکھا بھی نہیں۔ریستوران میں دھیمی روشنیوں والا ہال اس تقریب سے پوری طرح بھرا ہوا تھا۔یو این کی مختلف ایجنسیوں کے لوگ جتھے بنا کر مختلف میزوں کے گرد بیٹھے تھے۔طارق رابرٹ کے قریب بڑی میز پر چلا گیا اور میں پیچھے کی طرف چلی گئی۔میں نے یو این ڈی پی کے دوسرے کولیگز کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھا مگر کوئی نظر نہیں آیا۔میں جس میز پر بیٹھی وہاں یونیسیف کے لوگ بیٹھے تھے۔میں نے ان کے ساتھ تعلیم اور صوبے کی سیاست پر گفتگو کرتے ہوئے اچھا وقت گزارا۔

اگلے دن میں نے زیادہ وقت عورتوں کی تنظیموں سے ملنے میں گزارا۔سہ پہر کے قریب میں واپسی کے لیے تیار تھی۔میں ہوٹل واپس آئی، چیک آؤٹ کیا، اپنا بیگ اٹھایا اور ہوٹل کی پارکنگ میں کھڑی اپنی گاڑی کی طرف چلی۔میں باہر نکل ہی رہی تھی کہ طارق میری طرف لپکا۔

''تمھارے ساتھ کون سا ڈرائیور جا رہا ہے؟'' اس نے تشویش اور تحکم کے ملے جلے لہجے میں پوچھا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو پتا چلا کہ یو این ڈی پی کے باقی لوگ بھی اسلام آباد واپسی کے لیے تیار تھے۔

میں نے کہا ''میں نے ڈرائیور یا گاڑی مانگی ہی نہیں۔ میں خود ڈرائیو کر کے جا رہی ہوں۔'' مجھے دل میں افسوس ہوا کہ میری اور ان لوگوں کی واپسی کا وقت اتفاقاً ایک ہو گیا۔

طارق کے چہرے پر شدید پریشانی کے آثار تھے جیسے اس کے اندر کا ''محافظ'' جاگ اٹھا ہو۔ ''پاگل ہو گیا؟ یہ پشاور ہے، یورپ نہیں۔ تم اکیلے گاڑی چلا کر یہاں آئی اور اب اکیلے ہی واپس جا رہی ہو؟ کیا تمھارا دماغ چل گیا ہے۔''

میں نے گہرا سانس لے کر سختی سے کہا ''میں دس سال تک پشاور میں رہی ہوں اور اس علاقے کو بڑی اچھی طرح جانتی ہوں۔ میں اسلام آباد اور پشاور کے درمیان سڑک سے بھی اچھی طرح واقف ہوں۔ یہ تین گھنٹے کا بھی راستہ نہیں۔ مجھے اکیلے گھر واپس جاتے ہوئے کوئی مسئلہ نہیں۔ پلیز، میرے بارے میں پریشان نہ ہوں!''

اسی دوران میں نے دیکھا کہ رابرٹ انگلینڈ کی گاڑی پورچ کی طرف آ رہی ہے اور میں نے اسے گاڑی میں بیٹھتے بھی دیکھا۔ طارق کو اب فکر ہوئی کہ وہ بادشاہ سلامت کی خدمت میں حاضر نہیں تھا۔ وہ اس کی طرف دوڑا۔ میں نے موقع غنیمت جانا اور اپنی راہ لی۔ جونہی میں پارکنگ ایریا سے باہر نکلی، طارق دوڑتے ہوئے آیا اور کود کر میری گاڑی میں بیٹھ گیا۔ میں بھونچکا ہو کر رہ گئی۔

اس نے کہا ''میں نے رابرٹ کو بتا دیا ہے کہ تم اکیلے گاڑی چلا کر اسلام آباد جا رہی ہو اور یہ بے حد غیر شریفانہ بات ہو گی کہ میں تمھیں اسی طرح جانے دوں۔ مجھے تمھارے ساتھ جانا ہے۔''

مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ میں اس وقت تک گاڑی نہیں چلاؤں گی۔ جب تک آپ نیچے نہیں اُتریں گے۔ میں نے بحث کی کہ ہمارے لیے اکٹھے جانا مناسب نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ میں بہت دفعہ پہلے بھی اکیلے یہ سفر کر چکی ہوں۔ جب اسے اندازہ ہو گیا کہ میں گاڑی نہیں چلاؤں گی تو وہ بددلی سے گاڑی سے اتر گیا۔

جب میں گھر پہنچی تو میری والدہ نے پریشانی سے میری طرف دیکھا اور پوچھا ''طارق کون ہے؟'' اس نے پانچ مرتبہ فون کیا اور پوچھا کہ کیا تم خیریت سے گھر پہنچ گئی ہو۔ طارق بار بار میرے گھر فون کر کے پوچھتا رہا کہ میں خیریت سے پہنچ گئی ہوں۔

میں نے اپنا بیگ ایک طرف پھینکا اور مسکرا کر لاپروائی سے کہا ''وہ یو این ڈی پی میں ہے اور آج پشاور میں تھا جب میں وہاں سے چل رہی تھی۔ وہ تشویش میں تھا کیونکہ میں اکیلے ڈرائیو کر رہی تھی۔ اس کی نیت تو ہمدردی کی تھی لیکن آپ کو پتا ہے کہ مردوں پر فوراً ''باپ پن سوار'' ہو جاتا ہے۔ میری والدہ ہنس پڑیں۔

میں نے ''باپ پن'' کی اصطلاح اس مربیانہ رویے کے لیے ایجاد کی تھی جس کا مظاہرہ مرد حضرات یہ سوچ کر کرتے ہیں کہ کسی بے چاری عورت کو ان کے تحفظ کی ضرورت ہے۔ وہ اس عورت کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں فوراً اس کے ''ابا'' کا کردار سنبھال لیتے ہیں۔ مردانہ بالادستی والے معاشرے میں مردوں کو اس انداز میں پالا جاتا ہے کہ محافظ، مسائل حل کرنے والے اور سرپرست کا کردار ان کے اندر سما جاتا ہے۔ مغرب میں عورتوں اور مردوں کے اس کردار میں کچھ توازن آ گیا ہے لیکن ترقی پذیر ممالک میں اس رویے کو غیرت کے تصور کے ساتھ جوڑنے ہی کو درست سمجھا جاتا ہے۔

چند دنوں بعد، طارق نے مجھے اپنے دفتر میں بلایا۔ جب میں پہنچی تو دیکھا کہ اس نے پہلے سے کولڈ ڈرنک، چائے اور سینڈوچ منگوا رکھے تھے۔ اس کا کمرہ بہت روشن تھا۔ دو بڑی بڑی کھڑکیوں سے سورج کی روشنی اندر آ رہی تھی۔ کام کے بارے میں چند رسمی سوالات کرنے کے بعد اس نے بل ڈکنز کے بارے میں بات کرنا شروع کر دی۔ اس کی باچھیں کھلی جا رہی تھیں۔ وہ مجھے بتا رہا تھا کہ کیسے وہ اور بل ڈکنز میرے بارے میں باتیں کیا کرتے تھے۔ اپنے دونوں ہاتھ ہوا میں اٹھا کر طارق نے کہا ''میں تمھیں اپنے باس کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ بندہ اس لڑکی سے دوستی نہیں کر سکتا جو اس کے باس کو پسند ہو''۔ وہ کھلکھلایا اور اپنے ہاتھ واپس اپنی گود میں رکھ لیے۔

میں نے حیرت زدہ ہو کر تیوریاں چڑھائیں۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میرے کان کیا سن رہے ہیں۔

اس نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''میرا باس تم میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتا تھا اس لیے جب تک وہ کوشش کر رہا تھا میں نے یہ جرأت نہیں کی کہ تمھاری طرف بڑھوں۔''

آخر میں سمجھ گئی کہ طارق نے دوست کا کردار کیوں اپنا رکھا تھا۔ اس لیے کہ میرا اعتبار حاصل کر لے۔ وہ زور سے ہنسا۔ ''اب جبکہ وہ جا چکا ہے، میں تمھارے ساتھ زیادہ بے تکلف ہو سکتا ہوں۔'' اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی اور میں دیکھ سکتی تھی کہ اس نے رال ٹپکاتے ہوئے کہا۔ ''میں چاہتا ہوں کہ تم میری خصوصی دوست بن جاؤ۔''

میں نے یہ سمجھنے کے لیے اس کی طرف دیکھا کہ کیا یہ کوئی بے ہودہ مذاق ہے یا وہ سنجیدہ ہے۔ میں بغیر کوئی تاثر دیے حیران بیٹھی تھی۔ میری جگہ کوئی زیادہ تجربہ کار عورت ہوتی تو وہ فوراً سمجھ جاتی بلکہ شاید بہت پہلے سمجھ چکی ہوتی لیکن میں بے وقوف تھی اور بظاہر دوستانہ رویے میں چھپے مقصد کو نہ سمجھ سکی۔ مجھے شبہ ضرور تھا لیکن میں اس کی نیت کو پوری طرح سمجھ نہیں سکی تھی۔ میں سوچا کرتی تھی کہ شاید میں ایک مددگار ساتھی کی نیت پر خوامخواہ شک کر رہی ہوں۔

اور اب میں اس کے دفتر میں بیٹھی تھی اور وہ ڈھٹائی کے ساتھ مجھے بتا رہا تھا کہ وہ میرے ساتھ جنسی تعلق

چاہتا ہے۔ میں اس کی بیوی اور بچوں کے بارے میں سوچنے لگی۔ شاید اس کی بیوی کو اس کی دل پھینک طبیعت کے بارے میں پتا ہو اور وہ روز صبح اسے دفتر بھیجتے ہوئے یہ دکھاوا کرتی ہو کہ سب اچھا ہے۔ بہت سی عورتیں حقائق سے انکار کی زندگی گزارتی ہیں اور خود کو تسلی دینے کے لیے دوسروں کو بتاتی ہیں کہ ان کا شوہر ان کا کس قدر خیال رکھتا ہے۔ شاید وہ بہت سادہ ہو اور اسے کچھ بھی پتا نہ ہو۔ شاید اس کے دل میں شکوک وشبہات ہوں مگر وہ سوچتی ہو کہ سچ کا سامنا کرنا بہت ہی دشوار ہوگا۔ میں نے خود کو جھٹکا کہ اس وقت مجھے اس کی بیوی کے بارے پریشان ہونے کی بجائے خود اپنے لیے سوچنا چاہیے۔

اس کی خوداعتمادی حیران کن تھی۔ یقیناً اس نے پہلے بھی کئی عورتوں سے اس طرح بات کی ہوگی۔ اب میں سمجھی کہ اس نے ڈکنز کے بارے میں میری شکایت کو سنجیدگی سے کیوں نہیں سنا تھا۔ شاید اسی شام یہ دونوں اکٹھے بیٹھے بیئر پیتے ہوئے ہنس رہے ہوں گے کہ میں کس طرح غصے سے بھری طارق کے دفتر میں ڈکنز کی شکایت کرنے آئی تھی۔ طارق نے یقیناً اسے مزے لے لے کر بتایا ہوگا کہ میں کتنی ناراض تھی۔ بلاشبہ وہ انعام کا مستحق تھا کہ اس نے مجھے ٹھنڈا کر کے صورت حال پر بخوبی قابو پایا اور مجھے باضابطہ شکایت درج کرانے سے روکا۔ ڈکنز کی بڑبڑاہٹ پر طارق نے اسے تسلی دی ہوگی اور پاکستانی عورتوں کو قابو کرنے کی مزید کچھ ترکیبیں بتائی ہوں گی۔ گویا میں ان کی کولیگ نہیں تھی۔ میں تو ایک کھلونا تھی۔

میں خیالوں میں گم تھی کہ طارق نے میرا بازو ہلاتے ہوئے کہا ''تم نے کوک کو ہاتھ بھی نہیں لگایا''۔ میں نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ میں سمجھ گئی کہ اس سے پہلے کہ وہ میری خاموشی کا کوئی غلط مطلب نکالے، مجھے کچھ بولنا چاہیے۔ مجھے اپنا آپ اس قدر بوجھل لگ رہا تھا کہ مجھ میں بولنے کی بھی ہمت نہیں رہی تھی۔ بہرحال میں نے حوصلہ جمع کر کے پُرسکون لہجے میں کہا، ''طارق، میری بات توجہ سے سنو۔ میں تمھارے ساتھ معاشقہ کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتی۔ اگر مجھے رومانوی تعلقات میں دلچسپی ہوتی تو بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جن میں سے میں کسی کو چن سکتی ہوں۔''

میرا سنجیدہ رویہ دیکھ کر اس کی دبی دبی مسکراہٹ غائب ہوگئی اور وہ اپنی کرسی پر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ غالباً اب وہ تیزی سے سوچ رہا تھا کہ کمرے میں اچانک پھیل جانے والی سنجیدگی کو کیسے ختم کرے۔ میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بولتی گئی ''مجھے خاص طور پر ان مردوں کے ساتھ رومانوی تعلقات بنانا ناپسند ہے جو پہلے سے شادی شدہ ہوں۔ خاص طور پر اگر وہ پارسا ہونے کی اداکاری بھی کرتے ہوں۔''

اس کا منہ لٹک گیا۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے تیزی سے کہا، ''اوہ، میرا کئی برس سے اپنی بیوی کے ساتھ جسمانی تعلق نہیں ہے۔''

میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے بولنا جاری رکھا ''سب سے بڑھ کر مجھے ان مردوں سے

نفرت ہے جو دہرے معیار رکھتے ہیں، گھر میں اپنی بیوی کے لیے قدامت پسند اور خواتین دوستوں کے لیے بظاہر آزاد خیال''۔

میں نے احتیاط سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے رکھیں۔ میں چاہتی تھی کہ وہ میرے الفاظ کو مذاق بنا کر اڑا نہ سکے۔ میں نے گہرا سانس لیا اور مضبوط لہجے میں کہا ''مجھے تمھارے ساتھ معاشقہ کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں!'' میں جانتی ہوں کہ میرے لہجے کی سختی اس نے اپنے اندر محسوس کی۔

وہ میری سوچ سے زیادہ چالاک تھا۔ اس نے پینترا بدلا اور اپنے دوستانہ انداز پر واپس آ گیا تاکہ میں اسے جھٹک نہ سکوں یا اس کی شکایت رابرٹ سے نہ کر دوں۔ موضوع بدلتے ہوئے وہ بولا، تمھیں معلوم ہے کہ مجھے جدید موسیقی بہت پسند ہے۔ یقیناً تمھیں تو شاید کلاسیکی موسیقی پسند ہے؟''

میں کوئی جواب دیے بغیر اس کی طرف دیکھتی رہی۔ میں سمجھتی تھی کہ وہ ایک دوست کی طرح میری عزت کرتا ہے۔ مجھے یوں لگا جیسے اس نے میری پشت میں چھرا گھونپ دیا ہے۔ میرا جی چاہا کہ اسے تھپڑ کھینچ ماروں مگر ہمت نہ ہوئی۔

اس نے اپنی بات جاری رکھی، مجھے وہ نیا گانا پسند ہے جو...... اس نئے گانے والے نے گایا ہے، کیا نام ہے اس کا؟ میں تمھیں اس کی کیسٹ دوں گا، پھر تم بتانا کہ کیسا لگا۔ میں گاڑی میں سارا وقت اسی کے گانے سنتا ہوں۔''

میں خاموش رہی۔ یا تو وہ صورت حال کو بہتر بنانے کی کوشش کر رہا تھا کہ تعلقات کا کوئی امکان پیدا ہو سکے یا پھر یہ منوانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ ایک ماڈرن آدمی ہے کیونکہ میں کہہ چکی تھی کہ مجھے دقیانوسی لوگ پسند نہیں ہیں۔

پچھلے موضوع پر بات کرنے کا کوئی موقع نہ دیتے ہوئے اس نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''میں اپنا کام کرتے کرتے اتنا تھک جاتا ہوں۔ مجھے محنت سے کام کرنا پسند ہے لیکن اس کی وجہ سے میں رات دیر تک مصروف رہتا ہوں۔ مجھے رابرٹ کی تمام ہدایات پر کام کرنا ہوتا ہے۔ میرا اسٹاف اس قدر نالائق ہے کہ میں ان میں سے کسی پر بھی بھروسہ نہیں کر سکتا۔ مجھے رابرٹ کا ہر کام خود ہی کرنا پڑتا ہے۔ پلیز، پلیز، اپنی کوک تو پیو!'' اس نے کوک میری طرف کرتے ہوئے زور دے کر کہا۔

میں نے اپنا سخت رویہ قائم رکھا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ تمھیں اپنا کام پسند ہے۔ خیال رکھو کہ تم اپنا کام پیشہ ورانہ اخلاقیات کے مطابق کرتے رہو۔'' اسے میری بات صاف سمجھ آ گئی تھی لیکن وہ کوئی خاص تاثر دیے بغیر بلاوجہ ہنستا گیا۔ اس نے بار بار کہا ''تمھیں جب بھی کوئی ضرورت ہو تو مجھے بتانا۔''

مجھے اس قدر بے کیفی کا احساس ہو رہا تھا کہ میں نے اپنی تمام قوت مجتمع کر کے اپنے آپ کو اٹھایا۔ کاش اس وقت کوئی کرین مجھے اس کے دفتر سے اٹھا لے جاتی۔ میں بوجھل دل کے ساتھ اٹھی۔

مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ کیا ہو چکا ہے۔ اگر میرے منہ پر تھپڑ مارا گیا ہوتا تو اس ذلت آمیز رویے کی نسبت اس سے نکلنا آسان ہوتا۔ طارق کے اس روپ نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ بات یہیں ختم نہیں ہوگی۔ میں جانتی تھی کہ وہ کئی اور پینترے بدلے گا۔ خوف کی ایک عجیب سی لہر میرے اندر دوڑ گئی۔

میں نے اس بارے میں اپنے بھائی کامران سمیت گھر میں کسی سے بات نہیں کی۔ مجھے ایسی بے ہودگی کے ایک اور واقعے پر شرم آرہی تھی۔ میں اپنے آپ سے نا امید نہیں تھی لیکن طارق کے رویے سے مایوس تھی۔ چند شبہات کے باوجود میں اسے ایک مددگار کولیگ سمجھتی تھی۔ لیکن اب میرے سامنے اس کی اصل فطرت تھی۔ میں چاہتی تھی کہ آئندہ میرا اس سے سامنا نہ ہو، لیکن میں غلطی پر تھی۔ جلد ہی میرے دفتر میں ایک ایسا مسئلہ پیش آیا کہ مجھے اس سے مدد مانگنی پڑی۔

باب:9

پھر جال میں

یونی فیم کی فائلیں دیکھتے ہوئے مجھے پتا چلا کہ بہت سا کام نامکمل پڑا ہے۔ کئی برس پہلے بند ہونے والے بہت سے منصوبے کاغذوں میں اب بھی جاری تھے۔ درجنوں کاغذات کا باقاعدہ اندراج کر کے انھیں فائلوں میں لگانا تھا۔ اس بین الاقوامی پلیٹ فارم کو پاکستانی عورتوں کے لیے نئے مواقع پیدا کرنے کے لیے بروئے کار لانے کا خواب پہلے ہی چکنا چور ہو چکا تھا۔ اب لگتا تھا کہ میرا کام پرانے کباڑ کو سمیٹنے والی ایک مستعد کلرک سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا۔

مجھے ایک مرتبہ پھر نکولس سے مدد مانگتے ہوئے بے حد مایوسی ہوئی۔ اس نے کہا کہ پرانے منصوبے بند کرنے کے فارمز اور دیگر متعلقہ مالیاتی امور کے بارے میں مجھے طارق سے بات کرنی چاہیے۔ مجھے لگا کہ جیسے میں لائف جیکٹ پہنے بغیر سمندر میں گر رہی ہوں۔ میں نے بحث کی کہ طارق میرا سپروائزر نہیں چنانچہ نکولس ہی کو میری مدد کرنی چاہیے۔ مگر نکولس نے پھر دہرایا کہ اسے یونی فیم کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں اور یہ سب چیزیں آپریشنز کے دائرہ کار میں آتی ہیں۔

جب میں نے یونی فیم دہلی سے رابطہ کیا تو انھوں نے بھی مجھے طارق سے رابطہ کرنے کا مشورہ دیا۔ میں نے یونی فیم نیویارک سے رابطہ کر کے منصوبے کو بند کرنے کے قواعد اور طریقہ کار کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کی مگر انھوں نے بھی مجھے یواین ڈی پی آپریشنز اسلام آباد ہی سے رجوع کرنے کو کہا۔ جب بھی میں نکولس سے مدد لینے کے لیے گئی اس نے مجھے طارق کی طرف دھکیل دیا۔ آپریشنز ڈویژن میں دوسرے شعبوں مثلاً فنانس، پرسانل اور لاجسٹکس کے سربراہ اتنے بے اختیار تھے کہ وہ میرے سب سوالات کو طارق کی طرف بھیج دیتے تھے۔ میرے سپنے ڈراؤنے خواب بن چکے تھے۔ میں ایک بھول بھلیوں میں پھنس گئی تھی جس کا ہر راستہ ایک ہی دروازے کی طرف جاتا تھا اور اس دروازے سے گزرنے کا مطلب تھا طارق سے بات کرنا۔ میں نے خود کو حوصلہ دیا کہ میں ایک مضبوط پیشہ ورانہ عورت ہوں جو کسی بھی مسئلے کا سامنا کر سکتی ہے۔ مجھے ملازمت میں ہر قسم کے چیلنج کو قبول کرنا چاہیے۔

میں نے طارق سے جہاں تک ممکن تھا انتہائی پیشہ ورانہ اور شائستہ انداز میں بات کی۔ وہ کسی چکنی مچھلی کی طرح انکار بھی نہیں کرتا تھا لیکن میری مدد بھی نہیں کرتا۔ عمومی طور پر شائستہ انداز میں اس نے تصدیق کی کہ مجھے مطلوب معلومات اس کے پاس ہیں لیکن پھر حیلے بہانے بھی کرتا رہا۔ وہ مجھ سے کہتا رہا کہ میں اس سے دفتر کے اوقات ختم ہونے کے بعد مل لوں یا پھر رات کے وقت ڈنر پر بات کروں مگر میں طریقے سے ٹال دیتی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ فلاں وقت پر اسے فون کروں مگر جب میں نے فون کیا تو اس نے فون نہیں اٹھایا۔ پھر اس نے مجھے فون کرنا اور اپنی بیوی کے بارے میں قصے سنانا شروع کر دیتا۔ وہ مجھے موقع ہی نہیں دیتا تھا کہ میں اس سے دفتر کے کام پر بات کر سکوں۔ یہ ایک کھیل بن گیا۔ میں چاہتی تھی کہ گیند میرے کورٹ میں آئے اور وہ چالاکی کر رہا تھا اور گیند اس نے چھپا رکھی تھی۔

ایک دن اس نے مجھے فون کیا اور فوراً ہی اپنی بیوی کی بے وفائی کی بات کرنے لگا کہ اس کی بیوی کا کسی اور سے عشق چل رہا ہے مگر وہ چاہتی ہے کہ میں اس کا خرچہ اٹھاؤں اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے بھائی کے اخراجات بھی برداشت کروں جو ان کے ساتھ رہ رہا ہے اور نہ صرف خلوت میں مخل ہے بلکہ مالی وسائل پر بھی بوجھ ہے۔ میں کچھ دیر تک اس کی بات سنتی رہی مگر مجھے اس پر غصہ آ رہا تھا۔ میں جانتی تھی کہ اگر میں نے فون بند کر دیا تو مجھے اس کی ناراضی کے نتائج برداشت کرنا ہوں گے۔ میں تنے ہوئے رسے پر چل رہی تھی اور یہ صورتِ حال مجھے سخت ناپسند تھی۔ میں جانتی تھی کہ مجھ سے ناجائز سلوک کیا جا رہا ہے لیکن مجھے معلوم تھا کہ مجھے یہ سب برداشت ہی کرنا ہوگا۔ میں اس دروازے سے گزر جانا چاہتی تھی جس پر طارق کا پہرہ تھا۔ میرا خیال تھا کہ میری اصل پیشہ ورانہ زندگی اس دروازے کے دوسری جانب ہی ہے۔ مجھے اس رکاوٹ کو پار کرنا تھا تاکہ میں اپنے آپ کو ایک حقیقی پیشہ ورانہ خاتون ثابت کر سکوں۔ میں اپنے عورت ہونے کو اپنے راستے کی رکاوٹ نہیں بننے دینا چاہتی تھی۔

مجھے کئی بار خیال آیا کہ استعفیٰ دینے کا راستہ تو موجود ہے لیکن پہلے ہی میں ایک سال کے اندر دو ملازمتوں سے استعفیٰ دے چکی تھی اور اب نہیں چاہتی تھی کہ میرے ریکارڈ کو دیکھ کر یوں محسوس ہو کہ میں کسی ادارے کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ اگرچہ گزشتہ دونوں مرتبہ میرے پاس استعفیٰ دینے کی ٹھوس وجوہات تھیں لیکن پروفیشنل زندگی میں لوگوں کے پاس کسی ریکارڈ کی تفصیلات جاننے کا وقت کہاں ہوتا ہے۔ دوسرے مجھے خود پر یہ ثابت کرنا تھا کہ میں دشوار حالات سے نمٹ سکتی ہوں۔

آخرکار تین ماہ تک آنکھ مچولی کا یہ کھیل کھیلنے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اب اسے بند کر دیا جائے۔ یہ بات واضح تھی کہ طارق کوئی بھاری قیمت لیے بغیر میری مدد نہیں کرے گا اور اس کے لیے میں راضی نہیں تھی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں استعفیٰ نہیں دوں گی مگر ایک مختلف حکمت عملی اختیار کروں گی۔ میں نے فنانس سیکشن کے

نچلے عملے سے دوستی کر لی اور براہ راست ان سے ضروری معلومات حاصل کرنے لگی۔ میں نے فنانشل ریکارڈ دوبارہ مرتب کیا اور یونی فیم کے ساتھی اداروں سے ان کی حتمی رپورٹ مانگ لی۔ مجھے ان لوگوں سے ریکارڈ مانگتے ہوئے شرمندگی محسوس ہورہی تھی لیکن یہ شرمندگی طارق کی غلیظ گفتگو سننے سے بہتر تھی۔

اپنے آپ کو تازہ دم کرنے کے لیے اور طارق کو اپنے ذہن سے جھٹکنے کے لیے میں نے بیجنگ کانفرنس میں مقامی تنظیموں کی شرکت کی تیاریوں میں خود کو زیادہ مصروف کرلیا۔ یو این ڈی پی اور یونی فیم اپنے عملے کے ارکان میں سے کسی کو اس کانفرنس میں شرکت کے اخراجات نہیں دے رہے تھے۔ اس لیے میں نے بیداری میں اپنی دوستوں کے ساتھ مل کر خود اپنا پروگرام بنالیا۔ طارق سے نمٹنے میں میری بہت سی توانائی ضائع ہوچکی تھی اور مجھے امید تھی کہ اس تاریخی کانفرنس کا حصہ بننے سے میں تازہ دم ہو جاؤں گی۔

بیجنگ میں ہونے والی خواتین کی چوتھی عالمی کانفرنس اعلیٰ پائے کی تقریب تھی، رنگارنگ تقریبات، بہترین انتظامات، کشادہ جگہیں اور بھرپور اظہار یکجہتی کرتا ہوا انسانوں کا ایک سمندر۔ ہمارے پاکستانی گروپ نے کئی سرگرمیوں کے لیے تیاری کی ہوئی تھی اور ہم نے دوسروں کی سرگرمیوں میں بھی بھرپور شرکت کی۔ میں نے ملازمت پیشہ خواتین سے متعلق ہر اجلاس میں جہاں موقع مل سکا شرکت کی تاکہ مجھے اپنے دفتر میں اپنی صورت حال سے نمٹنے کے بارے میں کچھ پتا چل سکے۔ پورے دو ہفتے تک اس ہنگامے میں شریک رہ کر میں اپنی ذاتی پریشانی بھول گئی۔ بیجنگ کانفرنس میں ہم سب مسلسل بڑے پُرجوش تھے، لوگوں سے رابطے کررہے تھے، مسائل پر غور کررہے تھے، مل کر حکمت عملی ترتیب دے رہے تھے، متحد ہورہے تھے، اختلاف رائے کو قبول کررہے تھے۔ یہ ہم سب کی زندگی میں ایک یادگار موقع تھا اور ہم سب ایک ولولے کے ساتھ واپس آئے۔

میں جب پاکستان واپس لوٹی تو میں نے طارق کے ساتھ معاملے کو حل کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی فون کالیں اسی طرح غیر رسمی گفتگو اور مفروضہ قربت کے ساتھ جاری رہیں۔ ایک دفعہ رات دیر گئے اس نے میرے گھر پر فون کیا جو میں نے اٹھالیا۔ اب تک میں اپنے والدین کو اور کامران کو اس کی پیش قدمیوں کے بارے میں بتا چکی تھی اور کہہ چکی تھی کہ اس کی کالیں مجھے نہ ملوائیں لیکن اس مرتبہ بدقسمتی سے فون ہی میں نے اٹھالیا اور بس پکڑی گئی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ وہ انتہائی دکھی ہے۔ مظلوم بنتے ہوئے اس نے دکھڑا رویا۔ ''عورتیں میرے پیچھے آتی ہیں، وہ میرا پیچھا کرتی ہیں۔ میں ان سب کو کیسے مطمئن کرسکتا ہوں؟ میرے جیسا طاقتور آدمی بھی اتنی ساری عورتوں کو نہیں سنبھال سکتا''۔ عجیب بات یہ تھی کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنی کہانیاں بدلتا رہتا تھا۔ اسے اپنی کہانیوں میں تسلسل یا حقیقت پسندی پیدا کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔

پھر اس نے مجھے یو این ہی کے ایک اور ادارے، ورلڈ فوڈ پروگرام، کی ایک عورت کے بارے میں بتانا شروع کردیا۔ ''وہ چاہتی ہے کہ میں ساری توجہ اسے دوں۔ میں ایک شادی شدہ مرد ہوں اور ایسا نہیں کرسکتا۔

تمھارا کیا خیال ہے یہ سب عورتیں مجھے اس شدت سے کیوں چاہتی ہیں؟ میں اچھے کپڑے پہنتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ میں اچھا دکھائی دیتا ہوں لیکن......''اس کی زبان ذرا لڑکھڑا گئی۔

میں نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا''تم خاصے مشہور ہو نیز یہ کہ مجھے لوگوں کی اس کے بارے میں رائے معلوم ہے''۔ یہ سنتے ہی وہ بے چین ہو گیا اور پوچھنے لگا کہ میں نے کیا سن رکھا ہے۔ میرے اشارے کو سمجھنے کی کوشش میں اس نے ایک عجیب سا اعتراف کیا۔

''میں لوگوں کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں؟''اس نے شکوہ کیا۔''لوگ تو ہمیشہ باتیں بناتے ہیں۔ وہ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ میرا اپنی سابقہ ساس کے ساتھ معاشقہ رہا ہے۔''

مجھے شدید دھچکا لگا لیکن میں خاموش رہی۔

اس نے اپنی بات جاری رکھی،''یہ میرا قصور نہیں تھا۔ دراصل میں اس کے ساتھ گھومتا پھرتا تھا اور اس کے گھر پر بھی بہت سا وقت گزارتا تھا، لیکن وہ اپنی بیٹی کے لیے مجھے چاہتی تھی۔ دیکھو وہ یہ سوچ کر میری خاطر مدارات کرتی تھی کہ میں اس کی بیٹی کے لیے اچھا رہوں گا۔ٹھیک ہے، مجھے پروا نہیں کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔''

''تمھیں وضاحت پیش کرنے کی ضرورت نہیں''میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا اور سوچا کہ اس کی شہرت کی بات کر کے میں نے کیا پٹارہ کھول لیا ہے۔

''جب میں نے اس کی بیٹی سے شادی کر لی، اس کے بعد بھی وہ مجھے چاہتی تھی۔ جب بھی اس کی بیٹی کہیں باہر گئی ہوتی تو وہ میرے پاس آجاتی اور......''

''سنو، مجھے یہ سب جاننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے''میں نے کراہت محسوس کرتے ہوئے تیزی سے کہا۔

''ایک دن اس نے مجھے اپنے بستر پر گرا لیا......''وہ بولا۔

میں نے فون بند کر دیا۔ میں نے فون کی تار بھی نکال دی تاکہ وہ دوبارہ فون نہ کر سکے۔ اس نے کئی دن تک مجھ سے بات نہیں کی مگر اس کے بعد پھر اپنی اصلیت پر آ گیا۔ میں نے اس کی ہمدردی حاصل کرنے کی کوشش کو نظر انداز کیا اور انتہائی پیشہ ورانہ رویہ اختیار کر لیا۔ میرا خیال تھا کہ اسے مثبت جواب نہیں ملے گا تو وہ بالآخر باز آجائے گا۔

بیجنگ سے واپسی کے تقریباً ایک ماہ بعد اس کی فون کالوں کی تعداد اچانک بہت کم ہو گئی۔ میں خوش تھی کہ شاید طارق خان کو آخر کار میری بات سمجھ میں آ گئی ہے۔ بدقسمتی سے میرا خیال غلط تھا۔ اس نے اپنا رویہ میری سرد مہری کی وجہ سے نہیں بدلا تھا بلکہ اس کی وجہ دفتر میں ایک نئی تبدیلی تھی۔

ایک خاصی خوش شکل اور سادہ نوجوان خاتون نے طارق کی سیکرٹری کے عہدے کے لیے درخواست دی۔ کوثر کی عمر بیس سال کے لگ بھگ تھی۔ وہ دبلی پتلی، چھوٹے قد کی تھی، چہرہ بیضوی اور بھرے بھرے

ہونٹ۔ طارق نے اسے فوراً ملازمت پر رکھ لیا اور اپنی پوری توجہ اس نئے شکار پر مرکوز کر دی۔ مجھے اپنی جان چھوٹنے پر خوش ہونے کے علاوہ ندامت کا احساس بھی ہوا کیونکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب وہ ایک اور عورت کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ میں اس عورت کے بارے میں فکرمند تھی لیکن کسی حد تک پُرسکون بھی تھی کیونکہ اب طارق کتے کی طرح اس کے پیچھے پیچھے پھرتا تھا۔

باب:10

یو این ڈی پی میں دوسری عورتیں

اس روز گہرے بادل چھائے ہوئے تھے اور بارش ہو رہی تھی۔ ہم صحرائی باشندوں کے لیے بارش شاندار موسم ہوتا ہے۔ بچے کپڑے اتار کر بارش میں نہانا اور آس پاس گزرنے والوں پر پانی کے چھینٹے اڑانا پسند کرتے ہیں۔ ہم لوگ بارش کے دن کچھ خاص پکوان بناتے ہیں۔ ہمارے ہاں بہت سے ایسے گیت ہیں جن میں لوگ ان پیاروں کو یاد کرتے ہیں جو خوبصورت بارش سے لطف اندوز ہونے کے لیے ہمارے ساتھ نہیں ہوتے اور ایسے پیار کے نغمے بھی ہیں جن میں جوڑے برکھا رُت کی شام میں چپکے چپکے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ ایک بارانی زرعی ملک میں رہنے والوں کے لیے جہاں پیداوار کا بہت حد تک دارومدار بارش پر ہوتا ہے یہ تقریباً موروثی احساس ہماری حیاتیات کا حصہ بن چکا ہے۔ میرے لیے ممکن ہی نہیں کہ میں بارش کے قطرے گرنے کی آواز سنوں اور خوشی نہ مناؤں۔

طارق کا یہ طریقہ کار دیکھنے کے بعد میں دفتر کے دوسرے مردوں کے ساتھ بھی تعلقات بنانے سے ہچکچاتی تھی۔ بہرحال مجھے خواہش تھی کہ میں دفتر میں بالکل الگ تھلگ نہ رہوں۔ مجھے یو این ڈی پی کے ادارے میں تقریباً آٹھ ماہ گزر چکے تھے لیکن میں اب بھی خود کو ایک نووارد محسوس کرتی تھی۔ کیونکہ میں صرف یونی فیم کے پراجیکٹس پر کام کرتی تھی اس لیے باقی دفتر سے میرے رابطے نہیں تھے۔ میرا کام پروگرام کے عملے سے کافی دور فنانس اور ایڈمنسٹریشن کے دفاتر کے درمیان گھرا ہوا تھا۔ کافی عرصے تک مجھے یہ محسوس ہوتا رہا کہ مجھے دفتر میں کام کرنے والی دوسری عورتوں سے ملنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

دفتر میں رینسے نامی ایک ڈچ خاتون تھی۔ وہ ادارے میں نئی تھی۔ پچاس برس کے قریب عمر کی رینسے بڑی مشفق اور ذمہ دار خاتون تھی۔ وہ یو این والنٹیئرز (یو این وی) کے ساتھ کام کرتی تھی اور اس کا دفتر انیکسی بلڈنگ میں تھا، جہاں پر میرا پہلا دفتر ہوا کرتا تھا۔ رینسے کی جلد ہی مجھ سے قریبی دوستی ہوگئی لیکن وہ اکثر بیرون شہر سفر پر رہتی تھی اس لیے میری اس سے ملاقات بہت ہی کم ہوتی تھی۔

غزالہ شادی شدہ تھی اور اس کے بچے بھی تھے لیکن وہ اب بھی کسی ماڈل کی طرح خوبصورت دکھائی دیتی

تھی۔اس نے یواین ڈی پی میں سیکرٹری کی حیثیت سے کئی سال کام کیا تھا اور عموماً وہ اتنی مصروف ہوتی تھی کہ دوسروں کے ساتھ بہت ہی کم ملتی جلتی تھی۔ پروگرام سیکشن میں ایک اور عورت صائمہ تھی اس کا خاندان بڑا امیر تھا اس لیے وہ وی آئی پی سلوک کی عادی تھی۔اس کے حلقہ احباب میں سفیر اور دوسرے اعلیٰ عہدیدار شامل تھے۔بہترین بنے ہوئے بال، ڈیزائنر لباس اور بڑی بڑی ہیرے کی انگوٹھیاں پہنے ہوئے وہ اپنے سر کو پیچھے کی طرف جھٹک کر فخر سے کہتی تھی کہ ''میں یواین ڈی پی میں غربت کے سیکشن کی فوکل پرسن ہوں۔''

ہمارے دفتر میں دوسری عورتیں نسبتاً چھوٹے عہدوں پر تھیں لیکن میں ان کے ساتھ بھی تعلق بنا کر خوش تھی۔ماریہ کے سوا وہ سب ادارے میں نئی تھیں۔دو بچوں کی تنہا پرورش کرنے والی ماریہ پاکستان میں جبر کا شکار اقلیت مسیحی کمیونٹی سے تعلق رکھتی تھی۔اسے اپنے اخراجات پورے کرنے میں مشکلات رہتی تھیں حالانکہ یواین ڈی پی میں اس کی تنخواہ مناسب تھی لیکن اسے ہمیشہ ہی مزید پیسوں کی ضرورت رہتی تھی۔اس کی بیٹی کا وزن بہت بڑھا ہوا تھا اور ماریہ ہر تھوڑے دنوں بعد اسے وزن کم کرنے والے مراکز میں بھیج رہی ہوتی تھی۔ اس کا بیٹا شاہ خرچیوں کا عادی تھا اور اکثر پولیس کے ساتھ مسائل میں پھنس جاتا تھا۔اس لیے ماریہ نے سیکھ لیا تھا کہ غریب لڑکیوں کی مدد کے بہانے چندہ کیسے جمع کیا جاتا ہے۔

دوسری خواتین مختصر مدت کے کنٹریکٹ پر تھیں اور ان کی تنخواہیں بھی کم تھیں۔ان میں سے ایک کوثر تھی جو بچی سی تھی اور طارق کی نئی گرل فرینڈ تھی۔ وہ اپنے باس کے نئے نئے عشق کے خمار میں رہتی تھی۔سارہ ایک انٹرن تھی جو میرے یونٹ میں نئی نئی آئی تھی۔وہ نوجوان اور ذہین تھی لیکن اسے اپنے گھر سے باہر کے معاملات کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔سارہ کی صرف ایک دوست تھی زمرد، جو کمپیوٹر کی ماہر ایک کمزور سی لڑکی تھی۔ کیونکہ یہ لڑکیاں ملازمت میں نئی نئی آئی تھیں،اس لیے ان کے پاس دوستیاں بنانے کا وقت تھا۔

اس روز بارش کے موسم میں یہ سب کی سب لڑکیاں، سارہ، ماریہ، کوثر اور زمرد، میرے کمرے میں آ دھمکیں اور میرا کمرہ رنگوں اور قہقہوں سے بھر گیا۔انھوں نے اعتراض کیا کہ اتنے رومانوی موسم میں ہم اندر بیٹھ کر کام کیوں کریں۔وہ چاہتی تھیں کہ میں انھیں لنچ کے لیے باہر لے جاؤں۔ مجھے یہ خیال تو پسند آیا لیکن میری گاڑی ٹھیک ہونے کے لیے ورکشاپ میں تھی اس لیے میں نے معذرت کی۔تاہم انھوں نے اصرار کیا کہ وہ گروپ میں جانا چاہتی ہیں اور راستے میں گانے گاتی جائیں گی۔انھوں نے مجھے بتایا کہ ماریہ، ہندوستان کی مشہور گلوکارہ،لتا منگیشکر کی طرح گاتی ہے۔

کوثر نے طارق سے بات کی اور ہم سب کے لیے اس کی گاڑی ادھار لے لی۔ہم سب گاڑی میں بیٹھے اور ایڈونچر کے موڈ میں چل دیے۔لنچ کے دوران ان عورتوں نے مختلف مردوں کا مذاق اڑایا۔انھوں نے ایک کنوارے کا ذکر کیا جو اپنے آپ کو ہیرو سمجھتا ہے۔میں نے کہا کہ مجھے زیادہ پریشانی ان شادی شدہ مردوں سے

ہوتی ہے جن کے بڑے بڑے بچے ہوتے ہیں اور پھر بھی ان کا انداز کنواروں جیسا ہوتا ہے۔اس پر کوثر کو ایک جھٹکا سا لگا اور باقی سب خاموش ہو گئیں۔ میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ شادی شدہ لوگ شاید یہ سوچتے ہوں گے کہ وہ محفوظ ہیں جو چاہیں کریں، وہ دونوں طرف کے مزے اٹھاتے ہوں گے، لیکن مجھے لڑکیوں کے بارے میں پریشانی ہوتی ہے۔ میں کوثر کو خبردار کرنا چاہتی تھی۔ ہم گروپ کی شکل میں اس کے بعد بھی چند مرتبہ باہر گئے لیکن میں نے کبھی طارق کا ذکر نہیں کیا۔

سارہ نے اپنی انٹرن شپ مکمل کر لی اور بہتر ملازمت کی تلاش میں چلی گئی۔ زمرد نے ایک اور عارضی ملازمت کر لی لیکن ہمیں کہہ گئی کہ اس کے لیے کسی بہتر ملازمت پر نظر رکھیں۔ وہ یواین ڈی پی کے ایسے کنٹریکٹ پر تھی جس کی ہر ماہ تجدید ہوتی تھی۔ کوثر کی ملازمت میں طارق نے توسیع کر دی اور وہ بہت مصروف رہنے لگی، اس لیے اس سے میری ملاقات کم ہی ہوتی تھی۔ میں ایک بار پھر تنہا رہ گئی۔

ایک دن میں نے زمرد کو فون کیا کہ اسے یواین ڈی پی میں آئی ٹی کی ایک ملازمت کے بارے میں بتا دوں۔ وہ کچھ زیادہ خوش نہیں ہوئی اور کہنے لگی کہ اسے یہ ملازمت کبھی نہیں مل سکے گی۔ میں حیران ہوئی اور اسے یاد دلایا کہ تمھیں تو اپنے خاندان کی کفالت کرنی تھی اور بہتر روزگار کی تلاش تھی۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے مجھے اعتماد میں لے کر کہا کہ طارق کبھی بھی اسے ملازمت پر نہیں رکھے گا۔ اس نے بتایا کہ طارق نے کئی بار اسے دفتر میں دیر تک رکنے کے لیے کہا لیکن اس نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ طارق نے اسے اپنی گاڑی میں گھر تک چھوڑنے کی پیشکش کی لیکن اس نے اسے کبھی قبول نہیں کیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اسے طارق سے بہت ڈر لگتا ہے۔ میں سن سکتی تھی کہ اس کی آواز خوف سے کپکپا رہی ہے۔

بڑی حیرت سے میں نے کہا، ''مگر وہ تو تمھارا سپروائزر نہیں تھا۔تم تو آئی ٹی سیکشن میں تھی اور تمھارا الگ سپروائزر تھا۔ طارق کا تو تم سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔''

اس نے ایک گہرا سانس لیا اور دھیمی آواز میں بولی ''طارق صاحب کا ہر نوجوان لڑکی سے ہر طرح کا واسطہ ہوتا ہے، خاص طور پر ان سے جو عارضی کنٹریکٹ پر ہوں۔'' ہم دونوں کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر وہ بولی ''اگر میں اس کے ساتھ دوستانہ تعلق رکھتی تو میرے کنٹریکٹ میں ایک سال کے لیے توسیع ہو جاتی۔ مگر وہ اسے ہر ایک ماہ بعد توسیع دیتا رہا اس خیال سے کہ شاید میں ہار مان لوں۔ میں نے فیصلہ کیا کہ ایسا نہیں کروں گی۔ اس نے کئی بار حد سے بڑھنے کی کوشش کی۔ اس نے یہاں تک کہا کہ مجھے اس کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔'' اس کی آواز پھٹ گئی۔ ''میں نے اپنے گھر والوں کو بھی اس کے بارے میں نہیں بتایا۔ مجھے ڈر تھا کہ وہ مجھے کبھی بھی ملازمت نہیں کرنے دیں گے۔ طارق نے مجھے ڈرایا۔ مجھے نہیں پتا کہ کس طرح میں نے حوصلہ کر کے ہر بار اس کی پیش قدمیوں پر انکار کیا۔''

میں نے کوثر کا ذکر کر دیا کہ اس کا ردِ عمل جان پاؤں۔ اس نے کہا شاید کوثر زیادہ تیز ہے، لیکن وہ کوثر کی طرح نہیں کر سکتی۔ میں نے زمرد سے کہا کہ وہ اس وقت طارق کی وجہ سے مشکل میں ہے لیکن کوثر بعد میں مشکل کا سامنا کرے گی جب اسے معلوم ہو گا کہ اسے کس طرح سے استعمال کیا گیا۔ زمرد نے یہ بھی کہا کہ وہ نئی ریسپشنسٹ لڑکیوں کی طرح بھی نہیں ہو سکتی۔ اس کی اس بات نے مجھے مخمصے میں ڈال دیا۔

اس نے مجھے بتایا کہ انٹرویوز کے دوران طارق نے غریب گھروں کی کچھ خوبصورت لڑکیوں کو چنا اور ان سے پوچھا کہ کیا وہ بھوربن کے پہاڑوں میں پرل کانٹی نینٹل ہوٹل میں اس کے ساتھ ایک رات گزاریں گی۔ ان میں سے دو نے حامی بھر لی اور انھیں ملازمت مل گئی۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ میں نے پوچھا کہ اسے کیسے پتا چلا۔ اس نے کہا کہ جب وہ اپنی تنخواہ کا آخری چیک لینے گئی تو آپریشنز ڈیپارٹمنٹ میں ہر شخص یہی بات کر رہا تھا۔ طارق اور ان لڑکیوں میں سے ایک کو لے کر بھوربن جانے والے ڈرائیور نے یہ کہانی لوگوں کو سنائی۔

میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے سپروائزر سے بات کی۔ وہ ہنسی اور کہنے لگی، ''وہ تو مجھ سے بھی زیادہ طارق سے ڈرتا تھا!'' اس نے کہا کہ اگر ہو سکے تو میں اس کے سپروائزر سے بات کروں۔ میں نے بعد میں اس سے بات کی وہ کہنے لگا کہ اس نے کئی بار طارق سے کہا ہے کہ زمرد بہت قابل لڑکی ہے اور اسے سال بھر کا کنٹریکٹ دیا جانا چاہیے لیکن طارق نے اسے مجبور کیا کہ وہ اپنی تجاویز میں وہی کچھ لکھے جو طارق چاہتا ہے۔ ''تم وہی لکھو گے جو میں لکھنے کے لیے کہوں گا۔ بس، کوئی سوال جواب نہیں!''

مجھے اکثر دفتر میں یہ باتیں سننے کو ملتیں کہ کوثر یو این ڈی پی کی سہولیات سے ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہے۔ ایک گاڑی اسے لانے اور لے جانے کے لیے مقرر تھی۔ وہ جب جہاں وہ چاہتی۔ گاڑی لے کر جا سکتی تھی۔ اس کے علاوہ اس کی غیر حاضری کو ریکارڈ پر لانا منع تھا۔ بعد میں مجھے پتا چلا کہ طارق نے متوسط طبقے کے علاقے میں ایک مکان کرائے پر لے رکھا تھا جہاں وہ دونوں ملا کرتے تھے۔ پاکستان کے رسوم و رواج میں کسی غیر شادی شدہ جوڑے کے لیے رہنے کی جگہ حاصل کرنا بہت مشکل تھا۔ میں کوثر کے بارے میں حیران تھی کہ ہر کوئی طارق کی حرکات کے بارے میں باتیں کر رہا تھا لیکن لگتا تھا کہ سینئر مینجمنٹ بالکل بے خبر ہے۔ میں سوچتی تھی کہ کیا وہ واقعی ان باتوں سے بے خبر ہے یا اس نے جان بوجھ کر آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔

باب:11

لوک ورثہ میں گزرے دن

ایک صبح میں اپنے دفتر میں بیٹھی تھی اور مردوں کے بارے میں اپنے خیالات سے خود کو بوجھل سا محسوس کر رہی تھی کہ اچانک میری نظر کتابوں کی الماری پر ایک کونے میں رکھے کاغذ کے گھوڑے پر پڑی۔ اس شوخ رنگوں سے سجے گھوڑے کو دیکھ کر میرا دل خوش ہو گیا۔ اس پر سرخ، پیلی، نیلی اور گلابی دھاریاں تھیں، فخر سے تنی سڈول گردن اور ٹانگوں کی جگہ پتلی پتلی ڈنڈیاں۔ زرّافے سے کچھ ملتی جلتی شکل تھی اس کی۔ اس میں ان خانہ بدوشوں کی پابندیوں سے آزاد زندگی کا عکس تھا، جو یہ کھلونے بناتے ہیں۔ یہ گھوڑا میرے پاس ان دنوں کی یاد کے لیے واحد نشانی تھا جب میں نے پاکستان کی روایتی ثقافت کو تحریری شکل دی۔ میں لوک اور روایتی ثقافت کے ادارے، لوک ورثہ، میں ڈپٹی ڈائریکٹر ریسرچ کے عہدے پر کام کر رہی تھی۔ کہیں اپنے اندر میں نے خود کو ہمیشہ خانہ بدوش محسوس کیا ہے، اپنی روح میں آزاد اور دنیا سے بے پرواہ۔ میں نے بار ہا خود کو خواب میں ایک آزاد پرندے کی صورت میں دیکھا جو سمندروں کے اوپر اڑتا ہے یا پھر آزاد گھوڑے کی طرح جنگلوں اور ویرانوں میں دوڑتا جاتا ہے۔ لیکن اب عارضی طور پر مجھ پر یو این کی ملازمت کی کاٹھی ڈال دی گئی تھی۔

یو این ڈی پی کے برعکس لوک ورثہ میں کام کا ماحول لبرل تھا۔ سو کے لگ بھگ عملے میں ہم تین عورتیں تھیں۔ ادارے کے سربراہ کا رویہ سرپرستانہ تھا۔ وہ حوصلہ افزائی کرتے تھے کہ میں تخلیقی کام کروں۔ عورتوں کے لیے کمتر ملازمتیں مخصوص نہیں تھیں ۔ میرے ساتھ کام کرنے والیوں میں سے ایک میڈیا سیکشن میں پروڈیوسر تھی۔ دوسری خاتون میوزیم گیلیریز کے ڈائریکٹر کی حیثیت میں سینئر منیجر کے عہدے پر تھی۔

لوک ورثہ میں کام کے دوران میں اپنی ثقافت کی جڑوں کے بارے میں جاننے میں پوری طرح مصروف رہی۔ اسی دور میں مجھے یہ اندازہ ہوا کہ پیشہ ورانہ ماحول میں مردوں کے ساتھ تعلقات میں کیا مشکلات ہیں۔ میں ایک جوشیلی نوجوان پروفیشنل تھی جو اپنی صلاحیتیں منوانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔ میں بھرپور توانائی کے ساتھ پیشہ ورانہ زندگی میں داخل ہوئی تھی۔ میں نے ریسرچ کے نئے موضوع ڈھونڈے، دیہی علاقوں کا سفر کیا، اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں کے انٹرویو کیے۔ تقریباً ہر روز مجھے اپنی

روایات کے بارے میں کوئی ایک نئی چیز معلوم ہوتی۔ میرا زندگی کے بارے میں نقطہ نظر، موسیقی کا ذوق، حتیٰ کہ کپڑے پہننے کا انداز تک بدل گیا۔ میں نے ثقافت کے بارے میں اپنی سوجھ بوجھ کو بہتر بنایا اور اس ہی سے دیہات کے لوگوں اور ان کے رہن سہن کے بارے میں میری سوچ بھی بدلی۔ میں اپنے کام کے ہر لمحے سے لطف اندوز ہوتی تھی۔

شروع میں تو مجھے اپنے ساتھی مردوں سے رابطے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ ہم اکٹھے بیٹھتے، نئے آئیڈیاز پر کام کرتے اور دستاویزی فلمیں بنانے، تحقیقی کام اور رپورٹوں کی اشاعت کے معاملات پر غور وفکر کرتے۔ تاہم جلد ہی میں نے محسوس کیا کہ لبرل مردوں کے ساتھ کام کرنے میں کچھ خاص چیلنج پیش آتے ہیں۔ بعض اوقات تو مجھے شبہ ہوتا کہ متوسط طبقے کے مرد محض شراب اور عورتوں تک آزادانہ رسائی کے لالچ میں لبرل ہونے کا لبادہ اوڑھ لیتے تھے۔ تمام لبرل مردوں کے بارے میں ایسا سوچنا درست نہیں لیکن عورتوں کی طرف جنسی پیش قدمی کرتے ہوئے وہ ایک عجیب قسم کا استحقاق ظاہر کرتے تھے، خاص طور پر اگر عورت رضامند نہ ہو۔ جب کوئی عورت ان کی جنسی پیش قدمی کو رد کر دیتی تو یہ لبرل مرد اسے قدامت پسند اور ''مڈل کلاس اخلاقیات میں پھنسی ہوئی'' شخصیت قرار دیتے تھے۔ یہ بات ان کے دماغ میں کبھی نہیں آتی تھی کہ کوئی عورت ان کی جنسی پیش قدمی کو اس وجہ سے بھی مسترد کر سکتی ہے کہ وہ انھیں پسند نہیں کرتی۔ ان کی انا کبھی اس امکان کو قبول نہیں کرتی تھی۔

میں نے نوٹ کیا کہ سینئر خاتون جو خوش وخرم شادی شدہ زندگی گزار رہی تھیں اور کسی قسم کا تعلق بنانا نہیں چاہتی تھیں تمام پیش قدمیوں اور جنسی لطیفوں کو نظر انداز کر دیتی تھیں اور ایسا ظاہر کرتی تھیں جیسے وہ یہ سب سمجھ ہی نہیں سکتیں۔ زیادہ تر ساتھ کام کرنے والے مردان ذو معنی لطیفوں سے لطف اندوز ہوتے اور کبھی دفتر کے ماحول میں جنسی ترغیب کے اس رویے پر اعتراض نہ کرتے۔

مجھے مردوں کے ساتھ رومانوی تعلق بنانے میں دلچسپی نہیں تھی۔ میں صرف اپنے کیریئر پر توجہ دینا چاہتی تھی۔ میں تو اپنے والدین کو بھی میری شادی کے بارے میں بات چیت کرنے نہیں دیتی تھی۔ میری شدید خواہش تھی کہ شادی سے پہلے خود کو اپنے پیشے میں مستحکم کرلوں۔ میں اپنے راستے میں کسی رکاوٹ کی روادار نہیں تھی۔۔ لیکن میں نے جہاں بھی کام کیا، وہاں مجھے غیر متوقع طور پر غیر ضروری دباؤ کا سامنا کرنا پڑا۔

شراب پاکستان میں قانونی طور پر ممنوع ہے۔ شراب کی کھلے عام خرید وفروخت منع ہے۔ اگر کوئی شخص شراب کے نشے میں پایا جائے یا اس کے پاس شراب موجود ہو تو اسے قانوناً سزا دی جا سکتی ہے۔ غیر مسلموں کو شراب خریدنے کے لیے ایک خصوصی اجازت نامہ حاصل کرنا پڑتا ہے۔ تاہم یہ سب قوانین عام لوگوں کے لیے ہیں۔ امیر طبقے کے گھرانوں، اور بزعم خود لبرل لوگوں مثلاً فنکار، امیر کاروباری افراد، ادیب اور بائیں بازو

سے تعلق رکھنے والوں کے ہاں شراب کا استعمال عام ہے۔ عام لوگوں کی دسترس سے شراب یوں بھی باہر ہوتی ہے کیونکہ یہ صرف بلیک مارکیٹ میں بکتی ہے۔ عام طور پر غریب اور متوسط طبقے کے لوگ شراب پینے کو گناہ سمجھتے ہیں لیکن امراء اور لبرل حلقے اسے فیشن ایبل اور اپنے روشن خیال ہونے کی نشانی سمجھتے ہیں۔

مجھے ایک موقع تو واضح طور پر یاد ہے جب میرے سپر وائزر نے مجھے لبرل اخلاقیات پر پورا نہ اترنے پر بے حد شرمندہ کیا تھا۔ اس کے گھر پر ایک پارٹی تھی۔ مہمان ایک دوسرے سے ملحق تین کمروں میں بیٹھے تھے۔ کچھ لوگ کھڑے ہو کر باتیں کر رہے تھے باقی لوگ شوخ رنگوں والے صوفوں پر بیٹھے تھے۔ میں اپنے دفتر کے رفقا کے ساتھ ایک دائرے میں نیچی سی تپائی پر بیٹھی تھی۔ زیادہ تر لوگ شراب پی رہے تھے اور گپ شپ کر رہے تھے۔ میں امریکی اخلاقیات پر عمل کر رہی تھی کہ لوگوں کے بارے میں اس وقت رائے قائم نہ کرو جب وہ اپنے من کی موج میں ہوں۔ میں صرف یہ چاہتی تھی کہ وہ میرے ساتھ بھی اسی اخلاقی اصول کے مطابق سلوک کریں۔

لوگ مجھ سے پوچھتے رہے کہ کیا وہ میرے لیے ڈرنک بنائیں اور میں ان سے کہتی رہی کہ میں پی رہی ہوں۔ میرے ہاتھ میں اورنج جوس کا گلاس دیکھ کر وہ بھنویں چڑھانے لگتے۔ میرے سپر وائزر نے الزام لگانے والے انداز میں مجھ سے پوچھا ''تم نے امریکہ میں آٹھ برس کے دوران بالکل شراب نہیں پی؟''

میں نے لاپروائی سے جواب دیا ''نہیں''۔

اس نے اپنی بات جاری رکھی اور بولا، ''اب تم کہو گی کہ تم نے کبھی مردوں سے تعلقات نہیں بنائے اور کسی مرد سے دوستی بھی نہیں کی۔''

مجھے بڑا غصہ آیا اور میں نے کہا ''سنو جو کچھ میں کرتی ہوں وہ میرا معاملہ ہے۔ تمھیں کوئی حق نہیں کہ میرے بارے میں باتیں کرو''۔

میرے غصہ بھرے لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے مزید اصرار کیا، ''کیا تم سنجیدہ ہو؟ تم امریکہ سے ہو کے آئی ہو یا کسی پنجاب کے گاؤں سے؟'' پھر اس نے اونچی آواز میں سب کو مخاطب کر کے کہا، ''کیا یہ واقعی امریکہ گئی تھی۔ اس کے کاغذات چیک کرو!'' اس کی آواز میں نشے کی وجہ سے تھرتھراہٹ تھی۔ پورا کمرہ قہقہوں سے گونج اٹھا۔

امریکہ میں کسی نے میرے بارے میں شراب سے گریز یا لڑکوں سے دوستی نہ کرنے کی بنیاد پر رائے قائم نہیں کی۔ مجھے دکھ ہوا کہ میرے اپنے ملک میں، جہاں یہ طور طریقے ہماری ثقافت کا حصہ بھی نہیں تھے، لوگ مجھے شرمسار کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھے یہ احساس دلانے کی کوشش کی کہ میں اصلی لبرل نہیں ہوں کیونکہ میں شراب کے بارے میں اپنی ''روایتی جھجک'' کو دور نہیں کر پائی تھی۔

ان دشواریوں کے باوجود، میں نے اس ادارے میں آہستہ آہستہ دوست بنانے شروع کر دیے۔ مجھے اپنے کام سے بے حد لگاؤ تھا اور جو کچھ بھی کرتی اس سے بہت لطف ملتا تھا۔ بعض اوقات میرے ساتھی حیران ہوتے کہ میں سرکاری فائلوں پر ایک معمولی سا نوٹ لکھنے جیسا کام بھی پورے انہماک کے ساتھ کرتی تھی۔ وہ لوگ اس کا مذاق بھی اڑاتے تھے۔ پیشہ ورانہ دنیا میں نو وارد ہونے کی وجہ سے میں چاہتی تھی کہ میں ہر چیز سیکھوں۔ تاہم کام کے دوران مجھ پر مسلسل مردوں اور عورتوں کے پیشہ ورانہ تعلقات کے بارے میں ایک عجیب عدم اطمینان کا احساس چھایا رہتا تھا۔

عورتوں پر نظر رکھنا مردوں کی بالادستی والے معاشروں میں ایک فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ لوک ورثہ میں ملازمت کے ابتدائی دنوں ہی سے مجھے یہ احساس ہو گیا تھا کہ یہاں پر مرد میرا جائزہ لیتے ہیں۔ میں مردوں کی گفتگو سے زیادہ واقف نہیں تھی لیکن اپنے اندر ان کے تبصروں کو محسوس کر سکتی تھی۔ ان کی باتوں میں ایک عجیب قسم کی مسابقت کا تاثر بھی ملتا تھا کہ ان میں سے کون پہلے مجھ سے دوستی کر پائے گا۔

انسٹی ٹیوٹ میں موجود تخلیقی کام اور آزادانہ ماحول کے باوجود ہر رابطے میں جنسیت کا ایک احساس بھی موجود رہتا تھا۔ میں نے یہ بات اپنے باس کے اندر نمایاں طور پر محسوس کی۔ وہ ایک انتھروپالوجسٹ تھا اور خود کو لبرل ازم کا ایک بڑا ستون سمجھا کرتا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ اس ناطے سے وہ یہ سمجھتا تھا کہ اسے یہ حق حاصل ہے کہ جو عورت بھی اس سے ملنے آئے، اس کے ساتھ کام کرے یا صرف اس کے دفتر کے قریب سے گزرے، وہ اس پر جنسی نوعیت کے تبصرے کرے۔ وہ ہماری ماہواری، جنسیت سے متعلق لوک روایات اور دوسرے کئی بظاہر علمی، مگر واضح طور پر غیر معقول موضوعات پر بات کیا کرتا۔ اسے خاص طور پر جنسی اشاروں میں گندے لطیفے سنانا پسند تھا۔

میں نے اس چیلنج سے اسی طرح نمٹنے کی کوشش کی جس طرح میں نے امریکہ میں کیا تھا کہ مردوں کو جنسیت کے ذہنی غلبے سے نکال کر ایک بلند تر عقلی دوستانہ تعلق کی طرف لے جایا جائے۔ یہاں بھی میں رفتہ رفتہ انسٹی ٹیوٹ کے کچھ لوگوں کے ساتھ دانشورانہ سطح پر دوستی قائم کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ لیکن پھر بھی کبھی کبھی مجھے خیال آتا تھا کہ کیا واقعی میری کوشش کامیاب رہی ہے یا پھر باقی مرد یہ سوچ کر پیچھے ہٹ گئے ہیں کہ مجھے کسی زیادہ مضبوط مرد کے لیے چھوڑ دینا چاہیے۔ مجھے شک تھا کہ ہمارا باس ہمارے بارے میں مخصوص تاثر پھیلا رہا تھا لیکن اس نے واضح طور پر ایسا کچھ نہیں کیا جس پر میں انگلی رکھ سکتی۔

میں ان ناپسندیدہ خیالات اور احساسات کو دبانا چاہتی تھی۔ میں نے خود کو سمجھایا کہ میں پاکستان میں بہت سی ملازمت پیشہ خواتین کی نسبت کہیں بہتر ہوں۔ کم از کم مجھے اپنا کام تو پسند ہے اور میرے آس پاس موجود مرد کی اکثریت مجھ سے احترام سے پیش آتی ہے۔ اس کے علاوہ مجھے دوسری لڑائیاں بھی لڑنی پڑ رہی

تھیں۔ سینئر انتظامیہ ناخوش تھی کہ میں نے جسم فروشی جیسا متنازع موضوع تحقیق کے لیے چُن لیا تھا۔ میں بھرپور کوشش کر رہی تھی کہ اس پراجیکٹ کو ہاتھ سے نہ جانے دوں۔ اسی دوران انسٹی ٹیوٹ کے کچھ عملے نے ایگزیکٹو ڈائریکٹر کے خلاف لیبرلائز کے حوالے سے مہم شروع کر رکھی تھی۔

میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ میرے تحقیقی موضوعات کی منظوری کے لیے بہت سا وقت صرف ہو رہا ہے۔ انتظامیہ کے مسائل اور دوسری سرگرمیوں میں بھی میرے اوقات کار کا ایک بڑا حصہ صرف ہو جاتا ہے۔ اپنی روح کی آزادی کو قائم رکھنے کے لیے میں نے فیصلہ کیا کہ میں اپنے تحقیقاتی منصوبوں پر بھی کام کروں۔ اسلام آباد میں ایک روایتی سرکس والے آ گئے۔ خانہ بدوشوں جیسے خیمے، دیہات کے لوگوں کی غیر معمولی صلاحیتیں اور اسلام آباد جیسے جدید شہر میں ان کی موجودگی کے درمیان تضاد نے مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ میں نے سوچا کہ میں یہ معلوم کروں کہ یہ کون لوگ ہیں اور ٹیلی ویژن اور فلموں کے اس دور میں بھی تفریح کے اس روایتی کاروبار کو کیوں اپنائے ہوئے ہیں۔ میں ہر فنکار کی ذاتی زندگی کے بارے میں جاننا چاہتی تھی۔ میں نے اپنے باس سے اس پر بات کی اور ہم دونوں متفق ہو گئے کہ میں صبح سویرے اور شام کو دفتر کے اوقات کے بعد اس تحقیق پر کام کروں گی۔

سرکس کے کارکن نیم خانہ بدوش لوگ تھے جو اپنے خیموں اور دوسرے ساز و سامان کے ساتھ شہر شہر گھومتے ہیں۔ اسلام آباد میں وہ میرے گھر کے نزدیک ایک بڑے پارک میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ دو ہفتے تک میں صبح پانچ بجے اپنے گھر سے نکلتی تھی تاکہ صبح کے کچھ گھنٹے ان کے ساتھ ان کے خیموں میں گزاروں۔ اس وقت وہاں جو کوئی بھی جاگ چکا ہوتا، میں اس سے بات کرتی۔ اکثر کارکن اور جانوروں کے تربیت کنندہ اس وقت اٹھ چکے ہوتے اور اپنے جانوروں کو بڑی لگن کے ساتھ خوراک دے رہے ہوتے تھے۔ شام کو میں سرکس کے منتظمین اور فنکاروں سے ملتی تھی اور رات کے ایک دو بجے تک ان کا شو ختم ہونے تک ان کے ساتھ رہتی۔ اس زمانے میں میرے لیے کھانا کھانے یا نیند پوری کرنے کی اہمیت ختم ہو چکی تھی۔

میں نے سرکس میں شامل مختلف لوگوں کی زندگی کے بارے میں کہانیاں لکھیں۔ میں نے ببر شیر کو سدھانے والے شخص عبدل کے ساتھ دوستی کر لی۔ میں صبح سویرے اس کے پاس جاتی اور اس سے بات چیت کرتی کہ اس کا شیر کے ساتھ کس طرح کا تعلق تھا اور جانوروں کے ساتھ کس قسم کے حادثات پیش آتے ہیں، ان کے نتائج کیا ہوتے ہیں اور وہ کس طرح ان پر پردہ ڈالتے ہیں۔ ایک دن جب اس کے پاس پہنچی تو وہ پُر ہیبت شیر کے ساتھ پنجرے میں اپنے فن کے مظاہرے کی مشق کر رہا تھا۔ عبدل نے مجھے اشارہ کیا کہ اندر آ جاؤ۔ میں ہچکچائی مگر اس نے کہا ''چلو، آ جاؤ۔ یہ دوست ہے۔ اس وقت تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا جب تک تم اسے اس پر اکساؤ نہیں۔''

میں نے دل میں سوچا ''ہاں، دوست ہے'' کتّوں کے مالکان بھی یہی کہتے ہیں ''ڈرو نہیں، دیکھو یہ کتنا دوستی کرنے والا ہے۔'' اس سے پہلے عبدل مجھے بتا چکا تھا کہ اس شیر نے پنجرے کے اندر آ کر تنگ کرنے والے ایک آدمی کا بازو چبا ڈالا تھا۔ بہر حال، ڈرتے ڈرتے میں پنجرے کے اندر چلی ہی گئی۔ شیر نے مجھے دیکھا اور دھاڑا۔ میں نے اس کے رکھوالے سے کہا ''مجھے لگتا ہے کہ اسے میں پسند نہیں ہوں۔ کیوں نہ میں باہر ہی آپ کا انتظار کر لوں؟''

شیر ایک چھوٹی سی نیچی تپائی پر بیٹھا ہوا تھا۔ عبدل نے اصرار کیا کہ میں اس کے بالکل قریب دوسری تپائی پر کھڑی ہو جاؤں۔ اس نے بتایا کہ ''ایک اور لڑکی ہے جو اس شیر کے ساتھ یہ کھیل کرتی ہے۔ وہ شیر کے ساتھ تپائی پر کھڑی ہوتی ہے''۔

''وہ لڑکی تو شیر کے ساتھ پلی بڑھی ہے، مگر میں تو شیر کو جانتی بھی نہیں''، میں نے بے یقینی سے کہا۔

وہ مصر رہا تو آخر کار میں نے ایک گہرا سانس لیا اور شیر کے ساتھ والی تپائی پر کھڑی ہو گئی۔ شیر نے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ میں اس کے بہت قریب جا رہی ہوں۔ اچانک میں نے خوف پر قابو پا لیا اور اپنا کیمرہ عبدل کو دیا۔ ''کیا پتہ کب پھر میں ببّر شیر کے اس قدر نزدیک ہو سکوں۔ میری تصویر اتارو۔ اگر میں زندہ بچ گئی تو مجھے یقین ہے کہ مجھے اس تصویر سے بے حد خوشی ہو گی۔'' مجھے شیر کی سانسوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ مجھ سے کوئی چھ انچ کے فاصلے پر تھا اور اس کا انداز ذرا بھی دوستانہ نہیں تھا۔ میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا لیکن شیر اپنا سر اونچا کیے کھڑا تھا جیسے کوئی بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھا ہو۔

عبدل نے کیمرہ میری طرف کیا اور کہا ''اب تم اپنا ہاتھ شیر کی پشت پر رکھ لو''

میں نے انکار کرنے کی کوشش کی۔ ''کیا؟ نہیں، میں ایسا نہیں کروں گی۔ سوری، مگر شیر پہلے ہی بے چین ہو رہا ہے۔ صاف نظر آ رہا ہے۔''

کیمرے میں دیکھتے ہوئے عبدل نے کہا کہ ''اگر تم اصلی عورت ہو تو تمھیں شیر سے کبھی ڈر نہیں لگے گا۔''

میں تھوڑا سا ہچکچائی لیکن آخر کار یہ کہتے ہوئے مان گئی کہ ''اگر آپ کہتے ہیں تو ٹھیک۔'' شیر یہ اشارہ دیتے ہوئے کہ دوسری تپائی پر میرا کھڑا ہونا اسے پسند نہیں ہے اپنا سر میری طرف گھماتا رہا۔ ڈرتے ڈرتے میں نے نرمی سے اپنا ہاتھ شیر کی پشت پر رکھ دیا اور کیمرے نے تصویر اتار لی۔

خونخوار جانور ہیبت ناک ہوتے ہیں لیکن عام طور پر یہ بات یقینی ہوتی ہے کہ اگر آپ ان کو نہ چھیڑیں تو وہ آپ پر حملہ نہیں کریں گے۔ نرم خو جانور مثلاً انسان کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ بظاہر وہ دوست دکھائی دیتے ہوں لیکن وہ بغیر آپ کے اشتعال دلائے آپ کی زندگی کو مجروح کر سکتے ہیں۔

میرا باس اپنے سٹاف کے سامنے شیخی بگھارتا تھا کہ اس کے اور اس کی غیر ملکی بیوی کے درمیان شادی کا ایک آزادانہ معاہدہ ہے یعنی وہ اور اس کی بیوی دونوں دوسرے لوگوں کے ساتھ سونے کی آزادی رکھتے ہیں۔ وہ اس قسم کی باتیں محض دوسرے افراد، خصوصاً خواتین کو، چونکانے کے لیے کرتا تھا۔ اس کے ارد گرد موجود عورتوں اور مردوں نے ایسی باتوں کو اس کی شخصیت کا ایک حصہ سمجھ کر قبول کر لیا تھا۔ میرے لیے اسے قبول کرنا بہت مشکل تھا۔ اکثر وہ کوئی نہ کوئی ایسی بات کہہ کر چونکا جاتا جس پر میں کئی کئی دن سوچتی رہتی۔

ایک روز سٹاف میٹنگ سے نکلتے ہوئے اس نے ہنستے ہوئے مجھے بتایا کہ سیلز کے شعبے کا ایک ڈپٹی ڈائریکٹر، جسے میں دنیا کا شائستہ ترین اور بے ضرر آدمی سمجھتی تھی، میری برا کے سائز کا اندازہ لگانے کی کوشش کرر ہا تھا۔ اس نے اپنے دفتر میں داخل ہوتے ہوئے بڑے فخر سے کہا، ''ہمارے درمیان اختلاف رائے تھا، لیکن مجھے یقین ہے کہ میں درست ہوں۔'' میں ٹھٹھک کر رہ گئی۔ میں اس کے دفتر کے باہر کھڑی تھی اور مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اسے کیا جواب دوں۔ میں نے اس کی مخالفت کا فیصلہ کیا لیکن میرے ردعمل سے وہ صرف محظوظ ہوا۔ اپنی میز پر فائلیں رکھتے ہوئے اس نے کندھے اچکائے، ''جب ہم کسی عورت کے بارے میں بات کرتے ہیں تو پہلا نکتہ یہی چیز ہوتی ہے۔ اگلی بات ہم یہ کرتے ہیں کہ آیا وہ جنسی تعلق کے لیے تیار ہو جانے والی عورتوں میں سے ہے یا پھر دشوار مزاج ہوگی۔'' مجھے اس قدر مایوسی ہوئی کہ میں فوراً کمرے سے باہر نکل گئی۔ ایسے مرد ناقابل برداشت ہوتے ہیں جن کے لیے عورت لطف اندوز ہونے کی ایک چیز جیسی حیثیت رکھتی ہو۔

دفتر میں اس قسم کے کئی مسائل مجھے پریشان کرتے لیکن ہر صبح میں چہرے پر ایک مسکراہٹ لیے واپس آتی۔ میری کوشش تھی کہ میں ایک حقیقی پروفیشنل بن کر دکھاؤں جس پر کوئی دشواری اثر نہیں کرتی اور میں مردوں سے دس گنا زیادہ کام کرنے کی کوشش کرتی۔ میں اپنے کام پر توجہ مرکوز رکھتی اور فروعی مسائل کو نظر انداز کرنے کی پوری کوشش کرتی۔ میں سمجھتی تھی کہ ان مسائل کا ہر عورت کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر میں اپنے اصولی موقف پر ڈٹی رہی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر مرد اپنے جنسی خیالات کو ایک طرف کر دیں تو ان سے حقیقی دوستی ہو سکتی ہے۔ بہت سے لوگوں کے بارے میں یہ خیال درست تھا اور انسٹی ٹیوٹ کے دنوں میں کچھ لوگ حقیقی معنوں میں میرے عمر بھر کے دوست بنے۔ لیکن مجھے اس یقین کی قیمت بھی ادا کرنی پڑی کہ ہر فرد بنیادی طور پر اچھا انسان ہوتا ہے۔

میں اپنے خیالوں کی دنیا میں تھی کہ فون کی گھنٹی نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے فون اٹھایا۔ طارق مجھے کسی ضروری بات کے لیے اپنے دفتر میں بلا رہا ہے۔ میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

D:\GRAPHICS\BOOKS & REPORTS\Books & Covers\Working with Sharks URDG\PDF Launch for 8 March 2016\sharks =; 2/10/2016 11:21 AM PAGE 92 (1,1)

حصہ دوم

عزتِ نفس کی جنگ

D:\GRAPHICS\BOOKS & REPORTS\Books & Covers\Working with Sharks URDG\PDF Launch for 8 March 2016\sharks [illegible] 2/10/2016 11:21 AM PAGE 96 (1,1)

باب:12

اللہ نے بنائی جوڑی

میں طارق کے دفتر میں یہ سوچتے ہوئے داخل ہوئی کہ نامعلوم کونسی بات میری منتظر ہے۔ زوردار مسکراہٹ کے ساتھ اس نے مجھے اپنے سامنے بیٹھ جانے کو کہا اور خود اپنی کرسی پر آگے کو ہو کر بیٹھ گیا۔ ''میں پشاور جارہا ہوں۔ میری ماں نے مجھے بلایا ہے'' اس نے اپنی کرسی پر خوشی سے مچلتے ہوئے کہا۔

''اچھا...... یہ تو اچھی بات ہے!'' میں نے زبردستی کی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''میں اپنی ماں سے کئی سال کے بعد ملوں گا اور اب بھی میں اسے چوری چھپے ملوں گا۔ باپ نے میرا گھر میں داخلہ بند کر رکھا ہے''۔ میری پژمردہ مسکراہٹ غائب ہوگئی اور حیرانی سے میرے ماتھے پر شکنیں آ گئیں۔ اس نے بتایا کہ جب اس نے شادی کی تو اس کے خاندان والے بے حد ناراض تھے کیونکہ اس کی بیوی پہلے سے شادی شدہ تھی۔ اس نے کہا کہ لوگ کنواری لڑکی سے شادی کو بڑی اہمیت دیتے ہیں لیکن اس کا خیال تھا کہ یہ رویہ درست نہیں۔ اس نے بتایا کہ اس کے باپ نے کبھی اس کی بیوی کو قبول نہیں کیا اور سارے خاندان کو اس کے ساتھ تعلق رکھنے سے منع کر دیا۔ میں نے کچھ سوچ کر اس کے ساتھ ہمدردی نہ جتانے کا فیصلہ کیا اور اسے 'سفر بخیر' کہتے ہوئے اس کے دفتر سے نکل آئی۔

بعد میں اسلام آباد کی ایک سماجی تقریب میں میری ملاقات چند عورتوں سے ہوئی جن کے شوہر فوج میں تھے۔ ادھر ادھر سے سنائی دینے والی باتوں کو یکجا کیا تو طارق کی شادی کی حقیقت کھلی۔ ان عورتوں سے پتہ چلا کہ طارق فوج میں کرنل تھا اور اس نے اپنے سینئر ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے ہی یونٹ کے ایک ماتحت افسر کی بیوی کو عشق کے جال میں پھانس لیا۔

مجھے معلوم تھا کہ فوج کے ماحول میں پاکستان کی عام ''گھریلو خواتین'' کے مقابلے میں نوجوان فوجی افسروں کی بیویاں سماجی زندگی میں زیادہ حصہ لیتی ہیں۔ سماجی تقریبات میں عورتیں عموماً دوسرے تمام افسروں کو بھائی کہہ کر بلاتی ہیں اور مرد اپنے طبقے کی تمام عورتوں کو بھابی کہتے ہیں۔ طارق جیسے لوگ ان مواقع کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کر سکتے تھے۔ طارق عورتوں سے تعلقات کے سلسلے میں مشہور تھا۔ یہ وہ خصوصیت ہے جو

کسی مرد کو دوسرے مردوں میں مقبول بناتی ہے بشرطیکہ اس میں ان کی اپنی بیوی یا بہن ملوث نہ ہو۔

سمیرا نے، جو اس وقت بمشکل بیس برس کی تھی، طارق کے لیے اپنے شوہر کو چھوڑ دیا۔ اس کے شوہر نے واقعے کی باقاعدہ شکایت درج کرائی۔ طارق کی خوش قسمتی کہ اس کا باپ خود فوج میں اعلیٰ افسر رہا تھا اور اس نے اپنے شناسا اعلیٰ افسران کے ذریعے اپنے خاندان کی عزت بچالی۔ میرا خیال ہے کہ فوج نے اس کالی بھیڑ کو اپنے نظام سے نکال کر سول سروس میں بھجوا دیا۔ مسئلے کو کسی دوسری طرف منتقل کر دینا ایک جانا پہچانا انتظامی حل ہے، چنانچہ اسے ایک وزارت میں ڈپٹی سیکرٹری کے عہدے پر تعینات کر دیا گیا۔

لوگوں کا کہنا تھا کہ طارق کا باپ اس کے آئے روز کے سکینڈلز سے تنگ تھا۔ طارق نے اس سے پہلے بھی پسند کی شادی کی تھی لیکن بعد میں اسے طلاق دے دی۔ ایک عورت نے مجھے بتایا کہ جب طارق سمیرا کو لے کر بھاگ گیا تو طارق کے باپ نے آئندہ اپنے بیٹے سے قطع تعلق کا اعلان کر دیا۔ سرکاری ملازمت کے دوران طارق نے یواین ڈی پی کی انتظامی اسامی کے لیے درخواست دی۔ بل ڈکنز عورتوں میں دلچسپی سمیت اس کے پس منظر سے پوری طرح واقف تھا اور خود بھی ایسے ہی خیالات رکھتا تھا۔ چنانچہ دونوں یواین ڈی پی میں دفتر کے اندر اور باہر عورتوں کا پیچھا کرنے کے لیے اکٹھے ہو گئے۔ جب رابرٹ انگلینڈ اسلام آباد پہنچا تو طارق نے فوراً اس کے ساتھ تعلقات گانٹھ لیے۔

بدقسمتی سے یواین ڈی پی کی حالت ایک سال سے زیادہ عرصے سے ایسی تھی جیسے بغیر ملاح کی کشتی ہو۔ کوئی کام صرف اس وقت ہو پاتا تھا جب کوئی اس کا پوری شدومد سے پیچھا کرے، وگرنہ تمام فیصلے دھرے کے دھرے رہ جاتے تھے۔ کسی کام کے خود بخود ہو جانے کی روایت اس ادارے میں نہیں تھی۔ دفتری نظام کو چلانے میں کلرک عملے کا کردار بے حد اہم تھا لیکن وہ دفتری ذمہ داریوں پر توجہ دینے کی بجائے سٹاف ایسوسی ایشن کی سرگرمیوں میں مصروف رہتے تھے۔ ان پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں تھا۔ یہ لوگ کسی مافیا کی طرح مضبوط تھے۔

انتظامی امور کو توجہ کی اشد ضرورت تھی۔ رابرٹ اگرچہ مینجر تھا مگر انتظامی کام سے اسے نفرت تھی۔ اسے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ کسے ترقی دی جانی چاہیے، سٹاف ایسوسی ایشن کے مطالبات کیا ہیں، یواین ڈی پی کی ملازمتیں دینے کی پالیسی کے بارے میں کیا شکایات ہیں یا ٹرانسپورٹ کے نظام کے کیا مسائل ہیں۔ وہ ان مسائل کو نظام کی خرابی کی نشانیاں نہیں سمجھتا تھا بلکہ اس طرح دیکھتا تھا کہ یہ کچھ مسائل ہیں جن سے نمٹا جانا چاہیے۔ وہ مقامی انتظامیہ کو کسی ایسے فرد کے حوالے کر دینا چاہتا تھا جو معاملات کو سنبھال لے اور کسی قسم کے تجزیے میں پڑے بغیر بس کام کر دے!

طارق کی ابتدائی تربیت فوج میں ہوئی تھی جو ایک سخت درجہ بندی والا ادارہ ہے۔ اس تربیت نے اسے سکھا دیا تھا کہ اعلیٰ افسر کی تابعداری کیسے کی جاتی ہے اور ماتحتوں پر کس طرح حکم چلایا جاتا ہے۔ وہ افسر کے حکم

کی تعمیل میں بہترین کارکردگی دکھاتا تھا۔اس طرح اس نے اپنی افسری اور اختیار کا دائرہ وسیع کرلیا تھا۔

طارق کو ایسے انتظامی مسائل حل کرنا بے حد پسند تھا جن میں فیصلہ کرنا ہو کہ کسے ملازمت پر رکھنا ہے، کسے ملازمت سے نکال دینا ہے، کس کو چھٹی ملے گی، کس کے بیمے کے بل منظور ہوں گے، کون حکومت کے وزرا کے ساتھ تربیتی دوروں پر جائے گا اور دفتر میں کون کہاں بیٹھے گا۔اصل میں اسے یہ پسند تھا کہ لوگ ذرا ذرا سے کام کے لیے اس کے پاس آئیں تاکہ وہ جان سکیں کہ طارق کتنا اہم آدمی ہے۔ طارق اپنی اس حیثیت کو مراعات پر سودے بازی کے لیے استعمال کرتا تھا۔

جیسے ہی رابرٹ کوئی شکایت منہ سے نکالتا، طارق اسے دور کردیتا۔سٹاف ایسوسی ایشن کے لوگ تنگ کرتے تو رابرٹ صرف طارق کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا اور طارق انھیں چپ کرانے کے لیے دوڑ پڑتا، چاہے اسے ان لوگوں کو باہر لے جانا پڑے اور انھیں نئے جوتے خرید کردینے پڑیں تاکہ وہ چپ ہو جائیں۔

ایک طویل عرصے کے بعد بل ڈکنز کی جگہ ایک ڈپٹی آپریشنز آیا تھا لیکن رابرٹ نے طارق سے کام لینا جاری رکھا۔ نیا ڈپٹی، لیونگا فیوی، سموا کا رہنے والا تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جنھیں یو این اپنے رکن ملک کی حکومت کی درخواست پر ملازمتوں میں جگہ دیتی ہے نہ کہ میرٹ پر۔اسے جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ رابرٹ اور طارق کی ٹیم کے مقابلے میں اس کی حیثیت کیا ہے اور پھر وہ دفتر کے معاملات میں زیادہ دلچسپی نہ لینے کا فیصلہ کرکے اپنی جگہ پر مطمئن ہو کر بیٹھ گیا۔سٹاف کے دوسرے لوگوں کو کوئی پرواہ نہیں تھی۔ ہمارے دفتر کے زیادہ تر لوگوں کی کل خواہش یہ تھی کہ پورے پانچ بجے دفتر سے گھر چلے جائیں اور ہر ماہ کے اختتام پر اچھی تنخواہ پائیں۔ دفتر کو اچھے طریقے سے چلانے کے بارے میں کسی کو پریشانی نہیں تھی۔

رابرٹ جنوبی ایشیا کی کہانیوں کے ان بادشاہوں کی طرح تھا جن کی دلچسپیاں گھڑسواری، تیراندازی اور ایسی ہی دوسری ''اہم'' ترجیحات ہوا کرتی تھیں اور جو ملک کا نظم ونسق چند وفادار مگر بدعنوان وزرا کے حوالے کردیتے تھے۔ بادشاہ کو صرف ایک چیز کی پرواہ ہوتی تھی کہ سلطنت میں اس کا اقتدار قائم رہے تاکہ وہ اپنی پسندیدہ سرگرمیاں جاری رکھ سکے۔رعایا کے معمولی معمولی مسائل کو اس کی زندگی میں مخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ بادشاہ کو عوام پر محصولات کے بوجھ یا کسانوں کی مشکلات سے کوئی غرض نہیں ہوتی تھی۔ وہ اپنے مشاغل میں اس قدر مصروف رہتا تھا کہ اس طرح کی گھٹیا تفصیلات پر غور نہیں کرسکتا تھا۔

رابرٹ اقوامِ متحدہ کے اعلیٰ حکام سے زیادہ سے زیادہ تعریف حاصل کرنے کا خواہاں تھا۔ یہاں تک کہ ہیڈکوارٹرز میں اپنے افسروں سے شاباش حاصل کرنے کی خواہش کے آگے اس کا ٹینس کا شوق بھی مدھم پڑ جاتا تھا۔ وہ صرف بڑے فیصلے کرنا چاہتا تھا اور انتظامی نوعیت کے تمام چھوٹے فیصلے دوسرے لوگوں پر چھوڑ دیتا تھا۔

رابرٹ کو اقوامِ متحدہ کے ابھرتے ہوئے روشن ستاروں میں سے ایک سمجھا جاتا تھا۔ دوسرے ملکوں کے کنٹری آفس میں کام کرنے والے اس کے ساتھی اس پر رشک کرتے تھے۔ وہ سب کے لیے بہترین نمونہ تھا۔ طارق وہ آدمی تھا جو مسائل کو نمٹاتا تھا اور رابرٹ وہ آدمی تھا جو کبھی مڑ کر نہ دیکھتا کہ طارق نے ان مسائل کو کیسے حل کیا۔ رابرٹ خوش تھا اور طارق اس بھی زیادہ خوش تھا۔ وہ ایک بہترین جوڑا تھے۔

باب:13

ایک خوشگوار اضافہ

پال سے میری پہلی ملاقات یو این ڈی پی پاکستان کی ایک پلاننگ ورکشاپ میں ہوئی۔ رابرٹ نے یہ ورکشاپ سماجی ترقی کے شعبے میں تیزی سے رواج پاتی کارپوریٹ سوچ کو متعارف کرانے کے لیے منعقد کرائی تھی۔ اجلاس کا دوسرا دور جاری تھا اور کنسلٹنٹ اپنی ایک سو بیسویں سلائیڈ دکھا رہا تھا۔ بور ہو کر میں اپنے بالوں کو اپنی انگلی کے گرد لپیٹ کر اپنے آپ کو بہلا رہی تھی۔ اچانک میں نے کسی کی آواز سنی جو صنف کو ایک اہم پیمانے کے طور پر شامل کرنے کے بارے میں مضبوط دلائل دے رہا تھا۔ میں نے اردگرد دیکھا کہ بھلا اس بھرے مجمعے میں میرے سوا اور کون ہے جو صنف کے مسائل کی تشہیر کر رہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ میرے ساتھ والی کرسی پر ایک اونچے قد کا خوش شکل غیر ملکی بیٹھا تھا جس نے براؤن رنگ کا عمدہ سوٹ پہن رکھا تھا اور گلابی رنگ کی قمیص پہنی ہوئی تھی۔ اس کے تبصرے نے مجھے فوری طور پر متاثر کیا، اور ظاہر ہے کہ دوسرے لوگ بھی متاثر ہوئے۔ میں نے بھی اس کے آنے سے پہلے ایک ایسا ہی نکتہ اٹھایا تھا۔ میری بات کو تو آسانی سے رد کر دیا گیا لیکن اس کی بات کو بڑی سنجیدگی سے لیا گیا۔ یوں میرا پال کے ساتھ تعارف ہوا۔ اس سے یقیناً میرے ذہن میں ایک مثبت تاثر بنا۔

پال 1995ء میں یو این ڈی پی پاکستان کے دفتر میں آیا۔ وہ گزشتہ دس برس سے یو این سسٹم کے ساتھ کام کر رہا تھا اور انڈونیشیا، نیپال اور منگولیا سمیت کئی ایشیائی ممالک میں کام کر چکا تھا۔ میں نے سن رکھا تھا کہ اس نے ان ممالک میں مقامی حکمرانی کے شعبے میں اپنے کام سے اچھی روایت قائم کی تھی۔ اب رابرٹ انگلینڈ نے اس سے کہا تھا کہ وہ پاکستان میں یو این ڈی پی کا گورننس آفس قائم کرے۔

پال نے دفتر کے بیشتر ارکان سے ملاقات کر کے پوچھا کہ وہ ملک کی ترقی کو درپیش چیلنجوں کو کس طرح دیکھتے ہیں۔ میرے دفتر میں داخل ہوتے ہوئے اسے نیچی چھت کی وجہ سے جھک کر چلنا پڑا۔ یہ بات میں نے کبھی محسوس ہی نہیں کی تھی۔ پال کے شانے چوڑے تھے، رنگت سفید، تیکھے نقش اور چہرہ بے حد مطمئن اور خوش باش تھا۔ اس کا تعلق امریکہ سے تھا لیکن اکثر لوگ کہتے تھے کہ اس کے اطوار امریکیوں جیسے نہیں ہیں۔ وہ

باتونی نہیں تھا۔ بہت سے لوگ اسے کینیڈین سمجھتے تھے۔ وہ باقاعدہ سوٹ پہنتا تھا اور کبھی اسے نیلی جینز پہنے نہیں دیکھا گیا۔ جب کسی اجلاس میں وہ بات کرتا تو اس کی بات میں وزن ہوتا تھا کیونکہ اس کا علم وسیع تھا اور پیشہ ورانہ اہلیت کی بنیاد پر اسے معتبر جانا جاتا تھا۔

ہماری بات چیت زیادہ تر ترقیاتی کاموں کی افادیت کے بارے میں تھی۔ میں نے ترقیاتی کنسلٹنٹ کے طور پر کام کے دوران پاکستان میں کئی امدادی اداروں کا کام دیکھ رکھا تھا۔ میں نے اسے کئی ایسے ترقیاتی اداروں کے کام کی سطحی نوعیت کے بارے میں قصے سنائے جو مقامی لوگوں کی شمولیت کا نعرہ تو استعمال کرتے ہیں لیکن دراصل اپنے ہی ایجنڈوں کے مطابق کام کرتے ہیں۔ مثلاً وہ لوگ جو اشیائے خوراک اگانا چاہتے تھے انھیں پھولوں کے بیج دے دیے جاتے۔ پال نے سماجی تبدیلی کے لیے کیے جانے والے کسی اقدام میں لوگوں کی مرضی اور ان کے احساسِ ملکیت کی اہمیت پر زور دیا۔ ہم دونوں کے ترقی کے موضوع پر خیالات بہت ملتے جلتے تھے۔ ہمارے نقطہ نظر کی یکسانیت کی وجہ سے مجھے اس کے ساتھ بات کرتے ہوئے بڑی سہولت محسوس ہو رہی تھی۔ ہم ترقیاتی کاموں میں ہونے والی فاش غلطیوں پر ہنستے تو ہمارے درمیان ایک طرح کی دوستی قائم ہوگئی۔

میرے دفتر میں چند میٹنگز کے بعد پال نے مجھے ایک ریستوران میں لنچ کے لیے دعوت دی جسے میں نے خوشی سے قبول کر لیا۔ ماحول کی تبدیلی نے ہماری گفتگو کے موضوعات کو بھی کسی حد تک تبدیل کر دیا۔ جب ہم بیٹھ چکے اور سوپ پینا شروع کیا تو پال نے مجھ سے پوچھا کہ میں نے امریکہ میں کہاں تعلیم حاصل کی۔ میں نے کشادہ مسکراہٹ کے ساتھ فخر سے کہا ''یونیورسٹی آف مینی سوٹا''۔ میں نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر ایک عجیب سا تاثر ہے اور پھر جلدی سے کہا ''جب میں نے یہ فیصلہ کیا تھا تو مجھے سردیوں کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔''

''تم نے کس وجہ سے یہ فیصلہ کیا؟'' اس نے تجسس سے پوچھا۔

میں نے کہا ''مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہے جب میں نے یہ فیصلہ کیا۔ میں اپنے گھر کی بالکونی میں کھڑی تھی اور ہلکی ہلکی بارش اور گہرے بادلوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ ہم لوگ بارش سے بہت لطف اٹھاتے ہیں۔''

''ہاں، مجھے پتہ چل گیا ہے''، پال نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

میں نے اپنی بات جاری رکھی، ''میری والدہ ہم سب کے لیے پراٹھے بنا رہی تھیں۔ میرے والد گھر میں داخل ہوئے اور وہ ڈاک اٹھا لائے جو دروازے کے باہر پڑی تھی۔ امریکہ سے آنے والے لفافے معمول بن چکے تھے کیونکہ میں مختلف اداروں سے معلومات حاصل کر رہی تھی۔ عام طور پر میں اپنی ڈاک بالکونی میں لے آیا کرتی تھی تاکہ بالکل سکون سے ہر چیز کو غور سے پڑھ سکوں۔ اس لفافے کو کھولا تو میں خوشی سے چیخ اٹھی ''مجھے

یونیورسٹی آف مینی سوٹا میں داخلہ مل گیا ہے!''میں خوشی سے ناچ رہی تھی اور گھر والوں سے گلے مل رہی تھی۔ میرا بھائی دوڑا ہوا میرے پاس آیا اور وہ خط پڑھا۔ حیرانی اور خوشی میں میری والدہ نے مسکراہٹ کے ساتھ باورچی خانے سے باہر جھانکا۔ میرے والد نے خدا کا شکر ادا کیا اور شکرانے کی نماز پڑھنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ میں ناچتے ہوئے باورچی خانے میں داخل ہوئی تو میری والدہ نے پوچھا کہ یونیورسٹی آف مینی سوٹا کس قسم کا تعلیمی ادارہ ہے''۔

میں نے اونچی آواز میں کہا''مجھے کچھ پتہ نہیں۔ میری ٹیچرز میں سے ایک نے مجھے اس کا بتایا تھا۔''میں ایک لمحے کے لیے رکی اور یاد کرنے کی کوشش کی کہ اس کے معلوماتی لٹریچر میں کیا لکھا تھا اور کہا''میرا خیال ہے ایک بروشر میں لکھا تھا کہ وہاں سردیوں میں پانچ فٹ تک برف پڑتی ہے۔''

میری والدہ نے گرم گرم توے سے پراٹھا اٹھایا، اسے پاس ہی پڑی پلیٹ پر رکھا اور کہنے لگیں''اوہ، پتہ نہیں یہ کیسا لگتا ہوگا''۔ انھیں واقعی اتنی برف کے بارے میں سوچنا دشوار لگ رہا تھا۔

میں نے خوش ہوتے ہوئے لاپروائی سے جواب دیا''مجھے نہیں معلوم، میں نے اپنی زندگی میں کبھی برفباری نہیں دیکھی۔'' پھر گرم گرم پراٹھا اٹھا کر ناچتے ناچتے باورچی خانے سے باہر نکلتے ہوئے میں نے کہا ''اوہ، مجھے پتہ ہے۔ یہ کرسمس کارڈ جیسی ہوتی ہوگی!''

پال مسکرایا مگر میری بات میں مخل نہیں ہوا۔

''مجھے تین اور جگہوں پر بھی داخلہ مل گیا تھا مگر میں نے صرف یونیورسٹی آف مینی سوٹا کا خط حکومت کے دفتر میں جمع کرایا۔ یونیورسٹی آف مینی سوٹا میری پسند تھی جیسے پہلا پیار ہوتا ہے۔''

پال اصل موضوعِ کی بجائے میرے کہانی سنانے کے انداز سے زیادہ محظوظ ہو رہا تھا۔ ہم کھانا کھاتے رہے۔ مجھے اس کے ساتھ بات چیت کرنا بہت آسان لگ رہا تھا۔

ذرا توقف کے بعد میں نے اس سے پوچھا''تم نے کہاں تعلیم حاصل کی؟''

''یونیورسٹی آف کیلیفورنیا، لاس اینجلس'' اس نے مسکرا کر کہا اور گفتگو کا رخ اصل موضوع یعنی یو این ڈی پی کے ترقیاتی طرزِعمل کی طرف موڑ دیا۔

پال کی شخصیت اس کی شکل وصورت کی طرح بڑی خوشگوار تھی۔ اس کی آنکھوں میں عموماً اس کی قمیض کے رنگ کا عکس نظر آتا تھا اور شوخ رنگ کی ٹائی اس کے اقوام متحدہ کے افسر والے سنجیدہ رسمی لباس میں ایک ہلکا سا انحراف دکھائی دیتی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ جب ہم باتیں کرتے تو میرے جوابات کہانیوں کی طرح ہوتے تھے جبکہ پال کے مختصر اور جامع۔ میں ہر قسم کی اضافی تفصیلات، بشمول اپنے خاندان کی رائے کے، شامل کر لیتی تھی۔ پال ہمیشہ موضوع پر بات کرتا تھا اور کبھی اپنے خاندان کا ذکر نہیں کرتا تھا۔ میں بات چیت کرتے ہوئے

اپنے چہرے کے گہرے تاثرات سے اظہار کرتی تھی اور ہاتھوں کا استعمال بھی کرتی تھی۔ جب پال بات کرتا تو وہ سمندر کی طرح ٹھہرا ہوا اور پُر سکون ہوتا۔

پال اپنے پہلے دورے کے بعد پاکستان سے واپس چلا گیا لیکن اگلے مارچ میں لوٹ آیا۔ اس دوران مَیں یونی فیم کا عہدہ چھوڑ کر یو این ڈی پی کی جینڈر پروگرام آفیسر بن گئی۔ یہ تبدیلی انتظامی لحاظ سے کوئی خاص معنی نہیں رکھتی تھی کیونکہ میرے سپر وائزر، کام اور دفتر میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ صرف یہ ہوا کہ یو این ڈی پی نے عورتوں کے لیے نئے پروگرام تیار کرنے کی غرض سے یہ آسامی تشکیل دی تھی۔ اب یونی فیم نئی دہلی کی چاندنی جوشی میری سپر وائزر نہیں تھیں۔

نیو یارک میں اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹرز نے حال ہی میں یو این ڈی پی اسلام آباد کو ''تجرباتی مرکز'' قرار دیا تھا اس لیے ہم نے تربیت اور منصوبہ بندی کے لیے بہت سے اجلاس منعقد کیے تاکہ اس موقع سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔ انتظامی تربیت کا ایک پروگرام اسلام آباد سے تین گھنٹے کی مسافت پر واقع پہاڑی مقام بھور بن میں منعقد ہونا تھا۔ بھور بن ہنی مون منانے والوں کے لیے مشہور تھا مگر مالی وسائل رکھنے والے اداروں کے تربیتی اجلاسوں اور ورکشاپوں کے لیے بھی پسندیدہ مقام تھا۔

پال واپس پہنچ چکا تھا، لیکن وہ ہمارے ساتھ اس انتظامی تربیت میں شریک نہیں تھا۔ اس بات سے مجھے مایوسی بھی ہوئی۔ میں نے اسے بتایا کہ میں اس تربیتی ورکشاپ میں اس لیے شریک ہونا چاہتی ہوں تاکہ میں اپنے ساتھ کام کرنے والے دوسرے لوگوں کو بہتر طور پر جان سکوں۔ یہ ٹریننگ ایک بڑے سے ہال میں ہو رہی تھی جس کی بڑی بڑی شیشے کی کھڑکیاں تھیں۔ میں نے اپنا زیادہ تر وقت رینسے کے ساتھ گزارا لیکن دوسرے لوگوں سے تعارف کا بھی موقع ملا۔

پچھلے چند ماہ سے طارق نے میرا پیچھا چھوڑ دیا تھا کیونکہ وہ اپنی سیکرٹری کوثر کے ساتھ رومانس لڑا رہا تھا۔ اس نے مجھے پریشان نہیں کیا تھا سوائے اس کے کہ کبھی کبھی کوئی تکلیف دہ قسم کے جنسی فقرے کہہ دیتا یا کبھی کوئی ذاتی بات بتانے کے لیے فون کر دیا کرتا۔ میں اس قسم کی ملاقاتوں اور گفتگو کو ممکن حد تک مختصر رکھنے میں کامیاب رہی تھی۔ تاہم اس سفر میں اس نے 'تعلقات' کو دوبارہ زندہ کرنے کی سخت کوشش کی۔

ایک مرتبہ میں لنچ کے وقفے میں استقبالیہ کے سامنے سے گزری تو میں نے دیکھا کہ طارق اپنی کرسی سے اٹھا اور یوں لگا کہ وہ میرے پیچھے پیچھے اس طویل راہداری میں چل پڑا جو میرے کمرے کی طرف جاتی تھی۔ میں نے دل میں سوچا کہ شاید یہ محض اتفاق ہو اور وہ کسی دوسری طرف مڑ جائے۔ تھوڑی دیر بعد مجھے اندازہ ہوا کہ میرا خدشہ درست تھا۔ وہ واقعی میرا پیچھا کر رہا تھا۔ جوں جوں وہ قریب آتا گیا میری تمام حسیں اس کے قدموں کی آواز سننے میں لگ گئیں۔ میرا پورا جسم کھچاؤ کا شکار ہو رہا تھا۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میرے

پیچھے اس کی آنکھیں مجھے چیرتی ہوئی گزر رہی ہیں۔ میں دعا کرتی رہی کہ وہ کسی دوسرے کمرے کی طرف مڑ جائے لیکن ایسا نہ ہوا۔ جلد ہی وہ میرے ساتھ آ پہنچا۔

''آپ کو ٹریننگ کیسی لگی؟'' اس نے پوچھا۔

میری آواز حلق میں پھنس گئی۔ اس کی آواز سے مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی۔ میں نے آنکھ ملائے بغیر جلدی سے کہا ''اچھی''۔ اس وقت تک میں اپنے کمرے تک پہنچ چکی تھی۔ میں تالا کھولتے ہوئے ایک لمحے کے لیے دروازے پر رکی اور گفتگو ختم کرنے کے لیے مڑ کر کہا ''اچھا...... کچھ دیر بعد پھر ملاقات ہوگی۔''

اس نے پوچھا ''تمھارا کمرہ ٹھیک ہے ناں؟''

میں نے سر ہلا کر کہا ''ہاں، شکریہ''۔ میں واپس دروازے کی طرف مڑی اور اسے کھولا۔ اس سے پہلے کہ میں کمرے میں داخل ہوتی، وہ پہلے ہی میرے کمرے میں داخل ہو گیا اور مجھ سے اجازت تک نہیں لی۔ میں داخلی راستے کے بیچ میں کھڑی تھی اور اندر جانے کا راستہ تقریباً روک رکھا تھا، مگر وہ تیز رفتار تھا۔ اس نے پیشہ ورانہ انداز کا ڈھونگ رچاتے ہوئے تیزی سے کمرے کا جائزہ لینا شروع کیا اور پھر فوراً ہی انتہائی ذاتی نوعیت کی گفتگو شروع کر دی۔ میں نے کمرے کو کھلا رکھا اور دروازے کے بالکل قریب ذرا سا اندر کی طرف ہو کر کھڑی رہی۔ میں انتہائی ڈری ہوئی تھی۔

اس نے اندھیرے کمرے کے پردے ہٹائے۔ مجھے یاد ہے کہ باہر پہاڑوں کی برف سے ڈھکی چوٹیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ روشنی ہوئی تو میں نے دیکھا کہ اس کی چہرے کی رنگت سرخ ہو رہی تھی۔ میں اپنے کمرے کے داخلی راستے میں رکی رہی، میرا جسم سن ہو رہا تھا اور سانس تیز چل رہا تھا۔ اس نے ایسی جگہ بیٹھنے کے لیے چُنی جہاں سے میں تو اسے دیکھ سکتی تھی لیکن باہر راہداری میں سے گزرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھ سکتا تھا۔

وہ بڑبڑایا ''میں ایک ٹوٹا ہوا آدمی ہوں، بالکل ریزہ ریزہ۔ میں نے اس عورت سے پیار کیا اور اس نے مجھے چھوڑ دیا۔'' وہ شراب کے نشے میں تھا۔ یوں لگ رہا تھا کہ اس میں کھڑے ہونے کی بھی طاقت نہیں تھی۔ اس کی برہمی میرے لیے نئی نہیں تھی لیکن یہ میرے گھر پر کی جانے والی فون کال نہیں تھی جسے میں جب چاہوں، بند کر سکتی تھی۔ یہ تو میرے محفوظ گھر سے کہیں دور ہوٹل کا کمرہ تھا، اور وہ میرے بالکل سامنے موجود تھا۔

میں نے ظاہر کیا کہ میں پُر اعتماد ہوں اور اطمینان سے پوچھا، ''کیا تم نے شراب پی رکھی ہے؟''

اس نے کہا ''ہاں، میں نے اپنی منی بار کو بیئر سے بھر رکھا ہے اور مجھے اس کی ضرورت ہے۔'' میں شدید خوفزدہ تھی مگر میں نے خود پر قابو رکھا۔

میں نے سختی سے اسے کہا کہ وہ فوراً میرے کمرے سے نکل جائے۔ اس کے عہدے اور میری یو این ڈی پی میں تعیناتی کو دیکھتے ہوئے میں جانتی تھی کہ اگر میں نے اسے نکال باہر کیا تو مجھے سخت مسائل کا سامنا ہو سکتا

ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ وہ یہ اختیار رکھتا ہے کہ دفتر میں میری زندگی عذاب کر دے، میں سوچ رہی تھی کہ میں کس حد تک ترش رو ہو سکتی ہوں۔ میں شدید دباؤ میں تھی اور اس کی دردناک کہانی پر کوئی ردعمل نہیں دینا چاہتی تھی۔ میں اس کو یہ تاثر نہیں دینا چاہتی تھی کہ میں اس کی بات سننا چاہتی ہوں۔ میں دروازے کے پاس کھڑی رہی۔ میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا وہ کچھ دیر میرے کمرے میں ٹھہر سکتا ہے۔ میری ٹانگیں کانپنے لگیں۔ مجھے بہت ڈر لگا۔ میں نے اپنا گلا صاف کیا اور واضح طور پر کہا ''نہیں''۔

اس نے رونا شروع کر دیا۔ وہ فرش پر گھٹنوں کے بل گر پڑا اور اس نے فریاد کرنا شروع کر دی کہ وہ بہت دکھی ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ میری طرف بڑھائے اور کہا ''مجھے کسی دوست کی تسلی چاہیے۔ مجھے اس کی سخت ضرورت ہے۔ جس عورت سے میں بے انتہا محبت کرتا تھا اس نے میری زندگی برباد کر دی ہے۔ کل اس نے مجھے بتایا کہ اب وہ مجھے نہیں چاہتی۔ میں ٹوٹ چکا ہوں۔'' اس دکھ بھری ڈرامائی تقریر کے بعد اس نے سسکیاں لینی شروع کر دیں اور فرش پر اوندھا ہو کر گر پڑا۔ میں سن ہو کر رہ گئی۔ بے عزتی کا احساس ایک گہرے خوف میں بدل گیا کہ اب کیا ہوگا۔

اچانک میں نے خود کو جھٹکا دیا اور اپنے آپ کو ہوش میں لائی، گہرا سانس لیا اور اپنے کندھوں کو جو کھچاؤ کا شکار ہو گئے تھے، ڈھیلا چھوڑا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ میں طارق کو یہ اجازت نہیں دوں گی کہ وہ مجھ سے ایسا سلوک کرے۔ اگرچہ میرا جسم اب بھی اندر سے کانپ رہا تھا، میں پُرعزم تھی کہ اسے اپنے کمرے سے نکال باہر کروں گی۔ میں نے بڑے محتاط طریقے سے کسی بھی طرح کی گفتگو کرنے، کوئی بات معلوم کرنے یا کسی قسم کی ہمدردی کا اظہار کرنے سے گریز کیا کیونکہ اس سے وہ یہ سمجھ لیتا کہ میں نرم پڑ رہی ہوں اور اسے کمرے میں رکنے کی اجازت دے دوں گی۔ اس نے اپنے آپ کو بستر پر نیم دراز انداز میں گرا لیا، ''میں کسی سے بات کرنا چاہتا ہوں''۔

میں نے تیزی سے جواب دیا ''یہاں بہت سے مرد موجود ہیں اور ان سے بات کرنا زیادہ مناسب بھی ہوگا۔ فرہاد کے بارے میں کیا خیال ہے۔ تم اس سے اپنے ٹوٹے دل کے بارے میں کیوں بات نہیں کرتے؟'' طارق ایک لمحے کو رکا اور اس نے پھر رونا شروع کر دیا۔ وہ گھگھیا رہا تھا اور کراہ رہا تھا۔ میرا دل چاہا کہ کاش یہ سب ایک ڈراؤنا خواب ہو۔ میرے ذہن میں سب سے خوفناک بات یہی آتی تھی کہ کبھی ایسا نہ ہو جب وہ نشے میں ہو تو مجھے اکیلے میں اس سے واسطہ پڑ جائے۔ میں اسے اس بات پر قائل کرنے کی کوشش کرتی رہی کہ وہ کسی مرد رفیق کار سے بات کرے، مگر وہ اپنے دکھ زور زور سے بیان کرتا رہا۔

آخر میں نے اونچی آواز میں کہا کہ یہ انتہائی نامناسب ہے کہ وہ مجھ سے اس طرح بات کرے اور مجھ سے پوچھے بغیر میرے کمرے میں چلا آئے۔ وہ اچانک سنجیدہ ہو گیا، اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا اور مجھ سے التجائیں کرنے لگا کہ میں اس کے کمرے میں چلوں۔ ''میرے پاس بہت سی بیئر ہے۔ میں تمھارے کندھے پر سر رکھ کر رونا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے تسلی دو۔ میں خود کو بے حد تنہا محسوس کر رہا ہوں۔ تم چپکے سے میرے کمرے میں آسکتی ہو۔ کوئی تمھیں نہیں دیکھ سکے گا۔'' اس کی یہ نئی چال اور بھی خوفناک تھی۔

میں سخت بیزاری محسوس کر رہی تھی لیکن میں اس صورت حال سے قطعیت کے ساتھ نمٹنا چاہتی تھی۔ میں نے اپنے پُرسکون مگر جارحانہ انداز کو تبدیل نہیں کیا اور دانت پیستے ہوئے کہا ''مہربانی ہوگی اگر آپ یہاں سے فوراً چلے جائیں۔'' میں اسے دھکا دے کر نکالنا نہیں چاہتی تھی کیونکہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ مجھ سے ہاتھا پائی کی کوشش نہ کرنے لگے۔ وہ التجائیں کرتا رہا کہ میں اس کے کمرے میں چلوں۔

کسی طرح مجھ میں یہ ہمت آگئی کہ میں نے اسے کمرے سے باہر دھکیل دیا۔ میں نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور اس کو اندر سے تالا لگا لیا اور نیم بے ہوشی کے عالم میں بستر پر گر گئی۔ پھر اچانک خوفزدہ ہو کر اٹھ بیٹھی اور سوچا کہ شاید وہ اب بھی باہر کھڑا ہو۔ میں نے دروازے سے کان لگا کر سننے کی کوشش کی۔ مجھے کچھ سنائی نہ دیا اور نہ ہی باہر دیکھنے کے سوراخ سے کچھ نظر آیا۔ میں پھر سے بستر پر گر گئی اور آنکھیں بند کر لیں۔ بہت کم ہی ایسا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو اس قدر مضمحل محسوس کیا ہو۔

کوئی ایک گھنٹے بعد میں ورکشاپ واپس گئی لیکن بالکل غائب دماغ تھی۔ اگرچہ میرا دماغ کسی طرف توجہ دینے کی حالت میں نہیں تھا لیکن میں نے اپنے آپ کو نارمل رکھنے کی کوشش کی۔ میری آنکھیں طارق کو تلاش کرتی رہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ پیچھے سے آکر مجھ سے چمٹ جائے۔ میں لوگوں کے ہجوم میں رہنے کی کوشش کر رہی تھی تا کہ مجھے تحفظ محسوس ہو۔ اس ورکشاپ کے ختم ہونے تک جب بھی میں اپنے کمرے کی طرف جاتی تو مجھے خوف کا احساس ہوتا۔

بھوربن سے واپس آئے تو میں نے اپنے آپ کو دفتر کے معمولات میں مصروف کرنے کی کوشش کی۔ ایک دن فوٹو کاپی مشین استعمال کرتے ہوئے میں ذہن میں طارق کے ساتھ پیش آنے والے واقعے کا منظر دہرا رہی تھی۔ اس مرتبہ میں پہلے سے زیادہ مخالفانہ رویہ اختیار کیے ہوئے تھی اور اس طرح کی باتیں کر رہی تھی جیسے ''حرامزادے، آئندہ کبھی مجھ سے بات نہ کرنا!'' میرے ذہن نے اس منظر کو کئی بار دہرایا اور میں نے کئی ایسی باتیں کہیں جو میں اُس وقت سوچ ہی نہیں سکی تھی۔ اچانک ''ہیلو'' کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں مڑی تو دیکھا کہ پال مجھے دیکھ کر مسکرا رہا ہے۔

اس نے کہا ''تم اپنے کام کو بہت سنجیدگی سے کرتی ہو۔ میں نے کبھی کسی کو اس قدر انہماک سے فوٹو کاپی کرتے نہیں دیکھا۔ میں تمھیں تین مرتبہ ہیلو کہہ چکا ہوں۔''

''اوہ، سوری''، میں نے اپنے کندھوں کو جھٹکا اور اس کی طرف دیکھتی رہی۔ اس نے براؤن رنگ کا سوٹ اور شوخ پیلے رنگ کی ٹائی پہن رکھی تھی۔ اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ کے ساتھ ایک پُرسکون اور شفقت آمیز تاثر تھا۔ میرے دماغ کے ٹیڑھے میڑھے خُلیے فوراً صحیح حالت میں آ گئے اور مجھے سکون کا احساس ہوا۔ اس کی مثبت توانائی اور سکون کے احساس نے مجھے گھیرے میں لے لیا۔

اس نے پرجوش انداز میں پوچھا ''ٹریننگ کیسی رہی؟''

میں مسکرائی، دوبارہ فوٹو کاپی مشین پر جھک گئی اور کہا ''مائیر اور برِگز کے شخصیت پیمائی کے نمونے میں مجھے ENTJ (انفرادی کردار کی خصوصیات جانچنے کا ایک طریقہ) ملا۔

پال نے سر ہلایا اور کہا ''رابرٹ بھی ENTJ ہے۔ یہ لیڈرشپ کے لیے بے حد موزوں شخصیت ہوتی۔ صرف پانچ فیصد لوگ ایسی شخصیت کے حامل ہوتے ہیں۔

''ہاں''، میں نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''انہوں نے کہا کہ مجھ میں قیادت کی خصوصیات پائی جاتی ہیں، میں اپنے سماجی تعلقات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہوں۔۔۔ اور مجھ میں صبر کا مادہ نسبتاً کم ہے'' میں شرما کر مسکرائی۔

وہ ہنسا اور سر کھجاتے ہوئے بولا، ''میں ISTP ہوں۔''

پھر خاموش ہو گیا۔ میں نے تجسس سے پوچھا، ''جس کا مطلب ہے۔۔؟

پال مسکرایا اور کہا ''ہاں یہ ENTJ شخصیات سے ذرا مختلف ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنے آفس کی طرف چل پڑا، لیکن پھر یکدم مڑا اور پوچھا، ''اور تمھارا اپنے رفقائے کار کو جاننے کا تجربہ کیسا رہا؟''

مجھے خوشی ہوئی کہ اسے میری وہ بات یاد تھی جو میں نے اس ٹریننگ کے لیے چلنے سے پہلے کہی تھی۔ میں نے ذرا دیر سوچا۔ طارق کے ساتھ جو خوفناک واقعہ مجھے پیش آیا تھا اس نے میرے اندر شدید منفی احساس چھوڑا تھا لیکن میں نے پال کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور صرف اتنا کہا ''بس ٹھیک رہا!''

طارق والے واقعے کو بھلانا بہت مشکل تھا۔ اپنی پامالی کا احساس میرے اندر باقی رہا۔ کبھی کبھی تو میں آدھی رات کو سوتے سے خوف اور نفرت کے احساس کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ جاتی۔ میں خود کو دوسرے کاموں میں مصروف رکھنے کی کوشش کرتی لیکن مجھے معلوم تھا کہ میں اپنے آپ کو بے وقوف نہیں بنا سکتی۔ میں خود کو دلاسہ دیتی اور اپنے آپ سے منواتی کہ اس شخص کے ساتھ کچھ عرصہ اور گزارا کرنا ہوگا۔ میں نے خود سے وعدہ کیا کہ

میں اس شخص سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کروں گی اور اس سے گریز کروں گی۔ اپنے ملک کی عورتوں کے لیے کچھ کرنے کا موقع حاصل کرنے کے لیے میں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں استعفیٰ نہیں دوں گی۔ پال کی موجودگی سے مجھے یہ امید ہو چلی تھی کہ مجھے اچھے پراجیکٹس تیار کرنے کے سلسلے میں دفتر میں کچھ مثبت حمایت مل سکے گی۔ پال کی مثبت توانائی میرے لیے مضبوط سہارا بن رہی تھی۔ ایک بار پھر میں نے اپنے اندر کی اس آواز کو نظر انداز کیا کہ مجھے اپنے اخلاقی اصولوں کو داؤ پر نہیں لگانا چاہیے۔

باب:14

ایک ملازمت پیشہ خاتون کی جنگ

ایک روز طارق نے مجھے برآمدے میں روک کر پوچھا کہ میں کیسی ہوں۔اس وقت اس کے ہونٹوں پر وہی مصنوعی مسکراہٹ تھی جو ہمیشہ اس وقت نمودار ہوتی تھی جب وہ ایک " مکمل شریف"انسان کے انداز میں گفتگو شروع کرتا تھا۔کچھ ماہ سے وہ مجھ سے زیادہ تر دور ہی رہتا تھا۔اردگرد کا جائزہ لینے کے بعد کہ کوئی قریب تو نہیں وہ جھکا اور سرگوشی میں کہا"میری بیوی طلاق کا مطالبہ کر رہی ہے"۔میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔سوچ رہی تھی کہ کس جواب سے میں اس صورت حال سے جلد نکل سکوں گی، مسکراہٹ کے ساتھ یہ کہہ کر کہ "مبارک ہو" یا دکھ کے ساتھ یہ کہہ کر کہ "مجھے بہت افسوس ہے"۔اسی وقت رابرٹ انگلینڈ ہمارے پاس سے گزرا اور طارق پوری بتیسی باہر نکالے ایک بڑی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی جانب چلا گیا۔میں نے سکھ کا سانس لیا کہ وہ ایک وفادار کتے کی طرح رابرٹ کے پیچھے پیچھے چلا گیا۔

کبھی کبھار میں سوچتی ہوں کہ پاکستانی مرد کتنی آسانی سے تعلقات کا نیٹ ورک بنا لیتے ہیں جب کہ خواتین کو اپنے ساتھ کام کرنے والے مردوں کے ساتھ پیشہ ورانہ تعلق قائم کرنے اور قائم رکھنے میں مشکل ہوتی ہے۔خواتین کا شادی شدہ ہونا اور بڑی عمر کا ہونا کسی حد تک آسانی پیدا کرتا ہے لیکن نوجوان اور غیر شادی شدہ خواتین کو اپنے ساتھ کام کرنے والے مردوں کے ساتھ عام پیشہ ورانہ تعلقات قائم کرنے میں شدید دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے۔ملاقاتوں کا خاص دفتری مقصد ہونا لازمی ہوتا ہے۔کسی بھی سرکاری پروگرام میں، جس میں فیملی کو بھی مدعو کیا جاتا ہے، کام کرنے والی خواتین کو عموماً بیگمات کے ساتھ بٹھا دیا جاتا ہے اور اس طرح انھیں سینئر ساتھیوں سے ملاقات کا موقع نہیں ملتا۔

پال کے ساتھ میں لنچ پر باہر جا سکتی تھی اور اس سے غیر رسمی گفتگو کر سکتی تھی بغیر اس خوف کے کہ وہ مجھے ''بری عورت'' سمجھے گا۔میں سوچتی تھی کہ کیا میں یو این ڈی پی میں کام کرنے والے کسی پاکستانی مرد کے ساتھ ایسا کر سکتی ہوں۔مجھے یقین تھا کہ وہ سوچیں گے کہ میں ایک مشکوک کردار والی عورت ہوں۔

ایک مرتبہ جب میں اپنے ساتھ کام کرنے والے ایک مرد ساتھی کو، جسے میں اپنا دوست مانتی تھی، شہر کی

سیر کرانے کے لیے نکلی تو وہ دن بڑا برا ثابت ہوا۔ تاہم اس واقعے نے میری حوصلہ شکنی نہیں کی بلکہ اس مسئلے سے ٹکر لینے کے میرے عزم کو مزید مستحکم کیا۔

راشد لاہور میں کام کرنے والا ساتھی تھا جو پال سے ملنے اسلام آباد آیا تھا۔ وہ ایک فری لانس کنسلٹینٹ تھا جسے نئے ترقیاتی پراجیکٹس کی منصوبہ بندی اور تیاری کا اچھا ماہر سمجھا جاتا تھا۔ دفتر کا وقت ختم ہونے سے ذرا پہلے پال سے اس کی ملاقات ختم ہوئی تو میں نے راشد کو اپنی کار میں اس کے ہوٹل تک لے جانے کی پیش کش کی۔ وہ مسکرایا اور بولا "تم اسلام آباد کی خوبصورتی کا بہت ذکر کرتی رہتی ہو، ایک گھنٹے بعد مجھے ایک تقریب میں جانا ہے۔ اتنی دیر میں تم مجھے اپنا شہر کیوں نہیں دکھا دیتیں"۔ تو ہمیں پتہ چلا کہ ہم دونوں کو ایک ہی تقریب میں جانا تھا، جس کا اہتمام ایشین اسٹڈی گروپ نے کیا تھا، اس لیے ہم نے اکٹھے جانے کا فیصلہ کیا۔

مجھے اسلام آباد میں گاڑی چلانا بہت پسند ہے۔ گھنٹوں تندہی سے کام کرنے بعد چھوٹے سے وقفے میں باہر جانا اور خود کو تازہ دم کرنا ان دنوں سے میری عادت ہے جب میں امریکہ میں زیرِ تعلیم تھی۔ یہاں اسلام آباد میں مَیں پندرہ منٹ کے اندر شہر سے باہر جا سکتی تھی اور مارگلہ کی پہاڑیوں میں خوبصورت بل کھاتی سڑکوں پر پہنچ جاتی جہاں جا بجا خوبصورت نظارے تھے۔ کبھی کبھار میں شہر کی دونوں سروں پر قائم مزاروں میں سے ایک کی طرف نکل پڑتی۔ دونوں مزاروں پر پیروکاروں کا رنگا رنگ ہجوم ہوتا ہے۔ اس شہر میں راول جھیل ہے جس میں کشتیاں چلتی ہیں اور جہاں لوگ مچھلیاں پکڑتے ہیں۔ میں نے راشد سے کہا کہ میں اسے جھیل پر لے جاؤں گی اور میں اسے ایک ایسا مقام بھی دکھاؤں گی جہاں میں اس وقت جاتی ہوں جب میں سوچ بچار کے موڈ میں ہوتی ہوں۔ دوپہر کا وقت تھا اور ان دنوں موسم بہت گرم نہیں تھا۔

میں اسے داخلے کے عام راستے سے دور جھیل کی پچھلی جانب لے گئی۔ کار پارک کرنے کے بعد ہم بڑی بڑی کالی چٹانوں والی چھوٹی سی پہاڑی پر چڑھے۔ جیسے ہی ہم اوپر پہنچے ہمارے قدموں میں جھیل کا ایک مسحور کن نظارہ تھا۔ پانی میں ہر چیز کا عکس نظر آ رہا تھا، نیلا آسمان چاروں طرف ہرے بھرے درخت اور مچھلیاں پکڑنے کے لیے پانی کی سطح پر جھپکتے ہوئے پرندے۔ یہ جھیل ایک مکمل آئینہ تھی۔ راشد رُک گیا اور یہ نظارہ دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ہم ایک بڑے پتھر پر بیٹھ گئے۔ سورج غروب ہو رہا تھا اور گرمی کی شدت کم ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے ہوا کے ہلکے سے ارتعاش پر پانی کی لہروں کو رقص کرتے دیکھنا بے حد پسند ہے۔ پانی کو اس طرح دیکھتے ہوئے مجھے ہمیشہ یہ احساس ہوتا ہے کہ میں اپنے آپ کو صاف کر رہی ہوں۔ میں نے کہا "کیا یہ بہت خوبصورت نظارہ نہیں۔ لوگ اسلام آباد پر بلاوجہ تنقید کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ مردہ شہر ہے۔ میں اس شہر کے لیے پُرامن کا لفظ استعمال کرتی ہوں۔ میں اس دِلکش مقام پر صرف دس منٹ میں آ سکتی ہوں۔ یہاں ہم آس پاس اتنی زیادہ خوبصورتی دیکھنے کے عادی ہو جاتے ہیں"۔

راشد مڑا اور بولا "اپنا پروپیگنڈا بند کرو اور مجھے خاموشی اور سکون کے ساتھ اس منظر سے لطف اندوز ہونے دو" میں ہنس پڑی۔ میں نے اسے اس منظر کو جذب کرنے کے لیے وہیں چھوڑا اور چہل قدمی پر نکل پڑی۔

تقریباً بیس منٹ کے بعد ہم واپس ہوئے۔ اچانک کہیں سے دو آدمی نمودار ہو گئے جنھوں نے ہمیں رکنے کا حکم دیا۔ وہ عام پاکستانی لباس پہنے ہوئے تھے اور عام شہری لگ رہے تھے لیکن انھوں نے کہا کہ وہ پولیس افسران ہیں۔ میں نے ان سے شناخت دکھانے کے لیے کہا جس پر ان میں سے ایک شخص نے اپنا پولیس کا کارڈ دکھایا اور اپنا نام بتایا۔ اُنھوں نے ہمیں الگ کر دیا اور ہم سے تفتیش شروع کر دی۔ اس شخص نے راشد کے متعلق پوچھا جس پر میں نے بتایا کہ وہ دفتر کا ساتھی ہے اور دوست ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں جھیل کے کنارے دفتر کے ساتھی کے ساتھ کیا کر رہی تھی۔ میں نے کہا کہ اس بات سے تمھارا کوئی تعلق نہیں اور ایک عوامی مقام پر کسی مرد کے ساتھ ہونا خلافِ قانون بات نہیں۔

ماضی قریب میں پولیس کا تفریحی مقامات پر مرد اور عورت کے ساتھ ہونے پر انھیں ہراساں کرنا معمول کی بات تھی۔ شادی سے پہلے لڑکا لڑکی کا ایک ساتھ گھومنا پھرنا ہماری تہذیب کا حصہ نہیں اور پولیس ایسے مواقع کو نوجوان جوڑوں کو تنگ کرنے اور ان سے پیسے اینٹھنے کے لیے استعمال کرتی ہے۔ قانونی طور پر وہ کچھ نہیں کر سکتے کیوں کہ یہ کوئی جرم نہیں لیکن وہ سماجی حالات کا ناجائز استعمال کر سکتے ہیں۔ اگر یہ کوئی محبت کرنے والا جوڑا ہے تو ان کے والدین کو نہیں معلوم ہوگا کہ وہ دونوں ساتھ گھوم رہے ہیں۔ پولیس تھانے جانا معاشرتی اعتبار سے کلنک کا ٹیکہ ہے جس سے یہ نوجوان جوڑا بچنا چاہے گا۔ ان کرپٹ پولیس والوں کے لیے رشوت کی بڑی رقم، گھڑی، سونے کا ہار حاصل کر لینا ایک اچھا کاروبار ہے۔ بسا اوقات شادی شدہ جوڑا بھی خواہ مخواہ کی مصیبت سے بچنے کے لیے رشوت دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

میں نے ایسے واقعات سن رکھے تھے لیکن کبھی یہ توقع نہیں تھی کہ اسلام آباد پولیس بھی ایسا کر سکتی ہے۔ یہاں کی پولیس صوبوں کی پولیس کی نسبت نظم وضبط کی زیادہ پابند ہے۔ ایسی صورت حال کا سامنا ہونے پر میرا عزم یہ تھا کہ میں ہار نہیں مانوں گی۔ میں نے ایک معزز شہری کے طور پر اپنے حقوق کا تحفظ کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے اپنی خود اعتمادی کو جگایا اور اس شخص سے بحث شروع کی جو مجھ سے بات کر رہا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ مجھے پولیس تھانے لے جائے گا۔ میں نے پورے اعتماد کے ساتھ کہا کہ میں تھانے جانے پر بالکل تیار ہوں۔ وہ گڑبڑا گیا اور کہنے لگا کہ وہ جا کر میرے والدین سے بات کرے گا۔ میں تیار ہو گئی۔ وہ ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن وہ ہم پر دباؤ ڈالنا چاہتا تھا تا کہ ہم رشوت کے متعلق بھاؤ تاؤ کرنا شروع کر دیں۔

اس نے ایک ٹیپ ریکارڈر نکالا اور مجھے کہا کہ میں ریکارڈ کراؤں کہ "یہ رات کا وقت ہے اور میں ایک مرد کے ساتھ جھیل کے کنارے پر پائی گئی ہوں" میں طنزیہ ہنسی اور پوچھا" کیا میں پاگل ہوں" اور پر آسمان کی

طرف دیکھو یہ رات کا وقت نہیں ہے"۔ وہ شخص مجھے ڈرانے کے لیے میرے قریب آ گیا۔ میں نے اپنی آواز اونچی کی تا کہ اسے معلوم ہو سکے کہ میں خوفزدہ نہیں ہوں اور بولی "مجھے اپنے حقوق معلوم ہیں، مجھے معلوم ہے کہ میں کوئی غلط کام نہیں کر رہی"۔ اس نے مجھ سے سوالات کیے کہ میں کہاں کام کرتی ہوں اور کہاں رہتی ہوں۔ میں نے اعتماد کے ساتھ جواب دیا لیکن میرے دل میں تشویش تھی کیوں کہ جب بھی میں اپنی کار کی جانب بڑھتی وہ میرا راستہ روک لیتا اور ایسا ظاہر کرتا کہ اگر ضرورت ہوئی تو وہ زبردستی جسمانی طور پر بھی مجھے روک دے گا۔ دوسرا شخص راشد سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے اسے آواز دی اور کہا کہ میں کار تک جانا چاہتی ہوں اور اپنی شناخت دکھانا چاہتی ہوں۔ میں پولیس تھانے جانے کی بات کرتی رہی اور آہستہ آہستہ اپنی کار کی جانب بڑھی۔ جب ہم کار کے پاس پہنچ گئے تو میں نے راشد کو کار کے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ پولیس والوں نے کار کا پچھلا دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔

میں چیخ کر بولی ''خبردار میری کار کے اندر داخل ہونے کی جرأت نہ کرو، اگر تم ہمیں پولیس تھانے لے جانا چاہتے ہو تو اپنی سواری پر آؤ۔ میں تمھیں اپنی کار میں نہیں بٹھاؤں گی۔ انھوں نے کہا کہ ان کے پاس کار نہیں ہے۔ تو میں نے سختی کے ساتھ کہا کہ اپنے لیے کسی سواری کا بندوبست کرو۔ تم ہمارے ساتھ نہیں جا سکتے! وہ حیران رہ گئے اور کسی حد تک مرعوب بھی۔

میں نے اقوامِ متحدہ کا کارڈ نکالا، کھڑکی کا شیشہ نیچے کیا اور انھیں دے دیا۔ ان دونوں نے وہ کارڈ دیکھا۔ وہ خاصی الجھن میں نظر آ رہے تھے۔ انھوں نے ہمارے ساتھ تقریباً ایک گھنٹہ ضائع کیا تھا اور ایک پیسہ بھی نہیں لے سکے تھے اور اب میں انھیں اپنی کار میں بھی بیٹھنے نہیں دے رہی تھی۔ میں نے کار کا انجن اسٹارٹ کیا، کار موڑی اور اطمینان کے ساتھ چل پڑی۔ وہ دونوں سکتے کے عالم میں وہیں کھڑے رہے۔ انھیں سمجھ نہ آ سکی کہ اب کیا کریں۔

راشد اور میں اس واقعے سے بہت ڈسٹرب ہو گئے تھے لیکن اس کے باوجود ہم اس تقریب میں گئے جہاں سینکڑوں لوگ جمع تھے اور علاقائی موسیقی اور رقص جاری تھے اور فیملی کی تفریح کے لیے بہت ساری دلچسپیاں تھیں۔ بہت سارے دوست ہمارا حال پوچھنے ہمارے پاس آئے لیکن ساری شام میں بہت مضطرب رہی اور کسی سے بھی اچھی طرح نہیں مل سکی۔

میں ساری رات سو نہیں سکی۔ مجھے اس واقعہ پر سخت غصّہ تھا۔ یہ تضحیک میرے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ مرد بڑی آسانی سے اپنے سماجی تعلقات بڑھا کر ترقی کر لیتے ہیں۔ جب کہ دوسری جانب خواتین سماجی تعلقات بڑھانے میں ناکام ہو جاتی ہیں کیوں کہ ان کے ساتھ کام کرنے والے 95 فیصد مرد ہوتے ہیں۔ ہم علیحدگی میں زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتی ہیں اور اگر اسی طرح اپنے پیشے میں ترقی کے لیے تعلقات بڑھاتی

ہیں جیسے مرد کرتے ہیں تو ہمیں معاشرے میں بدنام کر دیا جاتا ہے۔ یہ صریحاً نا انصافی ہے۔ میں اندر ہی اندر بڑبڑاتی رہی۔

اگلے روز میں نے پولیس سے رابطہ کیا۔ انھوں نے مجھے یقین دہانی کروائی کہ ایسا کوئی قانون موجود نہیں ہے جو کسی عورت کو عوامی مقامات پر کسی مرد کے ساتھ ہونے سے منع کرتا ہو اور کہا کہ انھوں نے کبھی اپنے افسروں کو یہ ذمے داری نہیں سونپی کہ وہ شہریوں پر اس حوالے سے نظر رکھیں۔ انھوں نے خیال ظاہر کیا کہ ہمیں جو لوگ ملے تھے وہ دھوکے باز تھے جو پیسہ ہتھیانا چاہ رہے تھے اور ان کا اسلام آباد پولیس سے تعلق نہیں تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ باقاعدہ شکایت درج کراؤں۔ میں نے فوری طور پر یو این ڈی پی کو بھی تحریری اطلاع دی کیوں کہ اس واقعہ میں ان لوگوں کے پاس میرا یو این ڈی پی کا شناختی کارڈ رہ گیا تھا۔ میں نے طارق کو نظر انداز کیا کیوں کہ میں نہیں چاہتی تھی کہ اس واقعے کی آڑ میں وہ پھر سے میرے ساتھ رابطہ کرے۔

جب پال کو معلوم ہوا کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے تو اسے میری فکر لاحق ہوئی۔ اس نے پوچھا کہ پولیس کو رپورٹ کرنے کے مضمرات کیا ہو سکتے ہیں۔ میں نے اسے بتایا کہ یہاں مظلوم کو ہمیشہ الزام دیا جاتا ہے۔ اس واقعے پر لوگ میرے متعلق افواہیں پھیلا سکتے ہیں اور سوال کر سکتے ہیں کہ میں وہاں راشد کے ساتھ گئی ہی کیوں تھی؟ میں نے کہا کہ میرے گھر والے میرے ساتھ ہیں لیکن مجھ پر دیگر حلقوں کی جانب سے بہت دباؤ ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ چونکہ پولیس تعاون کر رہی ہے اس لیے میں اس کیس کی پیروی کروں گی چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ پال نے ہر قسم کی مدد کی پیش کش کی اور مجھ سے کہا کہ میں اسے تازہ صورت حال سے مطلع کرتی رہوں۔ میں نے اس کی آواز میں گرم جوشی اور خلوص محسوس کیا۔

پولیس کے سینئر تفتیشی افسر نے سارے مشکوک لوگوں کو لائن میں کھڑا کر کے شناخت کروائی لیکن ان میں وہ لوگ دِکھائی نہیں دیے جنھوں نے ہمیں تنگ کیا تھا۔ اس کے بعد ان دونوں میں سے ایک نے میرے گھر اس امید کے ساتھ فون کیا کہ وہ اب بھی مجھ سے کچھ رقم اینٹھ لے گا اور اس کے بدلے میرا شناختی کارڈ واپس کر دے گا۔ میں نے فوراً پولیس کو مطلع کیا اور ان کی مدد سے اسے پھنسانے کا فیصلہ کیا۔ میں نے اس پر ایسا ظاہر کیا کہ میں خوفزدہ ہوں اور اسے پیسوں پر بات چیت کے لیے اپنے دفتر بلوالیا۔ وہ اس خیال سے حد سے زیادہ پُراعتماد تھا کہ خواتین تو کبھی بولتی نہیں ہیں۔ میں اس ڈر سے خاموشی سے اسے رشوت پیش کر دوں گی کہ وہ میرا اسکینڈل بنا سکتا ہے۔

میں نے پولیس منگوالی اور یو این ڈی پی کے آپریشن آفس کو مطلع کر دیا۔ وہ شخص فوراً ہی پکڑا گیا۔ معلوم ہوا کہ وہ راولپنڈی کی پولیس کا آدمی ہے جو کہ پنجاب کی صوبائی پولیس کے دائرہ اختیار میں ہے اور وہ اسلام آباد پولیس کا جعلی شناختی کارڈ ایک جعلی نام سے استعمال کر رہا تھا۔ اس کا ساتھی اس کے گاؤں کا ایک شخص تھا جو پیسے کمانے

کے اس دھندے میں اس کا ساتھ دیتا تھا۔ جب وہ لوگ اسے حوالات لے کے جا رہے تھے تو اس شخص نے میرے خلاف بہت سا گندا گلا۔ اردو اخبارات نے اس خبر کو بہت مزے لے کر رپورٹ کیا جب کہ انگریزی اخبارات نسبتاً غیر جانبدار تھے۔ کچھ لوگوں نے شاید میری اخلاقیات پر سوال اٹھائے لیکن مجھے بہت ساری خواتین اور مردوں کے فون آئے جنھیں اسی طریقے سے ہراساں کیا گیا تھا، انھوں نے بے بسی محسوس کی اور رشوت دے کر اپنی جان چھڑائی۔ ان سب نے میرا شکریہ ادا کیا کہ میں نے ان سب کی ترجمانی میں آواز اٹھائی۔

کچھ ہی دنوں کے اندر اس شخص کے گاؤں کے بہت سارے لوگ گروپ کی شکل میں یو این ڈی پی کے دفتر آئے۔ وہ چاہتے تھے کہ میں اس شخص کو معاف کر دوں اور پولیس میں رپورٹ درج نہ کراؤں۔ یو این ڈی پی کے ایک ڈرائیور نے جس کا تعلق اس شخص کے گاؤں سے ہی تھا طارق کو اس بات پر راضی کیا کہ وہ ان لوگوں کو اپنے دفتر میں بٹھائے اور مجھے بلوا بھیجے۔ مجھے سخت غصّہ آیا کہ طارق بیچ میں آ کر معاملہ رفع دفع کرنا چاہتا ہے۔ میں نے جانے سے انکار کر دیا کیوں کہ مجھے محسوس ہوا کہ طارق اس ڈرائیور کی طرفداری کر رہا ہے بجائے اس کے کہ وہ اقوامِ متحدہ کے عملے کے ایک رکن کی حیثیت سے میرا ساتھ دیتا۔

میرے گھر کے سامنے سے بغیر نمبر پلیٹ کی بڑی بڑی جیپیں گزرنا شروع ہوگئیں۔ کچھ لوگوں نے ٹیلی فون پر مجھے دھمکیاں دیں تو میں نے فون کا جواب دینا بند کر دیا۔ اس کیس کے بڑے ملزم کا بھائی ایک سیاسی پارٹی کی یوتھ ونگ میں کام کرتا تھا۔ جلد ہی یہ دھمکیاں شدید ہوتی گئیں۔ میں اپنے گھر کے اندر محصور ہوگئی۔ میرے گھر والے میری مدد کر رہے تھے جس کی وجہ سے دباؤ کم کرنے میں کسی حد تک مدد ملی۔ کامران ٹیلی فون پر جواب دے کر انھیں بھگاتا رہا۔ پال نے چند مرتبہ فون کر کے میرا حال چال پوچھا۔

پولیس افسران پر بھی سخت سیاسی دباؤ تھا کہ باقاعدہ رپورٹ درج نہ کی جائے۔ انھیں رشوت پیش کی جا رہی تھی۔ ایک رات دیر گئے میں اس وقت رپورٹ درج کرنے میں کامیاب ہوئی جب پولیس نے اپنی ابتدائی تفتیش مکمل کر لی۔

میرے کیس کی وجہ سے خواتین کی متعدد تنظیموں نے بیداری میں علاقے کے بڑے پولیس افسران کے ساتھ ایک اجلاس منعقد کیا۔ خواتین نے شکایت کی کہ ان کے علاقوں میں پولیس ڈیوٹی کے اوقات کے بعد انھیں ہراساں کرتی ہے اور دھوکے باز پولیس بن کر پیسہ کماتے ہیں۔ اس اجلاس کے بعد مقامی پولیس سپرنٹنڈنٹ نے علاقے کے تمام تھانوں میں نوٹیفیکیشن بھیجا کہ جو خواتین مردوں کے ساتھ عوامی مقامات پر ہوں انھیں ہراساں کرنا غیر قانونی ہے۔ اخبارات کے ذریعے بھی پولیس نے عوام کو خبردار کیا کہ اگر پولیس اہلکار وردی میں نہیں تو شہری اس کے کسی حکم یا ہدایت پر عمل کرنے یا اس کے سوالات کے جوابات دینے کے پابند نہیں ہیں۔

تاہم اس دوران مجھے ہراساں کرنے والے شخص کے ساتھیوں کی جانب سے ٹیلی فون پر دھمکیاں مل رہی تھیں اوران کا مطالبہ تھا کہ میں اس کیس سے دستبردار ہو جاؤں۔ پال اس دوران بہت زیادہ مددگار ثابت ہورہا تھا۔اس نے مجھے ایک موبائل فون لے کر دیا تا کہ مجھے جب بھی ضرورت ہو میں یو این ڈی پی کی سیکیورٹی کوفون کرسکوں۔اس زمانے میں موبائل فون عام نہیں ہوئے تھے۔ وہ اکثر فون کرتا تھا کہ کیا ہورہا ہے اور کیا مجھے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ وہ مہربان اور خیال رکھنے والا شخص تھا لیکن اس نے کبھی میرے ذاتی کاموں میں دخل اندازی نہیں کی۔اسے جلد ہی نظر آ گیا کہ پاکستانی معاشرے میں جن لوگوں کے پاس طاقت ہے وہ نظام کو اپنے ناپسندیدہ لوگوں کے خلاف استعمال کر سکتے ہیں۔قانون کی حکمرانی صرف بارسوخ لوگوں کے مفادات پورے کرتی ہے۔میں بہت خوش قسمت تھی کہ میرے کیس کو دیکھنے والے پولیس افسر ایماندار تھے۔

طارق اس پورے قصے کی وقتاً فوقتاً معلومات لیتا رہا۔ وہ ہر چیز سے آگاہ تھا لیکن اس کی شمولیت زیادہ نہیں تھی۔ کیوں کہ نیا انٹرنیشنل ڈپٹی آف آپریشنز آ چکا تھا اور بتدریج مختلف چیزوں کا چارج لیتا جا رہا تھا اس لیے طارق کے اختیارات کچھ حد تک کم ہو گئے تھے۔اس کے علاوہ چونکہ ملزم اس کے عملے کے ایک رکن کے گاؤں کا رہنے والا تھا اس لیے وہ ملوث نہیں ہونا چاہتا تھا اوران گاؤں والوں کی دشمنی مول نہیں لینا چاہتا تھا جن کے سیاسی لیڈروں سے اچھے تعلقات بھی تھے۔میرا خیال تھا کہ وہ دونوں طرف سے کھیل رہا تھا۔

کئی ماہ بعد،ملزم پولیس اہلکار کو بالآخر سزا ہو گئی،اسے ملازمت سے برخواست کر دیا گیا اور جیل بھیج دیا گیا۔ یہ لمبا کام تھا جس میں میرا بہت سا وقت اور توانائی ضائع ہوئی۔اس سے میرے اس احساس کو تقویت ملی کہ پیشہ ور خواتین کو ہمیشہ دھارے کے خلاف تیرنا چاہیے۔ یہ کیس لڑ کر میں نے خود کو زیادہ طاقتور محسوس کیا۔ میں نے محسوس کیا کہ دوسرے لوگ چاہے جو سوچیں، مجھے خود ہمیشہ اپنا احترام کرنا چاہیے۔

باب:15

سالگرہ منانا

جب میں مِنی سوٹا میں زیرِ تعلیم تھی تو میری والدہ کبھی کبھار میرے پاس آتی تھیں۔ ایک مرتبہ وہ میرے پاس ٹھہری ہوئی تھیں، آدھی رات کو ان کی آنکھ کھلی تو انھوں نے دیکھا کہ میں سردیوں کا لمبا کوٹ اور برف میں استعمال کیے جانے والے جوتے پہنے باہر جانے کے لیے تیار ہوں۔ پریشان ہو کر انھوں نے پوچھا ''اس اندھیرے میں تم کہاں جارہی ہو، کیا وقت ہوا ہے؟''

''صبح کے چار بجے ہیں''۔ میں نے جواب دیا ''آپ پریشان نہ ہوں، سب خیریت ہے، آپ سو جائیں، میں جلد واپس آجاؤں گی''۔ وہ آنکھیں ملتی ہوئی بستر سے باہر آگئیں اور غصے سے مجھے لائٹ جلانے کے لیے کہا اور پوچھا کہ تم اس وقت کہاں جارہی ہو۔ میں نے جلدی سے کہا کہ میں گھریلو تشدد کے خلاف کام کرنے والی ایک تنظیم سینٹ پال انٹروینشن سینٹر کے لیے رضا کارانہ طور پر کام کرتی ہوں۔ جب بھی پولیس کو پتہ چلتا ہے کہ کسی عورت کو مارا پیٹا گیا ہے تو وہ اس سینٹر کے رضا کاروں سے اسی وقت رابطہ کر لیتی ہے۔ ہم نے اس بات کی تربیت حاصل کی ہوئی ہے کہ اس خاتون کے گھر جائیں اور اس کی فوری طور پر مدد کریں اور اس بحرانی صورت حال میں اس کی کونسلنگ کریں۔

میری والدہ ہیجانی کیفیت میں آگئیں۔ ''تم کس قسم کی باتوں میں پڑ گئی ہو؟'' اُنھوں نے پوچھا تو میں نے پیار سے ان کا غصہ ٹھنڈا کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ بعد میں انھیں تفصیل سے ساری بات بتاؤں گی۔ مجھے ایک طے شدہ مقام پر دوسری رضا کار سے ملنا تھا، اس لیے مجھے نکلنے کی جلدی تھی۔

واپس آ کر میں نے والدہ کو بتایا کہ میں عورتوں کے حقوق کے لیے مختلف کرائسس سینٹرز میں رضا کارانہ خدمات سرانجام دیتی ہوں۔ انھیں طلبا تنظیموں میں میری سرگرمیوں کا علم تھا لیکن میرے اس کام اور اس کے اوقات کار کے متعلق جان کر وہ بہت حیران ہوئیں۔ انھوں نے اس قسم کی غیر نصابی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی نہیں کی لیکن دل کی گہرائیوں میں وہ کچھ ایسی حیران بھی نہیں تھیں کیونکہ وہ مجھ سے کسی بھی کام کی توقع رکھتی تھیں۔

انھوں نے پوچھا کہ ایک ترقی یافتہ ملک میں اس قسم کا گھریلو تشدد کیسے ہوسکتا ہے۔ انھیں یہ بات سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ خواتین اپنے خاوندوں کا تشدد کیوں برداشت کرتی ہیں کیوں کہ انھوں نے جتنی بھی امریکی خواتین کو دیکھا تھا وہ معاشی اعتبار سے خودمختار دکھائی دیتی تھیں۔ میں نے انھیں بتایا کہ گھریلو تشدد، جنسی زیادتی اور جنسی طور پر ہراساں کیا جانا امریکہ میں عام ہے لیکن ان برائیوں کے خاتمے کے لیے کام کیا جارہا ہے۔ یہاں ان مظالم کا شکار عورتیں کم از کم کسی سے رجوع تو کرسکتی ہیں۔ میں نے کہا کہ میں یہ سب چیزیں سیکھنا چاہتی ہوں تاکہ جب پاکستان واپس جاکر اپنے ملک کے لیے کچھ کرسکوں۔

پاکستان میں 1980ء کی دہائی میں سماجی تحریک بہت منظّم تھی۔ سب کی توجہ انتہائی جابرانہ فوجی آمریت کے خلاف جدّ وجہد پر مرکوز تھی جس نے خواتین کے خلاف متعدد قوانین بنائے تھے۔ 1988ء میں آمر کی موت کے بعد یہ تحریک چھوٹے چھوٹے گروپوں میں بکھر گئی جن کے گوناگوں مقاصد تھے اور یہ گروپ سماجی سرگرمیوں کے ذریعے اپنی شناخت قائم رکھنا چاہتے تھے۔ میں اسی زمانے میں تعلیم مکمل کرکے پاکستان واپس آئی۔

چھوٹے چھوٹے پروفیشنل گروپ تشکیل پانا شروع ہوگئے تھے جن کی توجہ بین الاقوامی مالی ایجنسیوں سے فنڈ حاصل کرنے پر تھی۔ اس وقت سے پاکستانی سماجی تحریک کا انحصار رضاکاروں کی بجائے اجرتی عملے پر ہے۔ بین الاقوامی امدادی ایجنسیوں نے ہمیں یہ پڑھایا کہ ہم اپنی توجہ ایسے ترقیاتی منصوبوں پر مرکوز کریں جن کی تکمیل کا وقت مقرر ہو اور جن میں پہلے سے متعین کردہ ''مقاصد'' کے حصول پر توجہ مرکوز ہو نہ کہ دوررس مقاصد کی حامل سماجی تحریک۔ پرانی طرز کی 'رضاکاروں پر مشتمل' سماجی تحریک تقریباً ختم ہوچکی ہے۔

ہم نے 1992ء میں رضاکار شہریوں کی شمولیت کی بنیاد پر 'بیداری' قائم کی۔ اس تنظیم میں صحیح معنوں میں انتخابات ہوتے تھے جن میں ارکان اپنی کمیٹیاں قائم کرسکتے تھے، مختلف پروگراموں میں حصّہ لے سکتے تھے اور فیصلوں، پروگراموں اور طریقہ کار کے متعلق اپنی آرا کا اظہار کرسکتے تھے۔ بیداری ایک مثالی تنظیم بن گئی جس نے ثابت کیا کہ شہری کس طرح کسی مشن کو اپنا سکتے ہیں اور جمہوری انداز میں کام کرسکتے ہیں۔

بیداری کی چوتھی سالگرہ منائی جارہی تھی۔ بیداری ہاؤس کے لان میں اراکین کا میلہ سجا تھا۔ مرد، عورتیں اور بچے لطف اندوز ہورہے تھے۔ بچے بیداری کے لیے سالگرہ کے تحفے لے کرآئے تھے۔ ہرآنے والے کو گلاب کا ایک پھول پیش کیا جارہا تھا۔ فنڈ اکھٹا کرنے کے لیے چھوٹے چھوٹے اسٹالوں پر مختلف اشیا فروخت کی جارہی تھیں۔ ایک طرف بڑے سے اسٹیج پر رنگین بینر لگے تھے۔

میں نے دیکھا مجمع کے درمیان پال چلا آرہا تھا۔ خاکی پتلون اور ہلکی گلابی قمیص پہنے وہ پہلے سے بھی زیادہ حسین لگ رہا تھا۔ جب بھی اسے کوئی جانا پہچانا چہرہ نظر آتا اس کی آنکھیں چمک جاتیں۔ میں ارکان

سے بھرے وسیع لان کے دوسرے سرے سے دیکھ رہی تھی۔ پال گیٹ سے داخل ہو کر استقبالیہ کی جانب بڑھ گیا۔ ایک لڑکی اسے گلاب کا پھول پیش کرنے کے لیے دوڑی۔ پال نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

بیداری کی ایک متحرک رضا کار سعدیہ استقبالیہ ڈیسک پر بیٹھی تھی۔ پال کے قریب آنے پر سعدیہ نے مسکراہٹ کے ساتھ اسے خوش آمدید کہا۔ پال بھی مسکرایا اور حیرانی سے کہا ''میں اس ملک میں پہلے کسی ایسے فرد سے نہیں مِلا جس کی آنکھیں میری طرح سبز ہوں'' وہ دونوں ہنس پڑے۔ سعدیہ نے اسے بیداری کا تعارفی لٹریچر دیا اور چندہ مانگا۔ میں سعدیہ کے اس مثبت رویّے پر مسکرائے بِنا نہ رہ سکی۔ یہ ان کی پہلی ملاقات تھی۔ پال کو بھی علم نہیں تھا کہ سعدیہ بعد میں اس کی بہنوں کی طرح بن جائے گی۔

گورنینس کے ماہر کی حیثیت سے پال کو اس بات میں گہری دلچسپی تھی کہ لوگ خود کو کس طرح منظّم کرتے ہیں۔ میں نے پال کو بیداری کی سالگرہ پر اس لیے مدعو کیا تھا تاکہ وہ دیکھ سکے کہ پاکستان کے شہری کس طرح سماجی مسائل کے حوالے سے منظّم ہوتے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ طرح طرح کے لوگوں کو ایک ساتھ کام کرتے دیکھ کر اسے حیرت ہوگی۔ اس نے گھوم پھر کر مختلف اراکین سے بات کی جن میں اساتذہ، بینکار، گھریلو خواتین، طلبا اور دیگر شعبوں کے لوگ شامل تھے۔ یہ سب لوگ 'بیداری' کے لیے اتنی اپنائیت کا اظہار کر رہے تھے جیسے کوئی اپنے بچے کو پیار کرتا ہے۔

پال سے کہا گیا کہ وہ بھی گیس بھرا غبارہ خریدنے کے لیے پیسے دے تاکہ ہم ایک بینر فضا میں اُڑا سکیں۔ ہم نے لوگوں سے ایک غبارہ 20 روپے میں خریدنے کو کہا تھا تاکہ اسے بینر پر باندھا جائے جس پر لکھا تھا ''بیداری اُونچا اڑو''۔ میں نے بینر کے ساتھ غبارہ باندھتے ہوئے پال کی تصویر کھینچی اور پھر اس کے پاس جا کر اسے بیداری میں خوش آمدید کہا۔ میں چاہتی تھی کہ وہ اس ماحول میں خود کو اجنبی محسوس نہ کرے۔ مجھے اس کے آنے سے خوشی ہوئی تھی۔ پروگرام شروع ہونے کا اعلان ہو رہا تھا۔ میں پال کے ساتھ بیٹھ گئی اور اسے ڈرامے کا انگریزی میں ترجمہ کر کے بتانے لگی۔ اس نے مجھے تحسین آمیز نظروں سے دیکھا۔ میں نے شوخ گلابی رنگ کی شلوار قمیص پہن رکھی تھی اور میرے تازہ گھنگھریالے بال ادھر ادھر اڑ رہے تھے۔ میرے گال پر ایک پھول پینٹ کیا ہوا تھا۔

تھیٹر گروپ نے بیداری کے پروگراموں اور رضا کاروں کی مزاحیہ نقالی پر مبنی خاکے دکھائے۔ میں نے بھی ایک خاکہ تیار کیا ہوا تھا جس میں فنکاروں کا مذاق اڑایا جسے انھوں نے بہت پسند کیا۔ جب طبلے پر تھاپ پڑی تو میں خود سٹیج پر چڑھ گئی اور موسیقی پر رقص کیا۔ بہت سے مرد و خواتین اور بچے بھی اسٹیج پر آ کر رقص میں شامل ہو گئے۔ ہم نے مل کر خوب جشن منایا۔ بیداری ہزاروں لوگوں کے لیے اطمینان کا ذریعہ تھی۔ جن لوگوں

کو بیداری سے اعانت ملی، جو اس میں ملازمت کر رہے تھے یا رضا کار کے طور پر کام کر رہے تھے، اور مجھ جیسے لوگوں کے لیے بھی جنھوں نے اس کی بنیاد رکھی تھی۔ مجھے قطعاً اندازہ نہیں تھا کہ اقوامِ متحدہ کے اندر ہی مجھے بیداری سے تعلق رکھنے پر تنقید کا نشانہ بنایا جائے گا۔

بیداری کی سالگرہ کے ایک مہینے بعد میری اپنی سالگرہ تھی۔ میرے اہل خانہ نے ہمیشہ کی طرح ایک پارٹی منعقد کی۔ متعدد دوست مدعو تھے۔ میں یو این ڈی پی کے کچھ لوگوں کو جانتی تھی لیکن ان میں سے کوئی میرا حقیقی دوست نہیں تھا اس لیے پال وہ واحد کولیگ تھا جسے میں نے مدعو کیا۔ میں نے اسے دوست اور سچا انسان پایا...... میں اسے پسند کرنے لگی تھی۔

پارٹی میں دوستوں کے ساتھ گفتگو کے دوران میں نے پال کے پاس بیٹھ کر اس سے بھی کچھ دیر باتیں کیں۔ اس نے پاکستانی موسیقی کے متعلق بہت سے سوال پوچھے۔ میں نے اسے پیشکش کی کہ میں اسے کچھ اچھی دکانیں دکھاؤں گی جہاں سے علاقائی اور روایتی موسیقی کے ریکارڈ خریدے جا سکتے ہیں۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ اسے طبلہ پسند تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں نے زمانہ طالبعلمی میں ستار بجانا سیکھا تھا۔ ہمیشہ کی طرح میری باتیں طویل اور اس کے جواب مختصر تھے۔

پارٹی کے دوران ایک دوست نے پوچھا کہ میرے اور پال کے درمیان کیا چکر ہے۔ حیران ہو کر میں نے جلدی سے جواب دیا ''کچھ نہیں'' کیوں کہ یہی سچ تھا۔ میں اسے پسند کرتی تھی لیکن میرے ذہن میں کوئی رومانوی تعلق نہیں تھا۔ اس لڑکی نے پوچھا کہ کیا پال شادی شدہ ہے۔ میں نے جواب دیا ''وہ پاکستان میں اکیلا رہتا ہے لیکن مجھے معلوم نہیں کہ وہ شادی شدہ ہے یا اس کے بال بچے ہیں''۔ اس نے مجھے بُرا بھلا کہا کہ میں ایسی باتوں پر توجہ کیوں نہیں دیتی۔ اس نے کہا "وہ اتنا خوبصورت شخص ہے اور اس کی شخصیت میں اتنا ٹھہراؤ ہے۔ کم از کم تمھیں اتنا تو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ شادی شدہ ہے یا نہیں''۔

مجھے سمجھ نہیں آیا کہ مجھے کیا کہنا چاہیے۔ میرا جواب اتنا ہی تھا کہ ''میں کیا اس کے پاس جا کر پوچھوں کہ کیا وہ شادی شدہ ہے؟ میں اتنا ذاتی سوال کس طرح پوچھ سکتی ہوں؟ اس نے کبھی خود سے بتایا نہیں اور میں نے کبھی پوچھا نہیں۔ میں ایسی باتیں نہیں پوچھ سکتی" اس نے مجھے کہا کہ میں سخت بے وقوف ہوں۔ میں نے کہا کہ پال اور میں صرف کام کے حوالے سے ملتے ہیں اور ہمارا ایک دوسرے سے باہمی عزت کا اور رسمی تعلق ہے۔

اس کے سوالات نے مجھے یہ احساس دلایا کہ پال سے میری دوستی گہری ہوتی جا رہی تھی جب کہ میں اس کی ذاتی زندگی کے متعلق بہت کم جانتی تھی۔ وہ بہت لیے دیے رہنے والا شخص تھا اور اپنے بارے میں زیادہ بات نہیں کرتا تھا۔ میں نے سوچا کہ پال سے نجی قسم کے سوال پوچھنا بے جا دخل اندازی ہوگی۔ مجھے ایک نامعلوم سی ہچکچاہٹ تھی کیونکہ میں اس سے آسانی کے ساتھ ہر بات کر لیتی تھی۔

اس شام پال بہت مطمئن تھا۔ پارٹی ختم ہونے کے بعد صرف چند دوست رات گئے تک بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ پال بھی ٹھہرے رہا اور ان سے باتیں کر کے لطف اندوز ہوا۔ میں اسے کن انکھیوں سے دیکھتی رہی کہ وہ خوش ہے اور اچھا وقت گزار رہا ہے۔ جب وہ رخصت ہونے لگا تو میں اسے گیٹ تک چھوڑنے آئی۔ اس وقت اس نے جیب سے ایک خوبصورت انڈونیشی باتک سارونگ نکالی اور مجھے سالگرہ کے تحفے کے طور پر پیش کی اور کہا کہ وہ آہستہ آہستہ مجھے بہتر طور پر سمجھ رہا ہے۔ میری دوست کا سوال میرے ذہن میں آیا۔ میں نے سوچا کہ اب اس سے وہ بات پوچھنے کا اچھا موقع ہے۔ میں کم از کم اپنی دوست سے کہہ تو سکوں کہ میں نے سوال پوچھ لیا ہے مگر مجھ میں ہمت نہ ہوئی۔ بس یہ سوال کچھ نامناسب سا لگا۔

باب:16

نئے ممکنات۔ پرانے چیلنج

کسی کام کا آغاز اور اختتام میرے لیے ہمیشہ اہم رہے ہیں۔ میں ہمیشہ ان سے بہت تقدس کے ساتھ پیش آتی ہوں۔ ہر سال کے آخر پر، میں گزرے سال کی کارکردگی پر نظر ڈالتی ہوں، نئے منصوبے بناتی ہوں اور گزرنے والے سال کو باقاعدہ طور پر خدا حافظ کہتی ہوں۔ لمبے سفر پر جاتے وقت میں سفر کی تیاری کرنے کی بجائے نامکمل کاموں کو پورا کرنے پر توجہ مرکوز کرتی ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ منزل پر پہنچ کر میں اس جگہ کے لیے پریشان رہوں جسے میں پیچھے چھوڑ آئی ہوں۔ مجھے کسی بھی مقام پر سو فی صد موجودگی پسند ہے۔ میری خواہش ہوتی ہے کہ کمپیوٹر کو نامکمل فائلوں اور دیگر متفرقات سے خالی کردوں۔ یو این ڈی پی کے پرانے دفتر کو چھوڑ کر نئے خوبصورت ٹاور میں منتقل ہونا بھی میرے لیے ایسا ہی موقع تھا۔ جن چیزوں کی مجھے ضرورت نہیں تھی، میں انھیں ضائع کرسکتی تھی مثلاً یونی فیم کی پرانی فائلیں۔ جب سامان جانے لگا تو میں نے عمارت کو دیکھا اور افسوس کیا۔ میرا دل چاہا کہ کاش میں ان کشیدہ تعلقات کو خیر باد کہہ سکوں جن کے متعلق مجھے پتہ تھا کہ وہ میری توانائی ضائع کرتے رہیں گے۔ میں کام کا نیا مرحلہ شروع کرنے سے قبل اپنے دفتر کے خالی فرش پر کچھ دیر بیٹھی رہی۔

پیشہ ورانہ طور پر مجھے اپنی صلاحیتوں پر بہت عزت حاصل ہوئی۔ رابرٹ، پال اور دوسرے سینئر ساتھیوں نے میری پیشہ ورانہ صلاحیتوں کا واضح اعتراف کیا۔ یو این ڈی پی میں مجھے جن الجھنوں کا سامنا کرنا پڑا، انھیں چھوڑ کر ذاتی طور پر میں نے اچھی خاصی شخصی آزادی حاصل کر لی تھی۔ اب تک میں شادی سے خوفزدہ تھی اور خیال کرتی تھی کہ شادی سے میری آزادی سلب ہو جائے گی اور ایک پیشہ ورانہ خاتون بننے کی توقعات ختم ہو جائیں گی۔ میں نے اپنے خیالات اپنے والدین کو بتا دیے تھے لیکن انھیں امید رہی کہ کبھی نہ کبھی کوئی مجھے اپنا ذہن بدلنے پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

ہمارا دفتر بالآخر پاک سعودی ٹاور میں منتقل ہو گیا۔ اس کا داخلی منظر انتہائی روکھا پھیکا تھا جہاں ہیلو کہنے کے لیے کوئی ماریہ بھی نہیں تھی۔ اس کی بجائے گہرے نیلے رنگ میں ملبوس متعدد سیکیورٹی گارڈ آپ کو ایک

سیکیورٹی دروازے سے گزرنے کے لیے کہتے تھے جبکہ آپ کا ہینڈ بیگ دوسرے دروازے سے آتا تھا۔ ایک طرف چھوٹا سا استقبالیہ تھا اس پر دو نوجوان لڑکیاں (جن میں سے ایک مبینہ طور پر طارق کے ساتھ بھور بن گئی) ایک بُلٹ پروف کاؤنٹر پر بیٹھتی تھیں۔ شیشے میں ایک چھوٹا سا سوراخ تھا جہاں ان سے گفتگو ہو سکتی تھی۔ فرش پتھر کا تھا اور بے جان لفٹ مجھے نویں منزل پر لے گئی جہاں ایک اندھیری راہداری سے آگے دفاتر تھے۔ آتے وقت مجھے کوئی شناسا چہرہ نظر نہیں آیا۔ مجھے اپنی پرانی عمارت یاد آئی اور ساتھ ہی ماریہ سے ملنا بھی جواب یہاں کسی کونے کھدرے میں آپریٹرز کے لیے بنائے گئے کمرے میں مقیم تھی۔ اس عمارت میں آنا اس لیے خوشگوار تھا کہ اقوامِ متحدہ کی دیگر بہت سی ایجنسیوں کے دفاتر بھی اسی عمارت کی مختلف منزلوں پر تھے۔ یو این ڈی پی کے دفاتر دو منزلوں پر تھے اور پرانی عمارت کی طرح بکھرے ہوئے نہیں تھے۔ پروگرام کا عملہ اور مقامی مندوب نویں منزل پر تھے جبکہ آپریشن کا عملہ دسویں منزل پر تھا۔

رابرٹ نے ساتویں منزل کے آڈیٹوریم میں ایک غیر رسمی اجلاس بلایا۔ وہاں سب کے بیٹھنے کیلیے کرسیاں نہیں تھیں اس لیے ہم سب ایک نیم دائرے میں کھڑے ہو گئے۔ رابرٹ طارق کے ساتھ داخل ہوا اور سب خاموش ہو گئے۔ میں رنسے کے برابر کھڑی تھی میں نے پوچھا ''آپریشن کے ڈپٹی کہاں ہیں''۔ اُس نے سرگوشی میں جواب دیا ''مجھے نہیں معلوم''۔ میں نے کہا ''کیا اُسے یہاں نہیں ہونا چاہیے تھا؟ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ہمیشہ طارق ساری توجہ حاصل کر لیتا ہے''۔ اس نے مجھے ''ہش'' کہہ کر خاموش کرا دیا۔

رابرٹ اپنی تقریر شروع کر چکا تھا اور میں نے اُسے کہتے ہوئے سُنا کہ ''میں طارق کی ان تھک محنت پر اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اُس نے دن رات کام کیا اور اس کے بغیر یہ سب کرنا ممکن نہیں تھا''۔ طارق کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ رابرٹ اُس کی تعریف کرتا رہا کہ اس نے طارق کی معاونت سے اقوامِ متحدہ کی ساری ایجنسیز کو ایک چھت کے نیچے جمع کر کے تاریخ رقم کی ہے۔ اُس نے تقریر ختم کرتے ہوئے کہا کہ اس سے ہماری حفاظت اور دیگر سہولیات بہتر ہو جائیں گی اور ملک میں اقوامِ متحدہ کا تاثر ایک متحد تنظیم کی حیثیت سے اُبھرے گا۔ ہر کسی نے تالیاں بجائیں اور طارق سب کی طرف دیکھتے ہوئے سر ہلاتا رہا۔

رسمی تقریر کے بعد رابرٹ نے لوگوں سے اُن کے مسائل کے بارے میں پوچھا۔ لوگوں نے عمارت میں ہوا کی کمی، ائر کنڈیشنرز، دفتر میں جگہ وغیرہ کے متعلق اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔ رابرٹ نے انھیں خاطر میں لائے بغیر کہا ''چلیے شروع میں کچھ مشکلات تو ہوں گی۔ آیئے خواتین و حضرات اب ہم چائے پیتے ہیں۔''

مجھے اُمید تھی کہ نئی عمارت میں انتظامی بندوبست بھی نیا ہوگا۔ میری اُمید کی بُنیاد تین باتوں پر تھی۔ پہلی یہ خبر تھی کہ پروگرامز کے ڈپٹی ہمارے ساتھ ہوں گے، دوسری یہ کہ یو این ڈی پی کی فیصلہ سازی میں پال کو دخل ہو گا اور تیسری بات یہ کہ یو این ڈی پی کی حکمتِ عملی پر نظر ثانی ہونے والی تھی۔

یو این کی تمام ایجنسیوں کو ایک جگہ لانے پر رابرٹ بہت خوش تھا اور ریزیڈنٹ کوآرڈینیٹر کی حیثیت سے یہ کام اُس کے سر پر ایک کلغی کی طرح تھا۔ طارق بھی بہت خوش تھا کہ اس عمارت کے کرائے، ساز و سامان، ڈیزائن اور اسی طرح کے مختلف ٹھیکوں میں وہ شامل تھا۔ ہر کوئی سرگوشی کر رہا تھا کہ ان ٹھیکوں میں بھاری رقم کمائی گئی ہے۔ میں اس بات پر خوش تھی کہ طارق ان کاموں کی وجہ سے رابرٹ کے ساتھ مصروف تھا اور اُس نے میری جان چھوڑ دی تھی۔

صرف ایک چیز مجھے پریشان کر رہی تھی اور وہ میرے معاہدے کے انتظامات تھے۔ چھ ماہ قبل میرے معاہدے کی تجدید کرتے ہوئے ایک سال کی بجائے مجھے صرف تین ماہ کا معاہدہ تھما دیا گیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ میں کس کی پیش قدمی کا جواب دینے سے قاصر رہی تھی۔ میں نے مارچ میں تین مہینوں کے عارضی معاہدے پر دستخط کیے لیکن اب تین ماہ مزید گزر جانے کے باوجود پرسونل ڈیپارٹمنٹ نے مُجھ سے رابطہ نہیں کیا تھا۔

پروگرامز کے نئے سربراہ بالآخر آ گئے۔ ہارومی سکاگوچی ایک ادھیڑ عمر کے جاپانی تھے۔ پال اُنہیں نیپال سے جانتا تھا جہاں دونوں نے ایک ساتھ کام کیا تھا۔ پال، ہارومی اور میرے اشتراک کار کی ابتدا بری نہیں تھی۔ ہم نے ترقی کے مؤثر اسلوب کے بارے طویل بحث مباحثے کیے۔ ہارومی مجھے اچھے لگے کیونکہ وہ نئے خیالات کو پسند کرتے تھے اور مختلف معاملات پر بات کر کے اُن پر عمل درآمد کرتے تھے۔ میرا اُن کے ساتھ کام کرنے کا اچھا ڈھب بن گیا۔ وہ رابرٹ سے بالکل مختلف تھے۔ رابرٹ سمجھتا تھا کہ اُسے سب معلوم ہے جبکہ ہارومی شاذ و نادر ہی کسی معاملے پر رائے دیتے تھے۔ رابرٹ فوراً فیصلہ دے دیتا تھا جبکہ ہارومی ہر معاملے میں دوسرے لوگوں کی رائے لیتے تھے۔ یہاں تک کہ اُن معاملات پر بھی جن کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہوتا تھا۔ رابرٹ اپنے عمل میں روبوٹ کی طرح ''خامیوں سے پاک'' تھا جب کہ ہارومی انسانی اقدار میں رکھ رکھاؤ کے قائل تھے۔ وہ ہر سوال کی فلسفیانہ تہوں میں اترتے تھے۔

گزشتہ معاہدے کی میعاد پوری ہونے کے کئی روز بعد ایک بار پھر بغیر کسی وضاحت کے مجھے تین ماہ کا معاہدہ بھجوا دیا گیا۔ میں یہ سارا معاملہ ہارومی کے پاس لے گئی۔ انھوں نے کہا کہ میں طارق سے رابطہ کروں کیونکہ انھیں یقین ہے کہ اس میں کسی سے غلطی ہو گئی ہے۔ مزید یہ کہ رابرٹ نے میری بہت تعریف کی ہے اور سب لوگ میری قابلیت کا احترام کرتے ہیں۔ انھوں نے درست کہا تھا کیونکہ سب لوگ مجھ سے مستقل اہلکار جیسا برتاؤ کرتے تھے اور میرے کام کی قدر کی جاتی تھی۔ کسی نے میری ملازمت پر کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ ہارومی کا خیال تھا کہ طارق سے ملاقات میں معاہدے کا معاملہ حل ہو جائے گا۔ مجھے حیرت تھی کہ اس نے کس آسانی سے میرے سالانہ معاہدے کو تین ماہ میں تبدیل کر دیا اور کسی نے اس سے پوچھا تک نہیں۔

میں نے طارق سے بات کرنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ مجھے اپنے دفتر میں آنے پر مجبور کرنا تھا تاکہ مجھ سے

کھٹی میٹھی باتیں کر کے مجھے رات کے کھانے کی دعوت قبول کرنے پر مجبور کر سکے۔ میں حیران تھی کہ وہ مجھے دباؤ میں لانے کے لیے ایسی حرکتیں کرنے کے باوجود صاف بچ نکلتا تھا۔ وہ مجھے نوکری سے نہیں نکال سکتا تھا لیکن اپنے اختیارات میں رہتے ہوئے مجھے تنگ کر سکتا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ تین ماہ کے معاہدے میں سالانہ اور بیماری کی چھٹیاں نہیں تھیں۔ اگر میں ایک دن کے لیے بیمار ہونے کے سبب چھٹی کر لیتی تو اس دن کی تنخواہ کاٹ لی جاتی۔ بہرحال میں نے اس بات کو نظرانداز کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ میں شاذ و نادر ہی غیر حاضر ہوتی تھی بلکہ ہفتہ وار چھٹی بھی نہیں کرتی تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر مجھے اپنا کام پسند ہے تو مجھے طارق کی کم ظرفی اور گھٹیا پن کو بھلانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تاہم میں سینئر حکام سے نالاں تھی کہ انھوں نے خود کوئی ذمہ لیے بغیر اس ناانصافی کے لیے راستہ چھوڑ دیا۔

اس وقت یو این ڈی پی کو اپنی حکمت عملی کا تزویراتی جائزہ لینا تھا۔ یہ وسط مدتی جائزہ ہاروی کے لیے پہلا چیلنج تھا۔ یو این ڈی پی منصوبوں کے چھ سالہ سلسلے پر کام کرتا تھا اور وسط مدت میں یہ دیکھنے کے لیے جائزہ لیا جاتا تھا کہ یہ پروگرام ملکی حالات کے مطابق ہیں یا نہیں، دستیاب وسائل کیا ہیں اور ادارے کی ترجیحات کیا ہیں۔ اس تین رکنی جائزہ مشن کا سربراہ یو این ڈی پی کا ایک قابل ریٹائرڈ سینئر جہان رحیم تھا۔ سری لنکا سے تعلق رکھنے والے جہان رحیم میں انسانی ترقی کی حقیقی لگن تھی۔ میں نے بحث مباحثے میں بھرپور حصہ لیا اور بنیادی رپورٹ کے لیے متعدد مضامین تیار کیے۔ جب جہان رحیم نے مجھ سے پوچھا کہ یو این ڈی پی میں عورتوں کے حقوق پر کس طرح کام ہو رہا ہے تو میں نے دوٹوک انداز میں بات کی۔

نظرثانی مشن کے نتائج میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ یو این ڈی پی خواتین کے مسائل سے انصاف نہیں کر رہا۔ حالانکہ پاکستانی معاشرے میں یہ مسائل بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ یو این ڈی پی نے صنفی ترقی کو مکمل طور پر نظرانداز کر رکھا ہے۔ مشن نے سفارش کی کہ ملک میں صنفی امتیاز کے خلاف جدوجہد کے لیے ایک علیحدہ پروگرام بنایا جائے۔ یہ تو میرے خواب کی تعبیر تھی۔ میں ایسے موقع کے انتظار میں تھی۔ میں نے اپنی توانائی مجتمع رکھی اور طارق جیسے احمق کی وجہ سے نوکری نہیں چھوڑی۔ مجھے خوشی تھی کہ مجھے اس پروگرام کی سربراہ چنا گیا۔

نظرثانی مشن کے اختتامی اجلاس کے بعد جیسے ہی عملہ کمرے سے باہر نکلا، طارق میرے پیچھے آیا اور میرا بازو پکڑ کر مجھے ایک طرف لے گیا اور سرگوشی کی۔ ''بے بی میں تمھیں مس کرتا ہوں، تم مجھے کیوں نظرانداز کرتی ہو؟''

میں نے اردگرد دیکھا۔ ہر کوئی ہال سے باہر نکلنے کی جلدی میں تھا اور ہماری طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ طارق کی آواز مدھم اور لہجہ عامیانہ تھا۔ میں نے بلند آواز سے کہا" مجھے یہ پسند نہیں طارق"۔

اس نے فوراً اپنی آواز کا انداز بدل دیا تا کہ کوئی ہماری گفتگو کا نوٹس نہ لے اور بلند آواز میں کہا" تم نے جو بات کرنی ہے برائے مہربانی میرے کمرے میں آ کر کرو"۔

میں اپنے کمرے میں واپس گئی تو میرا خون کھول رہا تھا۔ میں اس سے بدلا لینے کے لیے تڑپ رہی تھی۔ میں اسے مکے مارنا چاہتی تھی۔ میں اب یہ قصہ ختم کرنا چاہتی تھی۔ میں غصے میں اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کا سیکریٹری اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا اور پوچھا کہ وہ میری کیا مدد کر سکتا ہے۔ میں نے جواب دیا ''کچھ نہیں'' اور کمرے میں داخل ہو گئی۔

طارق مجھے دیکھتے ہی خوش ہو کر بولا ''ہائے چوچو، کتنا اچھا ہے کہ تم میرے دفتر آئی ہو۔ بہت دنوں بعد آئی ہو تم یہاں۔"

"طارق، بس کرو"۔

وہ ہنسا "اوہو، جب تم خفا ہوتی ہو تو مجھے اچھی لگتی ہو۔ تم کتنی سیکسی لگتی ہو"

"میں تم سے کہہ رہی ہوں کہ مجھ سے ایسی بات نہ کرو ورنہ میں شکایت کر دوں گی" میں نے دھمکی دینے کے انداز میں کہا۔

"اچھا بیٹھ جاؤ اور مجھے بتاؤ کہ تمھیں کیا چیز پریشان کر رہی ہے" وہ گھٹیا سے انداز میں بولا۔

"تم جانتے ہو میرا مطلب کیا ہے" میں نے سختی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ استہزائیہ انداز میں بولا" جب میں کسی عورت کو اس موڈ میں دیکھتا ہوں تو کہتا ہوں کہ اسے ایک بوائے فرینڈ کی سخت ضرورت ہے تا کہ وہ اسے خوش رکھے"۔

''حد ہو گئی ہے'' میں سخت آگ بگولا ہو کر بولی۔

''تم ہماری ساتھی صائمہ کو جانتی ہو، مجھے نہیں معلوم کہ اس کا شوہر کیا کرتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اسے ایک بڑے.....'' اس نے مٹھی بند کر کے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

"تم اپنی حد میں رہو، تم سمجھتے ہو کہ میرے معاہدے میں گڑ بڑ کر کے تم میرے اوپر دباؤ ڈال سکتے ہو"

"اوہو، تو یہ بات تمھیں تنگ کر رہی ہے۔ بیٹھو، میں ہمیشہ اپنے دوستوں کے کام آتا ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں جسے ہم حل نہ کر سکیں۔ بیٹھو اور خود پر قابو رکھو، فوزیہ۔ میں نے ہمیشہ تمھیں اپنا دوست سمجھا ہے''۔ اس نے بظاہر ہمدردانہ مگر عامیانہ لہجے میں کہا۔

میں کھڑی رہی اور کہا ''میں تمھیں صرف دفتر کا ساتھی سمجھتی ہوں'' اور باہر نکل آئی۔

"بڑے افسوس کی بات ہے" اس نے طنز سے کہا۔ اس کی آواز میں دھمکی پنہاں تھی۔

اپنے کمرے میں واپس آ کر میں پہلے سے بھی زیادہ غصے میں تھی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ طارق سے دشمنی اچھی نہیں۔ میں نے صورت حال پہلے سے بھی زیادہ خراب کردی ہے۔ وہ بے شرم تھا اور اسے معلوم تھا کہ اسے اب کیا کرنا ہے۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ حال ہی میں مجھے پیشہ ورانہ طور پر جو حاصل ہوا ہے، طارق کے ہاتھوں ضائع ہو جائے۔ بالآخر مجھے ایک موقع مل رہا تھا لیکن طارق گلاب کی شاخ پر کانٹے کی طرح بیٹھا تھا۔ جب بھی میں پھول کی جانب بڑھتی، میرا ہاتھ زخمی ہوتا تھا۔

باب:17

دوستی کا مرحلہ

دفتر کا وقت ختم ہو رہا تھا۔ پال کا نیلا کوٹ اس کی کرسی پر لٹک رہا تھا۔ اس نے مجھے اپنے دفتر آنے کو کہا تھا۔ جیسے ہی میں داخل ہوئی تو مجھے ایک مستطیل افقی کھڑکی سے غروب ہوتے سورج کی سرخ روشنی دکھائی دی۔

''یہ باریک سی کھڑکی غنیمت ہے، آپ غروب آفتاب کی ایک خوبصورت جھلک تو دیکھ سکتے ہیں'۔ میں نے اس کی میز کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔ پال نے میری طرف مسکرا کر دیکھا۔ وہ میرے چہرے پر وسط مدتی جائزے کے نتیجے میں آنے والی خوشی دیکھ کر محظوظ ہو رہا تھا۔ میں بھی جواب میں مسکرائی۔ اس خاموشی کے عالم میں ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ یگانگت اور خوشی محسوس کی۔

مسکراتے ہوئے پال نے کہا،''میں نے جہان رحیم اور ہارومی سے طویل گفتگو کی ہے اور اب تم جینڈر پروگرام کی سرگرمیوں کا خاکہ بنانا شروع کر دو۔ میں خود گورننس پر ایک پروگرام بناؤں گا اور اس میں مجھے تمھاری مدد درکار ہوگی''۔

''یقیناً میں تمھاری مدد کر سکتی ہوں لیکن میں اپنے صنفی پروگرام پر کام کے بارے میں بہت پرعزم ہوں"۔

Ž § Ÿ „ "ے پاس اپنا کام ہے لیکن ہارومی کا کہنا ہے کہ میں تمھیں گورننس سے متعلق کوئی کام بھی دوں"۔ پال نے آگے جھکتے ہوئے کہا۔

اوہ''میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''تم اس بارے میں پُر جوش نظر نہیں آتیں''اس نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

''میں صنفی پروگرام کے ضمن میں بہت خوش ہوں اس لیے میں گورننس کے بارے نہیں سوچ رہی تھی''۔

''جیسا کہ میں نے بتایا، تمھارا اپنا خود مختار منصب ہے۔ میں صرف یہ سوچ رہا تھا کہ تم کمیونٹی گروپس سے رابطے کرنے میں میری مدد کرو تاکہ میرے پروگرام کے لیے نئے خیالات مل سکیں۔ میں نے سنا ہے کہ اس میں تمھیں خصوصی مہارت حاصل ہے اور تم بہت سے لوگوں کو جانتی ہو'۔ میں مسکرائی۔ پال نے بات جاری رکھی''یہ جو دوسرا کام ہے، یہ بذات خود بہت بڑا ہے اور ہم مقامی گورننس کے حوالے سے چار اضلاع میں اسے

شروع کررہے ہیں۔ ہارومی چاہتا ہے کہ تم بلوچستان کے ضمن میں مدد کرو''۔

''بہتر''، میں نے شائستگی سے لیکن گرمجوشی کے بغیر کہا۔ اس نے میری آواز میں ذمے داری کا بوجھ محسوس کیا اور توقف کے بعد زور سے ہنسا جو کہ وہ عام طور پر نہیں کرتا تھا۔ مجھے اچھا لگا کہ اس کے ساتھ اس کی آنکھیں بھی ہنستی تھیں۔

میں نے ہچکچاتے ہوئے اپنے معاہدے کا ذکر کیا۔ ہر کسی کی طرح اس نے بھی فوراً کہا ''میں اس بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔ میرا خیال ہے کہ طارق اس سلسلے میں سب سے زیادہ مدد کر سکتا ہے''۔ میں اس جواب سے اتنی بے زار ہوگئی تھی کہ میں نے مزید بات نہیں کی۔ جب میں جا رہی تھی تو اس نے مجھے آواز دی۔ جب میں مڑی تو اس نے کچھ ہچکچاتے ہوئے کہا § Ÿ „ ''لباس بہت خوب صورت ہے''۔ میں نے اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا۔ گہرے نیلے رنگ کی شفون کی شلوار قمیص اور بڑا سا ڈوپٹہ میرے کاندھوں پر تھا۔ میں شرما کر مسکرائی اور اثبات میں سر ہلایا۔

پال نے کراچی کے دورے کی تاریخ طے کی اور مجھ سے اس سفر کے انتظامات میں مدد مانگی۔ وہ ایسے دلچسپ لوگوں سے ملنا چاہتا تھا جو یو این ڈی پی کے پارٹنر بن سکیں۔ میرے اندر کی بہترین منتظم نے دل لگا کر کام کیا، سفر کا تفصیلی ٹائم ٹیبل بنایا اور کئی ملاقاتوں کا پروگرام بنایا۔ جب میں نے پال کو بریفنگ دی تو میری گفتگو میں ان شہری تنظیموں کے لیے احترام جھلک رہا تھا جو بیرونی امدادی اداروں کی مالی معاونت سے قطع نظر شاندار کام کر رہی ہیں۔ کہیں کہیں وہ میرے جوشیلے پن پر مسکرا رہا تھا۔ یہ دورہ ایک دوسرے کی زندگی اور خیالات کے متعلق جاننے کا اچھا موقع ہوگا۔ یقینی طور پر یہ بنیادی مقصد نہیں تھا لیکن یہ ایک دوسرے کی طرف ایک اہم قدم ثابت ہوا۔

اس دورے کے دوران میں پال کو جمیل یوسف سے ملانے لے گئی۔ جمیل یوسف سٹیزن پولیس رابطہ کمیٹی کے بانی رکن ہیں۔ یہ تنظیم شہریوں کا ایک گروپ ہے جو اس وقت وجود میں آیا جب کراچی میں پولیس امیر صنعتکاروں کے اغوا برائے تاوان کی وارداتیں روکنے میں ناکام ہوگئی۔ کمیونٹی میں پولیس پر اعتماد پیدا کرنا تھا اور پولیس کو تحقیقات میں شہریوں کی طرف سے تعاون فراہم کرنا اس گروپ کے بنیادی مقاصد میں سے ایک تھا۔ رفتہ رفتہ اس گروپ نے مہارت حاصل کر لی اور شہریوں کے علاوہ حکومت کا اعتماد بھی حاصل کر لیا۔ جمیل یوسف سمیت اس کے کچھ سینئر ارکان کو سرکاری مجسٹریٹ کا درجہ دے دیا گیا اور انہیں تحقیقات کرنے اور پولیس سے پیشہ ورانہ رابطہ کاری کا اختیار بھی دے دیا گیا۔

میں نے انسانی حقوق کی تنظیموں سے بھی پال کا تعارف کروایا جن میں ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان اور لائیرز فار ہیومن رائٹس اینڈ لیگل ایڈ شامل تھیں۔ میں انھیں کچھ ایسی تنظیموں اور افراد کے پاس بھی لے گئی جو

انفارمیشن ٹیکنالوجی پر کام کر رہے تھے جو کہ گورننس پروگرام کا ایک اہم پہلو تھا۔ میں نے دونوں شامیں کسی متوقع عشائیے کے لیے خالی چھوڑ دی تھیں۔ پہلی شام میں نے اپنی دوست شفا اور نسیم کو ایک عشائیے کا اہتمام کرنے کو کہا جس میں کراچی کے فعال لوگوں کو مدعو کرنے کے لیے بھی کہا۔ پال نے کچھ دلچسپ رابطے بنائے اور مقامی مسائل حل کرنے میں شہریوں کی شمولیت کے متعلق معلومات حاصل کیں۔

دوسرے روز کی میٹنگز ختم ہونے کے بعد ہم دونوں کے پاس کرنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ پال کو تفریحی مقامات دکھائے جائیں لیکن کراچی میں ٹریفک اتنی خراب ہے کہ یہ سفر کاربن مونو آکسائیڈ اور ناقابل برداشت شور کی نذر ہو گیا۔ آخر میں ہم کراچی کے ساحل پر پہنچ گئے۔ یہ کوئی صاف ستھرا مقام نہیں اور نہ ہی کچھ ایسا خوبصورت ہے لیکن شام کے وقت اگر آپ سیاحوں کے لیے تیار کی گئی بادبانی کشتی کرائے پر لے لیں تو ساحل سے شہر کی روشنیوں کا نظارہ خاصا دلکش نظر آتا ہے۔ یہاں کے ماہی گیر خوشحال مقامی لوگوں اور سیاحوں کو بوٹ کی سیر کرا کے بھی کچھ پیسے کما لیتے ہیں۔ وہ خوبصورت شوخ رنگوں سے سجائی کشتیوں کے پچھلے حصے میں آرام دہ گدوں والے بینچ لگا دیتے ہیں۔ بندرگاہ سے باہر نکل کر وہ ہاتھ کی ڈور سے کیکڑے پکڑ کر پکاتے ہیں۔ جن دنوں میں کراچی میں تھی تو اپنے مہمانوں کو اکثر کشتی کے اس ڈنر پر لے جاتی تھی۔

میں نے پال سے پوچھا کہ کیا وہ کشتی پر ڈنر کرنا چاہے گا تو وہ راضی ہو گیا۔ اُس نے مجھے کشتی کی سیر کا انتظام کرتے ہوئے دیکھا جس میں کرائے پر بھاؤ تاؤ اور رات کے کھانے کا آرڈر شامل تھا۔ اُسے اُردو نہیں آتی تھی لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ ہر بات سمجھ رہا ہے اور مجھے یہ سب کرتے دیکھ کر مسکرا رہا ہے۔ میں قدرے جھینپ بھی رہی تھی۔ کشتی کے چار ملاح تھے جنھوں نے ہوا کا رخ دیکھنے اور بادبانوں کی سمت درست کرنے کے لیے تیزی سے کشتی میں بھاگ دوڑ شروع کر دی۔ پال اور میں ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ ذاتی زندگی کے متعلق باتوں سے گریز کرتے رہے۔ ہم کشتی کے پچھلے حصے میں بیٹھے تھے جب کہ ملاح رات کا کھانا کشتی کے اگلی جانب بنا رہے تھے۔ ہماری خاموشی ہمارے الفاظ سے زیادہ کچھ کہہ رہی تھی۔

پال نے ہمت کر کے اپنی ذاتی زندگی کے متعلق بات شروع کی۔ میرے پوچھے بغیر اُس نے بتایا کہ اُس نے شادی کی تھی لیکن وہ شادی طلاق پر ختم ہوئی۔ میں خاموش رہی۔ اُس نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ وہ اب کسی رشتے میں داخل نہیں ہونا چاہتا اور اکیلے رہنے کو پسند کرتا ہے۔ ہم لمبی سیٹ کے دونوں سروں پر کافی فاصلے پر بیٹھے تھے۔ ''میں شرط لگاتا ہوں کہ تم نے کبھی شادی نہیں کی''۔

میں نے ایک لمحے کے لیے اُس کی طرف دیکھا اور جواب دیا ''تم صحیح کہہ رہے ہو''۔ میں خوش تھی کہ اُس نے ایک دوست کی طرح اپنی ذاتی زندگی کے بارے میں مجھ سے بات کی۔ اُس کے متعلق میرے ایسے کوئی جذبات نہیں تھے کہ مجھے اس کے اس اعتراف سے مایوسی ہوتی کہ وہ اپنی زندگی میں کوئی دوسرا رشتہ قائم نہیں کرنا

چاہتا۔ پال باتونی شخص نہیں تھا۔ اُس کے چند جملوں سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ اُس کے لیے اپنی ذاتی زندگی پر بات کرنا آسان نہیں تھا۔

ہمارے سامنے گیس کے دو ہنڈولے رکھ دیے گئے۔ سمندر میں سورج غروب ہو رہا تھا۔ کھانا کھاتے ہوئے ہم نے گورننس اور جینڈر پروگراموں پر گفتگو کی۔ کوئی ذاتی بات زیر بحث نہیں آئی۔ دراصل ہمیں جانے پہچانے پیشہ ورانہ موضوعات پر بات کرتے ہوئے زیادہ سہولت محسوس ہوتی تھی حالانکہ گیس کے ہنڈولوں، کیکڑے کے ڈنر اور شہر کی جگمگاتی روشنیوں کے رومانوی ماحول میں یو این ڈی پی پر بات کرنا عجیب سا محسوس ہوتا۔

جب ہم ہوٹل واپس آئے تو ہم ایک دوسرے کے ساتھ زیادہ اطمینان محسوس کر رہے تھے۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ ہوٹل کے لان میں پام کے نیچے بیٹھا جائے۔ سمندر کے پانی کی ایک شاخ یہاں بھی آئی ہوئی ہے جو ماحول کو بہت خوبصورت بنا دیتی ہے۔ ہم نے ٹھنڈے مشروبات منگوائے اور کراچی کی شام کی گرم ہوا میں سکون محسوس کیا۔ ہم اب ایک دوسرے سے زیادہ مانوس ہو گئے تھے اور اپنی ذاتی زندگیوں کے متعلق بات کرنے لگے۔ میں نے اپنی زندگی کا پس منظر بتایا کہ میرا بچپن کیسے گزرا اور میں نے زندگی میں کس طرح اپنے لیے مقام بنایا۔ بعد میں مجھے احساس ہوا کہ میں نے اُسے وہ باتیں بھی بتا دیں جو میں نے صرف چند لوگوں ہی کو بتائی تھیں۔ پال نے بھی اپنے والدین اور بچپن کے متعلق باتیں کیں۔ جب ہم اسلام آباد واپس آئے تو میں نے محسوس کیا کہ ہماری دوستی پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئی ہے۔ احترام کا ایک فاصلہ باقی رہا لیکن ہمارے درمیان جو اعتماد قائم ہو گیا تھا، اس نے اس فاصلے کو جلد دور کر دیا۔

باب:18

جینڈر ٹیم کی پہلی رُکن

جب ہم کراچی سے واپس آئے تو میں کچھ روز پال سے نہیں ملی۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ منگو لیا جا رہا ہے لیکن میں پھر بھی اُس کے دفتر جاتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔ میرے احساس میں ایک بے نام سی تپش تھی۔ میں نے کراچی کے حالیہ دورے کا ٹائپ شدہ پروگرام اپنی میز سے اٹھا کر اس پر ایک نظر دوڑائی۔ ''کسی بھی مزید ملاقات کے لیے شام خالی ہے'' کی آخری سطر پڑھ کر مسکرائی اور اُسے واپس رکھ دیا۔

میں نے اپنی توجہ اس مقالے کی طرف مبذول کرنے کی کوشش کی جو میں اپنے پروگرام کے ابتدائی خاکے کے بارے میں لکھ رہی تھی۔ میں نے کچھ رپورٹس نکال لیں اور اُنھیں پڑھنا شروع کیا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بجی۔ دوسری طرف پال تھا۔ میرے دِل کی دھڑکن تیز ہوگئی لیکن میں نے جلد ہی خود پر قابو پا لیا۔ ''ہیلو، میں دو دن بعد ایک مہینے کے لیے باہر جا رہا ہوں۔ میں تمھارے نئے پروگرام پر کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم میرے دفتر آ سکتی ہو'' اُس نے بڑے پیشہ ورانہ انداز میں کہا۔

''یقیناً'' میں نے جواب دیا۔ میں نے اپنے بالوں کو سنوارا اور ڈوپٹہ سیدھا کیا، نوٹ بک اور پن اٹھا کر اُس کے آفس کی طرف چل پڑی۔ وہ کام میں مشغول نظر آ رہا تھا اور اُس کی ڈیسک پر کاغذات اور رپورٹوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ میں نے اسے ہیلو کہا۔ اس نے جواب دیا لیکن پڑھنے میں اتنا مشغول تھا کہ سر اٹھا کر اوپر نہیں دیکھا۔

میں نے اُس کی افقی کھڑکی سے باہر جھانکا، مارگلہ کی پہاڑیوں پر چھائے بادلوں کی جھلک دیکھ کر مجھے خوشگوار سا احساس ہوا۔ میں ڈیسک کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔ انتظار کرتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ کیا پال ہمارے کراچی کے دورے کے متعلق کوئی بات کرے گا یا نہیں۔

تھوڑی دیر بعد پال نے پڑھنا ختم کیا اور براہِ راست کام کی بات پر آ گیا۔ میں اُس کے اس پیشہ وارانہ انداز گفتگو کی عادی تھی۔ ''ہارومی اور میں نے تمھارے نئے پروگرام کے متعلق بات کی ہے۔ میں نیویارک سے کچھ فنڈ حاصل کر رہا ہوں تا کہ تم ڈھنگ سے اپنا پروگرام تشکیل دے سکو'' اُس نے سنجیدگی سے بات کی۔

''اوہ، آپ کا شکریہ''۔ میں نے تشکر سے کہا'' کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ میں پیشہ ورانہ معاونت لے

سکتی ہوں اور ایسے اجلاس منعقد کر سکتی ہوں جن میں قابل لوگوں سے مشاورت کی جا سکے''؟

پال مسکرایا۔ ''ہاں تم ایسا کر سکتی ہو اور فنڈ کو ایسے ہی استعمال ہونا چاہیے۔ تم قومی اور بین الاقوامی مشیروں سے کام لے سکتی ہو''۔

میں نئے امکانات پر خوشی سے سرشار تھی۔ ''میرا اقوامِ متحدہ کے لیے کام کرنے کا فیصلہ اب ثمر آور ہو گا۔ اب مجھے موقع مِلا ہے کہ پاکستان میں خواتین کے اہم ترین مسائل کی نشان دہی کر سکوں''۔ پال مجھے بچوں کی طرح جوش کا مظاہرہ کرتے دیکھ کر ہنس پڑا۔ مجھے اُس کا ہنسنا بہت پسند آیا۔ میں اُس کی آنکھوں میں دیکھے بغیر بات کرتی رہی۔ ''میں یہ شکایت کرتی رہی ہوں کہ امدادی اور بین الاقوامی ایجنسیاں اس بات کو نہیں سمجھتیں کہ وہ کون سے پہلو ہیں جو خواتین پر جبر کی وجہ بنتے ہیں۔ وہ صرف علامات پر نظر رکھتی ہیں اور بنیادی سوالات نہیں اٹھاتیں کیونکہ اس سے قدامت پرست مرد حکومتی نمائندوں کو خطرات محسوس ہوتے ہیں'' میں نے یہ دیکھنے کے لیے وہ میری باتیں سُن رہا ہے اُوپر دیکھا اور اپنی بات جاری رکھی۔ ''میں نے عورتوں کے لیے تمام علامتی ترقیاتی پروگراموں کی مخالفت کی ہے کیوں کہ وہ اُنہیں کم اُجرتی معاشی سرگرمی کا حصہ بناتے ہیں جس سے وہ غربت کے چکر میں مزید پھنس جاتی ہیں''۔

''ٹھیک، اب تُم کچھ ایسی چیز تشکیل دے سکتی ہو جس سے نیا اسلوب سامنے آئے، ایک ایسی مثال قائم کر سکتی ہو جو یہ دکھائے کہ حکمتِ عملی کے اُمور پر منصوبے کیسے بنائے جاتے ہیں اور اُن پر مؤثر عمل درآمد کیسے کیا جا سکتا ہے''۔ پال نے اعتماد کے ساتھ میری بات مکمل کر دی تھی۔

میں نے محسوس کیا کہ ہماری بات مکمل ہو چکی ہے اور اب کچھ اور کرنا چاہ رہا ہے۔ تاہم مجھے پتہ تھا کہ وہ جلد ہی دورے پر جا رہا ہے اور میں چاہتی تھی کہ اُس فنڈ کے متعلق مزید معلوم کروں کہ اُس کی واپسی سے پہلے میں کیا کر سکتی ہوں اور کیا نہیں کر سکتی۔ میں نے اپنے ڈوپٹے کو ٹھیک کرتے ہوئے بات جاری رکھی ''میں نے اپنے پروگرام کا بنیادی ڈیزائن تیار کرنا شروع کر دیا ہے''۔

''ٹھیک ہے'' وہ فائل کی جانب دیکھتا رہا۔

''میرے خیال میں مجھے بین الاقوامی کنسلٹنٹ کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہمارے پاس پاکستان میں ترقی کے ہر شعبے میں باصلاحیت اور قابل لوگ موجود ہیں اور میں اُنھیں اس پروگرام کو تشکیل دینے میں شامل کرنا چاہوں گی"۔

"یقیناً" اُس نے کمپیوٹر کی سکرین پر دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''اور اگر تم اجازت دو تو میں معلومات اکٹھی کرنے کے لیے شراکتی طریقہ کار استعمال کرنا چاہوں گی''۔

اُس نے کچھ توقف کے بعد میری طرف دیکھا اور مُسکرا کر کہا ''بالکل ایسا کرو۔ میں تمھاری رائے کی

مکمل توثیق کرتا ہوں''۔

میں نے کندھے اُچکائے اور جواباً مُسکرائی۔ میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ میں نے جلدی سے بولنا شروع کیا۔''میں چاہتی ہوں کہ چند اجلاس الگ الگ منعقد کروں۔ آپ اِنہیں ورکشاپس کہہ سکتے ہیں۔ میں زندگی کے مختلف شعبوں سے لوگوں کو مدعو کرنا چاہتی ہوں۔ خاص طور پر وہ لوگ جو خاص موضوعات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ میں اُن کے ساتھ دو روزہ مبسوط مشاورت کرنا چاہتی ہوں''۔''ہاں ٹھیک ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تُم کیا کرنا چاہتی ہو۔ تُم اپنا کام کرتی رہو لیکن صرف ہارومی کو بتاتی رہو''۔ اُس نے دراز میں سے ایک فائل نکالی۔

''اچھا تو میں اب چلتی ہوں''میں کھڑی ہوگئی اور اُس کی طرف دیکھ کر مُسکرائی۔ وہ بھی مُسکرایا۔ مجھ پر اُس کا یہ اعتماد اور بھروسہ مجھے پسند آیا۔ اور اُس کا مسکراتا چہرہ میری یادداشت میں محفوظ ہوگیا۔

اپنے دفتر پہنچ کر مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ مجھے اپنا پروگرام اپنی مرضی کے مطابق ترتیب دینے کی اتنی آزادی مِل گئی ہے۔ میں نے اپنے ڈیسک پر بیٹھ کر سوچنا شروع کر دیا کہ میں مدد کے لیے کِن لوگوں سے رابطہ کروں۔ مجھے اس بات کی ضرورت تھی کہ کوئی میرے ساتھ اِس کوشش میں شامل ہو۔

میرے ذہن میں سعدیہ آئی جو بیداری کی ایک سرگرم کارکن تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ جرمنی کی مدد سے صحت کے شعبے میں کام کرنے والی کسی تنظیم میں کام کر رہی تھی۔ وہ کافی محنتی تھی اور بیداری کے ملازم کی حیثیت سے اُس نے میرے ذہن پر مثبت تاثرات چھوڑے تھے۔ میں نے اپنی فائلوں میں سے کچھ سی وی نکالے اور اُنہیں دیکھ کر ٹیلی فون کرنا شروع کر دیا۔ جب میں نے سعدیہ کو فون کیا تو ایسا محسوس ہوا کہ میں نے اُسے غلط وقت پر فون کر دیا ہے۔ وہ بہت اُلجھی ہوئی لگ رہی تھی۔ وہ مجھ سے بات نہیں کر سکی۔ میں پریشان ہوگئی۔ اُس نے مجھے بتایا کہ وہ نوکری کے سلسلے میں سخت مشکلات کا شکار ہے تو میں نے اُس سے کہا کہ میں اُس سے مِلنے آؤں گی۔ وہ فوراً راضی ہوگئی۔ میں اُس کے پاس گئی تو اُسے بہت دباؤ میں پایا۔ اُس کا کِھلا ہوا خوبصورت چہرہ میں پہچان نہیں سکی۔ وہ بہت معصوم اور بے بس نظر آئی۔

سعدیہ ساری زندگی گوجرانوالہ میں رہی تھی۔ اُس کے بھائی کو کئی سال بیرونِ ملک پڑھنے کا موقع مِلا تھا۔ تاہم اس کے بھائی سمیت اس کے خاندان کا کوئی شخص یہ سمجھنے کے قابل نہیں تھا کہ سعدیہ اپنی تقدیر خود بنانے کی خواہش رکھتی ہے۔ اُس کی زیادہ تر دوستوں کی اُمید صرف یہ تھی کہ اُنہیں ایک اچھا شوہر مل جائے اور وہ اپنا جہیز بنا رہی تھیں لیکن سعدیہ ایک الگ راستہ تلاش کرنا چاہتی تھی۔ وہ بہت مہذب لڑکی تھی لیکن اس کا ذہن روایت کا اسیر نہیں تھا۔ اس نے ایم اے کرنے کے بعد ٹیچر کی جاب ڈھونڈی۔ اُس کا خیال تھا کہ نوکری کر کے وہ روایتی راستے سے چھٹکارا پا سکتی ہے۔

کچھ برس تک نجی سکول میں پڑھانے کے بعد سعدیہ نے گوجرانوالہ چھوڑنا چاہا۔ وہ اپنے خاندان اور

دوستوں سے دُور جانا چاہتی تھی جو اُسے نہیں سمجھتے تھے۔ وہ ہر طرح سے اپنے خاندان کے لوگوں سے مختلف تھی۔ چھ بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹی ہونے کی وجہ سے اُس کے ناز نخرے اٹھائے گئے اور اس کے ساتھ ہی اُسے بہت زیادہ حفاظت کے حصار میں رکھا گیا۔ ایم اے کی ڈگری لینا اور نوکری کرنا ہی وہ حد تھی جہاں تک اُس کے خاندان والے اسے اجازت دے سکتے تھے۔ اُس کے خاندان والے اُسے شہر چھوڑنے کی ہر گز اجازت نہیں دے سکتے تھے۔ ہمارے معاشرے میں ایک نوجوان لڑکی کا شوہر کے ساتھ نئی جگہ جانا تو قابلِ قبول ہے لیکن اکیلی لڑکی کا نہیں۔ اُس کے خاندان والے رشتہ داروں کو کیا بتائیں گے؟ وہ لوگوں کو لڑکی کے متعلق افواہیں پھیلانے سے کیسے روک سکیں گے؟

بالآخر اُس کے بھائی نے اُس کی مدد کی اور اُسے اسلام آباد لے آیا۔ وہ اس شہر میں اجنبی تھی اور بیداری میں اُس کی نوکری اسلام آباد میں اس کی پہلی ملازمت تھی۔ اُس نے بیداری کو اپنا دُوسرا گھر مان لیا۔ ایک سال بعد اُس نے ایک پبلک ہیلتھ ایجنسی میں کام کرنا شروع کیا۔

''سعدیہ کیا بات ہے؟ میں نے تُم سے زیادہ با اخلاق لڑکی نہیں دیکھی۔ تم ایڈجسٹ ہونے میں مشکلات کیوں محسوس کر رہی ہو؟'' میں نے اُس سے پوچھا۔

سعدیہ نے اُٹھ کر مجھے گلے لگایا اور پھر اپنی تنظیم کے سربراہ کے ساتھ ایک میٹنگ کے متعلق بتایا۔ وہ اُسے ملنے گئی تھی کیونکہ وہ دفتر میں پھیلنے والی افواہوں اور تمسخر کو مزید برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اُس نے اپنے باس کو بتایا کہ یہاں زندگی جہنم بنی ہوئی ہے۔ اُس کے باس نے کہا کہ وہ مزید تفصیل بتائے کہ اس کے کولیگ اسے کس طرح تنگ کر رہے ہیں؟ ''وہ کیوں نہیں سمجھ سکا کہ میں کیا کہہ رہی ہوں'' وہ غصے سے بولی اور پھر سسکیاں لینے لگی۔

میں ہنسے بنا نہ رہ سکی "سعدیہ وہ صحیح کہتا ہے۔ تمھیں اُسے وہ سب تفصیلات بتانے کی ضرورت ہے جن کی مدد سے تمھارے ساتھی تمھیں پریشان کر رہے ہیں''

سعدیہ کو میری ہنسی پسند نہیں آئی اور بولی ''میں کام کرنا چاہتی ہوں اور یہ لوگ مجھے کام نہیں کرنے دیتے۔ یہ بہت خوفناک لوگ ہیں۔ میرے ساتھ جو دو خواتین دفتر میں بیٹھتی ہیں وہ سارا وقت سویٹر بُنتی رہتی ہیں......اور مجھے اپنی سپروائزر سے نفرت ہے۔ وہ ہمیشہ مجھے ڈانٹتی رہتی ہے۔ اسے ہر وقت کوئی دھڑکا لگا رہتا ہے۔ تم سمجھتی ہو نا کہ میں کیا کہہ رہی ہوں؟"

یہ اچھا وقت تھا کہ میں اسے بتاتی کہ میرے ساتھ کام کرنے کا ایک موقع موجود ہے۔ سعدیہ کے پاس ماسٹرز ڈگری تھی اور اسے مختلف سرگرمیاں منظّم کرنے کا تجربہ بھی تھا جو اسے میرے لیے ایک اچھا اُمیدوار بناتا تھا۔ میں نے اُسے بتایا کہ میری پیشکش تھوڑی مدت کے لیے ہے اور اُسے ایک نسبتاً مستقل نوکری چھوڑنے

سے پہلے اچھی طرح سوچ لینا چاہیے۔ وہ یہ موقع ملنے پر خوش تھی لیکن اُس نے مُجھ سے کہا کہ وہ اس کے متعلق سوچے گی۔

اُسے ٹھنڈا کرنے کے لیے میں نے بیداری میں اُس کے تجربے پر بات کرنا شروع کر دی۔ وہ مسکرائی اور اُس نے مجھے بتایا کہ اُس نے وہاں کتنا کچھ سیکھا۔ اُسے پروگرام منظّم کرنے اور اراکین سے ملنے میں بہت مزا آیا۔ اُس نے فخریہ کہا کہ وہ اب بھی رضا کارانہ طور پر کام کرتی ہے جس پر میں نے اُسے بتایا کہ میں بھی اسی طرح کرتی ہوں۔ ''ارے کیا تُم پال سے ملی ہو؟'' میں نے اسے یاد دلایا کہ بیداری کی سالگرہ کی تقریب میں وہ آیا تھا جب تم استقبالیہ بوتھ پر بیٹھی تھیں۔

''ہاں وہ بہت ہی اچھا شخص نظر آ رہا تھا'' وہ مسکرائی۔

''اچھا تو کیا تُم اُس کے اور میرے ساتھ کام کرو گی اور ہمارے باس کے ساتھ جو جاپانی ہیں اور بہت اچھے انسان ہیں''۔

اس کی ایک ساتھی اندر آئی اور ہمیں گھور کر دیکھا پھر اپنی میز پر جا کر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنا سویٹر بننا شروع کر دیا۔ میں نے سعدیہ کی طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا ''مجھے چلنا چاہیے''۔

''نہیں رکو'' اس نے میرا بازو پکڑا اور ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا ''میں کب تمھارے ساتھیوں سے ملنے آ سکتی ہوں؟'' اس نے احتیاطاً ''انٹرویو'' کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

''اُن میں سے ایک ملک سے باہر جا رہا ہے۔ تم جتنی جلدی آ سکو، بہتر ہے''

''اچھا تو مجھے شامل سمجھو۔ میرے لیے ملاقات کا وقت لے لو۔ ٹھیک ہے؟''

''ہاں میں اس سے طے کر لوں گی اور امید ہے سب بہتر ہو گا'' میں نے آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا: پال اور ہارومی نے اگلے روز اُس کا انٹرویو لیا اور میں اس کے لیے سرِ دست تین ماہ کا کنٹریکٹ کروا سکی۔ میں بہت خوش تھی کہ میری ٹیم میں ایک ساتھی آ گئی تھی۔ میں اب نئے دفتر میں ہارومی جیسے نگران کے ساتھ جینڈر ریونٹ کی بُنیاد رکھ رہی تھی۔ زندگی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ میں اس ایک ناخوشگوار احساس کو مسلسل دبا رہی تھی جو میرے اندر موجود تھا اور نہیں چاہتی تھی کہ اس سے میرا جوش و خروش متاثر ہو۔ لیکن اس سے میرا جسم متاثر ہوا۔ مجھے پیٹ میں غیر معمولی درد رہنے لگا اور میں جلد غصہ میں آنے لگی۔ تاہم میں نے اپنی توجہ پروگرام پر مرکوز رکھی اور تیز رفتار سے آگے بڑھنے لگی۔

باب:19

صنفی امتیاز کے مسئلے سے نمٹنا

میں نے جینڈر پروگرام کو اس طرح سے ترتیب دیا کہ اس کی چار بنیادی دستاویزات تھیں۔ پہلی دو پلیٹ فارم فار ایکشن اور بیجنگ ڈیکلیریشن تھیں۔ یہ دونوں دستاویزات خواتین کی چوتھی عالمی کانفرنس منعقدہ 1995ء کے نتیجے میں سامنے آئی تھیں۔ ایک اور دستاویز اقوامِ متحدہ عورتوں کے خلاف ہر قسم کے امتیاز ختم کرنے کا معاہدہ (CEDAW) تھی اور آخری دستاویز پاکستان کی حکومت اور سول سوسائٹی کی جانب سے تیار کردہ ایک قومی منصوبہ تھی جس میں خواتین کی ضروریات اور ترجیحات کو اجاگر کیا گیا تھا۔ میری رائے میں یہ ساری دستاویزات خواتین کے مسائل کی ترجیحات مقرر کرنے میں مشاورت اور تحقیق کی عکاسی کرتی ہیں۔ پاکستان کے لیے خواتین اور مردوں کے درمیان امتیاز انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ پہلی ترجیح اس امتیاز کو کم کرنا ہے۔

چونکہ میں یو این ڈی پی کا مقامی فنڈ استعمال نہیں کر رہی تھی اور مجھے ہر دفعہ رقم کے لیے طارق کے توسط سے نہیں جانا پڑتا تھا اس لیے میں خود مختار تھی۔ ہارومی میرے تمام فیصلوں کی منظوری دے دیتا تھا اور میں سارے اخراجات نیویارک کے توسط سے ادا کرتی تھی۔ یو این ڈی پی پاکستان صرف آخری مرحلے میں فنڈ جاری کرتا تھا۔ اس لیے یہ طریقہ کار میرے لیے اطمینان بخش تھا۔

میں اس بات کو یقینی بنا رہی تھی کہ سعدیہ کو اس کے عہدے کے مطابق تیار کروں تاکہ وہ میرے خیالات کو سمجھ لے۔ میں نے اس کی میز کے لیے اپنے ہی دفتر میں جگہ بنائی تھی۔ یہ اچھی بات تھی کہ سعدیہ میرے ساتھ تھی کیونکہ وہ مجھے دوپہر کے کھانے کی یاد دہانی کرواتی تھی۔ جب میں اکیلی ہوتی تھی تو میں اکثر کھانا بھول جاتی تھی۔ ایک روز کیفے ٹیریا کی طرف جاتے ہوئے میں نے اپنے کام کے بارے میں بات کرنا شروع کی ''ہم نے اپنا پروگرام خواتین کو بااختیار بنانے کے گرد تشکیل دیا ہے۔ خواتین کی بااختیاری کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو وہ ذاتی عمل ہے جہاں عورت اپنی صلاحیتوں، استعداد اور حقوق کا ادراک کرتی ہے۔ اس میں سماجی تشریط بھی شامل ہے''۔

''سماجی تشریط؟'' اس نے لفٹ بلانے کا بٹن دباتے ہوئے کہا۔ وہ حیران دکھائی دی۔

"دیکھو صرف تبدیلی ہی بااختیار نہیں بناتی، کسی شخصیت میں تبدیلی کے عمل کا شعور ہونا ہی اسے بااختیار بناتا ہے۔ مثال کے طور پر اب جیسا کہ تم اسلام آباد میں اکیلی رہ رہی ہو اور اپنے آبائی شہر میں اپنے خاندان کے ساتھ نہیں رہتی تو اب تم تبدیل ہو جاؤ گی۔ یہ تبدیلی آئے گی چاہے تم اس کا ادراک کرو یا نہ کرو۔ لیکن اگر تم ان عوامل کو پہچانتی ہو جو تبدیلی لانے میں مددگار ہیں اور ان عوامل کو بھی پہچانتی ہو جو تمھیں اب اس طرح کا طرزِ عمل اختیار کرنے سے روکتے ہیں جیسا تم نے اپنے خاندان کے ساتھ رہتے ہوئے اختیار کر رکھا تھا پھر سوجھ بوجھ کا یہ عمل تمھیں ایک خاص قسم کی طاقت دے گا" میں لفٹ میں اسے یہ سب بتا رہی تھی۔

''ہوں''، اس نے چند لمحے سوچا اور پوچھا ''خواتین کی بااختیاری کے اور دیگر پہلو کون سے ہیں؟ تم نے کہا تھا کہ دو پہلو ہیں''

یہ جان کر مجھے خوشی ہوئی کہ غور سے میری باتیں سن رہی ہے اور اپنی گفتگو جاری رکھی ''دوسرے پہلو کا تعلق تمھارے ماحول سے ہے۔ ماحول میں تبدیلی بھی خواتین کو بااختیار بنانے میں مدد دیتی ہے۔ جیسا کہ بہتر قوانین، مواقع، بہتر ماحول، سیکھنے تک رسائی، اپنے خیالات کا اظہار کرنے کا موقع، ہر سطح پر شرکت کا موقع اور سیاسی نظام۔ یہ ساری چیزیں ایک فرد کی مدد کرتی ہیں۔'' میں چاہتی تھی کہ وہ اپنے ماحول کے متعلق سوچے۔ میں نے اپنی بات جاری رکھی ''ایک عورت آگہی کی مدد سے اپنے اندر کی توانائی اور طاقت اجاگر کرتی ہے اور اپنا کردار بدلتی ہے۔ ہم صنفی صورت حال کو تبدیل کرنے کے لیے دونوں پہلوؤں پر کام کر سکتے ہیں۔ یعنی کسی بھی فرد کے ذاتی عمل پر اثر انداز ہو کر بھی اسے بدلا جا سکتا ہے اور ماحول کو زیادہ سازگار بنا کر بھی اسے بدل سکتے ہیں۔ عورتوں کے لیے انتخاب کی گنجائش بڑھانا ہو گی جس سے دونوں اصناف کے باہمی تعلقات بہتر ہو سکتے ہیں''۔

''یہ تو بہت اچھی باتیں ہیں، لیکن یہ ہم کیسے کریں گے''۔ اس نے بڑی سادگی سے پوچھا۔ ہم لفٹ میں سے باہر آ کر کیفے ٹیریا میں داخل ہو گئے اور کونے کی میز پر بیٹھ گئے۔ سعدیہ مجھے بتانے لگی کہ اسلام آباد آنے سے وہ کس طرح بدلی اور کہا ''مجھے اپنے گھر والے یاد آتے ہیں لیکن میں نے جس راستے کا انتخاب کیا ہے میں اس سے خوش ہوں''۔ اس کی آنکھوں میں چمک آئی ''مجھے ایسا تجربہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا''۔

''لیکن تم یونیورسٹی گئی اور تم نے ماسٹرز کرنے کے بعد نوکری کی۔ کیا تمیں اس سے آزادی کا احساس نہیں ہوا؟''

''میں اپنے گھر میں سب سے چھوٹی تھی۔ میں کتنی بھی بڑی ہو گئی، گھر والوں کے لیے ہمیشہ سب سے چھوٹی تھی۔ میں نے وہی کیا جس کی میرے والدین نے اجازت دی۔ میں غیر معمولی پابندیوں کی بات نہیں کر رہی بلکہ عام زندگی کی بات کر رہی ہوں۔ مجھے بازار جانے یا اپنی کسی دوست سے ملنے کے لیے اپنی والدہ کی اجازت لینی پڑتی تھی جب میں واپس آتی تو ایک بھائی مجھ سے پوچھتے کہ میں کہاں اور کس دوست سے

ملنے گئی تھی۔ پھر سب سے بڑے بھائی بھی یہی سوال پوچھتے تھے۔آپ کوتو معلوم ہے کہ خاندان میں کیا ہوتا ہے۔تاہم اس بات پرفخر محسوس ہوتا تھا کہ میں اکیلی کام پر جاتی تھی جبکہ میری بیشتر دوستوں کوان کے باپ اور بھائی چھوڑنے آتے تھے‘‘

میں نے مسکرا کر پوچھا ’’ہوسٹل میں تمھاری زندگی کیسی گزر رہی ہے؟ کیا تم نے اچھے دوست بنائے ہیں؟‘‘

’’ہاں ایک سہیلی بنائی ہے۔اس کے والدین پشاور میں رہتے ہیں اور وہ یہاں کام کرتی ہے‘ سعدیہ نے بات جاری رکھی اور اس دوران وہ کھانا بھی کھاتی رہی۔’’میرا خیال ہے کہ عورت کا بااختیار ہونا اس کی معاشی آزادی میں مضمر ہے۔دوسری باتیں اس کے ساتھ ہی آتی ہیں‘‘۔

’’میں اتفاق نہیں کرتی‘‘۔میں نے اسی جذبہ کے ساتھ کہا۔سعدیہ نے کھانا چھوڑ دیا اور سمجھا کہ اس سے کوئی غلطی ہوگئی ہے اس نے میری طرف گھبرا کر دیکھا میں نے بات جاری رکھی ’’تمھاری بات میں وزن ہے مگر دراصل یہ ایک غلط فہمی ہے کہ جب عورت کمانا شروع کردے تو باقی چیزیں خود بخود ٹھیک ہوجاتی ہیں۔ مجھے بتاؤ کہ تم اپنی تنخواہ لیتی ہو۔کیا تم اس بات کا فیصلہ کرسکتی ہو کہ اسے خود خرچ کرو یا گھر بھیج دو؟‘‘

’’میں اپنی تنخواہ خرچ کرنے کے لیے آزاد ہوں۔ میں اپنے اخراجات کے بعد اپنے خاندان کے لیے تحفے خریدتی ہوں‘‘

’’جب تم گھر جاتی ہو اور اپنے گھر والوں کے ساتھ وقت گزارتی ہو تو کیا تمھارے خیال میں تمھاری اہمیت اتنی ہی ہوگئی ہے جتنی تمھاری بھائیوں کی ہے؟‘‘

’’ارے نہیں‘‘ وہ ہنسی ’’میرا بھائی ایک شہزادے کی طرح ہے اگر وہ پریشان ہوتا ہے تو ہم سب خاموش ہوجاتے ہیں اور دبے پاؤں چلتے ہیں کہ اس کی پریشانی میں اضافہ نہ ہوجائے۔ دوسری طرف اگر میں ناراض ہوتی ہوں تو سب یہ کہتے ہیں کہ میں بگڑی ہوئی بچی ہوں‘‘۔

میں اس کی صاف گوئی پر ہنسی ’’کیا تم سمجھتی ہو کہ جب تم اپنے بھائی سے زیادہ کمانے لگوگی تو کیا تبدیلی آجائے گی؟‘‘

"نہیں میرے والدین اس کی بات کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ایسا لگتا ہے کہ میرے بھائی کی بات سننا ان کے لیے فرض ہے، چاہے وہ اس سے اتفاق کریں یا نہ کریں‘‘۔

تمھارے خیال میں ایسا کیوں ہے؟" میں نے پوچھا۔

سعدیہ کھانا کھاتے ہوئے رک گئی اور اس کے چہرے پر پریشانی کے اثرات ظاہر ہوئے اور ایسا لگا کہ وہ گہری سوچ میں ہے۔اس نے میری طرف دیکھا اور توقف کے بعد بولی" مجھے نہیں پتہ"

میں نے مسکرا کر کہا ''بہت سی عورتیں دعویٰ کریں گی کہ چونکہ وہ کماتی ہیں اور معاشی طور پر اپنے خاندان کی مدد کرتی ہیں اس لیے ان کی رائے زیادہ وزن رکھتی ہے۔ اس میں سچائی ہے لیکن یہ مکمل سچائی نہیں''۔

میں نے اسے بتایا کہ جب میں امریکہ میں تھی تو تقریباً ہر عورت کماتی تھی۔ وہ آزادانہ گھوم پھر سکتی تھیں، ان کے پاس نوکریاں تھیں لیکن وہ پھر بھی مردوں سے برابری کو یقینی نہیں بنا سکیں۔ وہاں بھی عورتوں کو جنسی طور پر ہراساں کیا جاتا ہے، گھریلو تشدد اور جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ سعدیہ کھانا کھاتی رہی لیکن میں جوش سے بول رہی تھی اور مجھے کھانے کا کوئی خیال نہیں تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ کرائسس سنٹر کے توسط سے میں ایک خاتون سے ملی جس کا شوہر اسے تیس برس سے مسلسل پیٹ رہا تھا۔ اس عورت کے پاس نوکری بھی تھی اور شاید وہ اپنے شوہر سے زیادہ کماتی تھی۔ اس کے دو جوان بیٹے تھے لیکن یہ پہلی مرتبہ ہوا کہ اس نے یہ ہمت کر لی کہ مدد کے لیے ایمرجنسی کو فون کر لیا۔ گزشتہ چند دنوں سے میں اس کے متعلق سوچ رہی ہوں۔ اس کی صورت حال پاکستانی عورتوں سے مختلف تھی لیکن شاید اتنی بھی مختلف نہیں تھی۔ ''بنیادی بات عورت کے مقام کی ہے جسے بدلنے کی ضرورت ہے''۔ میں نے اپنی بات مکمل کی۔

''کیا؟'' سعدیہ نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے کہا

میں نے کہا کہ صرف صورت حال کی تبدیلی ہی سے عورتوں کی مدد نہیں ہوتی جب تک مرد کے مقابلے میں اس کے مقام کا تقابل نہ کیا جائے۔ چاہے ہم کتنے بھی ذہین ہوں، کتنے بھی پیسے کمائیں معاشرے میں یہ تاثر ہے کہ ہم کم درجے کے انسان ہیں'' میں جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ سعدیہ نے یہ بات نوٹ کی کہ میں نے کھانے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا لیکن وہ خاموش رہی۔ میں نے اس سے پوچھا ''تمہیں پتا ہے کہ پاکستان میں گھریلو تشدد کتنا عام ہے؟ اور کیا تمھیں پتا ہے کہ یہ بات کیا ظاہر کرتی ہے؟''

''پہلے مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا لیکن جب میں نے بیداری کے لیے کام کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ کتنا عام ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

''ہاں غریبوں اور امیروں دونوں میں یہ تشدد عام ہے۔ درحقیقت غریب عورت کے پاس احتجاج کے زیادہ مواقع ہیں جبکہ امیر عورت اپنے زخموں کو چھپاتی ہے اور پڑوسیوں اور جاننے والوں کے سامنے اپنے شوہر کی تعریفیں کرتی ہے۔ یہ انتہائی اہم ہے کہ ہم خواتین کی ضروریات اور شہری کی حیثیت سے ان کے حقوق، فیصلہ سازی میں ان کے کردار، بطور لیڈر اُن کے کردار، ان کے لیے تجارت کے مواقع، انتظامی امور (خواہ خانگی یا قومی) کے متعلق تفصیل سے جانیں۔''

دفتر کی طرف واپس جاتے ہوئے ہم نے طارق کو دیکھا۔ میں خاموش ہوگئی لیکن پھر اپنے آپ پر قابو پا کر اسے ہیلو کہا۔ میں نے سعدیہ کی طرف دیکھا۔ سعدیہ بہت خوبصورت تھی اور وہ سوچ رہا ہوگا کہ سعدیہ کون

ہے۔ میں نے اس کی آنکھوں کو دیکھا اور یہ مناسب نہ سمجھا کہ سعدیہ سے اس کا تعارف کرواؤں۔ اس نے زیادہ بات نہیں کی۔ میری طرف دیکھ کر مسکرایا اور چلا گیا۔

میں نے دل میں کہا میری پی ایچ ڈی کی تعلیم اور اچھی تنخواہ کی اس وقت کوئی وقعت نہیں رہتی جب میں طارق کے دفتر میں داخل ہوتی ہوں۔ میں نے سعدیہ کی طرف مڑ کے کہا ''یہی وجہ ہے کہ ہمارے جینڈر پروگرام میں عورتوں کی معاشی، سیاسی اور سماجی بااختیاری پر توجہ مرکوز ہوگی۔ صرف معاشی حقوق خواتین کے لیے کافی نہیں ہو سکتے''۔ میں نے اس کے چہرے پر ایک مطمئن مسکراہٹ دیکھی۔ وہ اب ہمارے کام کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے لگی تھی اور ہمارے آنے والے مشاورتی ورکشاپ کے لیے زیادہ تندہی سے تیار تھی۔

میں نے اور سعدیہ نے مختلف تخصیصی موضوعات پر لوگوں کو اکٹھا کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ہم نے یونیورسٹی کے پروفیسروں، نجی شعبے کے افراد، بین الاقوامی اداروں کے نمائندوں، حکومتی نمائندوں اور فعال خواتین کو منصوبہ بندی کے اجلاسوں میں مدعو کیا۔ ان لوگوں کے پاس بہت سارے آئیڈیاز تھے۔ ہارومی بہت متاثر ہوا اور میں خوش تھی کہ مجھے آزادانہ کام کرنے کا موقع مل رہا ہے۔

ہمیں کچھ کنسلٹنٹ لینے کی ضرورت بھی تھی۔ مجھے ان لوگوں کی ضرورت تھی جو اجلاسوں میں سامنے آنے والی ترجیحات کی بنیاد پر تجاویز تیار کر سکیں۔ جلد ہی ہم نے اپنی ٹیم میں چند کنسلٹنٹس کو شامل کرلیا۔

میں پال کے پروجیکٹ سے فنڈ استعمال کر رہی تھی جس کا انتظام براہ راست نیویارک سے ہوتا تھا اس لیے میں نے پوری کوشش کی کہ اس کے تمام کاغذات خود تیار کروں اور طارق کے دفتر کا عمل دخل کم سے کم رکھوں۔ سعدیہ اور میں نے ورکشاپ بجٹ کے طریقہ کار اور کنسلٹنٹ کی منظوری متعلقہ لوگوں سے لے رکھی تھی۔ حالانکہ پاکستان میں یواین ڈی پی کا دفتر نیویارک کے دفتر کے حکم پر فنڈ جاری کرتا تھا پھر بھی طارق نے اس بات کو یقینی بنایا کہ ہمیں پتہ رہے کہ باس کون ہے۔ ہم اس کے آس پاس دبے پاؤں گزرتے تھے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جا سکے کہ ہمارے واجبات کی ادائی میں رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔

ایک روز اس نے مجھے بلایا اور کہا کہ کچھ اہم معاملات کا جائزہ لینا ہے۔ سعدیہ اور دیگر عملے کو اس سے بچانے کے لیے میں خود اس سے ڈیل کرتی تھی۔ جب میں اس کے دفتر میں داخل ہوئی تو اس نے مجھے مصنوعی طور پر خوش آمدید کہا۔

"ہائے طارق، تم بہت مصروف لگ رہے ہو" میں نے فیصلہ کیا کہ اس کے کچھ کہنے سے پہلے خود بول پڑوں کیونکہ ہمارے پروگرام کی ساری چیزیں بہت آسانی سے آگے بڑھ رہی تھیں۔ میں اسے سوائے ایک غیرضروری رکاوٹ کے کچھ نہیں سمجھتی تھی۔

''تمھیں معلوم ہے، یہی بات میں تم سے کہنا چاہ رہا تھا۔ تمھاری رسائی پال کے پروجیکٹ تک ہے اور

اب تو تم ہم سے بات بھی نہیں کرتی"اس نے عامیانہ انداز میں کہا۔

’’میں تمھارے دفتر سے بات کس طرح نہیں کرسکتی ؟‘‘ میں بیٹھ گئی اور ایسا ظاہر کیا کہ میں بہت مطمئن اور پر اعتماد ہوں۔’’بالآخر آپ کا دفتر ہی ہماری ادائیگیاں کرتا ہے‘‘۔اس نے مجھے کچھ پینے کی پیش کش کی۔ میں نے نرم انداز میں انکار کر دیا اور کہا’’ مجھے معلوم ہے تم بہت مصروف ہو اور میں تمھارا وقت نہیں لینا چاہتی۔تم رابرٹ کے لیے بہت کام کر رہے ہو‘‘۔میری آواز میں اس کے لیے فکرمندی تھی۔میرے الفاظ نے بالکل صحیح جگہ پر نشانہ لگایا۔

’’میں تمھیں بتا نہیں سکتا، فوزیہ۔ مجھے تو سونے کے لیے بھی وقت نہیں ملتا۔ میں اپنا کام کرتا ہوں اور خدا جانتا ہے کہ اور کس کس کا کام کرتا ہوں۔ میں سب کچھ کر رہا ہوں۔تمھیں تو پتا ہی ہے کہ تمام سیکشن کے سربراہ بے کار ہیں اور میرا سپروائزر ہر چیز کے لیے مجھ پر بھروسہ کرتا ہے جس کا مطلب ہے کہ میں اس کا کام بھی کرتا ہوں‘‘ وہ ہنسا۔

میں نے مصنوعی مسکراہٹ سے کہا’’رابرٹ خوش قسمت ہے کہ تم اس کے ساتھ ہو‘‘۔ایسا کہتے ہوئے مجھے خود سے نفرت ہوئی۔ میں کتنی منافق بن رہی تھی لیکن میں اسے اپنے کاموں میں دخل انداز ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔ ہماری مشاورت بہت اچھی رفتار سے آگے بڑھ رہی تھی۔

’’تو تمھیں کیا چیز مصروف رکھتی ہے؟‘‘اس نے اپنی کرسی پر ٹیک لگا کر کہا۔ میں اس کے اس انداز سے مطمئن نہیں تھی۔اس نے اپنے ہاتھ اپنی پتلون کی جیبوں میں ڈال دیے اور ٹانگوں کو کھولنے لگا۔

"مجھے ایک پورا پروگرام تشکیل دینا ہے جو بڑا کام ہے۔ہم نے آپ کو ادائیگیاں جاری کرنے کا میمو بھی بھیجا تھا."

’’تمھیں معلوم ہے کہ جینڈر پروگرام کی ایک اچھی بات یہ ہے کہ دفتر میں اتنی زیادہ خواتین نظر آ رہی ہیں۔یقین کرو یہ بہت ہی اچھا ہے۔‘‘ وہ ہنسا۔’’ہمارا دفتر بہت رنگین ہو گیا ہے۔‘‘

میں بے دلی سے ہنسی اور اس کی میز پر پڑے ہوئے اپنے میمو کو اٹھایا اور بولی 'ارے یہ یہاں پڑا ہے، ہم اسی قسم کے مزید اجلاس منعقد کریں گے اور طریقہء کار بھی یہی ہو گا۔ میں نے اس کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

اس نے میری بات کو کاٹ کر کہا' میں تمھیں ایک بات کے لیے کبھی معاف نہیں کروں گا'۔

'اور وہ کیا بات ہے' میں نے اندازے لگانے شروع کر دیے۔

’’تم نے اتنی زیادہ تعداد میں نوجوان لڑکیوں کے انٹرویو کیے اور مجھے انٹرویو لینے والے پینل میں شامل نہیں کیا‘‘۔اس نے ہنستے اور اپنی کرسی پر جھولتے ہوئے کہا۔’’ ہارومی خواتین کے بارے میں کیا جانتا ہے؟ وہ

عورتوں کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہے اور ان سے کیا پوچھ سکتا ہے؟''

میں نے اپنی مسکراہٹ جاری رکھی۔ مجھے غصہ برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا لیکن میں خود کو کہتی رہی 'خاموش رہو، ضبط کرو۔ ہمیں اس شخص کی صرف اس لیے ضرورت ہے کہ یہ ہمارے فنڈ جاری کرتا ہے۔' میں نے گفتگو کا کنٹرول سنبھال لیا اور کہا ''میں تمھاری اور تمھاری ٹیم کی جانب سے پوری حمایت کی امید کرتی ہوں۔ اب تک تمھاری ٹیم کا تعاون ہمیں حاصل رہا ہے۔''

''یقیناً، ہاں، یقیناً''۔ اس نے کرسی سے ٹیک لگا لی اور اس پر جھولنے لگا۔ ''بتاؤ میں تمھارے لیے کیا کر سکتا ہوں''۔

میں سنجیدگی سے کچھ حقیقی مطالبات پیش کرنا چاہتی تھی مثلاً کنسلٹنٹس کے لیے علیحدہ کمرہ۔ فی الوقت میرے کمرے میں چار کنسلٹنٹس بیٹھتے تھے اور سب میرا کمپیوٹر استعمال کر رہے تھے۔ میں نے ہارومی سے کہا تھا کہ مجھے ایک اور کمرہ اور کمپیوٹرز کی ضرورت ہے لیکن اس نے مجھے طارق سے بات کرنے کو کہا۔ اس لیے میں نے اس بات کو وہیں ختم کر دیا تھا۔ ہر روز جینڈر ٹیم کو شام پانچ بجنے کا انتظار کرنا ہوتا تھا تا کہ دوسرے لوگ چلے جائیں تو ان کے کمپیوٹرز پر وہ کام کر سکیں۔ میں نے یہ ساری باتیں اپنے دل میں رکھیں اور اطمینان سے جواب دیا'' کچھ نہیں سوائے اس کے کہ وقت پر ہمارے فنڈ جاری ہو جائیں اور یہ بہت اچھا ہو گا۔'' میں مسکراتے ہوئے اس کے دفتر سے نکل آئی اور مجھے اس کا دفتر چھوڑتے ہوئے سکون کا احساس ہوا۔

میں نے یہ بات نوٹ کی کہ طارق کا سیکریٹری ایک مرد تھا اور کوثر ایک ساتھ والے کمرے میں کمیونیکیشن سیکشن میں بیٹھی تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر فوراً کھڑی ہو گئی اور مجھے زور سے گلے لگایا۔ میں اس پیار کا مطلب نہیں سمجھ سکی لیکن میرا خیال ہے کہ اسے پتہ تھا کہ میں اس کے لیے فکر مند ہوں۔ جب ہم بات کر رہے تھے تو کمیونیکیشن سیکشن میں کچھ لوگوں نے اس کے متعلق طنزیہ تبصرے کیے اور کہا 'یہ تو اونچا اڑ رہی ہے۔ شہزادی کو کام نہیں کرنا پڑتا اور جب دل چاہتا ہے تشریف لاتیں ہیں۔ ہم سب تو ان کے غلام ہیں۔ صورت حال خراب ہو رہی تھی اور لوگ اس بات پر برانگیختہ تھے کہ طارق کی گرل فرینڈ ان کے سیکشن میں براجمان تھی۔ مجھے اس بات پر غصہ آیا کہ سب نے طنز کے تیر اس پر چلائے اور طارق کے متعلق کسی نے کچھ نہیں کہا۔

مجھے پال کا ہاتھ سے لکھا ہوا ایک خط ملا جو اس نے منگولیا جاتے ہوئے چین سے لکھا تھا اس خط نے میرے دل کے تار چھیڑ دیے اور اس سے مجھے معلوم ہوا کہ وہ ہماری دوستی پر بہت خوش ہے۔

میرے دفتر میں کام کرنے کا دورانیہ تقریباً ندرہ گھنٹے ہو گیا۔ دن کے وقت ہم اپنے اجلاس منعقد کرتے تھے ہم میں سے کچھ لوگ سرکاری وزارتوں کی شمولیت یقینی بناتے تھے اور کچھ لوگ پروگرام کے شرکاء کا انتظام کرتے تھے۔ شام کے وقت ہم اپنا تحریری کام کرتے تھے۔

ایک روز سعدیہ فنانس سے واپس آئی اور بتایا ''ہم نے آپریشنز کے جونیئر کلرکوں سے بہت اچھے تعلقات استوار کر لیے ہیں۔ وہ ہماری بہت عزت کرتے ہیں کیونکہ انھیں ہمارے دفتر میں بہت زیادہ سرگرمیاں نظر آتی ہیں۔ بہت سے لوگوں نے مجھ سے ہمارے اجلاسوں کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے کہا کہ اس سے قبل انھوں نے کبھی دفتر میں دیہاتیوں کو نہیں دیکھا تھا''۔

ہماری پلاننگ کا ایک اجلاس خواتین کو سماجی طور پر بااختیار بنانے کے موضوع پر ہو رہا تھا۔ شرکا بیٹھ چکے تھے۔ کچھ لوگ قالین پر بیٹھے تھے اور کچھ لوگ زمین پر۔ میزیں ایک طرف ہٹا دی گئی تھیں۔ ہمارے اکثر اجلاس قالین پر بیٹھ کر پاکستان کے روایتی انداز میں ہوتے تھے۔ ہاروی کئی مرتبہ صرف چند منٹوں کے لیے آئے۔ وہ اندر نہیں آئے بلکہ دروازے پر کھڑے رہے اور وہ اجلاس کے ماحول اور اس میں ہونے والی گفتگو کو سن کر حیرت زدہ ہو گئے۔ مجھے معلوم تھا کہ ہمارا گروپ ایشوز کی جڑ تک پہنچ جائے گا۔ انھوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ جب تک خواتین کو مکمل انسان کا درجہ نہیں دیا جاتا اس وقت تک خواتین کو سماجی طور پر بااختیار نہیں بنایا جا سکتا۔ ان کا کہنا تھا کہ انسانی وقار خواتین کا حق ہے اور اسے پروگرام کا مقصد ہونا چاہیے۔

انسانی وقار وہ چیز تھی جس کی یو این ڈی پی میں کام کرنے والی خواتین کو سخت ضرورت تھی۔ جہاں تک خواتین کے بنیادی مسائل کا معاملہ ہے، مجھے پورا یقین تھا کہ دور دراز گاؤں کی عورت اور میری طرح اسلام آباد میں اقوام متحدہ کی اہل کار عورت ایک ہی سطح پر تھے۔ میں تمام سطحوں پر تمام خواتین کے ساتھ یک جہتی محسوس کرتی تھی کیونکہ ان سب کو کسی نہ کسی قسم کی بے عزتی کا سامنا تھا۔

باب:20

میری ٹیم مصروفِ عمل

ہم نے سنا کہ دونو جوان غیر ملکی لڑکیاں ہمارے دفتر میں جونیئر پروگرام افسر (جے پی او) کی حیثیت سے آنے والی ہیں۔اقوامِ متحدہ کے نظام میں مختلف ملکوں کی حکومتیں ہونہار نوجوان لوگوں کو تجربہ حاصل کرنے کے لیے اقوامِ متحدہ کی ترقیاتی ایجنسیوں میں بھیجتی ہیں۔یہ ممالک ایک یا دو سال کے لیے ان ایجنسیوں کی مالی مدد کرتے ہیں تا کہ ہونہار نوجوانوں کو اپنا پیشہ ورانہ کیئرر شروع کرنے کا موقع مل سکے۔اقوامِ متحدہ کو سستی اجرت پر کام کرنے والے مل جاتے ہیں اور نوجوان افراد کو تجربہ حاصل ہو جاتا ہے۔ایک برطانوی اور ایک جاپانی جے پی او جلد ہی ہمارے دفتر میں آ گئیں۔میرا ہمیشہ سے یہ خیال تھا کہ اقوامِ متحدہ میں قومیتوں کا فرق کوئی اہمیت نہیں رکھتا ہوگا لیکن دلچسپ بات یہ ہوئی کہ رابرٹ نے برطانوی جے پی او کو اپنی نگرانی میں لے لیا جب کہ ہارومی نے جاپانی جے پی او کو جینڈر یونٹ کے لیے تیار کرنے کی غرض سے اپنے ساتھ رکھ لیا۔

جاپانی جے پی او، ماساکو، دبلی پتلی، درمیانے قد کی نوجوان لڑکی تھی جس کے سیاہ سیدھے بال کندھوں تک تھے۔وہ باوقار بھی تھی اور ذہین بھی۔نئے ماحول کے بارے میں حساس طبیعت ہونے کے ناطے اس نے جلد ہی پاکستانی طور طریقے اپنا لیے اور بہت سی خوبصورت شلوار قمیصیں خرید لیں۔ہم پاکستانی جب کسی غیر پاکستانی کو اپنے ملک کے لباس پہنتا دیکھتے ہیں تو اسے اپنی ثقافت کے احترام کی ایک نشانی سمجھتے ہیں چنانچہ ہمارے دفتر نے اسے فوری طور پر قبول کر لیا اور اس کی عزت کی جانے لگی۔

برطانوی جے پی او کا نام راشیل تھا جو ایک لمبی اور دبلی لڑکی تھی۔اس کے نقوش تیکھے تھے اور اس کے بال سنہری تھے۔وہ ایجنسیوں کے درمیان رابطہ کاری میں رابرٹ کی مدد کرتی تھی۔یہ وہ فورم تھا جہاں اقوامِ متحدہ کی تمام ایجنسیاں اکٹھی ہوتی تھیں اور مشترکہ پروگراموں،سیکورٹی کے معاملات اور رابطہ کاری کے مختلف امور پر بحث و مباحثہ ہوتا تھا۔طارق بھی اس سلسلے میں رابرٹ کے ساتھ مل کر کام کرتا تھا۔اقوامِ متحدہ کی ساری ایجنسیوں کو سعودی پاک ٹاور میں جمع کرنا بھی اسی سلسلے کا ایک کام تھا۔راشیل نوجوان تھی اور پاکستان سے قطعی ناواقف بھی اور اس کی مدد کی لیے کوئی ٹیم بھی موجود نہیں تھی۔وہ رابرٹ کی سکریٹری تسنیم کے ساتھ مل کر

انٹرا ایجنسی یونٹ کے لیے کام کرتی تھی لیکن زیادہ تر اکیلی ہی ہوتی تھی۔

میری ٹیم نے جگہ کی کمی کی شکایت کی لیکن میں اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ ہارومی مزید کمروں کے لیے انتظامیہ کو ایک سادہ سا میمو لکھنے کے لیے راضی نہیں تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ اس مسئلے پر طارق سے بات کروں جو میں نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میں اپنی ٹیم کو نہیں بتا سکتی تھی کہ میں انتظامیہ پر اس بارے میں زور کیوں نہیں ڈال سکتی تھی۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ کسی چیز کے لیے کبھی بھی طارق کے پاس جائیں۔ میں یہ محسوس کرتی تھی کہ مجھے ان کی حفاظت کرنی ہے۔ میں صرف اپنے آپ کو خطرے میں ڈال سکتی تھی اس لیے میری ٹیم اور طارق کے درمیان سارے رابطے میرے توسط سے ہوتے تھے۔

تنگ کمرے میں سب کے ایک ساتھ بیٹھنے اور کام کرنے سے ہم ایک دوسرے کے ذاتی طور پر بھی قریب آ گئے تھے۔ سعدیہ ان مسائل کا ذکر کرتی جو اس نے اپنے ہاسٹل میں رہنے والی نوجوان ملازمت پیشہ لڑکیوں سے سنے تھے۔ ماسا کو پاکستان کے متعلق بہت سے سوالات پوچھتی تا کہ وہ پاکستان کے شہری علاقوں میں رہنے والی خواتین کے مسائل سمجھ سکے۔ ہماری جینڈر کنسلٹنٹس ملازمت پیشہ خواتین ہونے کے ناطے درپیش مشکلات کے ساتھ ساتھ ذاتی مسائل پر بھی بات کرتیں۔

ہم ٹیم کی حیثیت سے اچھا کام کر رہے تھے۔ حالانکہ ہم ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھتے تھے مگر بہت فعال تھے اور سب کی نظر میں تھے۔ ہم بے حد خود کفیل تھے۔ ہم نے یہ سیکھ لیا تھا کہ یو این ڈی پی سے کسی معاونت کی توقع نہیں کرنی چاہیے۔ درحقیقت مدد کی توقع کرنا غیر حقیقت پسندانہ بات تھی کیونکہ دفتر کبھی بھی اس رفتار سے نہیں چل سکتا تھا جس تیزی سے ہماری سرگرمیاں آگے بڑھ رہی تھیں۔ ہم اپنے تمام ساز و سامان، انتظامی امور اور سکریٹری وغیرہ کے کام خود کرتے تھے۔

میں چاہتی تھی کہ دیگر ترقیاتی اداروں کے لیے، جو عام طریقے سے کام کرتے ہیں، ہمارا پروگرام مثال بن جائے۔ ترقیاتی کمیونٹی نے اب حقوق کے متعلق باتیں کرنا شروع کر دی تھیں اور میں چاہتی تھی کہ وہ دیکھیں کہ کس طرح کوئی پروگرام حکمتِ عملی کے نقطۂ نظر سے حقوق کے گرد بنایا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ میں چاہتی تھی کہ وہ اس بات کو سمجھیں کہ ضروری نہیں کہ خواتین کی ترقی کے تمام پروگراموں کو وزارتِ ترقی خواتین کے توسط سے چلایا جائے۔ ذاتی طور پر میں ایسی وزارت کے تصور کے خلاف ہوں جو کئی ترقی پذیر ملکوں میں اسی کی دہائی میں قائم کی گئیں۔ میں چاہتی تھی کہ ہمارے منصوبوں کا براہِ راست حکومت کے محکموں سے رابطہ ہو۔ مجھے یو این ڈی پی اور حکومت دونوں کو اس نکتے پر راضی کرنے کے لیے بہت جدوجہد کرنا پڑی۔ آخر کار ہم نے تجارت، زراعت، محنت، اطلاعات ونشریات اور خزانہ کی وزارتوں سے رابطے قائم کر لیے۔ اس کے علاوہ ہم نے ٹرانسپورٹ ڈویژن اور الیکشن کمیشن کے ساتھ بھی کام کیا۔ یہ وہ کام تھا جس پر خواتین کی ترقی کے لیے

پاکستان میں کام کرنے والے امدادی ادارے، بہت حیران ہوئے۔

میرے کام کے اتنے طویل اوقات کی وجہ سے میری والدہ مجھ سے بہت پریشان تھیں۔ میرے جذبے کو سمجھنے کے باوجود وہ میری صحت کے متعلق فکرمند تھیں۔ گزشتہ مہینوں کے دوران میں اپنے اہل خاندان سے کبھی کبھار ہی مل سکی تھی۔ میں ہفتہ وار چھٹیاں بھی نہیں کرتی تھی۔ اگر کبھی، اتفاق سے، میں گھر والوں کے سونے سے پہلے گھر پہنچ بھی جاتی تو ان سے مسلسل اپنے کام کے بارے میں ہی بات کرتی رہتی۔ جینڈر ٹیم کے متعلق میرا جوش وجذبہ بہت بلند تھا۔ ہم صحیح معنوں میں 'دن رات' کام کررہے تھے۔

خواتین کی سماجی، سیاسی اور معاشی بااختیاری پراجلاسوں کے بعد ہم نے فیصلہ کیا کہ سماجی بااختیاری کے اجلاس سے چند منتخب مسائل کو چنیں اور خصوصاً ان مسائل پر اجلاس بلائیں۔ خواتین کو سفر میں پیش آنے والی مشکلات ان مسائل میں سے ایک تھیں۔ اس میں وہ سماجی رکاوٹیں بھی شامل تھیں جو خواتین کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت لینے اور گھر والوں کی حمایت حاصل کرنے میں درپیش تھیں اور اس کے علاوہ ٹرانسپورٹ کی دستیابی اور ٹرانسپورٹ کے نظام سے متعلق دوسرے مسائل بھی تھے۔

ہم نے فیصلہ کیا کہ یہ اجلاس لاہور میں اس وقت منعقد کریں گے جب پال منگولیا سے واپس آئیں گے تاکہ وہ اس اجلاس کا افتتاح کرسکیں۔ ایک بڑا میٹروپولیٹین شہر ہونے کے ناطے لاہور میں خواتین کافی تعداد میں گھر سے باہر کام کرنے کے لیے نکلتی ہیں۔ خواتین کے لیے پبلک ٹرانسپورٹ تک رسائی ایک اہم مسئلہ ہے اس لیے یہ ایک اچھا ٹیسٹ کیس بنتا تھا۔

میں پال کی واپسی کا انتظار کررہی تھی۔ اس کی فلائٹ سیدھی لاہور آنا تھی۔ مجھے پال کے ساتھ اپنی گفتگو اور بحث ومباحثے یاد آرہے تھا۔ مجھے اس کی رنگین ٹائی بھی یاد آرہی تھی۔ سچ یہ ہے کہ، سادہ الفاظ میں، مجھے اس کی یاد ستارہی تھی اس لیے میں نے فیصلہ کیا کہ اس سے ملنے ایئرپورٹ جاؤں۔ اسے مجمعے میں ڈھونڈنا آسان تھا کیونکہ وہ سب سے لمبا تھا اور اس نے ایک ہلکا کوٹ اور پاناما ہیٹ پہنا ہوا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر حیران ہوا اور کہا کہ میں صرف ڈرائیور کو بھیج دیتی۔ مجھے نہیں معلوم کہ میری یہ حرکت نامناسب تھی یا وہ سادگی کا مظاہرہ کررہا تھا۔ میں نے جلدی سے اسے خوش آمدید کہا۔ کار میں، میں نے بڑے پروفیشنل انداز میں اسے بتایا کہ خواتین کے گھر سے باہر نکلنے کے بارے میں ہمارا اجلاس کس طرح کا ہوگا۔

پوری کی پوری جینڈر ٹیم لاہور میں تھی اور ہم نے اجلاسوں کی سہل کاری کے لیے اچھے کنسلٹنٹس کی خدمات حاصل کررکھی تھیں۔ ہمارے پروگرام کے شرکا میں پبلک ٹرانسپورٹ استعمال کرنے والی خواتین، سرکاری اور نجی ٹرانسپورٹ کے مالکان اور عملہ، ٹریفک پولیس، حکومت کے ٹرانسپورٹ ڈویژن کے ارکان اور کمیونٹی کے دلچسپی رکھنے والے افراد شامل تھے۔

پال نے اجلاس کا افتتاح کیا۔اس نے اجلاس کے لیے پوری تیاری کی ہوئی تھی۔اس نے برازیل اور دنیا کے متعدد ممالک کی مثالیں دیں جہاں لوگوں نے مقامی ٹرانسپورٹ کے انتظام کو بہتر کرنے کے لیے خود اقدامات کیے تھے۔میں پال کی اس بات کی قدر کرتی ہوں کہ وہ ہمیشہ اس بات پر زور دیتا تھا کہ لوگ اپنی سماجی تبدیلی کے لیے خود اقدامات کریں۔ یہ بات ہمارے روایتی ترقیاتی ماہرین سے مختلف ہے جو ہمیشہ لوگوں کو 'ٹارگٹ گروپس' اور 'فائدہ حاصل کرنے والے' کہتے ہیں۔ پاکستانی کی حیثیت سے میں نے ہمیشہ خود کو ان لوگوں کے ساتھ سمجھا جو جبر اور مشکلات میں سے نجات کے طریقے نکالتے ہیں۔

ہمارا اجلاس بہت اچھا ہوا۔نجی ٹرانسپورٹرز اور سرکاری ٹرانسپورٹ نظام کے ذمہ دار لوگوں نے یہ باتیں بڑے تحمل سے سنیں کہ جب ڈرائیور اور کنڈکٹر انھیں ہراساں کرتے ہیں تو خواتین پر کیا گزرتی ہے۔ اجلاس نے سب لوگوں میں اس مسئلے کے متعلق احساس پیدا کیا۔ہم نے ٹرانسپورٹ ڈویژن اور دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر جو کام شروع کیا وہ اتنا پائیدار ثابت ہوا کہ جب یو این ڈی پی اس پراجیکٹ سے الگ بھی ہو گیا تو بھی بڑے عرصے تک یہ کام جاری رہا۔ ہماری پیش قدمی کی وجہ سے عورتوں کا گھروں سے باہر جانا ایک سماجی مسئلے کی حیثیت سے متعارف ہوا اور آئندہ برسوں میں بہت سی دیگر تنظیموں نے بھی اس پر براہِ راست کام کیا۔

اسلام آباد واپس آ کر میں پال کے دفتر گئی۔وہ دفتر میں موجود نہیں تھا اس لیے میں نے اس کی میز پر ایک پیغام چھوڑا کہ جینڈر پروگرام پر بریفنگ کے لیے وہ مجھے ٹیلی فون کریں۔ میں انھیں پروگرام کی پوری تفصیل سے آگاہ کرنا چاہتی تھی۔اس نے شام کو دفتر کے اوقات ختم ہونے سے ذرا پہلے فون کیا۔ مجھے اس کی آواز سننا اچھا لگا۔اس نے شائستگی سے کہا کہ اگر میں مصروف نہیں ہوں تو اس کے آفس آؤں۔ میں فوراً تیار ہو گئی اور تمام فائلیں اور کاغذات اٹھا لیے جو میں نے ان کے لیے تیار کیے تھے۔سعدیہ نے مجھے دروازے پر روک دیا اور مجھے بالوں کا برش دیا۔ میں ہنسی، مگر میں نے اس سے کنگھی کی۔اپنا ڈوپٹہ درست کیا اور اس سے پوچھا "کیا اب میں ٹھیک لگ رہی ہوں" اس نے کہا "ہاں اب تم جا سکتی ہو"

پال کی ڈیسک پر فائلوں کا انبار تھا''پچھلے دنوں کا کام دیکھ رہے ہیں؟''میں نے خوش دلی سے کہا اور اس کے کمرے میں داخل ہو گئی۔

" کچھ نہ پوچھو،لیکن اب ہر چیز کنٹرول میں ہے" پال نے جواباً کہا۔میں کرسی پر بیٹھ گئی اور اپنی فائلیں اور کاغذات اس کی میز پر رکھ دیے''سوری میں تمیں پہلے فون نہیں کر سکا۔ میں وقت نکال کر دیکھنا چاہتا تھا کہ تم نے کیا کچھ کر لیا ہے۔ میں یہ کام جلد بازی میں نہیں کرنا چاہتا تھا''۔اس نے کچھ فائلیں ایک طرف ہٹائیں اپنے بازو میز پر رکھے اور میری طرف دیکھ کر کہا''اب میں پوری طرح تمھاری طرف متوجہ ہوں''۔

میں نے اپنا بہترین پیشہ ورانہ انداز اپنایا اور اپنے کاغذات نکالے۔ میں نے جینڈر پروگرام کی تشکیل کا

مجموعی ڈیزائن تفصیل سے بتایا اور اس کے بعد ہر مشاورتی اجلاس پر بات کی۔ میں نے اسے بتایا کہ شرکا کون تھے، اجلاس کے نتائج کیا تھے اور ہم کن پراجیکٹس کی تجاویز پر غور کر رہے ہیں۔ میں نے یہ بات نوٹ کی کہ کبھی وہ کاغذات کو دیکھتے تھے اور کبھی صرف میری طرف دیکھتے اور مسکرا دیتے۔ میرا خیال ہے کہ میرے اندازِ بیان میں جس قدر جوش تھا اس پر وہ مسکرا رہے تھے۔ میں نے اب تک جو کام کیا تھا اس کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ پال نے درمیان میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ جب میں نے اپنی بات پوری کر لی تو میں نے اوپر دیکھا اور بات ختم کرتے ہوئے کہا "بس اتنا ہی۔ آپ نے ہمارا لاہور کا اجلاس دیکھا۔ ہمارا آخری اجلاس اسلام آباد میں خواتین اور میڈیا کے موضوع پر ہوگا"۔

وہ مسکرایا اور کہا "میں بہت متاثر ہوا ہوں میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اور تمھاری ٹیم اتنا کچھ کر لے گی اور اس کا کام اتنا تفصیلی ہوگا"۔

میں نے ایک گہرا سانس لیا اور فخریہ انداز میں اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ مجھے اس کی بات سے بہت خوشی ہوئی۔ میں نے کچھ دیر انتظار کیا اور جب اس نے کچھ نہیں کہا تو میں نے جانے کا فیصلہ کیا۔ میں نے ایک اور گہرا سانس لیا اور کہا "اچھا تو اب میں چلتی ہوں"۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس کے لبوں پر اب بھی مسکراہٹ تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ انتظامیہ میں وہی تھا جسے اس بات کی قدر تھی کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ میں اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور کمرے سے چلی آئی۔

پال میرے سماجی مسائل پر کام کرنے کے طریقہ کار کے ذریعے مجھے بہتر طور پر جاننے لگا اور میں بھی اس کے کام کرنے کے انداز سے اسے بہتر طور پر جان سکی۔ اگلا مہینہ جادو کی طرح تھا۔ ہم بغیر کچھ کہے ایک دوسرے کو سمجھنے لگے۔

D:\GRAPHICS\BOOKS & REPORTS\Books & Covers\Working with Sharks URDG\PDF Launch for 8 March 2016\sharks ÷ 2/10/2016 11:21 AM PAGE 148 (1,1)

حصہ سوم

کڑوی میٹھی حقیقتیں

باب:21

سنجیدہ تعلق کا آغاز

خزاں کا موسم آتے آتے میں اور پال اچھے دوست بن چکے تھے۔ ہم ایک دوسرے کے خیالات کو بہتر طور پر سمجھ سکتے تھے اور ایک دوسرے کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں اور ایمانداری کی قدر کرتے تھے۔ اب وہ میرے گھر آ کر مجھ سے مل لینے میں جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔ وہ میرے گھر والوں سے ملے اور عام طور پر جب وہ ہمارے ہاں آتے تو میرا گھر مختلف قسم کے لوگوں سے بھرا ہوا ہوتا تھا۔ کبھی کبھی تحریکی کارکن گرما گرم بحثیں کر رہے ہوتے؛ کبھی تھیٹر کے فنکار میرے گھر کے لان میں ریہرسل کر رہے ہوتے تھے یا فن کے کامیاب مظاہرے کے بعد خوشی منا رہے ہوتے؛ کبھی دوسرے شہروں سے آنے والے فنکار میرے گھر کے ڈرائنگ روم کے فرش پر سو رہے ہوتے یا کہیں فن کا مظاہرہ کرنے جانے سے پہلے آرام کر رہے ہوتے؛ اور کبھی تو لاہور سے رشتہ دار آئے ہوتے اور کھانا پینا اور ہنسی مذاق چل رہا ہوتا۔ میرا گھر بہت پُر رونق، کھلا اور سب کو خوش آمدید کہنے والا گھر تھا۔ ان تمام سرگرمیوں کا محور میری والدہ تھیں جو سب کا خیال رکھتی تھیں۔ اس زمانے میں میرے والد جرمنی میں قیام پذیر تھے۔ حالانکہ میری والدہ روانی سے انگریزی نہیں بول سکتی تھیں لیکن پھر بھی وہ پال سے اتنی بات چیت کر سکتی تھیں کہ وہ اجنبیت محسوس نہ کرے۔

پال کو کامران سے بات کرنا اچھا لگتا تھا۔ ہم تینوں ہر قسم کی فلسفیانہ بحث کرتے تھے۔ ہم پاکستان میں سماجی تبدیلی کے مختلف پہلوؤں، پاکستان کی سیاسی صورت حال اور وسیع البنیاد اصلاحات کے لیے آئندہ حکمت عملی پر بات کرتے ہوئے ترقی کے روایتی ماڈلز پر سوالات اٹھاتے۔ پال کے آنے کی وجہ سے کم از کم یہ تو ہوا کہ میں شام کو گھر آنے لگی ورنہ تو میں صبح ساڑھے سات بجے سے لے کر رات دس، گیارہ بجے تک دفتر میں رہتی تھی۔

صوبہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں ایک اجلاس منعقد ہونا تھا۔ بلوچستان سنگلاخ پہاڑوں اور قبائلی تہذیب والا علاقہ ہے۔ اس اجلاس کا مقصد علاقے میں یو این ڈی پی کی مالی امداد سے شروع کیے جانے والے تمام اقدامات کا جائزہ لینا تھا۔ یو این ڈی پی کے مختلف یونٹوں کے افراد کے ساتھ مجھے اور پال کو بھی اس اجلاس میں شرکت کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ ہم شہر کے سب سے بڑے ہوٹل سرینا میں ٹھہرے جہاں ترقی کے شعبے کی

تمام اشرافیہ ٹھہری ہوئی تھی۔

مجھے پتہ چلا کہ ویک اینڈ پر پال کی سالگرہ ہے۔ میں نے بہت سوچا کہ اس کی سالگرہ پر کیا کیا جائے۔ میں نے ہوٹل میں اس کے لیے کیک اور پھولوں کا آرڈر دیا۔ رات گئے، تمام اجلاسوں سے فارغ ہو کر اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ڈنر کھانے کے بعد پال اور میں تھوڑی دیر کے لیے اکٹھے بیٹھے مگر یوں لگا کہ وہ میری طرف سے اس طرزِ اظہار پر ذرا شرمسار سا ہے۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ وہ سالگرہ منانے میں اس طرح کی دلچسپی نہیں رکھتا جیسی مجھے ہے۔

ہم نے فیصلہ کیا کہ اگلے روز اگر ہم اپنے اجلاس سے وقت پر فارغ ہو گئے تو تھوڑا سا وقت نکال کر قریب ہی ایک جھیل پر سیر کے لیے جائیں گے۔ ہم دونوں حنا جھیل پہنچے جو کہ سنگلاخ اور خشک پہاڑوں کے درمیان کوئٹہ شہر کے قریب ہی واقع ہے۔ چونکہ ہم ہر وقت کام میں مصروف رہتے تھے اس لیے ہمیں کام سے دور اس ماحول میں آنا بہت اچھا لگا۔ طویل خشک سالی نے اس جھیل کا اچھا خاصا پانی خشک کر دیا تھا اس لیے یہ علاقہ سنسان اور آسیب زدہ سا لگ رہا تھا۔ جھیل کے ارد گرد ایک پگڈنڈی تھی۔ ہم نے اس پر جانے کا فیصلہ کیا۔

گزشتہ روز کے اجلاس کے بارے میں گفتگو کے بعد ہم نے اپنی ذاتی زندگیوں کے متعلق بات کرنا شروع کر دی۔ پچھلے ماہ میں ہم لوگ ایک دوسرے کے قریب آ گئے تھے گرچہ ہم نے اپنے تعلق کو کوئی نام نہیں دیا تھا۔ اب ہم ایک دوسرے کے اچھے دوست بن چکے تھے۔

میری طرف دیکھے بغیر پال نے پوچھا ''امریکہ میں تمھیں کوئی ایسا شخص نہیں ملا جس کے ساتھ تم رہ جاتیں؟''

''ارے نہیں میں اس قسم کی دوستی میں دلچسپی نہیں رکھتی تھی'' میں ہنسی اور ان لڑکیوں کو یاد کیا جو لڑکوں سے دوستی کے چکروں میں تھیں۔ ''میں مردوں میں بالکل دلچسپی نہیں رکھتی تھی'' اس کے چہرے پر حیرانی دیکھ کر میں نے مزید کہا ''اور عورتوں میں بھی نہیں...... مجھے ایسے معاملات سمجھ میں نہیں آتے''۔

میں نے اپنا سر جھکایا اور دوبارہ ہنسی۔ میں نے مِنی سوٹا میں اپنے ابتدائی دن یاد کیے کہ جب میں، حیران کن طور پر، اپنی دوستوں میں لڑکوں سے دوستی کے معاملات میں مشورے دینے کی ماہر بن گئی تھی۔ میری کبھی پاکستان یا امریکہ میں اس قسم کی دوستی نہیں رہی تھی لیکن مشورہ دینے میں یہ بات کبھی آڑے نہیں آئی۔ میری سہیلیاں اکثر اپنے دل ٹوٹنے کا دکھڑا مجھے سناتی جب ان کی اپنے بوائے فرینڈ سے دوستی ٹوٹ جاتی۔ میں حیران ہوتی تھی کہ جب ویک اینڈ پر ان کی کسی بوائے فرینڈ سے ملاقات طے نہ ہوتی تو وہ کتنی شکستہ دل ہو جاتی تھیں۔

اگلے سمسٹر میں میں نے ڈیزائن کی کلاس میں داخلہ لیا جو صرف جمعے کی شام کو ہوتی تھی۔ میں حیران ہوتی

تھی کہ بہت ساری کلاس فیلوز تیار ہو کر آتی تھیں تا کہ وہاں سے سیدھی اپنے دوستوں کے ساتھ چلی جائیں۔ میں اس کلاس کو مذاق کے طور پر ''دوستی کا کھیل 101'' کہتی تھی۔

میری ایک گہری دوست کیتھی جو ڈیزائنر بن رہی تھی ہر وقت اپنے دل کے ٹوٹنے کی باتیں کرتی تھی۔ میں اسے یاد دلاتی تھی کہ اس کے معاشرے میں کتنی آزادی ہے لیکن ہم اس کے کلچر کو دو مختلف زاویوں سے دیکھتے تھے۔ اسے اپنا معاشرتی نظام گھٹن والا محسوس ہوتا تھا۔ اس کی زندگی کا اہم مسئلہ ایک اچھے مرد کو ڈھونڈنا اور پھر اسے اپنے ساتھ رکھنا تھا جو اسے کسی زیادہ نوجوان اور زیادہ خوبصورت لڑکی کے لیے چھوڑ نہ دے۔ اس کے خیال میں یہ ایسا کھیل تھا جس میں خواتین مسلسل اس کوشش میں ہوتی ہیں کہ کوئی اچھا مرد ان کو گھر بسا لے جب کہ مرد صرف معاشقے، جنس اور اپنے لیے مواقع کھلے رکھنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ وہ ہر روز اس درد کے ساتھ گزارتی تھی۔ ایک دفعہ جب وہ اپنی ایک دوستی کی ناکامی پر رو رہی تھی تو میں نے اسے کہا کہ وہ اپنے والدین سے کہے کہ اس کے لیے ایک مناسب رشتہ تلاش کریں۔ اس کے آنسو فوراً خشک ہو گئے اور اس نے حیران ہو کر میری طرف دیکھا پھر یہ سوچتے ہوئے کہ میں مذاق کر رہی ہوں، وہ ہنسی اور مجھے کہا کہ ''ہوش میں آؤ''۔

ایک اور نوجوان لڑکی نے مجھے بتایا کہ اسے کبھی بھی دوست سے ملنے کیلیے کلاس چھوڑ کر نہیں جانا پڑا کیونکہ کوئی لڑکا اس سے دوستی کرنا ہی نہیں چاہتا۔ جب میں نے اس سے پوچھا کہ ایسا کیوں ہے تو اس نے کہا کہ وہ اپنی ٹانگوں اور بغلوں کے بال صاف نہیں کرتی اور چار انچ اونچی ایڑی والے جوتے پہننے کی بجائے آرام دہ سینڈل پہننے کو ترجیح دیتی ہے اس لیے کوئی اس میں دلچسپی نہیں لیتا۔

ایک ہال جہاں کھانے پینے کی اشیا کی مشینیں رکھی تھیں میری کلاس کے ساتھیوں کا پسندیدہ مقام ہوتا تھا جہاں طویل کلاس کے دوران دس منٹ کے وقفے میں ہم سب اکٹھے ہوتے تھے۔ ایک شام کوک پیتے ہوئے میں نے دو لڑکیوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سُنی۔ میں ان لڑکیوں کو اچھی طرح نہیں جانتی تھی۔ ان میں سے ایک لڑکی شکایت کر رہی تھی کہ ''میں ہر وقت فکر مند رہتی ہوں کہ مرد میرے متعلق کیا کہتے ہیں۔ وہ کیا کہتے ہیں کہ میں کیسی نظر آتی ہوں اور کس طرح پیش آتی ہوں۔ ہر مرد کا اپنا ایک معیار ہوتا ہے اس لیے میں آدھا وقت یہ اندازہ لگانے میں صرف کر دیتی ہوں کہ اس کا معیار کیا ہے اور آدھا وقت اس کے معیار پر پورا اُترنے کی کوشش کرتی ہوں۔ مجھے تیز طرار ہونا چاہیے، بیوقوف نظر آنا چاہیے، رسمی یا غیر رسمی انداز اختیار کرنا چاہیے؟ میں یہ سوچتے اور اس پر عمل کرتے کرتے تھک گئی ہوں''۔

میں اس گفتگو میں شامل ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ میں نے فوری طور پر اپنے مشوروں کی پٹاری کھولی اور اسے اس کے مسئلہ کا حل بتایا۔ نہایت اعتماد کے ساتھ میں نے کہا ''تم ویسی ہی رہو جیسی ہو'۔ تم انھیں اپنے معیار پر لاؤ اور صرف اس بات کی فکر کرو کہ تمھیں کیا پسند ہے؟''

اس نے مڑ کر حیران ہوتے ہوئے مجھے دیکھا۔ وہ صرف اپنی دوست کی ہمدردی چاہتی تھی اور اسے ایسے مشورے کی اُمید نہیں تھی۔ وہ کلاس میں واپس جانے کے لیے اُٹھی اور بولی۔ ''ٹھیک ہے۔ میں ایسا ہی کروں گی۔ میں اُنھیں دکھادوں گی کہ وہ خود کیا ہیں۔ پھر میں یہ فیصلہ کروں گی کہ میں اُنھیں پسند کرتی ہوں یانہیں''۔

''ہاں تم جیسی ہو، ویسے ہی پیش آؤ''۔ میں نے کوک کا خالی کین پھینکتے ہوئے کہااوران کے پیچھے کلاس کی جانب چل پڑی۔ وہ دوبارہ مڑی اور میری طرف دیکھ کر کہا ''ٹھیک ہے جیسی ہوں، ویسی رہوں گی''۔

مجھے پتہ چلا کہ یونیورسٹی میں زیادہ تر لڑکیاں معاشرے کی طرف سے تھوپے ہوئے اور نہایت ہی زبردستی سے قبول کیے جانے والے راستے پر چل رہی تھیں۔ جب تک وہ اس راستے پر چلتی ہیں معاشرہ ان کی حمایت کرتا ہے لیکن جیسے ہی وہ اس راستے سے ذرا سا ہٹتی ہیں تو اُنھیں معاشرتی پابندیوں میں نہایت غیر محسوس انداز میں جکڑ لیا جاتا ہے۔ میں نے یہ بات بھی نوٹ کی کہ زیادہ تر لڑکیوں کو اس بات کی آگہی نہیں تھی اور وہ یہ سمجھتی تھیں کہ وہ اپنی مرضی سے سب کچھ کر رہی ہیں۔ بالکل ایسے جیسا کہ مچھلی کو اپنے اردگرد پانی سے آگہی نہیں ہوتی۔ انسان عام طور پر اس معاشرتی دباؤ سے آگہی نہیں رکھتا جو کہ ہر وقت ہمارے اوپر ہوتا ہے اور ہم جو بھی منتخب کرتے ہیں اسی دباؤ کی وجہ سے کرتے ہیں۔ تاہم، مَیں پاکستانی معاشرتی زندگی کے اس راستے پر چلنے پر مصر تھی جسے قبول نہیں کیا جاتا اور اب تک شادی کرنے کی مزاحمت کرتی آ رہی تھی۔

پال ایک چھوٹے سے بے سایہ دار درخت کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور بولا ''آج تم بہت خاموش ہو!''

''معاف کرنا تمھاری بات مجھے بہت سال پیچھے لے گئی۔ میں امریکہ میں اپنے گزارے ہوئے وقت کے بارے میں سوچ رہی تھی''۔ میں نے جھیل کے اردگرد نظر دوڑائی اور کہا ''ارے تمھارے پاس تو بڑا سا ہیٹ ہے لیکن میرے پاس نہیں......اس لیے چلتے جائیں۔ یہاں دھوپ بہت تیز ہے''۔

''نہیں، آؤ تھوڑی دیر کے لیے یہاں رُکتے ہیں'' وہ مُسکرایا۔ ''میں تم سے کچھ چیزوں کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں''۔ وہ نیچے دیکھ رہا تھا اور اپنے پاؤں سے پتھروں کو اِدھر اُدھر بھی کرتا جا رہا تھا۔ ''مجھے تجسس ہے کہ تم نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی''۔

میرے منہ سے فوراً بنا بنایا جواب نکلا ''مجھے شادی کا وقت ہی نہیں ملا''۔ میں نے یہ جواب لاکھوں مرتبہ اپنے دوستوں اور جان پہچان والوں کو دیا تھا۔ پاکستان میں اگر آپ عام رواج سے ہٹ کر چلیں تو آپ سماجی دباؤ سے بچ نہیں سکتے۔ یہ دباؤ ہمیشہ پیار کے ساتھ آپ کے قریب ترین دوستوں اور رشتہ داروں کی طرف سے آتا ہے جو آپ کے خیر خواہ ہوتے ہیں اور یہ دباؤ جاری رہتا ہے حتیٰ کہ آپ ہار مان لیتے ہیں۔ اس لیے میں نے یہ تیار جواب سوچ رکھے تھے جو بغیر سوچے سمجھے میرے لبوں پر آجاتے تھے۔ میں نے اپنی شخصیت کے

اندر ایک دیوار کھڑی کر رکھی تھی جو شادی کے فوائد، تنہا رہ جانے کے مسائل اور ایسی دوسری تمام نصیحتوں کو واپس لوٹا دیتی تھی۔

میں اپنے جواب پر ہنسی اور پھر سنجیدہ ہوگئی ''دراصل میں نے اس شعبے کو اپنی زندگی سے مکمل طور پر نکال باہر کیا ہے'' میں بولی۔ ''میں بہت خوفزدہ تھی کہ جو آزادی میں نے پاکستان میں حاصل کی ہے، وہ مجھ سے چھن جائے گی''۔

''کیوں؟'' اس نے حیرانی سے پوچھا۔

میں ہنسی اور معمول کے مطابق اپنے دانشورانہ انداز میں کہا ''پاکستانی خاتون کو اس طرح پالا جاتا ہے کہ وہ یہ سوچتی ہے کہ اس کی زندگی کا مقصد کسی مرد کی اچھی شریک حیات بننا ہے۔ کوئی یہ نہیں سوچتا کہ وہ اپنی ذاتی استعداد میں زندگی میں کچھ حاصل کرسکتی ہے۔ اس کا سماجی حلقہ، اس کا سماجی مقام، اس کی پسند ناپسند، وہ کس شہر یا کس ملک میں رہتی ہے، ان سب چیزوں کا تعین اس بات سے ہوتا ہے کہ اس کی شادی کس سے ہوئی؟ میں اپنی ذاتی آزادی اور پیشہ ورانہ حیثیت سے جو کچھ حاصل کر چکی ہوں اسے کھونا نہیں چاہتی۔ شادی کے بعد تقریباً ہر چیز کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ لڑکی کا شوہر کس بات کی اجازت دیتا ہے اور کس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ بہت پیچیدہ معاملہ ہے اس لیے میں اس سے دور رہی ہوں''۔

پال ہنسا اور اس نے میری طرف دیکھا۔ مجھے پتہ تھا کہ وہ مجھ سے یہ سوال کیوں پوچھ رہا ہے۔ ہماری نظروں کے ملاپ نے وہ بہت کچھ کہا جو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنا شروع ہوگیا۔ میں نے نظریں نیچی کیں اور چلنا شروع کر دیا۔ ہم نے اس دوران دوبارہ شادی کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن ایک دوسرے کی پسند اور ناپسند کے متعلق باتیں کیں۔ ہمارے درمیان حیران کُن حد تک مماثلت تھی۔ ہمارے پیشے، عوام کے لیے حقیقی سماجی تبدیلی میں دلچسپی، خانہ بدوشوں کی طرح سفر کرنا، خود کو آزاد محسوس کرنا اور نئے تجربات کرنا اور ایک دوسرے سے ایمانداری سے پیش آنا سب کچھ ایک سا تھا۔ ہم کچھ دیر باتیں کرتے رہے، کبھی مستقبل کے بارے میں میرے خیالات پر بات ہوئی اور کبھی اس کے۔ اس جھیل کے کنارے کہیں ہم نے وہ حد پار کر لی جہاں الفاظ حقیقتاً اپنے معنی کھو دیتے ہیں اور محض ان احساسات کے اظہار کا ذریعہ محسوس ہوتے ہیں جو ہم ایک دوسرے کے لیے محسوس کر رہے تھے۔

میں اس کی آنکھوں میں اپنے لیے گہرا پیار صاف دیکھ سکتی تھی لیکن نہ مجھے ڈر لگا اور نہ میں بھاگ کھڑی ہوئی جبکہ اس سے پہلے میرا ردعمل یہی ہوا کرتا تھا۔ اس دفعہ مجھے اچھا لگا جس سے مجھے تسکین کا احساس ہوا۔ مجھے یقین ہے کہ اس نے ان جذبات کو محسوس کر لیا تھا جو میرے اندر اس خیال سے پھوٹ رہے تھے کہ میں اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزار پاؤں گی۔ اس کا ساتھ میرے لیے نشہ آور تھا۔ میں نے اپنے گرد ایک

حصار بنا رکھا تھا جسے میں کسی بھی مرد کو پار کرنے کی اجازت نہیں دیتی تھی جب مجھے یہ احساس ہوجاتا کہ وہ مجھ میں دلچسپی لے رہا ہے۔ یہ بالکل میری ذات کے قلعہ کے گرد ایک خندق کی مانند تھا جس سے مجھے حفاظت کا احساس ہوتا تھا۔ پال کے ساتھ کبھی ایسا لمحہ نہیں آیا جب میں نے شعوری طور یہ سوچا ہو کہ اِسے یہ حصار پار کرنا چاہیے یا نہیں۔ پال کیساتھ میرا خیال نہ اس حصار کی طرف گیا نہ اس قلعے کی طرف اور نہ ہی مجھے کوئی ڈر لگا۔ میں اس کے ساتھ، حنا جھیل پر گھومتی رہی اور خود کو آزاد، خوش اور ہلکا پھلکا محسوس کیا۔ کچھ یوں ہوا کہ ہم دونوں کا تعلق دو بالکل مختلف دنیاؤں سے ہونے کے بارے میں تمام مسائل مٹتے چلے گئے؛ بس ہم دونوں تھے اور اپنے مستقبل کی باتیں کررہے تھے۔

ہم پیدل راستے کے اختتام پر پہنچ گئے، رُکے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پال نے کہا ''میں رابرٹ سے تمھارا خودمختار یونٹ قائم کرنے کیلیے بات کروں گا۔تم ابھی ہاروی کو رپورٹ کرتی ہولیکن تمھاری فنڈنگ گورنینس یونٹ سے آتی ہے اور اخلاقی طور پر یہ درست نہیں''۔ان الفاظ کے ساتھ اس نے مجھے یہ بتادیا کہ وہ مجھ سے کیا کہنا چاہتا ہے۔ میں پیار سے مُسکرائی اور کچھ نہ بولی۔ ہم اپنی کرائے کی کار کی جانب لوٹ آئے اور واپسی کا سفر کیا۔

اسلام آباد واپسی کے بعد پال نے کوئی وقت ضائع کیے بغیر رابرٹ سے بات کی۔ رابرٹ نے پہلے ہی ہمارا خودمختار جینڈر یونٹ قائم کرنے کے لیے اجازت مانگی ہوئی تھی اس لیے اس نے فوری عمل کیا۔ میں اس یونٹ کی سربراہ بنادی گئی اور سرکاری طور پر مجھے ہدایت دی گئی کہ براہِ راست ہاروی کو رپورٹ کیا کروں۔

اب دو مختلف یونٹوں میں کام کرنے کی وجہ سے مجھے اور پال کو ایک ساتھ کام کرنے میں کوئی مشکلات درپیش نہیں تھیں۔ اس طرح ہماری دوستی شروع ہوئی۔ ہمارے درمیان اختلافِ رائے بھی ہوتا تھا اور اجلاسوں میں ہم ایک دوسرے کو مختلف مسائل پر قائل بھی کرتے تھے لیکن مجھے اس میں کوئی مسئلہ محسوس نہیں ہوتا تھا۔ ہم نے کبھی اپنے دفتر کی عمارت میں ایک دوسرے کا ہاتھ تک نہ تھاما۔ ہم محسوس کرتے تھے کہ دفتر کا ماحول بہت مقدس ہے اور ہمیں پیشہ ورانہ ضابطوں کا احترام کرنا ہوگا، خواہ ہم ایک دوسرے کے کتنے بھی قریب کیوں نہ ہوجائیں۔

جب ایک دفعہ پیشہ ورانہ معاملات طے پا گئے تو ہم اپنے ذاتی تعلقات کے بارے میں زیادہ اظہار کرنے لگے۔ ہمارا ایک دوسرے کے ساتھ ہونا بالکل درست محسوس ہوتا تھا۔ ہم دونوں کو گہرا احساس تھا کہ ہمارا تعلق زندگی بھر کا ہے۔ یہ بات بے معنی تھی کہ ہم دو مختلف ثقافتوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک ماہ کے اندر ہم اتنا قریب آگئے کہ ہم اپنے لیے الگ الگ مستقبل کا تصور بھی نہیں کرسکتے تھے۔ ہم دو ایسی روحیں تھیں جو ایک دوسرے کے لیے بنی تھیں۔

حالانکہ مجھے ہوٹلوں میں مردوں کے ساتھ دیکھے جانے پر کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن میں پھر بھی پال سے اپنے گھر پر ملنے کو ترجیح دیتی تھی۔ پال ایک کم آمیز شخصیت ہونے کے ناتے ہمارے رشتے کے بارے میں بہت خاموشی رکھنا چاہتا تھا۔ ہم لمبی ڈرائیو پر نکل جاتے، خاص طور پر رات دیر سے اور ایک دوسرے کو اپنے خیالات، باتیں اور لطیفے سناتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم ایک دوسرے سے اپنی محبت کے جذبات کا اظہار بھی کرتے تھے۔ ہمیں ایک دوسرے سے محبت ہوگئی تھی۔

باب:22

ضابطہ وہی ہے جو میں کہتا ہوں

جینڈر ٹیم اپنے پروگرام اور پراجیکٹ کی سفارشات منظور ہونے پر جشن منانے کے لیے تیار تھی۔ ہر مرحلے پر جشن منانا معمول کی بات تھی جسے میں نے اپنی ٹیم کے اندر رائج کر دیا تھا۔ ہم نے اپنے دفتر میں کیک اور چائے کا انتظام کیا اور ہم سب نے رنگین ڈوپٹے اور اچھے ملبوسات زیب تن کیے ہوئے تھے۔ اچانک طارق نے فون کر کے مجھے اپنے دفتر میں حاضر ہونے کے لیے کہا۔ میں نے اپنی ٹیم کو جشن جاری رکھنے کو کہا اور بتایا کہ میں چند منٹوں میں ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں گی۔

جیسے ہی میں طارق کے دفتر میں داخل ہوئی وہ میرے اوپر چڑھ دوڑا ''میں نے آج صبح تمھارے دفتر فون کیا اور ایک اجنبی آواز مجھے سنائی دی۔ شاید تم نے کسی نئی کنسلٹنٹ کو رکھا ہے۔ کیا تم یقین کرو گی کہ وہ جانتی ہی نہیں کہ میں کون ہوں'' وہ غصہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے میں نے کہا ''طارق یہ نئے لوگ ہیں جنھیں کچھ عرصہ قبل ہی رکھا گیا ہے۔ لوگوں کو جاننے کے لیے کچھ وقت درکار ہوتا ہے۔ میں بھی ہر ایک کو نام سے نہیں جانتی اور میں یہاں بہت عرصے سے ہوں۔ یہاں ایک دوسرے سے ملنے کے مواقع بھی نہ ہونے کے برابر ہیں''۔

اس نے میری طرف بڑے مشکوک انداز میں دیکھا اور زور سے بولا "ایک عورت یو این ڈی پی میں کام کرتی ہے اور یہ نہیں جانتی کہ طارق خان کون ہے؟ کیا میرا کنٹرول ختم ہو رہا ہے؟ اسے اپنی نوکری کے لیے میرا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اسے چاہیے کہ وہ میرے پاس آ کر میرا شکریہ ادا کرے کہ میں نے اسے اقوامِ متحدہ کے نظام میں شامل کیا ہے بجائے اس کے وہ مجھ سے (اس کی نقل اتارتے ہوئے) کہتی ہے کہ فوزیہ ابھی مصروف ہے، آپ کہاں سے بول رہے ہیں؟ آپ اپنا پیغام چھوڑ دیں اور جب وہ آئیں گی تو آپ کو فون کر لیں گی۔ اس نے غصّے سے میز پر مکا مارا اور ایک جھٹکے سے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ اس طرح غصہ کر رہا تھا کہ میں اپنی کرسی پر اچھل پڑی۔ اچانک وہ مسکرایا اور بولا ''فوزیہ! میں حیران ہوں کہ تم نے یہ کنسلٹنٹ کہاں سے جمع کی ہیں۔ تم کو کم از کم ان کی شکلیں تو پتا ہونی چاہئیں، کیا نہیں؟''

میں اس کے کمرے سے نکل جانا چاہتی تھی لیکن ایسا نہ کرسکی کیونکہ کہ جب ہمارا یونٹ باقاعدہ طور پر بن جاتا تو ہمیں مستقل ملازمت پر لوگ رکھنے تھے۔ اس کے لیے آپریشن یونٹ سے قریبی تعلقات رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

طارق نے اپنی بات جاری رکھی ''اتنی ساری عورتوں کا اردگرد ہونا اچھا لگتا ہے۔ ہے ناں؟ وہ اپنی کرسی پر آرام سے بیٹھ گیا اور میرا بلڈ پریشر بڑھنے لگا۔ وہ ہمیشہ ایسے مواقع پر اخلاق سے گری ہوئی باتیں کرتا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ اپنی پتلون کی جیبوں میں ڈال لیے اور اپنی ٹانگوں کے درمیان کھجانے لگا۔'' جب تم مستقل ملازمت پر لوگوں کو رکھو گی تو میری شمولیت زیادہ ہو جائے گی۔ تمھیں پتہ ہے کہ ملازمت دینا ہمارا کام ہے''۔ اس نے پھر اپنے جسم سے کھیلنا شروع کردیا ہے۔

''بے شک، طارق'' میں نے بہت رسمی انداز میں کہا۔ ''فی الوقت تو میں بھی شارٹ لسٹ کرنے کے عمل میں کبھی کبھار ہی شامل ہوتی ہوں۔ جب باس ملازمت پر رکھنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو میں انٹرویو کرنے والے پینل میں بھی نہیں بیٹھتی۔ جب یو این ڈی پی کے فنڈ کا استعمال شروع ہوگا تو پھر ہم آپریشن یونٹ کو بھی شامل کریں گے۔ ہم ضوابط کی پوری پابندی کرتے ہیں''۔

''ضوابط کی پابندی کرتے ہیں؟'' وہ غرّایا، ''ضابطہ تو مَیں ہوں۔ میرا مطلب ہے ضوابط کا علم تو مجھے ہے۔ تمھیں معلوم ہے کہ مجھے یو این ڈی پی کا طریقہء کار اور قواعد وضوابط سیکھنے کے لیے ہیڈ کوارٹرز بھیجا گیا تھا۔ رابرٹ تک قواعد وضوابط کے بارے میں مجھ سے مشورہ کرتا ہے۔ میں تمھاری ٹیم کی بھی رہنمائی کروں گا، ٹھیک ہے؟ اس کا موڈ بدل گیا اور دمکتی مُسکراہٹ کے ساتھ بولا'' وہ لڑکی ماسا کو پیاری سی ہے، ہے ناں؟ میں نے نوٹ کیا ہے کہ ہارومی اسے صرف اپنا سمجھتا ہے۔ وہ خود اس کا گُرو بننا چاہتا ہے۔ ٹھیک ہے ناں؟''۔

ماساکو کے بارے میں اس کے تبصرے کو نظرانداز کرتے ہوئے میں نے کہا۔ ''میں ملازمت پر نئے لوگ رکھنے کے سلسلے میں تمھاری اور تمھاری ٹیم کی مدد اور رہنمائی لیتی رہوں گی لیکن اچھا ہوگا اگر یہ عمل ذرا تیزی سے مکمل ہو جائے''۔ بے حد مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ میں جانے کے لیے اٹھی۔

''جب میں کمرے سے نکل رہی تھی تو طارق نے آواز دی ''فوزیہ''۔ میں مُڑی۔ اس نے کہا ''چوچو جانی، کچھ خوبصورت خواتین لاؤ...... وہ جو تم نے رکھی ہیں ...... یار...... ہمارا کوئی معیار ہونا چاہیے!'' وہ ہنس کر زور سے بولا۔

میرا دفتر خوشیاں منا رہا تھا کہ ہم نے دو ماہ کے اندر کتنا کچھ حاصل کرلیا تھا۔ وہ لوگ ایک دوسرے سے گلے مل رہے تھے اور مذاق کر رہے تھے۔ اس اجاڑ سے کمرے کو کیسے ہم نے ایک چھوٹی سی پناہ گاہ بنالیا تھا۔

ہارومی اور رابرٹ کے نیویارک جا کر یو این ڈی پی پاکستان کے نئے پروگرام کو پیش کرنے کا وقت آ پہنچا

تھا۔ پروگرام کی منظوری تو دے دی گئی تھی لیکن جینڈر پروگرام کو مکمل فنڈ نہیں دیئے گئے تھے۔ ابتدا میں، میں اس بات پر بہت ناراض تھی اور ہارومی سے اس بات پر سخت بحث بھی کی تھی لیکن بعد میں یہ احساس ہوا کہ ہارومی اور رابرٹ اس پروگرام کے بارے میں مکمل طور پر سے پر جوش نہیں تھے۔ پر وہ اس کے بارے میں فخر سے بات کرتے تھے کیونکہ یو این ڈی پی میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا پروگرام تھا لیکن وہ اس پروگرام کی روح کو بالکل سمجھ نہیں سکے تھے۔

رابرٹ نے یونٹ کی سربراہ کی حیثیت سے میرے اور یونٹ کے دوسرے عہدوں کے لیے تقرر کی منظوری دے دی تھی۔ میں نے ماساکو سے کہا کہ وہ تقرریوں کے ضوابط پر مکمل عبور حاصل کر لے اور یہ بھی کہا کہ اس بارے کوئی بھی کتابچہ اور ہدایات نظر آئیں تو انھیں بھی غور سے پڑھ لے تا کہ ہم اپنی رہنمائی خود کریں اور طارق کی ٹیم ہمیں بے وقوف نہ بنا سکے۔ اسی دوران ہم نے سُنا کہ طارق کی بیوی واپس اس کے گھر آ گئی ہے۔ میں سوچنے لگی کہ یہ اچھی خبر ہے یا بُری۔ پھر سوچا کہ یہ ہم لوگوں کے لیے اچھی اور اس کی بیوی کے لیے بُری خبر ہے۔

میرے اپنے کنٹریکٹ کی مدت پوری ہوگئی تھی اور نئے کنٹریکٹ کے لیے یو این ڈی پی نے ابھی تک کچھ نہیں کیا تھا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں ہارومی سے اس بارے بات کروں گی۔ میں نے اسے دلیل دے کر سمجھانے کی کوشش کی کہ چونکہ وہ میرا سپر وائزر رہے اور ابھی حال ہی میں جو نئی تبدیلیاں اور منظوری ہوئی ہے اس تناظر میں منطقی طور پر یہ اسی کی ذمے داری بنتی ہے کہ وہ آپریشنز والوں کو کم از کم ایک ای میل لکھ کر میرا نیا کنٹریکٹ تیار کرنے کا کہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ پرسانل ڈیپارٹمنٹ کا کام ہے۔ میرے تحفظات سننے کی بجائے وہ مصر رہا کہ میں دوسری جنگ عظیم میں تباہ ہونے والے جنگی ہوائی جہاز کی وہ تصویر دیکھوں جو اس کے دفتر کی دیوار پر لگی ہوئی تھی۔ تھک کر میں نے اس سے کہا کہ میرے پرانے کنٹریکٹ کے مطابق میں کوئی چھٹی نہیں کر سکتی تھی اور کام کی وجہ سے گزشتہ چھ ماہ سے میں ویک اینڈ پر بھی کام کر کر کے تھک گئی ہوں اس لیے مجھے کچھ چھٹی چاہیے۔ اس نے مجھے یقین دلایا کہ وہ اور رابرٹ میرے کام سے بہت خوش ہیں اور مجھے یو این ڈی پی کا اثاثہ سمجھتے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں طریقہ کار سے متعلق امور پر پریشان نہ ہوں اور اس کے بعد وہ پھر پرانے جنگی جہازوں کی ان تصویروں کے متعلق باتیں کرنے لگا جو اس نے جمع کر رکھی تھیں۔

ہارومی کے مایوس کن جواب کے بعد یوں لگتا تھا کہ یہ کام مجھے خود ہی کرنا پڑے گا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اپنے کیس کے بارے طارق کے باس سے رابطہ کروں گی۔ ''آخر میں ہمیشہ طارق کے پاس کیوں جاؤں'' میں نے خود سے پوچھا۔ جیسے ہی میں نے مسٹر فیومی سے اپنے کیس پر بات کرنا شروع کی اس نے کہا کہ طارق سے بات کرو۔ میں اسے یہ نہ بتا سکی کہ میں اس کے پاس اس لیے آئی ہوں کہ میں طارق کے پاس نہیں جانا چاہتی۔

لیکن، اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتی اس نے فون اٹھایا اور طارق کو ملایا۔ میرا سانس رک گیا۔ میرا سر چکرانے لگا۔ مجھے کچھ سمجھ نہ آئی کہ میں اسے کیسے منع کروں۔ اس نے وہ میمو پڑھا ہی نہیں جو میں نے اسے دیا تھا۔ مجھے علم تھا کہ صورت حال مزید خراب ہو جائے گی۔ طارق فوراً ہی کمرے میں آ گیا کیوں کہ اس کا دفتر ساتھ ہی تھا۔ اس نے میری طرف حیرانی سے دیکھا کہ میں اس کے باس کے دفتر میں کیا کر رہی ہوں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرا ردِعمل کیا ہونا چاہیے یا مجھے کس طرف دیکھنا چاہیے اس لیے میں زمین کی طرف دیکھتی رہی۔ میرے یا طارق کی طرف دیکھے بغیر ہی مسٹر فیومی نے کہا ''طارق، اس کا جو بھی مسئلہ ہے، اس میں پلیز اس کی مدد کرو' اس کے ساتھ ہی میرا میمو طارق کو دے دیا جو کہ میرے کنٹریکٹ کے بارے میں تھا اور خود جان بوجھ کر اپنی میز پر پڑے کسی اور کاغذ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

طارق نے وہ میمو لے لیا اور جلے کٹے انداز میں بولا ''ڈاکٹر صاحبہ، آپ میرے دفتر تشریف کیوں نہیں لائیں''۔

مجھے اپنا وجود بہت بھاری محسوس ہوا۔ میں نے فیومی کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا ''یہ آپریشنز کا سربراہ ہے۔ اسے خود پر شرم آنی چاہیے۔ گزشتہ تین ماہ سے ہم پانچ لوگ ایک کمرے میں کام کر رہے ہیں اور ہمارے پاس صرف دو کمپیوٹر ہیں اور ہمیں کوئی اور انتظامی سہولت بھی مہیا نہیں۔ وہ اپنے کام میں اتنا لاپرواہ ہے۔ کیا اسے رات کو نیند آ جاتی ہے؟ اب وہ مجھے اس بھوکے مگرمچھ کے آگے پھینک رہا ہے کیوں کہ وہ خود کوئی ذمے داری نہیں لینا چاہتا۔ کاش کہ میں اسے بتا سکتی کہ میں یو این ڈی پی کی انتظامیہ سے کتنی مایوس ہوں اور یہ بھی بتا سکتی کہ اس کا نائب اس کی ناک کے نیچے کیا کچھ کر رہا ہے''

رابرٹ تک رسائی ممکن نہیں تھی اور طارق ایک بگڑا ہوا بچہ تھا اس لیے میں اس کے پاس جانے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ میں نے یہ تسلیم کر لیا کہ ہر راستہ طارق کی طرف جاتا ہے اور میں اس دیو سے بچ کر نہیں گزر سکتی۔ میری یہ آخری کوشش کہ اس سے بچ کر گزر جاؤں بری طرح ناکام ہو گئی تھی۔

میں شرمندہ سی طارق کے پیچھے چل پڑی۔ میں نے سرکس کے اس شیر کے متعلق سوچا جس کا سامنا مجھے اپنی تحقیق کے ابتدائی دنوں میں ہوا تھا۔ کاش میں شیر کے ساتھ رِنگ میں ہوتی بجائے اس کے کہ میں طارق کے دفتر جاتی۔ سرکس کے شیر میں یقیناً طارق سے زیادہ 'انسانیت' ہوتی۔

باب: 23

مزید قربت

جب میں یو این ڈی پی کی انتظامیہ کے ساتھ مصروف تھی تو پال ایک مرتبہ پھر منگولیا چلا گیا۔ وہ چین میں رُکتے ہوئے گیا اور بیجنگ سے اس نے مجھے دوبارہ خط لکھا۔ کبھی کبھی ایک خط آمنے سامنے بیٹھ کر باتیں کرنے سے زیادہ معنویت رکھتا ہے۔ اس نے لکھا کہ میری دوستی نے اسے ایک بار پھر احساس دلایا ہے کہ وہ زندہ اور خوش ہے۔ میں نے اس کا خط بار بار پڑھا۔

جیسے ہی یو این ڈی پی کے کام کا دباؤ کم ہو، امیرا چھٹیاں کرنے کو دل چاہنے لگا۔ میں نے کنٹریکٹ کا معاملہ وہیں چھوڑا اور کام کی دنیا سے کچھ دیر کے لیے فراغت چاہی۔ سخت محنت سے کام کرنے کے بعد کسی دوسرے ملک چلے جانا ہی ہمیشہ میرا طریقہ رہا تھا۔ میں نئی جگہوں پر جاتی تھی اور جہاں دل کرتا تھا گھومتی پھرتی تھی۔ میں کوئی پلان نہیں بناتی تھی اور نہ ہی جہازوں کی بکنگ کراتی تھی بس من مرضی سے کسی دوسرے ملک پہنچ کر خوب لطف اندوز ہوتی تھی۔ سفر کر کے میری توانائی واپس آجاتی تھی۔ امریکہ میں پڑھائی کے دوران بھی، جہاں موقع ملتا، میں کچھ دنوں کے لیے کسی دوسرے ملک چل پڑتی تھی۔ میں یورپ، جنوبی اور شمالی امریکہ، ایشیا اور افریقہ کے متعدد ممالک کی خوب سیر کر چکی تھی۔

اس مرتبہ میں ملائیشیا گئی۔ کچھ روز کوالالمپور میں گزارے اور پھر ساراواک کے جنگلوں کے دیہات اور پہاڑی غاروں کی جانب چل پڑی۔ میں نے اپنی ڈائری میں پال کو ہر روز خط لکھا۔ میں نے وہ خط ڈاک کے حوالے نہیں کیے کیونکہ مجھے پتہ تھا کہ ان خطوں کے اس تک پہنچنے سے قبل ہی وہ واپس آجائے گا۔ مجھے اسے ہر روز خط لکھنا اچھا لگتا تھا کیوں کہ اس طرح میں اپنے ذہن میں اس سے رابطے میں رہتی تھی۔

مجھے محسوس ہوتا تھا کہ میں اب بھی ایک آزاد روح ہوں۔ شاید مجھے سفر کرنے کی شدید خواہش اسی لیے ہوتی ہے کہ میں اس احساس کی عادی ہوگئی ہوں۔ میرے خیالوں میں پال میرا ہم سفر تھا۔ میں اس سے باتیں کرتی تھی۔ مذاق کرتی تھی اور خیالوں میں لمبی بحثیں کرتی تھی۔ میں نے اس سے اپنے تعلقات کے متعلق زیادہ گہرائی میں سوچا۔ یہ بات واضح ہوتی گئی کہ میرے لیے یہ تعلقات نہایت فطری تھے۔ ہم رومانی دوست

تھے۔اس کی شخصیت میری شخصیت سے بہت مختلف تھی پھر بھی ہمارا جوڑا بہت اچھا تھا۔اس کے ساتھ رہنے میں کوئی محنت نہیں کرنی پڑتی تھی۔

میرے سفر قریب قریب ایک مراقبے کی طرح تھے۔ بتدریج میرا دماغ یو این ڈی پی کے متعلق واضح ہو گیا۔اس واضح دماغ نے میری توانائیاں واپس لوٹا دیں اور مستقبل کے متعلق میرا ذہن صاف تصویر دیکھنے لگا۔ میں ایک چھوٹے جہاز پر ملّو غار دیکھنے گئی اور جنگل میں گھومتی رہی۔ یہاں ایسے غار تھے جن میں لاکھوں کی تعداد میں چمگادڑیں تھیں۔ایسے غار تھے جن میں رسوب والی چٹانیں تھی، بالکل اندھیرے غار بھی تھے اور کچھ غاروں میں تو سانپ بھی تھے۔میں نے بھرپور وقت گزارا۔

میں واپس سیدھے لاہور اتری جہاں جینڈر ٹیم نے پنجاب حکومت کے ٹرانسپورٹ ڈیپارٹمنٹ سے میٹنگ طے کر رکھی تھی۔ میں ایک دوسری دنیا میں داخل ہو رہی تھی جو افسر شاہی اور کشمکش کی دنیا تھی، لیکن مجھے پال سے ملنے کا انتظار تھا۔

پال منگولیا سے واپس آ گیا تھا اور لاہور ہی میں یو این ڈی پی کے تقریباً آدھے عملے کے ساتھ موجود تھا۔ وہ ایشیا میں گورننس پر پہلی بین الاقوامی کانفرنس منعقد کر رہا تھا۔ نیویارک اور متعدد ایشیائی ممالک سے گورننس کے ماہرین کانفرنس میں شریک تھے۔چونکہ میں گورننس یونٹ میں نہیں تھی اس لیے مجھے مدعو نہیں کیا گیا تھا لیکن یو این ڈی پی نے مجھے بھی اسی ہوٹل میں ٹھہرایا ہوا تھا۔

میں شام کو دیر سے لاہور پہنچی۔اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے میں نے دیکھا کہ طارق خان میری جانب آ رہا ہے۔ میں اُس سے قطعاً ملنا نہیں چاہتی تھی۔میری واپسی کریش لینڈنگ میں تبدیل ہوگئی۔میرا جسم ایسے بھاری ہو گیا کہ مجھے لگا کہ میں کیچڑ کے تالاب سے نکل کر آئی ہوں۔ مجھے دیکھ کر وہ حیران ہوا اور مُسکرایا۔ میں نے اس سے سلام دعا کو بے حد مختصر رکھا اور کہا کہ میری صبح سویرے میٹنگ ہے۔

پال کی جانب سے میرے کمرے میں رات کے کھانے کی دعوت میری منتظر تھی۔ ہماری دوستی کا ابھی دُنیا کو نہیں پتہ تھا اس لیے ہم نے فیصلہ کیا کہ رات کا کھانا اقوامِ متحدہ کے لوگوں کی نظروں سے دور میرے کمرے میں کھائیں گے۔ پال نے بہت محبت سے میرا استقبال کیا۔ میں اسے دیکھ کر اتنی خوش تھی کہ ڈھنگ سے کھانا بھی نہیں کھا سکی لیکن میں مسلسل ان جگہوں کی باتیں کرتی رہی جہاں سے میں ہو کر آئی تھی اور ملائیشیا میں اپنی مہمات کے متعلق بتاتی رہی۔ پال نے مجھے ایک کارڈ دیا اور کہا کہ یہ ہماری دوستی کا ایک سال مکمل ہونے پر ہے۔اس نے نومبر 1995ء کی وہ تاریخ یاد رکھی تھی جب اسلام آباد میں ایک ورکشاپ میں ہم ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ مجھے اس کا ساتھ اچھا لگ رہا تھا۔

اسلام آباد میں مجھے سعدیہ نے تازہ ترین رپورٹ دی۔ یہ بات حوصلہ افزا تھی کہ اس نے چارج سنبھال

لیا تھا۔اس نے ٹیم کی سرگرمیاں جاری رکھی تھیں۔اس نے مجھے بتایا کہ ہارومی اور رابرٹ نے جینڈر پروگرام کی فنڈنگ کے متعلق سنجیدگی سے کوئی بات نہیں کی۔اس نے بتایا کہ اس بجٹ میں جو کہ پہلے ہی بہت تھوڑا تھا ہمارے یونٹ سے دفتر کی جگہ اور دیگر سہولیات کے پیسے واپس لے لیے گئے تھے۔میں نے اس کی جانب دیکھا اور کہا ''میرے خدا! اتنی بڑی رقم سے تو ہم ایک محل کرائے پر اپنے دفتر کے لیے لے سکتے تھے اور دیگر سہولیات بھی اپنے لیے بہتر حاصل کر سکتے تھے''۔

ملائیشیا کے بعد میرا دوسرا غیر ملکی دورہ جلد ہی آ گیا حالانکہ بہت سا کام رکھا تھا لیکن اس موقع پر مجھے کچھ دن نکالنے پڑے۔میں دیگر سماجی تحریکوں میں بہت متحرک تھی خاص طور پر عورتوں کے اُمور اور امن کے لیے چلائی جانے والی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتی تھی۔جب بھی میں یو این ڈی پی سے مایوس ہوئی تو یہ دیگر فورم میری توانائیاں بحال کرنے میں مدد دیتے تھے۔

جنوبی ایشیا میں امن ان کاوشوں میں سے ایک تھی۔میرا ہمیشہ سے یہ خواب رہا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان امن اور یگانگت سے رہیں۔میں اکیلے ہی ایسا نہیں سوچتی بلکہ ہزاروں دوسرے لوگ بھی چاہتے ہیں کہ دونوں ممالک معیشت اور گورنینس پر توجہ دیں۔ہم چاہتے ہیں کہ دونوں حکومتیں بچوں کی طرح لڑنا چھوڑ دیں اور بڑی بڑی فوجوں پر اخراجات کی بجائے عوام کی ترقی پر یہ رقوم خرچ کریں۔

دونوں ممالک کے لوگوں کی ایک تنظیم پاکستان، انڈیا پیپلز فورم فار پیس اینڈ ڈیموکریسی ایک باہمت کوشش ہے جس میں عوام کے عوام سے رابطوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔میں اور میرا بھائی دونوں اس کے فعال رکن ہیں اور ہم ان 150 لوگوں میں شامل تھے جو امن کا پیغام لے کر ہندوستان گئے۔یہ ڈائیلاگ کلکتہ میں منعقد ہوا جس میں ہندوستان سے بھی 150 اراکین شامل تھے۔

میں نے دفتر کے کام سے کچھ چھٹی لی اور پال کو خدا حافظ کہا۔پال حیرت زدہ تھا کہ میں چھٹی پر جا رہی ہوں اور سال کے آخر میں چھٹیوں پر میں اسلام آباد میں نہیں ہوں گی۔میں نے اس سے معذرت کی کیونکہ دسمبر کو میں نے کبھی چھٹی لینے کا مہینہ نہیں سمجھا۔زیادہ تر پاکستانیوں کے لیے چھٹیوں کا مطلب سال میں دو عیدوں کی چھٹیاں ہوتی ہیں۔مجھے پال پر ترس آیا کہ وہ بے چارہ اس وقت کا منتظر تھا جب یو این کا کام ذرا ہلکا ہوگا اور وہ میرے ساتھ وقت گزارے گا۔

بھارت کا سفر بہت جذباتی تھا۔دونوں طرف کے لوگ بہت جذباتی تھے۔ہم نے نغمے گائے اور امن کے نعرے لگائے۔جب ہم نے سرحد عبور کی تو دونوں اطراف کے قُلی رو پڑے کہ ایک عرصے کے بعد اتنی بڑی تعداد میں پاکستانیوں نے بیک وقت واہگہ کی سرحد عبور کی تھی۔امرتسر سے کلکتہ ریل گاڑی کا سفر انتہائی پُر لطف تھا۔ہر اسٹیشن پر خوانچہ فروش گاڑی پر چڑھ کر آوازیں لگاتے ''سبزی والا کھانا یا گوشت والا''۔چھوٹے بچے ریل

گاڑی کے ساتھ ساتھ بھاگتے ہوئے ٹھنڈے مشروبات اور چٹپٹی چیزیں بیچ رہے تھے۔ یہ سارے لوگ، یہ سارے منظر، یہ سب عمارتیں! ایسا لگ رہا تھا کہ ہم مسخ آئینے میں دیکھ رہے ہیں۔ ہم میں سے بہت سارے لوگوں کو محسوس ہوا کہ تھوڑے بہت فرق کے ساتھ ہم اب بھی پاکستان میں ہیں۔

کانفرنس تین دن تک جاری رہی۔ ہم نے تمام ہندوستان سے آئے ہوئے دانشوروں، فنکاروں، صحافیوں اور حکومتی لوگوں سے کارآمد تبادلہ خیال کیا۔ دونوں اطراف کے سینئر مندوبین نے کہا کہ عوام کو امن کے لیے اپنی خواہش کا اظہار اس انداز سے مسلسل بڑھاتے جانا چاہیے کہ دونوں حکومتوں کے پاس اس پر عمل کے سوا کوئی راستہ نہ رہے۔

کانفرنس ختم ہونے کے بعد میرے زیادہ تر دوست بھارت دیکھنے کے لیے وہیں رُک گے۔ میں فوراً پال کے پاس واپس چلی آئی۔ میں اس کے لیے کوئی تحفہ لانا چاہتی تھی لیکن اس بات کا فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ اسے کیا دوں۔ میں مردوں کے لیے تحفے خریدنے میں ہمیشہ مشکلات محسوس کرتی ہوں اور پال کے لیے تحفہ خریدنا تو اور بھی زیادہ مشکل کام تھا۔

جب میں واپس پہنچی تو پال مجھ سے ملنے میرے گھر آیا۔ وہ غیر رسمی کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ ایک خاکی پتلون جس میں بہت ساری جیبیں تھیں اور اس کے اوپر چارخانے ڈیزائن والی شوخ رنگ کی قمیص جو سردیوں میں پہنی جاتی ہے۔ میں اسے دیکھ کر اتنی خوش تھی کہ اس کے گرد اپنے بازو حمائل کر کے زور سے اسے گلے لگانا چاہتی تھی لیکن میں نے خود کو روکا اور صرف اس سے مصافحہ کیا۔ نظریں ملنے پر اس نے مُسکراہٹ کے ساتھ مجھے آنکھ ماری۔ جب سب لوگ بیٹھ گئے تو میں اس کے برابر بیٹھ گئی۔ میں نے اس کی قربت کی گرمی محسوس کی۔ وہ مجھ سے میرے دورۂ بھارت کے بارے میں پوچھتا رہا لیکن اس سے فرق نہیں پڑتا کہ ہم کس موضوع پر بات کر رہے تھے۔ اصل میں ہم کہہ رہے تھے کہ ہمیں ایک دوسرے کی یاد ستاتی رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں ڈرائیو پر جانا چاہوں گی۔ میں بہت خوش ہوئی اور اندر سے لال رنگ کی موٹی شال اوڑھنے کے لیے لینے بھاگی۔ میں پال کے ساتھ کچھ وقت اکیلے گزارنا چاہتی تھی۔ پال کے قریب بیٹھ کر میرے سارے تفکرات، الجھنیں اور دنیا بھر کی شکایات ختم ہو جاتی تھیں۔ اس کا ساتھ میرے لیے سکون آمیز ہوتا تھا۔ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ وہ ہمیشہ سے میری زندگی کا حصّہ رہا ہے۔ ہم بل کھاتی اندھیری سڑکوں پر گاڑی چلاتے رہے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد سڑک کے کنارے کی مدھم روشنیاں اس کے چہرے کو روشن کر دیتی تھیں۔ میں نے اپنا ہاتھ محبت سے اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اس نے اسے مضبوطی سے تھام کر ہمارے اس رشتے سے مخلص ہونے کا اظہار کیا جو مسلسل واضح ہوتا جا رہا تھا۔

اندھیری، سنسان سڑکوں سے گزر کر ہم آبادی کی طرف آ گئے۔ پہلے ہم ایک مارکیٹ پہنچے اور پھر ایک کار

ٹھیک کرنے والی ورکشاپ پر۔ میں حیران تھی کہ اس نے ایسے غیر رومانوی مقام پر آنے کا فیصلہ کیوں کیا لیکن اس سے بھی زیادہ حیران میں اپنی کار کو وہاں دیکھ کر ہوئی۔ میں جلدی سے گاڑی سے باہر آئی۔ غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ میری پوری کی پوری گاڑی جو یوں بھی پرانی تھی اور برسوں کی توڑ پھوڑ سے کھٹارا بن چکی تھی، نئے سرے سے ٹھیک ہو چکی ہے۔ انجن بھی اور اندر باہر سے بھی۔ میں بس حیران کھڑی رہی۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

پال نے میرے لیے کار کا دروازہ کھولا۔ میرے کندھا تھپتھپایا اور کہا ''جاؤ اب اسے ٹیسٹ ڈرائیو پر لے جاؤ''۔ جیسے ہی میں نے کار سٹارٹ کی اس نے میرے کان میں سرگوشی کی اور کہا کرسمس مبارک۔ میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ الفاظ میرے جذبات کا اظہار کرنے سے قاصر تھے۔ میں نے اس کی طرف اس طرح دیکھا کہ وہ دیکھنا ایک ہزار بوسوں سے زیادہ تھا۔ میرے آنسو بہہ نکلے۔ پال نے میرا ہاتھ دبایا، میں نے گاڑی سٹارٹ کی اور ڈرائیو کرنا شروع کر دیا۔

باب:24

کھلی مخالفت

میں نے اپنی فائلیں اٹھائیں اور یواین ڈی پی کے میٹنگ روم کی طرف ایک پریزنٹیشن دینے کے لیے چل پڑی لیکن اسی وقت سعدیہ مجھے واپس لے آئی۔ میں نے اس سے جھنجھلا کر پوچھا ''کیا بات ہے سعدیہ، مجھے دیر ہورہی ہے؟''

اس نے ایک لپ سٹک اور آئینہ مجھے دے کر کہا کہ ''مہربانی کر کے اسے لگالو' اس کی ہدایت میں سختی تھی اور میں نے بات مان لی لیکن حیران ہوکراس سے پوچھا کہ آخر کیوں۔اس نے جواب دیا ''کیا تمھیں نظر نہیں آتا کہ آس پاس لوگ کتنا تیار ہوکر رہتے ہیں۔ میں شرط لگا سکتی ہوں کہ تم صبح کو بھی خود کو آئینے میں نہیں دیکھتیں''اس نے اتنی محبت سے کہا کہ میں ہنسے بنا نہیں رہ سکی۔

وہ مسکرائی ''اب جاؤ، دیر نہ کرو۔مہربانی کر کے خود پر بھی کچھ توجہ دو'' سر کو پیچھے کی طرف جھٹکتے ہوئے میں زور سے ہنسی اور اپنے دفتر سے نکل گئی۔

یہ دیکھتے ہوئے کہ میں دن رات کام کرتی رہتی ہوں اور ہر محاذ پر لڑ رہی ہوں، سعدیہ نے میرے متعلق محافظانہ انداز اختیار کرلیا تھا۔اس کا خیال تھا کہ میں یواین ڈی پی کو اپنی ذات کا بہت سا حصہ دے رہی ہوں اور اپنی صحت اور اپنے مستقبل کی پرواہ نہیں کر رہی۔کبھی کبھی وہ خود ہی میرے لیے کھانے کی کوئی چیز یا کوئی مشروب منگوالیتی اور مجھے زبردستی کام میں وقفہ کرنے پر مجبور کرتی۔ وہ مجھے نصیحتیں کرتی کہ اپنا خیال رکھوں اور دفتر میں دوسری عورتوں کی طرح تیار ہوکر آیا کروں۔کبھی وہ مجھے کہتی کہ پال سے اچھی طرح پیش آؤں اور میٹنگ میں اس سے تکرار نہ کیا کروں۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس نے پال کے اور میرے درمیان کچھ محسوس کرلیا تھا یا پال اسے اچھا لگتا تھا اور وہ چاہتی تھی کہ ہمارے درمیان کچھ احساسات مشترک ہوجائیں۔

عام طور پر سعدیہ ایک خاموش طبع اور لیے دیے رہنے والی لڑکی ہی رہی۔ میرے برعکس وہ ہجوم میں گم ہو جاتی تھی اور کوئی اس کا نوٹس نہیں لیتا تھا۔وہ اپنے ساتھ کام کرنے والوں سے بھی گھلتی ملتی نہیں تھی اور صرف ان لوگوں سے بات کرتی تھی جن کی اسے ضرورت ہوتی تھی جیسا کہ انتظامیہ یا فنانس سیکشن کے لوگوں سے۔اس

کے رویے سے اس کے ساتھ کام کرنے والوں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ دفتری کام کو دفتر کی حد تک محدود رکھتی ہے اور ضرورت سے زیادہ کچھ نہیں کہتی۔ دوسری جانب لیلیٰ، جس نے پہلے کئی اداروں میں لمبے عرصے تک کام کیا تھا، نسبتاً زیادہ پر اعتماد تھی۔ سعدیہ کے تحفظ کے لیے میں نے یہ بات یقینی بنائی تھی کہ کوئی بھی ایسا معاملہ جو سینئر افسران کے پاس جانا ہے وہ میرے توسط سے جائے۔ میں چاہتی تھی کہ طارق اور میری ٹیم کے درمیان واسطہ صرف میرے ذریعے سے ہو۔

رعنا کو جینڈر کی ماہر کی حیثیت سے ملازمت دی گئی تھی۔ اس سے قبل اس نے ایک برطانوی ترقیاتی ایجنسی کے لیے کام کیا تھا۔ اس کے والد ترقیاتی کام کرنے والے حلقوں میں جانے پہچانے آدمی تھے۔ رعنا چالیس سال کے لگ بھگ تھی، مطلقہ تھی اور اس کے دو بچے بھی تھے۔ مجھے خوشی تھی کہ وہ ہماری ٹیم میں ہے کیوں کہ میں چاہتی تھی کہ ہمارے دفتر میں متنوع پس منظر سے تعلق رکھنے والے لوگ موجود ہوں۔ ہمیں اس جیسے لوگوں کی ضرورت تھی تاکہ حکومت کے ساتھ رابطے بنائے جا سکیں اور یو این ڈی پی کے بیوروکریٹس کے ساتھ بھی معاملات طے کیے جا سکیں۔

ہمیں اپنی تیسری آسامی کو پُر کرنے میں کچھ مشکلات پیش آئیں لیکن پھر ہمیں درست امیدوار مِل گئی۔ ایک ذہین نوجوان لڑکی جس کا نام نبیلہ تھا۔ اس نے امریکہ سے ویمن اسٹڈیز میں ماسٹرز کی ڈگری لی ہوئی تھی۔ وہ پشتون تھی، دراز قد اور گوری رنگت۔ وہ دو بچوں کی ماں تھی لیکن اپنے شوہر سے اس کے تعلقات کشیدہ تھے۔ اس سے قبل وہ ایک قصبے میں رہ رہی تھی جہاں وہ اور اُس کا شوہر دونوں کام کرتے تھے۔ اس نے اپنے شوہر کو راضی کر لیا کہ وہ وہیں کام کرتا رہے جبکہ نبیلہ اسلام آباد چلی جائے اور الگ گھر چلائے۔ اس کے والدین اور بھائی بہن کینیڈا جا چکے تھے اس لیے اس نے اپنے شوہر کو اس بات پر راضی کر لیا کہ دونوں بچوں کو تعلیم کے لیے نانی کے پاس کینیڈا بھیج دیا جائے۔ اس کا شوہر ویک اینڈ پر اس کے پاس آتا تھا لیکن باقی سارا ہفتہ وہ اپنے دفتری کام کے لیے فارغ تھی۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ ملازمت اس کے اپنے شوہر کے ساتھ طویل ظالمانہ تعلق سے نجات کا ذریعہ ثابت ہوئی۔ آئندہ مہینوں میں ہماری ٹیم نے اس کی بہت مدد کی۔

ہماری ٹیم کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا اور بالآخر انتظامیہ اس بات پر رضامند ہو گئی کہ یو این ڈی پی کے دفتر میں ہمیں مزید جگہ دے دی جائے۔ ہم نے ایک کمرہ رعنا اور لیلیٰ کو دیا اور دوسرا نبیلہ اور ماسا کو۔ سعدیہ اور میں اپنے پرانے دفتر ہی میں رہے۔ سلطان جو میری پرانی ملازمت میں میرے ساتھ کام کر چکا تھا اسے ایڈمن اسسٹنٹ رکھا گیا۔ میں اپنے انتخاب پر بہت خوش تھی۔ ماسا کو بحیثیت جے پی او اور سعدیہ جو پہلے ہی سے خوب کام کرتی تھی، ان کے ساتھ مجھے احساس ہوا کہ میری ٹیم بہت اچھی ہے اور ہم سب اپنے یونٹ میں ایک عجیب سی خوشی محسوس کرتے ہیں۔

طارق بہت سارے معاملات میں رابرٹ کے ساتھ مصروف تھا اس لیے سوائے مشینوں اور فرنیچر کی خریداری کی منظوری کے چند موقعوں کے، میرا اس سے زیادہ آمنا سامنا نہیں ہوا۔ آپریشنز یونٹ کے نچلے عملے نے ہماری مدد کی ہر ممکن کوشش کی تاہم عملے کا کنٹریکٹ ایک ایسا معاملہ تھا جس پر طارق نے پورا کنٹرول رکھا ہوا تھا۔ اس نے مجھے بلایا اور کہا کہ وہ جینڈر یونٹ کے ہر رکن سے علیحدہ ملے گا اور اس کے کنٹریکٹ پر بات چیت کرے گا۔ مجھے معلوم تھا کہ کوئی بات چیت نہیں ہوگی لیکن میں خاموش رہی۔ وہ یہ بات دُہراتا رہا کہ آس پاس اتنی تعداد میں خواتین ہونے پر وہ کتنا خوش ہے۔ وہ یونٹ کی ہر رکن سے ذاتی تعلقات بنانا چاہتا تھا تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ 'باس' کون ہے۔ اس نے ہر رکن کی تنخواہ براہِ راست مقرر کی اور ہر کسی کو یہ کہا کہ ان لوگوں کے کنٹریکٹ کو حتمی شکل دینے میں وہ ان پر بہت مہربان رہا ہے۔ ان کو متاثر کرنے کے لیے اس نے ان کے لیے کمپیوٹر اور فرنیچر کی خریداری کا کام بھی تیزی سے کروا دیا۔

جب لیلیٰ طارق سے میٹنگ کر کے آئی تو سب میرے دفتر میں بیٹھے تھے۔ حالانکہ اب ہمارے دفتر کی جگہ بھی بڑی ہوگئی تھی لیکن معاملات پر بات چیت کرنے کے لیے ہمیں ایک ہی کمرے میں بیٹھنے کی عادت ہوگئی تھی۔ لیلیٰ نے کہا "وہ یہ کہتا رہا کہ وہ چاہتا ہے کہ مجھے اقوام متحدہ کے لیے کام کرنے کا موقع ملے اور اسے امید ہے کہ اس کے لیے میں اس کی شکرگزار رہوں گی"۔ وہ ہنسی اور بولی "اس نے تقریباً ایک مرتبہ پھر میرا پورا انٹرویو لیا۔ وہ مجھ سے یہاں اسلام آباد میں میری زندگی اور میرے خاندان سے متعلق ذاتی سوالات کرتا رہا اور پوچھتا رہا کہ مجھے اور کیا کرنا پسند ہے"۔ وہ سعدیہ کے برابر بیٹھ گئی اور بات جاری رکھی "اس نے کہا کہ مجھے کسی چیز کی بھی ضرورت ہو وہ پوری کرے گا اور ہر ضرورت کے لیے مجھے سیدھا اس کے پاس جانا چاہیے"۔

میں خاموش رہی لیکن رعنا نے لیلیٰ کا انداز پکڑ لیا اور طارق کی حمایت میں بولی "یوں تو اس نے میرے خاندان کا بھی پوچھا تھا لیکن وہ میرے خاندان کو جانتا ہے اور صرف دوستانہ طرزِ عمل دکھا رہا تھا۔ اس شعبہ میں میرے والد کو کون نہیں جانتا؟" ٹیم کے باقی ارکان نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ رعنا نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ وہ طارق کی پہلی بیوی کو جانتی ہے تو ایک طرح سے اس کے طارق کے ساتھ خاندانی تعلقات ہیں۔

جب ہر کوئی اپنے کام میں مصروف ہو گیا تو لیلیٰ میرے پاس آئی اور طارق کے بارے میں اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ اس نے کہا "مجھے طارق کے بارے میں عجیب خوف کا احساس ہے۔ اُس نے بہت زیادہ ذاتی سوالات کیے اور جس قسم کی چیزوں کی وہ پیشکش کر رہا تھا وہ عجیب تھیں"۔ میں نے اسے محتاط رہنے اور اس سے دور رہنے کا کہا۔

ڈرائیور کے لیے انٹرویو کے پینل میں بیٹھنا بڑا سادہ سا کام لگتا ہے۔ لیکن میرے اور طارق کے تعلقات میں یہ ایک اہم موڑ ثابت ہوا۔ انٹرویو شروع ہونے سے ذرا پہلے ایک شخص کمرے میں داخل ہوا اور ٹرانسپورٹ

اور جنرل سروسز کے سربراہ، نواز کے کان میں کچھ سرگوشی کی۔ اس وقت میں پینل کے دیگر ارکان کے ساتھ مارکنگ شیٹ کے بارے میں بات کر رہی تھی تا کہ سب کو مارکنگ کرنے کا معیار معلوم ہو سکے۔

ہم نے انٹرویو کیے اور ایک امیدوار ہمیں مِلا جو تھوڑی بہت انگریزی زبان اور کمپیوٹر سے بھی تھوڑی بہت واقفیت رکھتا تھا اور اسے گاڑی اور ڈرائیونگ کے اصول اور ضوابط بھی پتہ تھے۔ باقی سارے اوسط قابلیت اور اہلیت کے تھے۔ اور ایک امیدوار بہت ہی عجیب سا تھا جسے بات چیت بھی ٹھیک سے کرنی نہیں آتی تھی۔ مارکنگ کرنے کے بعد ہم ڈرائیونگ ٹیسٹ لینے باہر ایک گاڑی میں گئے۔ وہ شخص جس کا انٹرویو اچھا نہیں تھا اس نے بہت ہی غیر محتاط ڈرائیونگ کی۔ وہ بغیر اشارہ دیے مڑ گیا اور جب ہم نے نشان دہی کی تو وہ ہمارے ساتھ بحث کرنے لگا۔ وہ انتہائی بُرا ڈرائیور تھا اور موڑ کاٹتے وقت گاڑی کو اپنی لین میں بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔ باقی بہتر تھے۔ لیکن اسی شخص نے انٹرویو میں سب سے زیادہ نمبر لیے تھے اس نے ڈرائیونگ میں بھی بہترین نمبر حاصل کیے۔ فیصلہ صاف نظر آ رہا تھا۔

جب ہم حتمی فیصلہ کرنے کے لیے دفتر میں آئے تو نواز نے کہا کہ طارق نے ایک شخص کی سفارش کی ہے۔ یہ وہی ڈرائیور تھا جسے پینل کے سب ارکان نے ٹسٹ اور انٹرویو دونوں میں سب سے کم نمبر دیے تھے۔ میں نے بہت نرم انداز میں کہا کہ اگر دو امیدواروں کے نمبر برابر ہوں تو پھر تو ہم طارق کی سفارش کے حوالے سے سوچ سکتے ہیں لیکن یہ شخص تو بہت خراب ڈرائیور تھا اور اسے بات بھی کرنی نہیں آتی تھی۔ میں نے نواز سے اس کی رائے پوچھی۔ اس کا بھی یہی خیال تھا کہ وہ سب سے بُرا امیدوار تھا۔ میں پریشان ہوگئی اور دل میں سوچا کہ کاش پال یا ہاروی اس پینل میں ہوتے اور طارق کے اس دباؤ سے ہمیں بچا سکتے۔ نواز بھی طارق کے امیدوار کی حمایت کرتے ہوئے شرمندگی محسوس کر رہا تھا۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا کہ ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ ایسا کرنے سے میرے طارق کے ساتھ تعلقات تباہ ہو جائیں گے۔

جب طارق کو ہمارے چناؤ کے متعلق علم ہوا تو وہ آگ بگولا ہو گیا۔ وہ مجھ سے لڑنے کے لیے میرے دفتر پہنچ گیا اور دروازہ زور سے بند کر دیا۔ اس کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا اور وہ غصّہ سے پاگل ہو رہا تھا۔ میں نے کبھی اسے اتنے غصّے میں نہیں دیکھا تھا۔ ’’میں یہ کیا سن رہا ہوں‘‘ اس نے میری میز پر مُکّا مارتے ہوئے کہا۔ ’’تمھیں میری سفارش کا کوئی احترام نہیں ہے؟‘‘ اس نے میری میز پر پڑے ہوئے چند کاغذات ہوا میں پھینکتے ہوئے کہا۔ سعدیہ خوفزدہ ہو کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

میں نے اس کی شکایت کا جواب انتہائی نرم لہجے میں دیا۔ ’’طارق مہربانی کر کے بیٹھ جاؤ۔ آؤ آرام سے بات کریں۔ ہم ساتھ کام کرتے ہیں اور میں تمھارا اور تمھاری سفارش کا احترام کرتی ہوں۔ پلیز بیٹھ جاؤ‘‘۔ وہ نہیں بیٹھا تو میں بھی اپنے دفاع میں کھڑی ہوگئی اور تمام پینل کی سکور شیٹ اسے دکھائی۔

اس نے میری طرف اشارہ کیا اور کہا ''میں اس بے نظیر بھٹو کو اس نظام میں لے کر آیا اور اب یہ مجھے آنکھیں دکھا رہی ہے۔ تمھیں معلوم ہے جو لوگ بے نظیر بھٹو کو اقتدار میں لائے تھے وہ اس سے مایوس ہوئے کیونکہ وہ انھیں کے خلاف ہوگئی تھی''۔

میں نے ٹھنڈا مزاج برقرار رکھا اور کہا ''میرا خیال تھا کہ بے نظیر عوام کے ووٹ سے آئی تھی لیکن یہاں یہ مسئلہ زیر بحث نہیں۔ مجھے یہ پتہ ہے کہ تم ایک سینئر ذمہ دار افسر ہو اور یہ نہیں چاہو گے سب سے کم قابلیت اور اہلیت والے ڈرائیور کو نوکری دو۔ کیوں کیا ایسا نہیں ہے؟ کیا تم ایسے شخص کی حمایت کرو گے؟''۔

وہ پیشہ ورانہ انداز اختیار کرنے کے موڈ میں نہیں تھا اور بولا ''مت بھولو کہ تمھیں اقوام متحدہ میں کون لے کر آیا تھا؟''

میرا جی چاہا کہ میں اس سے اس بات پر بحث کروں کیونکہ جب مجھے اس دفتر میں ملازمت دی گئی تو میں طارق کو جانتی تک نہیں تھی۔ اگر وہ انٹرویو پینل میں تھا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مجھے اس نظام میں لے کر آیا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ ہر انٹرویو پینل میں بیٹھنا چاہتا تھا تاکہ ہر شخص اس کا احسان مند رہے۔ گو مجھے اس کے اس بے بنیاد دعوے پر غصّہ تھا لیکن میں نے فیصلہ کیا کہ اس بات پر بحث نہیں کروں گی۔

میں نے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ اس کی سانس تیز چل رہی تھی اور وہ اس شیر کی مانند ادھر سے اُدھر گھوم رہا تھا جسے چھوٹے سے پنجرے میں بند کر دیا گیا ہو۔ میں نے کہا ''ہم قواعد وضوابط کے مطابق چل رہے ہیں۔ اگر تم اس شخص کو ڈرائیور ہر صورت میں رکھنا چاہتے تھے تو تم نے اپنے آپریشنز کے نمائندے کو اس کی حمایت کے لیے کیوں نہیں کہا؟ دیکھو اس نے بھی فیصلے کے کاغذات پر دستخط کیے ہیں اور یہ فیصلہ متفقہ تھا''۔

اس نے دھمکی آمیز لہجے میں چلاّ کر کہا ''ایک دفعہ میں تم سے نمٹ لوں پھر آپریشنز یونٹ کے آدمی کو بھی دیکھ لوں گا''۔ اس نے اپنی سُرخ آنکھوں سے میری طرف دیکھا، میری میز پر زور سے مُکّا مارا اور میرے دفتر سے نکل گیا۔

اسی دن، بعد میں یو این ڈی پی کے ایک ڈرائیور نے مجھے بتایا کہ جس ڈرائیور کی سفارش طارق نے کی تھی اسے یو این کی ایک دوسری ایجنسی نے نوکری سے اس لیے نکال دیا تھا کہ اس نے ایک راہگیر عورت کو گاڑی کی ٹکر مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ طارق نے اس عورت کے خاندان کو 300 ڈالر دے کر قصّہ رفع دفع کرنے اور کیس درج نہ کرانے کے لیے کہا تھا۔ یہ ڈرائیور طارق کی طرح پشتون تھا اور اس نے طارق سے اس نوکری کے لیے گڑگڑا کر درخواست کی تھی۔ اسے یو این کی ایک ایجنسی سے نکالا گیا تھا طارق اس کی نوکری نہیں بچا سکا تھا لیکن طارق نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ جب بھی کسی ڈرائیور کی آسامی یو این ڈی پی میں نکلی وہ اسے نوکری دلوا دے گا۔

بتدریج مجھے معلوم ہوا کہ ڈرائیور بہت اہم پوزیشن ہوتی ہے کیونکہ ان سے معلومات حاصل ہوتی ہیں اور لوگوں کی آمدورفت سے بھی آگاہی ہوجاتی ہے۔ڈرائیور اچھے جاسوس ہوتے ہیں۔طارق اس بات کے لیے مشہور تھا کہ وہ ڈرائیوروں کو بہت قریب رکھتا تھا ان کی حمایت کرتا تھا اور انھیں تحفظ دیتا تھا چاہے وہ کسی حادثہ میں کسی کی جان بھی لے لیں۔ان مہربانیوں کے بدلے وہ ڈرائیوروں کی وفاداریاں حاصل کرتا تھا۔وہ سٹاف کے لوگوں پر پابندیاں لگانے کے لیے ڈرائیوروں کو استعمال کرتا تھا۔

جینڈر یونٹ کی یو این کے انتظامی طریقہ کار سے آگاہی اس کے لیے تشویش کا باعث بن رہی تھی۔ایک وقت تھا جب قواعد وضوابط پر اس کی اجارہ داری تھی۔اب فیصلہ سازی اس کے ہاتھ سے نکلتی جارہی تھی۔اس نے اپنی گرفت کمزور ہوتے ہوئے محسوس کی اس لیے اعلانِ جنگ کردیا۔میں پریشان تھی کہ اس کا اگلا حربہ کیا ہوگا۔ایسا لگتا تھا کہ میرے دروازے کے باہر ٹائم بم نصب تھا۔مجھے اپنے کام پر توجہ دینے میں مشکل پیش آرہی تھی۔اب جبکہ معاملات آگے جارہے تھے میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ میرے یونٹ میں کسی معاملے کو سبوتاژ کرے لیکن میرا ذہنی دباؤ بڑھتا جارہا تھا۔

جینڈر ٹیم کے اراکین اس روز طارق کے رویے پر فکرمند تھے لیکن جلد ہی وہ بھول گئے اور ایک اچھی ٹیم بنانے کی خوشی کو قائم رکھا۔ہم نے پورے دفتر کو اپنے یونٹ میں مدعو کیا۔لوگ ہمارے جشن کو یاد کرتے تھے۔آپریشنز کے مختلف شعبوں کے سربراہوں کی نظر میں ہماری عزت اور بڑھ گئی تھی۔دوسرے دو پروگرام یونٹ سے بھی کچھ لوگ ہماری تقریب میں آئے۔سب لوگ ہمارے دفتروں کے درمیان مرکز میں جمع ہوئے جہاں سعدیہ اور ماسا کو نے بہت اچھے انداز میں چائے کی ٹیبل سجائی تھی۔ٹیم کے حوصلے بلند تھے، وہ نئے چیلنجوں کا سامنا کرنے اور مختلف وزارتوں کے ساتھ مل کر پراجیکٹس شروع کرنے کے لیے تیار تھی۔

میری حیرانی کی انتہا اس وقت ہوئی جب طارق بھی وہاں آگیا۔میرا پورا جسم شدید تناؤ کا شکار ہوگیا۔میں نے اُمید کی کہ وہ نارمل ہوگیا ہوگا۔اس نے مجھے دیکھا اور مسکرایا۔مجھ تک آنے سے پہلے ماسا کو نے اسے چائے کی پیشکش کی جسے اس نے فوری قبول کرلیا۔میں نے دیکھا کہ وہ بہت تہذیب کے دائرے میں ہے۔اس نے رعنا اور سعدیہ کو سلام کیا اور پھر مجھ تک پہنچ کر بہت استہزائیہ انداز میں بولا ''کتنی اچھی بات ہے کہ یہاں اتنی خواتین موجود ہیں''اس نے کمرے میں ہر طرف دیکھا اور گہرا سانس لیا۔

میں اس کی انتقام لینے کی صلاحیت کے بارے میں سوچتی رہی۔میرے دماغ میں ہر قسم کا خوف تھا لیکن میں اُمید کرتی رہی کہ شاید اس نے نرم رویہ اختیار کرنے کا سوچ لیا ہے کیونکہ میں ادارے میں اتنی ساری خواتین لے کر آئی ہوں۔میں دل سے چاہتی تھی کہ ایسا ہی ہو۔اب جبکہ میری ایک ٹیم تھی اور مختلف پروگراموں کی سرگرمیاں منعقد ہونا تھیں میرے یونٹ کا مفاد زیادہ اہم ہوگیا تھا۔اب میں اس سے براہِ راست مخالفت

کے بارے میں زیادہ خوفزدہ تھی۔ میں نے بہت محنت کر کے جو کچھ حاصل کیا تھا اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔

جب پارٹی تقریباً ختم ہونے والی تھی وہ میرے پیچھے آیا اور بولا ''کیا اب بھی اونچی اُڑ رہی ہو، بے نظیر؟'' میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس سے پہلے کہ میں مڑ کر جواب دیتی وہ دروازے سے باہر جا چکا تھا۔ میں کھڑی یہ سوچتی رہ گئی کہ اب وہ مجھ سے بدلہ لینے کے لیے کیا کرے گا۔ مجھے اپنا آپ بہت غیر محفوظ لگا کہ جانے یہ مگر مچھ کب دوبارہ حملہ کر دے۔

باب:25

طارق کی ترقی ہوگئی

ہم نے اپنے جینڈر پروگرام کے یکے بعد دیگرے پراجیکٹس تیار کرنے شروع کر دیے۔ ایک خواتین کے لیے چھوٹے قرضوں (مائیکروفنانس) کی سکیم کا پراجیکٹ، ایک میڈیا میں خواتین کی مخصوص انداز میں تشہیر کو تبدیل کرنے کے بارے میں، ایک خواتین کی سیاست میں شمولیت سے متعلق اور ایک خواتین کے لیے حالاتِ کار میں بہتری کی سکیم کرنے کے لیے۔ ٹیم کی حیثیت سے ہم ان کے بارے میں بہت پرُ جوش تھے لیکن یہ سارا راستہ رکاوٹوں، پھندوں اور دلدل سے بھرا تھا......اور سب سے بڑھ کر وہ مگر مچھ تھا جو سارا وقت آس پاس موجود رہتا اور منہ کھول کھول کر ہمیں خوفزدہ کرتا تھا۔

حالانکہ ہم نے مختلف پروگراموں کے لیے ایک مجموعی منظوری لے لی تھی لیکن ہر پروگرام کی علیحدہ سے منظوری کی بھی ضرورت تھی جو کہ دفتر کی ایک کمیٹی سے ہوتی تھی جس میں پروگرام کا عملہ اور آپریشن کا نمائندہ شامل تھا اور عام طور پر یہ نمائندہ طارق ہوتا تھا۔ یہ ایک پیشہ ورانہ بحث ہوتی تھی تا کہ جو بھی منصوبہ ہو اس میں بہتری لائی جا سکے لیکن حقیقت میں یہ میٹنگ ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے کا ذریعہ بن گئی تھی جس میں لوگ ایک دوسرے سے بدلہ لیتے تھے۔ غربت کے خاتمے کے یونٹ سے تعلق رکھنے والے دو دقیانوسی مرد ہماری سفارشات پر اعتراضات کرتے تھے۔ وہ عورتوں کے بارے میں کسی بھی چیز پر حملہ کرنا اور ان کی تحقیر کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔

اپنا دل ہلکا کرنے کے لیے کبھی کبھار میں یہ ساری باتیں پال سے کرتی تھی۔ میں بڑے جوش سے باتیں کرتی تھی لیکن پال ہمارے ساتھ کام کرنے والوں کے بچگانہ رویے پر صرف ہنستا تھا۔ میں بھی چاہتی تھی کہ یہ باتیں ہنسی میں اڑا دوں لیکن جب وہ خواتین کو با اختیار بنانے سے متعلق ہر چیز کی تحقیر کرتے تھے تو مجھے بہت غصہ آتا تھا۔ تاہم پال صحیح تھا کیوں کہ اس دشوار جدوجہد کے بعد ہمارے پراجیکٹس منظور ہونے شروع ہو گئے اور ہم اس مرحلے پر پہنچ گئے کہ ان پراجیکٹس کے لیے عملے کی بھرتی شروع کریں۔ طارق نے ایک مرتبہ پھر خود کو ان میں پوری طرح شامل کر لیا تھا۔ ہم خواتین کے لیے چھوٹے قرضوں کی فراہمی کے پراجیکٹ کے لیے

سربراہ کی بھرتی کرنا چاہتے تھے۔اس پراجیکٹ پر ہمیں فرسٹ وویمن بینک کے ساتھ مل کر کام کرنا تھا۔یہ بینک بےنظیر بھٹو حکومت نے قائم کیا تھا تاکہ غریب خواتین کو چھوٹے قرضے جاری کرنے میں سہولت ہو۔ وزارتِ خزانہ ہماری شراکت دار تھی اور کچھ سماجی تنظیمیں بھی اس میں شامل تھیں۔

پانچ ارکان کے ایک بینچ نے انٹرویو کیا۔جس میں ہمارے یونٹ سے نبیلہ کے علاوہ طارق، پال، ایک حکومتی نمائندہ اور یو این ڈی پی کا ایک اور ساتھی شامل تھا۔تمام امیدوار خواتین تھیں۔نبیلہ نے انٹرویو کی تفصیلات بتائیں۔اس نے بتایا کہ طارق انٹرویو کے دوران ایک شرارتی بچے کی طرح اپنی کرسی پر کروٹیں بدلتا رہا، ان تمام نئی خواتین سے باتیں کرنے کا موقع ملنے پر لطف اندوز ہوتا رہا اور وقت بےوقت ہنستا بھی رہا۔وہ پینل کے دوسرے ارکان کی طرف مسکرا کر دیکھتا رہا تاکہ اپنے جذبات کا تبادلہ کرے لیکن کسی نے ردِعمل ظاہر نہ کیا۔

ایک امیدوار باوقار گلابی لباس اور اونچی ہیل پہن کر داخل ہوئی اور اس کے بال گہرے براؤں رنگ کے تھے۔پال نے اسے مختصراً پراجیکٹ کے بارے بتایا اور اس سے پوچھا کہ وہ کیوں سمجھتی ہے کہ وہ اس عہدے کے لیے مناسب امیدوار ہے۔وہ نرم خُو تھی اور اپنے جواب میں احتیاط سے کام لیتی تھی۔اس نے اپنے پسِ منظر سے آگاہ کیا۔اس سے قبل کہ کوئی اور متعلقہ سوال پوچھتا طارق نے پوچھا ''کیا تم اسلام آباد میں رہتی ہو؟'' اس نے ہاں میں جواب دیا۔''تو اس شہر کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے'' طارق نے سوال کیا۔دیگر ارکان نے ایک دوسرے کی جانب حیرانی سے دیکھا۔اس خاتون کی زبان تھوڑی سی لڑکھڑائی اور پھر اس نے ہنسنا شروع کر دیا۔اس کی ہنسی پر طارق کا چہرہ لال ہو گیا۔اسے مزہ آیا کہ اس نے اس خاتون کو اچنبھے میں ڈال دیا اور وہ شرمندگی سے ہنس پڑی۔وہ اپنی کرسی پر آگے پیچھے ہوتا رہا اور ہر ایک کی جانب فخریہ انداز میں دیکھا جیسے اس خاتون کو ہنسانا اس کی بڑی کامیابی ہو۔پھر اس نے کہا ''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، میں تو صرف یہ کوشش کر رہا تھا کہ تم اطمینان سے بات کرو''۔جب اس لڑکی نے پینل کے کچھ سوالات کے جوابات دیے تو طارق ایک مرتبہ پھر مخل ہوا اور ایک عام سا سوال پوچھا۔''آج کل کی سیاسی صورت حال کے بارے تمھارا کیا خیال ہے؟'' اس نے جہاں تک ممکن تھا اس مبہم سوال کا مناسب جواب دیا۔پھر مسکرا کر طارق نے سوال کیا۔''کیا تم یو این کو پسند کرتی ہو؟'' مسکراتے ہوئے اس نے جواب دیا ''میں نے جس ملازمت کے لیے درخواست دی ہے وہ مجھے پسند ہے'' طارق نے سکور شیٹ کے کنارے پر کچھ لکھا اور جھک کر نبیلہ کو دکھایا۔''یہ بہت خوبصورت لڑکی ہے''۔طارق نے لکھا تھا۔نبیلہ نے مسکرائے بغیر سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا۔طارق نے نبیلہ کے ردِعمل کو نظرانداز کیا اور لطف اندوز ہوتے ہوئے اپنی کرسی پر جھولتا اور ہنستا رہا۔

جب انٹرویو ختم ہو گئے تو کمیٹی کے ارکان نے ایک دوسرے کو نوٹس دکھائے۔جب اس لڑکی کا ذکر آیا تو

طارق نے اس کی بہت زیادہ تعریف کی اور دیگر ارکان نے بھی اسے اچھے نمبر دیے تھے لیکن حکومتی نمائندے نے کہا ''اس مسئلے کے متعلق اس کی سمجھ سرسری سی ہے اور میں نے اس سے کوئی پُر مغز بات نہیں سُنی''

طارق اچانک بے حد برہم ہو گیا اور بولا ''ان خواتین سے آپ کیا توقع رکھتے ہیں؟ کیا آپ کو ان پروفیسروں کی ضرورت ہے جنھوں نے کتابیں لکھی ہوئی ہیں؟ کیا آپ اس سے یہ توقع رکھتے ہو کہ وہ آپ کی حکومت کے لوگوں سے زیادہ کام کرے؟ آپ امیدوار سے کس طرح کی پُر مغز باتوں کی توقع رکھتے ہو؟'' اس کے غصے سے سب لوگ حیران رہ گئے لیکن اس نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''میں سمجھنے سے قاصر ہوں! آپ کے پاس خود اس ملازمت کی ذمہ داریوں کی تفصیل یا اس کا معیار نہیں ہے۔ آپ کو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ آپ کس لیے بھرتی کر رہے ہیں۔ اسے تمام ایشوز کا علم تھا۔ آپ کو کس قسم کی پُر مغز سمجھ بوجھ کی توقع تھی؟'' حکومتی نمائندہ اپنی بات سے پیچھے ہٹ گیا اور پینل کے دیگر ارکان اس کی اس حرکت پر شرمندہ ہو گئے اور اُنہوں نے دوسرے امیدواروں کے متعلق بات کرنی شروع کر دی۔ تاہم وہ سب ایک امیدوار کی اس طرح حمایت کرنے پر حیران ہو گئے۔

آخر میں وہی لڑکی سب سے زیادہ نمبر لائی اور طارق نے کہا کہ وہ اس سے کنٹریکٹ پر بات کرنے کے لیے رابطہ کرے گا۔ ہم نے منتخب امیدوار کے متعلق طارق کو ایک میمو بھیجا اور اس کی تنخواہ کے متعلق بھی سفارش کی جس کی بنیاد تین باتوں پر رکھی۔ تجربہ، پرانی تنخواہ اور ہمارا اپنا بجٹ۔ ہم نے یہ ایک گرڈ (Grid) طرز پر کیا تاکہ ہم اپنے بجٹ کے حساب سے تنخواہ کا تعین کر کے یہ بتائیں کہ ہم اسے کتنی تنخواہ کی پیش کش کر سکتے ہیں۔

انٹرویو کے دوران اس امیدوار نے بتایا تھا کہ وہ اپنی تنخواہ 60 ہزار روپے ماہانہ کی توقع کر رہی ہے۔ میں نے 50 ہزار کی سفارش کی اور سوچا کہ اگر طارق صحیح طرح سے بات چیت کرے گا تو وہ اسے قبول کر لے گی۔ مجھے نہیں معلوم کہ طارق اور اس کی کیا بات ہوئی لیکن آخر میں طارق نے اسے اتنی تنخواہ کی پیش کش کر دی جس کی اسے خود توقع نہیں اور نہ ہی اس نے مانگی تھی۔ میں نے اس پر سخت اعتراض کیا اور کہا کہ پراجیکٹ مینیجر اتنی تنخواہ لیتے ہیں جب کہ اس لڑکی کو اتنا تجربہ نہیں۔ طارق نے کہا کہ اس بات سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ اسے اس بات کا پورا اختیار تھا کہ کہ وہ جو بھی تنخواہ دینا چاہتا ہے، دے سکتا ہے۔ تاہم اس کے باوجود اس لڑکی نے اس ملازمت کی پیش کش کو قبول نہیں کیا۔ میرا شک ہے کہ اس نے طارق کا رویہ دیکھتے ہوئے یہ پیش کش ٹھکرا دی۔

انٹرویو کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے پال نے بھی اس پیشکش پر اعتراض کیا۔ اس نے طارق کو ایک میمو لکھا جس میں کہا کہ وہ کسی امیدوار کو اس سے زیادہ تنخواہ کی پیش کش نہیں کر سکتا جس کا امیدوار نے مطالبہ کیا اور جس کی یونٹ نے سفارش کی ہو۔ طارق اس بات پر آگ بگولا ہو گیا کہ اس کے شاہانہ اختیار کے بارے میں کسی نے سوال اٹھا دیا ہے۔ وہ فوراً رابرٹ کے پاس گیا جس نے اس بات پر اتفاق کیا کہ آپریشنز یونٹ کنٹریکٹ پر

آزادانہ فیصلہ کرسکتا ہے۔

پال نے اسے بڑا ایشو نہ بنانے کا فیصلہ کیا اور مزید خط و کتابت نہیں کی لیکن اس نے رابرٹ سے یہ بات کی کہ اگر امیدوار 60 ہزار کی توقع کرے اور یونٹ 50 ہزار کی سفارش کرے تو امیدوار کو طارق کی طرف سے 80 ہزار کی پیش کش سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔ رابرٹ ہنسا اور پال سے اتفاق کرتے ہوئے سرسری انداز میں کہا کہ ''میرے دوست طارق کے ساتھ صرف یہ مسئلہ ہے کہ وہ لڑکیوں کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔'' ایک سینئر یواین اہلکار کی جانب سے اتنی آسانی کے ساتھ ایسا بے حس تبصرہ سن کر پال حیران رہ گیا۔ پال نے وقتاً وقتاً مجھ سے شکایات سنی تھیں لیکن میں نے کبھی اسے واضح لفظوں میں یہ نہیں بتایا تھا کہ طارق کیا کہتا ہے اور کیا حرکتیں کرتا ہے۔ اب پال کے سامنے یہ نقشہ واضح ہوتا جارہا تھا کہ طارق خان عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے اور اس نے اپنے باس کو کس طرح ہاتھ میں لیا ہوا ہے۔

میں نے اپنے بھائی کامران سے طارق کے بارے میں تفصیل سے بات کی۔ ایک نفسیات دان کی حیثیت سے کامران نے میری بہت مدد کی۔ وہ میرے متعلق فکرمند ہوا لیکن میں نے اسے بتایا کہ جو پروگرام میں تشکیل دی رہی ہوں وہ میرے لیے بہت اہم ہے اور میں کسی مخالفت میں پڑ کر اسے ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ میں نے کامران کو رابرٹ انگلینڈ کے متعلق اپنے غصہ سے بھی آگاہ کیا۔ میری نظر میں وہ ایک غیر ذمہ دار مینیجر تھا جو اپنی ذات میں گم تھا اور دفتر کے حقیقی مسائل سے اس نے آنکھیں بند کررکھی تھیں۔ میں نے کہا کہ میں رابرٹ کو طارق سے زیادہ موردِ الزام ٹھراتی ہوں بلکہ ایسے ہی جیسے میں کتوں کے ان مالکان کو ٹھہراتی ہوں جو اپنے کتے کو کھلا چھوڑ دیتے ہیں اور وہ ہر راہ گیر کو کاٹتے ہیں۔ یہ ان کی ذمے داری ہے کہ وہ کتے کو باندھ کر رکھیں اور اپنے گیٹ کو بند رکھیں۔ بالکل اسی طرح رابرٹ اس بات کا ذمہ دار تھا کہ اس نے طارق کو کھلا چھوڑ رکھا تھا کہ وہ جس عورت کا چاہے پیچھا کرے۔

جلد ہی ہم نے خبر سنی کہ مسٹر فیومی یواین کے ایک اور عہدے پر عراق جارہے ہیں۔ فیومی کی کارکردگی دیکھتے ہوئے یہ کوئی بڑا نقصان نہیں تھا لیکن مجھے ڈر تھا کہ طارق اس کے جانے کے بعد اور زیادہ طاقت ور ہوجائے گا۔ نبیلہ فیومی کی الوداعی پارٹی میں موجود تھی اور کچھ لوگوں سے بات کرنے میں مصروف تھی کہ طارق نے اسے کہا کہ وہ بہت تروتازہ نظر آرہی ہے۔ وہ اپنے دفاع میں کھڑی ہوگئی اور بولی کہ اسے دفتر کے ساتھیوں کی طرف سے ایسے تبصرے پسند نہیں ہیں۔ آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں نے اپنے چہرے دیوار کی طرف کر لیے اور ہنس پڑے جبکہ طارق نے انھیں آنکھ ماری۔ طارق نے نبیلہ کی تعریفیں جاری رکھیں صاف دکھائی دے رہا تھا کہ وہ یہ باتیں آس پاس موجود اپنے سامعین کو سنانے کے لیے کر رہا تھا۔ اس نے کہا کہ جینڈر یونٹ نے یواین ڈی پی میں رنگ بھر دیا ہے اور اس کے کام کو بہت خوشگوار بنادیا ہے۔ لوگ خوب ہنسے۔ نبیلہ کو غصہ آیا اور وہ وہاں سے چلی آئی۔

میرے یونٹ کی دیگر خواتین نے بھی طارق کی شکایت کرنی شروع کر دی۔ صرف رعنا اس کا دفاع کرتی رہی اور کہتی رہی کہ طارق نے اس سے کبھی کوئی گستاخانہ بات نہیں کی۔ میں نے طارق کے ساتھ اپنے تجربات پر یونٹ کی میٹنگ میں کبھی بات نہیں کی۔ ہم سب اس کے رویہ کے بارے میں ایک سی رائے رکھتے تھے لیکن میں کبھی اس کی تفصیلات میں نہیں گئی۔ میں محسوس کرتی تھی کہ ٹیم لیڈر کی حیثیت سے مجھے اپنی ساتھیوں کی حفاظت کرنی چاہیے تاکہ وہ اپنا کام کر سکیں۔ تاہم کبھی کبھی میں نبیلہ سے اس بارے میں بات کر لیتی تھی کیوں کہ ہم دونوں کا پسِ منظر خواتین کے حقوق کے لیے کام کرنے کا تھا۔ طارق کے لیے رعنا کا دفاع نبیلہ کو پریشان کرتا تھا لیکن میں اسے یہ کہہ کر مطمئن کر دیتی تھی کہ ہماری ٹیم میں کئی طرح کے لوگ ہیں اور ہم میں سب کے لیے برداشت ہونی چاہیے۔ پھر بھی میں نے یونٹ کی تمام خواتین کو طارق سے محتاط رہنے کا کہہ رکھا تھا۔

میں پال سے گھر پر ملتی رہی۔ دفتر کے معاملات میرے سر پر اس طرح سوار ہو چکے تھے کہ میں دفتر کے سینئر عملے کے غیر ذمہ دارانہ رویے پر بات کرتی چلی جاتی تھی۔ رابرٹ اور ہارومی سے پال بہت قریب تھا اور کبھی کبھی مجھے ایسا لگتا تھا کہ پال دوسمتوں میں بٹ گیا ہے۔ تاہم وہ بہت ٹھنڈے مزاج کا آدمی تھا اور میری بات بغیر کسی کی طرفداری کیے سنتا تھا۔ وہ ہمیشہ غیر جانبداری کا رویہ اپناتا تھا لیکن انٹرویو کے موقع پر طارق کا رویہ دیکھ کر اور رابرٹ کی بے جا طرفداری کے بعد اس کا ذہن بدلنا شروع ہو گیا۔

اسی دوران میرا سب سے بڑا ڈر حقیقت کا روپ دھار گیا۔ فیومی کے جانے کے بعد میں یہ سن کر بے حال ہو گئی کہ طارق کو آپریشن کا انچارج بنا دیا گیا ہے۔ اسے رابرٹ سے وفاداری کا یہ صِلہ ملا تھا۔ اب وہ سرکاری طور پر رابرٹ کا سب سے قابلِ اعتماد ساتھی تھا۔ میرا دل ڈوب گیا۔ اپنے یونٹ کی میٹنگ میں میں نے سب سے کہا کہ وہ طریقہ کار کی پوری پابندی کریں اور کوئی غلطی نہ کریں۔ میں نہیں جانتی تھی کہ اس کے لیے خود کو کیسے تیار کروں۔ میں نے خود کو بہت تھکا ہوا محسوس کیا۔

ایک طرف طارق بہت خوش تھا کہ اتنی زیادہ تعداد میں عورتیں اس کے اردگرد تھیں جب کہ دوسری جانب جینڈر یونٹ کو وہ اپنا مخالف سمجھتا تھا جو کہ اس کے مکمل اختیار سے باہر کام کر رہا تھا۔ وہ اپنے یونٹ کے دوسرے مینیجروں کو بے وقعت تصور کرتا تھا۔ وہ پروگرامز سیکشن کو رابرٹ کے ذریعہ کنٹرول کرتا تھا اور ہر مسئلہ پر خود کو منظوری دینے والے کی حیثیت دیتا تھا۔ اب وہ مجھے یہ دکھانے پر تلا ہوا تھا کہ باس کون ہے۔ سینئر انتظامیہ میں شامل ہو جانے کے بعد اس کا رویہ اور زیادہ خراب ہو گیا۔ عورتوں کے ساتھ اس کا رویہ ناقابلِ برداشت ہو گیا اور اس کی عامیانہ زبان حد سے تجاوز کر گئی۔ اس کے علاوہ میں نے سنا کہ اس نے میرے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے اور رابرٹ کو بتاتا ہے کہ میں اپنے شعبہ میں بہت قابل ہوں لیکن قواعد وضوابط کے معاملات میں بہت نالائق ہوں اور انتظامی معاملات چلانے مجھے نہیں آتے۔

باب:26

اپنی ہارڈ ڈسک خالی کرنا

1996ء کے موسم گرما سے لے کر 1997 کی گرمیوں تک پورا ایک سال متواتر کام کرتے کرتے میں تھک کر چور ہوگئی تھی۔ جینڈر پروگرام اور جینڈر یونٹ قائم کرنے اور انھیں چلانے کے لیے لگا تار کام کی وجہ سے میری آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے تھے۔ میرا حوصلہ بلند تھا مگر میرا جسم مسلسل بڑھتے ہوئے دباؤ کی وجہ سے ٹوٹ کر رہ گیا تھا۔

جینڈر یونٹ کے لیے لوگوں کو بھرتی کرنے کا عمل تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ ٹیم کی ہر رکن اپنے عہدے پر آ چکی تھی اور اپنا کام اچھی طرح سمجھ چکی تھی۔ ہم سب کو پتہ تھا کہ آگے کیا کرنا ہے۔ میری صورت حال نے مجھے اس تجربے کی یاد دِلا دی جو کہ چند سال پہلے مجھے ہوا تھا جب ایک تحقیقی سفر کے دوران مجھے جنوبی پاکستان کے کم آبادی والے صحرائی علاقے میں پیش آیا تھا۔

ہم ایک گروپ کی شکل میں وہاں گئے تھے اور ہمارا قیام ایک ویران اور پرانے گیسٹ ہاؤس میں تھا جو انگریزوں کے زمانے کی بنی ہوئی لال اینٹوں کی عمارت تھی۔ ایک چوکیدار یہاں آنے والے مہمانوں کا خیال رکھتا تھا۔ مہمان بھی سال میں شاید ایک آدھ بار ہی وہاں آتے تھے۔ ہمارے قیام کے پہلے ہی روز ہم میں سے دو افراد نے ایک کمرے میں ایک پانچ فٹ لمبا کوبرا سانپ دیکھا۔ ہم نے چیخ کر چوکیدار کو بلایا۔ ہم سب نے چوکیدار کے ساتھ مل کر سانپ کو مارنے کی کوشش کی۔ چند ہی سیکنڈ میں وہ سانپ غائب ہوگیا۔ ہمیں معلوم تھا کہ وہ سانپ عمارت سے باہر نہیں گیا بلکہ اس کمرے کی خستہ حال دیواروں کی دراڑوں میں کہیں چھپ گیا ہے۔

وہاں آس پاس کوئی گاؤں بھی نہیں تھا جہاں ہم کسی اور جگہ قیام کر سکتے اور ہم شہر واپس بھی نہیں جانا چاہتے تھے۔ جو چار روز ہم نے اس گیسٹ ہاؤس میں گزارے وہ قیام خاصا آرام دہ تھا۔ ہمارے ساتھ مزید کوئی ناخوشگوار واقعہ نہیں پیش آیا۔ ہم باہر جاتے اور معلومات اکٹھی کرتے، واپس آتے، بحث کرتے، بات چیت کرتے، بلکہ شام کے وقت مل کر گانے بھی گاتے تھے اور اس تمام وقت ہمارے دل میں یہ خیال بھی رہتا کہ

سانپ کہیں آس پاس ہی چھپا ہوا ہے۔ہم سب کے اندر یہ ان کہا خوف تھا کہ کہیں وہ اچانک ایسے وقت حملہ نہ کر دے جب ہم اس کے لیے تیار نہ ہوں۔ کام کرنے کے دوران وہ سانپ مسلسل ہمارے دماغوں پر چھایا رہتا یہاں تک کہ نیند میں بھی۔ جب ہم واپس جا رہے تھے تو چوکیدار نے شائستگی سے پوچھا کہ کیا ہمارا قیام آرام دہ تھا۔ میں ذرا دیر رکی، مجھے سانپ کا خیال آیا، اور پھر میں نے کہا ''ہاں''

اسی طرح جب پال نے مجھے ٹیم کے مکمل ہونے اور اپنے ورک پلان کو حتمی شکل دینے پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا ''کیا اب تم مطمئن ہو؟'' تو میں ذرا سا رکی، میں نے طارق کے متعلق سوچا، اور پھر جواب دیا ''ہاں''

جینڈر پروگرام قائم کرنے کے بعد میں نے سوچا کہ میں اپنی کچھ اور سرگرمیاں مکمل کرلوں تا کہ میری زندگی میں کچھ تنوع پیدا ہو۔ مجھے آرام کی ضرورت تھی تا کہ میں یونٹ کو چلانے کے کام کے سلسلے میں پیش آنے والے چیلنجوں کے لیے تیار ہوسکوں۔

میں لاہور کے بازارِ حسن کے بارے میں ایک تحقیق کر رہی تھی۔ اس تحقیق میں ان عورتوں کے مسائل سے آگہی حاصل کرنا تھی جو طوائفوں کی حیثیت سے کام کرتی ہیں۔ میں نے یہ تحقیق 9 سال پہلے لوک ورثہ میں شروع کی تھی۔ میں اپنا بہت سا وقت ویک اینڈز پر لاہور کا سفر کرنے میں گزارتی تھی یا جب کسی سرکاری کام سے جاتی تھی تو اس تحقیق پر کام کے لیے بھی وقت نکال لیتی تھی۔ حالانکہ گزشتہ ایک سال کے دوران میں نے کوئی زیادہ کام اس تحقیق پر نہیں کیا تھا مگر میں اب تک سب سے رابطے میں تھی اور اب میں اسے مکمل کرنا چاہتی تھی۔ میری زندگی جینڈر یونٹ کے لیے وقف ہو کر رہ گئی تھی۔ میں نے اس تحقیق کے نوٹس حفاظت سے رکھ دیے تھے کیوں کہ مجھے معلوم تھا کہ ایک نہ ایک دن میں اس تحقیق پر دوبارہ کام کروں گی اور اسے لکھوں گی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ آگے چل کر اسی کتاب ''ٹیبو'' (کلنک) کی مصنفہ ہونا میری سب سے بڑی پہچان بن جائے گا۔ یہ کتاب بازارِ حُسن کے خفیہ کلچر کے متعلق تھی۔

میری ایک اور مصروفیت ''بیداری'' کا ادارہ تھا جس سے مجھے بے حد لگاؤ تھا لیکن میں نے سوچا کہ اب مجھے اسے چھوڑ دینا چاہیے۔ میں اس پریشان کن صورت حال کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی کہ ایک ادارہ قائم کروں اور پھر اس کے ساتھ چپکی رہوں اور اس وجہ سے ادارے کی نشو ونما میں رکاوٹ ہو۔ جن دوستوں نے بیداری کو قائم کیا تھا ان کا خیال تھا کہ بیداری کو مکمل طور پر کمیونٹی کے حوالے کر دیا جانا چاہیے۔ ہم یہ نہیں چاہتے تھے کہ ادارہ کسی شخصیت کا مرہون منت ہو کر رہ جائے۔ اپنے ملک کے لیے جمہوریت کے علمبردار ہونے کے ناتے ہم بیداری کے لیے بھی ایسا ہی چاہتے تھے۔ اس بے حد کامیاب ادارے کو پانچ سال تک کامیابی سے چلانے کے بعد میں اس کی انتظامیہ سے الگ ہو کر محض مجلس عامہ کی رکن بن کر رہنے کے لیے بے تاب تھی۔

جب میں بیداری سے علیحدہ ہوئی تو مجھے پھولوں کے ہار، یادگاری تختیاں، موسیقی، محبت اور بہت سی تعریفی تقاریر کے ساتھ رخصت کیا گیا۔

جینڈر ٹیم کی تشکیل اور دیگر دوذمے داریوں کو سمیٹنے کے بعد میں نے خود کو ہلکا پھلکا محسوس کیا اور فیصلہ کیا کہ اب میں کچھ دیر کے لیے وقفہ کر سکتی ہوں لیکن اس سے قبل کہ میں کوئی پلان بناتی طارق نے ہمیں حیران کر دیا۔ وہ اپنی بیٹی کو لے کر ہمارے یونٹ آیا۔ وہ تقریباً 20 سال کی عمر کی معصوم سی لڑکی تھی جو یونیورسٹی میں پڑھتی تھی۔ اس نے اپنے والد سے کہا کہ وہ گرمیوں کی چھٹیوں میں اس کے لیے یو این کے کسی دفتر میں انٹرن شپ کروا دے۔ صاف ظاہر ہے طارق انکار نہیں کر سکا کیوں کہ اگر وہ ایسا کر دیتا تو اس کا یہ مطلب ہوتا کہ اس کا دفتر میں کوئی اختیار ہی نہیں۔ اسے اپنی بیٹی کی درخواست پر عمل کرنا پڑا اور وہ اسے ہمارے پاس لے آیا۔

میں نے نارمل دکھائی دینے کی کوشش کی لیکن مجھے یوں لگ رہا تھا کہ میں بہت سارے دھچکے ایک ساتھ برداشت کر رہی تھی۔ پہلی حیرانی تو یہ تھی کہ طارق کی ایک جوان بیٹی ہے۔ رعنا نے بعد میں بتایا کہ یہ لڑکی اس کی پہلی شادی سے تھی۔ رعنا نے اس کی پہلی بیوی کی بہت تعریف کی اور بتایا کہ ان دونوں کے دیگر جوان بچے بھی ہیں۔ دوسری حیرانی یہ تھی کہ وہ اپنی بیٹی کو اس ادارے میں لے کر آیا جہاں اس کی شہرت اچھی نہیں تھی۔ میں اس نتیجے پر پہنچی کہ وہ تمام مرد جو خواتین کو ہراساں کرتے ہیں ان کی طرح طارق کو بھی یقین تھا کہ کوئی بھی عورت طارق کی خراب شہرت کا ذکر اس لیے نہیں کرے گی کیوں کہ وہ اپنی شہرت کو داغدار نہیں کرنا چاہے گی۔

میرے لیے یہ بات بھی حیران کن تھی کہ طارق اپنی بیٹی کو جینڈر یونٹ لے کر آیا۔ ہمارے تعلقات اچھے نہیں تھے اور میں اس کی بیٹی کے ذہن میں اس کے خلاف زہر بھر سکتی تھی۔ اس نے یہ خطرہ کیوں مول لیا؟ جب طارق نے اپنی بیٹی کو متعارف کروایا تو کہا کہ وہ اپنی بیٹی کو جینڈر یونٹ کے علاوہ کہیں اور نہیں بھیج سکتا تھا۔ بعد میں اس نے وضاحت کی کہ پشتون ہونے کے ناتے اس نے محسوس کیا کہ یو این کے نظام میں سب سے محفوظ ترین دفتر وہ ہے جہاں زیادہ تر خواتین کام کرتی ہیں۔ اس بات سے فکرمند ہو کر کہ اس کی بیٹی کو کوئی ہراساں کر سکتا ہے اس نے محفوظ ترین دفتر کا انتخاب کیا۔ اس تمام منظر سے مجھے متلی سی آ رہی تھی لیکن مجھے سوچنا یہ تھا کہ اس سے بہترین انداز میں کس طرح نمٹوں۔ میں اپنی ہارڈ ڈرائیو خالی کرنے کا سلسلہ شروع کر چکی تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ ایک نیا بکھیڑا شروع کروں۔

میں نے اپنی ٹیم سے رائے لی کہ طارق کی بیٹی کو کس طرح انٹرن کی حیثیت سے اپنے یونٹ میں شامل کریں۔ ماسا کو نے رائے دی کہ ہم وہی طریقہ اختیار کریں جو دوسری امیدواروں کے ساتھ کرتے ہیں۔ رعنا نے صاف صاف کہا "اگر باپ اُلّو کا پٹھا ہے تو اس کی بیٹی کو سزا نہیں دی جانی چاہیے" کچھ بحث مباحثہ کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ ماسا کو اور نبیلہ اس کا انٹرویو اس طرح لیں گی جس طرح کسی بھی انٹرن کا انٹرویو

لیا جاتا ہے۔ انٹرویو کے بعد دونوں نے سفارش کی کہ ایک ماہ کے لیے اسے یونٹ میں انٹرن رکھ لینا چاہیے۔ میں مطمئن تو نہیں تھی لیکن اپنی ساتھیوں کے کہنے پر میں نے منظوری دی۔ میں نے اسے کام سمجھایا اور اسے مختلف کام کرنے کو دیے۔ میں نے سعدیہ کو اس کا خیال رکھنے کو کہا۔ اور اسے مختلف کام کرنے کو دیے۔ طارق کی بیٹی ذہین تھی، بہت نرم خو، بات سننے والی اور سیکھنے کی خواہش رکھنے والی۔ یہ یقین کرنا مشکل تھا کہ وہ طارق کی بیٹی ہے۔

میں نے امید کی تھی کہ اس کے بعد طارق ہراساں کرنا چھوڑ دے گا۔ شاید ایک جوان لڑکی کا باپ ہونے اور اسے پریکٹیکل زندگی میں قدم رکھنے میں مدد دینے سے اسے عقل آ جائے گی۔ میں نے یہ امید بھی لگائی کہ اس کی یہ درخواست کہ اس کی لڑکی کی مدد کی جائے قبول کرنے سے طارق کی میرے خلاف زیادتیوں کا سلسلہ تھم جائے گا لیکن یہ صرف خوش فہمی ثابت ہوئی۔

ہر چیز کو طے کرنے کے بعد میں نے ایک سفر کا منصوبہ بنایا۔ مجھے کچھ وقت اس نظام سے باہر گزارنے اور کہیں دور جانے کی شدید ضرورت تھی۔ میں تقریباً ہر سال مینی سوٹا جاتی تھی۔ میں اس جگہ کو اپنا دوسرا گھر سمجھتی تھی۔ میں کافی عرصے سے وہاں نہیں گئی تھی اس لیے میں نے وہاں جانے کا فیصلہ کیا۔ میں اپنی پرانی دوستوں سے ملنا چاہتی تھی جو اب تک میرے دِل کے بہت قریب تھیں۔

باب:27

ایک بے لگام گھوڑا

میں امریکہ سے بہت خوش وخرم واپس آئی لیکن جلد ہی میری خوشی خاک میں مِل گئی جب مجھے معلوم ہوا کہ طارق بڑے تواتر سے عورتوں کو ہراساں کر رہا ہے۔ دفتر میں داخل ہوتے ہی میری ٹیم نے مجھے گھیر لیا اور اس کے رویے کی شکایات کیں۔ وہ آپریشنز کے ڈپٹی کا عارضی عہدہ پا کر اختیارات کے نشہ میں چور تھا، اس کے ساتھ ہی اس کی طلاق ہو گئی تھی۔ وہ سمجھتا تھا کہ اب وہ ہر کسی پر ڈورے ڈال سکتا ہے اور تحقیر کر سکتا ہے۔ سوائے رعنا کے ہر کسی کے پاس کوئی نہ کوئی کہانی سنانے کے لیے تھی۔

نبیلہ نے مجھے بتایا کہ وہ سفری اخراجات کی وصولی کے لیے اس کے دفتر گئی تھی۔ اس کے دفتر کے باہر کسی سے پوچھا کہ طارق کا دفتر کس طرف ہے۔ طارق نے یہ بات سن لی۔ وہ آگ بگولہ ہو کر دفتر سے باہر آیا کہ مجھے اس کے دفتر کا علم نہیں تھا۔ اس نے نبیلہ کو ڈانٹا کہ وہ یو این ڈی پی میں کیا کر رہی ہے اگر اسے یہ پتہ نہیں کہ ڈپٹی آپریشنز کہاں بیٹھتا ہے۔ وہ غصہ میں چیخ رہا تھا، دفتر کے اندر اپنی میز کو ٹھوکریں مار رہا تھا اور دیواروں پر مکے مار رہا تھا۔ اسی دوران اس نے فنانس کے شعبے کے نئے سربراہ کی طرف دیکھا اور اسے آنکھ ماری۔ یہ ساری کارروائی دیکھنے کے لیے فنانس کے سربراہ کو خاص طور پر کمرے میں بلایا گیا تھا۔

سعدیہ نے مجھے بتایا کہ جس روز طارق کی بیٹی نے ایک دن کی چھٹی لی تھی اس روز وہ اس کے دفتر آیا۔ اس نے اپنی مکروہ مسکراہٹ کے ساتھ اسے کہا کہ وہ کسی کا ساتھ چاہتا ہے۔ طارق کے بڑے عہدے کی وجہ سے وہ بہت نروس اور خوفزدہ تھی۔ اس نے سعدیہ کو دھمکایا اور یہ کہہ کر اپنے کمرے میں آنے کا حکم دیا کہ اس کے کنٹریکٹ کی کچھ باتیں طے کرنا باقی ہیں۔ طارق نے کہا کہ اس کنٹریکٹ کے لیے میرے (فوزیہ کے) امریکہ سے واپس آنے کا انتظار نہیں کیا جا سکتا۔ طارق نے یہ بھی کہا کہ اگر وہ اس کے کمرے میں اس سلسلے میں نہیں آتی تو پھر اس کی تنخواہ روک لی جا سکتی ہے۔ وہ یہ برداشت نہیں کر سکتی تھی کیوں کہ اسے اپنے ہاسٹل کی فیس دینا تھی۔ وہ طارق کے پیچھے اس کے دفتر گئی جہاں اس نے اس کے سامنے فون رکھا اور ایک عورت کو فون کرنے کا کہا۔ اس نے سعدیہ سے کہا کہ وہ فون پر وہی باتیں دہرائے جو وہ بولتا جائے گا۔ اس نے کہا کہ وہ عورت

خراب کردار کی حامل ہے اور شادی شدہ ہونے کے باوجود اس کے مختلف مردوں سے تعلقات ہیں۔

سعدیہ خوف سے کانپنے لگی لیکن اس نے نمبر ملانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ طارق نے خود نمبر ملایا۔ ریسیور زبردستی اس کے منہ سے لگا دیا اور یہ کہنے کے لیے کہا کہ ''تم کتیا ہو''۔ اس نے فحش الفاظ بولے اور گالیاں بھی دیں۔ وہ چاہتا تھا کہ سعدیہ یہ باتیں ٹیلی فون پر دہرائے۔ سعدیہ نے ایسا نہیں کیا۔ پھر اس نے کہا ''تم اسے کہو کہ تم اس کے جسم پر نشانات کو جانتی ہو اور انھیں اس بات کے ثبوت کے طور پر پیش کر سکتی ہو کہ وہ دوسرے مردوں کے ساتھ سوتی ہے اور وہ خراب کردار کی عورت ہے۔'' اس نے پشتو میں گالیاں بکنی شروع کر دیں۔ وہ کھڑا ہو گیا اور زور سے بولا، کہو' طارق نے تمھاری ننگی کمر پر گزشتہ رات وہ نشانات دیکھے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ تم خراب کردار کی حامل عورت ہو'۔ سعدیہ مزید برداشت نہیں کر سکی اور کانپتے ہاتھوں سے فون رکھ دیا۔ وہ چیخا کہ پھر سے نمبر ملاؤ۔ سعدیہ نے ہمت جمع کی اور کہا کہ وہ اس عورت کو نہیں جانتی اور اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ سعدیہ نے یہ بھی کہا کہ وہ بیداری کے کونسلر کو فون کرے اور اپنے اور اس عورت کے لیے مدد حاصل کرے۔ سعدیہ کے اس ردِعمل نے اسے گڑبڑا دیا۔ جب طارق نے سعدیہ کو نمبر ملانے کے لیے دوبارہ کہا تو اس نے بیداری کا نمبر ملایا اور کونسلر کے لیے پیغام چھوڑا کہ وہ طارق خان سے یو این ڈی پی میں رابطہ کرے۔ طارق نے پشتو میں گالی دی تو سعدیہ مزید خوفزدہ ہو گئی۔ وہ اس کے دفتر سے بھاگ کھڑی ہوئی اپنے کمرے میں آئی اور دروازے کو تالا لگا دیا۔ اس نے بعد میں نبیلہ کو اس واقعہ کے متعلق بتایا۔

میرا دل سعدیہ کے لیے رو پڑا۔ جو کچھ اس پر گزری اس پر مجھے بے حد افسوس تھا میں نے یہ تجویز کیا کہ ہمیں ہارومی کو بتا دینا چاہیے۔ لیکن وہ بہت خوفزدہ تھی۔ اس نے کہا کہ ہارومی خود کمزور ہے۔ وہ کوئی ایکشن نہیں لے گا جبکہ یہ خبر طارق تک پہنچ جائے گی اور وہ طارق کے غصے سے خوفزدہ تھی۔

لیلیٰ نے بتایا کہ طارق نے مختلف مواقع پر جینڈر ریونٹ کے متعلق بہت سے ایسے تبصرے کیے کہ وہ غصے سے پاگل ہو گئی۔ سعدیہ کے برعکس لیلیٰ کو ڈر یا خوف نہیں آتا تھا بلکہ اس کا ردِعمل غصے کی صورت میں ظاہر ہوتا تھا۔

میں حیران ہوئی کہ طارق میرے دفتر آیا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ خوش قسمتی سے سعدیہ کمرے میں نہیں تھی اس نے کہا کہ وہ نہیں بیٹھ سکتا اور صرف ایک ''اچھی خبر'' سنانا چاہتا ہے کہ وہ بہت خوش ہے کہ دوبارہ غیر شادی شدہ ہو گیا ہے۔ وہ اپنی خوشی کو چھپا نہیں پا رہا تھا اور مایوس ہو رہا تھا کہ میں کیوں اس تاریخی واقعے پر اس طرح خوش نہیں ہو رہی جیسے وہ ہو رہا تھا۔ وہ میرے قریب آیا اور بولا ''تمھیں میرے ساتھ شام گزارنے کے لیے مجھے رشوت دینی پڑے گی۔ کیوں کہ میری شامیں بک ہو رہی ہیں۔ میں تمھیں نہیں بتا سکتا کہ لڑکیاں کس طرح

میرے پیچھے پڑی ہیں''، پھر وہ زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے میرے دفتر سے نکل گیا۔

جب میں طارق سے روزمرہ کے کاموں کے سلسلے میں تعلقات بنانے کے بارے مؤثر ترکیب ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی تو اسی وقت جینڈر یونٹ نے دفتر کے عملے کے لیے خواتین سے امتیازی سلوک برتنے اور جنسی طور پر ہراساں کرنے کے ایشو پر آگہی دینے کے پروگرام پر سوچا۔ میں نے اس پر رائے لینے کے لیے ساتھ کام کرنے والے ایک مرد سے بات کی۔ میں اس کی عزت کرتی تھی اور کبھی بھی اسے یواین بیوروکریٹ تصور نہیں کیا تھا۔

میں نے اس سے دوٹوک انداز میں بات کی اور بتایا کہ میرے یونٹ کی تمام خواتین طارق کی جانب سے جنسی طور پر ہراساں کرنے کی شکایت کر چکی ہیں۔ وہ یہ سن کر حیران نہیں ہوا۔ اس نے کہا کہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ طارق خواتین کو صرف یواین ڈی پی ہی میں نہیں بلکہ دیگر دفتروں میں بھی ہراساں کرتا ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ طارق کے بہت سے معاشقے رہے ہیں اور جس نے بھی اس کی بات نہیں مانی اس نے بھاری قیمت ادا کی ہے۔ میں اس کی دیدہ دلیری پر حیران ہوئی اور میں نے پوچھا کہ ہم ایسے شخص سے کس طرح نمٹ سکتے ہیں۔ وہ آگے کو جھکا اور سرگوشی کی 'محتاط رہو، طارق رابرٹ کے بہت قریب ہے''۔ میں نے اسے کہا کہ ہمیں یہ بات معلوم ہے اور پھر اس سے جینڈر کی ٹریننگ کے آئیڈیا پر بات کی۔ اس نے مجھے چند اچھے مشورے دیے کہ ٹریننگ کس طرح کی جائے۔ اس نے مجھے طارق سے بالواسطہ یا بلاواسطہ نمٹنے کے متعلق تجاویز دیں لیکن اس نے مجھے خبردار کیا کہ ہم سب اپنی نوکریاں گنوا سکتے ہیں۔

میں نے ٹریننگ کی تجویز تیار کی اور رابرٹ سے اس کے متعلق بات کی۔ شروع میں اسے آئیڈیا پسند آیا۔ جینڈر ترقیاتی اداروں کا فیشن ایبل پہلو ہے اور امداد دینے والے بین الاقوامی ادارے بسا اوقات ترقی پسند نظر آنے کے لیے جینڈر کا ایشو اٹھاتے ہیں۔ جب میں نے ٹریننگ پروگرام بنا لیا تو رابرٹ نے کہا کہ میں یواین کی تمام ایجنسیوں کے نمائندوں کو اس میں شامل کروں۔ میں نے اس کی مخالفت میں سختی سے دلائل دیے اور کہا کہ پہلے ہمیں یواین ڈی پی کے ماحول پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا کہ حقیقی ایشوز صرف اسی وقت سامنے آئیں گے جب ہم اپنے ادارے کے اندر اسے منعقد کریں۔ جب دوسرے اداروں کا عملہ بیٹھا ہو تو لوگ احتیاط سے کام لیں گے۔ وہ اس بات پر راضی نہیں ہوا تو میں پیچھے ہٹ گئی۔ دل ہی دل میں سوچا کہ کوئی بھی اچھا منیجر ہوتا تو وہ سمجھ جاتا کہ ہمارے دفتر میں کوئی غلط بات ہو رہی ہے اسی لیے میں اس پر اتنا زور دے رہی ہوں کہ یواین ڈی پی کے اندر اصل مسائل پر توجہ دے۔ اس نے پوچھا تک نہیں کہ کیا دفتر میں کوئی مسئلہ ہے۔

رابرٹ کے ساتھ کام کرنے والی JPO راشیل نے ٹریننگ کے منصوبے کے متعلق بات کرنے کے لیے

مجھ سے کئی مرتبہ رابطہ کیا لیکن اب میں اس میں دلچسپی نہیں رکھتی تھی۔ میرے لیے یہ ٹریننگ ہمارے مسئلہ کا ممکنہ حل تھا جبکہ اس کے لیے یہ دنیا کو دکھانے کے لیے ایک چیز تھی جس پر وہ ہیڈ کوارٹر کو ایک رپورٹ بنا کر بھیجتا۔ جینڈر کے متعلق یہ ٹریننگ منعقد ہی نہیں ہوئی۔

طارق کی بیٹی نے انٹرن شپ ختم کی اور چلی گئی۔ میرے عملے نے کبھی اس کے سامنے طارق کے متعلق بات نہیں کی کیوں کہ وہ اسے شرمندہ نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ ہم لوگ حیران تھے کہ طارق کو ذرہ برابر بھی فکر نہیں تھی کہ اس کی بیٹی کو اس کے کرتوتوں کا علم ہو سکتا ہے۔ اس کے اعتماد نے مجھے حیران کر دیا۔ اسے یقین تھا کہ عورتیں اس بارے اس وجہ سے بات نہیں کریں گی کہ خود ان پر الزام لگ سکتا ہے۔

طارق کا مجھ پر دباؤ ناقابلِ برداشت ہوتا جا رہا تھا۔ عامیانہ لطیفوں اور جنسی بات چیت سے اس کی تسلی نہیں ہوئی اب وہ مجھ سے پوچھنے لگا تھا کہ کیا میرے سرکاری دوروں پر وہ میرے ساتھ جا سکتا ہے۔ اسے میرے سفر کے منصوبوں کا علم ہوتا تھا اور اکثر مجھے فون کرتا اور پوچھتا تھا کہ کیا میرے اگلے سفر پر وہ میرے ساتھ اپنے لیے بھی کمرہ بک کروالے۔ میرے انکار پر اس نے اپنے اختیارات دکھانے کے لیے میرے یونٹ کے اخراجات کی ادائیگیاں روکنی شروع کر دیں اور ہراساں کرنے کے ہر قسم کے حربے استعمال کرنا شروع کر دیے۔ میرے سامنے اس نے اپنی گندی گفتگو جاری رکھی۔ وہ کہتا کہ مجھے پتہ نہیں کہ اس کے ساتھ نہ سونے سے میں کیا گنوا رہی ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ رابرٹ کو میرے خلاف کرنے کے لیے اس نے میری طرف سے رابرٹ کے کان میں بُرے الفاظ ڈالے۔ وہ مکمل حکمت عملی کے ساتھ میری مزاحمت کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

طارق اپنے عہدے کو استعمال کر کے ان لوگوں پر مہربانیاں کرتا جا رہا تھا جو اس کے ساتھی بن جاتے تھے۔ وہ اپنے جاسوسوں کو خوب انعام واکرام سے نوازتا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ ماریہ اس کی پوری خفیہ سروس بن چکی ہے۔ وہ خبر رکھتی ہے کہ کس نے کس کو فون کیا اور کیا بات کی۔ طارق اس سے صرف یہ کہہ دیتا تھا کہ فلاں شخص پر نظر رکھنی ہے اور بس پھر وہ اس شخص کی تمام کالوں کا پتہ رکھتی تھی۔ اس کے بدلے میں ماریہ یو این کے بیمہ کے ادارے کو جعلی میڈیکل بل جمع کراتی اور رقم وصول کرتی تھی۔ بیمہ کے اس ادارے کی نگرانی طارق کی ذمہ داری تھی۔

مزید برآں، کمیونیکیشنز کا سربراہ استعفیٰ دینے والا تھا کیوں کہ اسے کوثر کے متعلق طارق کی لکھی ہوئی کارکردگی کی رپورٹ پر دستخط کرنے کے لیے کہا جاتا تھا۔ یہ طارق کا حکم تھا کہ اس کی غیر حاضری نہ لگائی جائے اور جب بھی اسے ضرورت ہو یو این ڈی پی کی گاڑی اسے مہیا کی جائے۔ اس سیکشن کے سربراہ نے بعد میں مجھے بتایا کہ کوثر کئی دنوں تک لگاتار غیر حاضر رہتی لیکن وہ اس کی غیر حاضری نہیں لگا سکتے تھے۔ اس نے بتایا کہ یہ

بے عزتی اس نے اس لیے برداشت کی کہ وہ ریٹائرمنٹ کے قریب تھا لیکن اسے اپنے بے وقار ہو جانے کا احساس تھا۔

ہارومی اتنا بہادر نہیں تھا کہ اپنے عملے کے حق کے لیے کھڑا ہو جائے اور اس نے کبھی طارق کی مخالفت نہیں کی۔ طارق کی حمایت حاصل کرنا عملے کے زیادہ تر لوگوں، مردوں اور عورتوں دونوں، کی ضرورت بن گیا تھا کیوں کہ دفتر کے آپریشن اور رابرٹ پر طارق کا مکمل کنٹرول تھا۔

کبھی کبھی طارق اتنی فاش غلطی کرتا تھا کہ بہت سارے لوگ حیران ہوتے تھے کہ رابرٹ نے اب تک اس کی سرزنش نہیں کی تھی۔ اس عمارت میں آنے کے بعد یہاں کے لیے فرنیچر لانے میں اسے آٹھ ماہ لگ گئے تھے جب کہ ہمارے یہاں منتقل ہونے سے قبل ہی فرنیچر آ جانا چاہیے تھا۔ عمارت میں ایک سال کے اندر ہی قالین بدلنے کی ضرورت پڑ گئی کیوں وہ خراب کوالٹی کے تھے۔ طارق نے گرینڈ ایشین گورنینس کانفرنس کے سارے انتظامات کیے لیکن اس نے رابرٹ کو یہ نہ بتایا کہ جس ہوٹل میں یہ کانفرنس منعقد ہو رہی ہے اس کی لابی کی تعمیر نو ہو رہی ہے۔ رابرٹ کو اپنا تمام اثر و رسوخ استعمال کر کے ہوٹل کو تین دن کے لیے لابی میں تعمیراتی کام رکوانے پر راضی کرنا پڑا۔ اس کے باوجود طارق کو شاباش دی گئی۔ اسی قسم کی غلطیاں بے شمار تھیں جنھیں نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔ طارق جس طرح چاہتا تھا قواعد و ضوابط کی تشریح کرتا تھا اور کوئی بھی اس بارے سوال نہیں کر سکتا تھا۔

رابرٹ ہمیشہ کھلے دِل سے طارق کی تعریفیں کرتا اور کسی بھی تنازع میں اس کی طرفداری کرتا تھا۔ ہمیں پتہ چلا کہ رابرٹ نے دو سال تک مسلسل طارق کو کارکردگی کے وہ نمبر دیے ہیں جو یو این میں زیادہ سے زیادہ ہو سکتے ہیں۔ ہمیں یہ بھی پتہ چلا کہ رابرٹ جانے سے قبل طارق کو بین الاقوامی پوسٹنگ پر بھیجنا چاہتا ہے۔ ہم سب حیران تھے کہ رابرٹ کے لیے طارق اتنا فائدہ مند کیوں تھا۔ رابرٹ جتنا ذہین اور چالاک تھا یہ بات ناممکن نظر آتی تھی کہ اسے یہ معلوم نہ ہو کہ طارق کیا کرتا ہے۔

جینڈر ریونٹ اس وجہ سے خوش تھا کہ اس کے پروگرام کامیاب تھے۔ یو این ڈی پی کے اندر ہم ہر قدم پر لڑ رہے تھے لیکن ہمارے پراجیکٹس کے ابتدائی مرحلے اچھے نتائج دے رہے تھے۔ ہمارے پراجیکٹس سے سرگرمیاں جنم لیتی تھیں۔ حکومت ہماری کامیابی پر حیران بھی تھی اور خوش بھی۔ اس سے ٹیم کو حوصلہ ملا کہ وہ بیوروکریسی کے ہر منفی قدم سے ٹکرانے کی کوششیں دوگنا کر دیں اور اگر ضرورت ہو تو دن رات کام کریں۔ ہم حیران تھے کہ یو این ڈی پی ان نتائج کو سراہ نہیں رہی تھی بلکہ جینڈر پروگرام کے ساتھ سوتیلے بچے جیسا سلوک کر رہی تھی۔ اسے ہمیشہ دوسرے پروگراموں کی نسبت کم اہمیت دی جاتی تھی۔

باب:28

ناخن کا قرض

اس بار جینڈر ریونٹ کی سربراہ کی حیثیت سے میرے کنٹریکٹ کی تجدید ہو رہی تھی تو طارق نے سمجھا کہ وہ اب مجھے زیر کر سکتا ہے۔اس کی گھناؤنی حرکتیں پہلے سے کئی گنا بڑھ گئیں کیوں کہ ملازمین کے لیے فیصلہ کرنے کا اس کے پاس حتمی اختیار تھا۔ یہ تکلیف دہ سلسلہ دو ماہ سے زیادہ چلا اور وہ کنٹریکٹ کی شرائط ہی طے کرتا رہا تاکہ میں اس سے براہِ راست رابطہ کروں۔

میں اپنے میمو کی کاپی رابرٹ کو بھی بھیجا کرتی تاکہ وہ بھی اس سلسلے میں شامل رہے لیکن رابرٹ اس مسئلے کو اجاگر کرنے پر مجھ سے ناراض ہو گیا بجائے اس کے کہ وہ اس بات پر شرمندہ ہوتا کہ نظام ناکام ہو گیا ہے اور انتظامی سطح پر ایک ملازم کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ بغیر کنٹریکٹ کے کام کرے۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ طارق نے اسے کہا تھا کہ میں نے مسئلہ کھڑا کیا ہوا ہے اور میں کنٹریکٹ کی شرائط نہیں مان رہی۔ رابرٹ نے اس پر یقین کر لیا اور جب میں نے کہا کہ مجھے سرے سے کوئی کنٹریکٹ ملا ہی نہیں تو اس نے اس طرح میری طرف دیکھا جیسے میں جھوٹ بول رہی ہوں۔ اس روز پہلی دفعہ میرے دل سے رابرٹ کے لیے بددعائیں نکلیں۔

مایوس ہو کر میں نے ہارومی کو مدد کرنے کے لیے کہا۔اس نے مجھے بتایا کہ میرا کردار یواین ڈی پی کے لیے کتنا اہم ہے اور وہ جینڈر پروگرام سے کتنا خوش ہے۔ میں نے اس موقع پر اس سے کہا کہ وہ مجھے یونیورسٹی آف مینی سوٹا کے ایک ایوارڈ کے لیے سفارشی خط دے دے۔ دیگر سفارشات کے علاوہ یونیورسٹی چاہتی تھی کہ حالیہ سپروائزر سے بھی ایک سفارشی خط دے دیا جائے۔اس نے سفارشی خط میں لکھا" ڈاکٹر فوزیہ نے خود کو ایک ایسی شخصیت ثابت کیا ہے جو پیشہ ورانہ اور ذاتی طور پر غیر معمولی صلاحیتوں کی حامل ہے۔انتھک کام کرتی ہے اور مشن سمجھ کر کام کرتی ہے۔ ڈاکٹر فوزیہ نے اقوام متحدہ کے ترقیاتی کارکنوں میں احترام حاصل کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مختلف بین الاقوامی امدادی ایجنسیاں بھی اس کا انتہائی احترام کرتی ہیں۔ میں ڈاکٹر فوزیہ کی یواین ڈی پی پاکستان کے لیے خدمات مثالی سمجھتا ہوں۔ میرے لیے ڈاکٹر فوزیہ کے ساتھ کام کرنے کا تجربہ

بہت متاثر کن ہے۔''

جب اس نے وہ خط مجھے دیا تو میں نے کہا کہ اس خط کا کیا فائدہ اگر وہ میرے یو این ڈی پی میں کام کرنے کے لیے آواز نہیں اٹھا سکتا۔ اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اس نے مجھے طارق سے بات کرنے کو کہا کیوں کہ طارق ہی کے پاس کنٹریکٹ کی بات چیت کرنے کا اختیار تھا۔ مجھے سینیئر انتظامیہ پر بہت غصہ آیا جس نے طارق کے لیے یہ ماحول پیدا کر دیا تھا کہ وہ اپنے اختیار کا ناجائز استعمال کرے اور لوگوں کی زندگیوں کو خراب کرے۔ ایسے وقت میں مجھے بھی احساس ہوا کہ اس صورت حال سے میں خود کس طرح غیر شعوری طور پر سمجھوتے کر رہی ہوں۔ مجھے شدید احساس جرم ہو رہا تھا کہ میں نے اتنے عرصے طارق کی عامیانہ گفتگو سنی لیکن اپنے پراجیکٹ پر کام کرتے رہنے کے لیے سمجھوتہ کیا۔

خزاں کی شروعات میں ایک شام انتہائی خوشگوار تھی اور ہمارے گھر کے ارد گرد درختوں میں ہوا کی سیٹیاں سنائی دے رہی تھیں۔ پال ہمارے گھر آیا تھا اور ہم ایک فلم دیکھ رہے تھے۔ کامران اور پال اس سے بہت لطف اندوز ہو رہے تھے لیکن اس میں جو تشدد دکھایا گیا تھا وہ مجھے پسند نہیں تھا۔ فون کی گھنٹی بجی اور میں فون اٹھانے نچلی منزل پر گئی۔ جب ٹیلی فون پر میں نے طارق کی آواز سنی تو میں خود پر غصہ ہوئی کہ میں نے فون کیوں اٹھایا۔ میں نے انتہائی رسمی اور روکھے انداز میں اس سے کہا ''میں تمھارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟''

اس کی آواز سے لگتا تھا کہ وہ سخت نشے میں ہے۔ اس نے گڑگڑاتے ہوئے کہا ''میں بہت تنہا ہوں۔ میں اپنا سر تمھاری گود میں رکھنا چاہتا ہوں۔ میں تمھیں بالکل تنگ نہیں کروں گا۔ میں تمھیں صرف گلے لگانا چاہتا ہوں، تمھیں تھامنا چاہتا ہوں'' میرے دل کی دھڑکن جیسے رک گئی۔ میں اتنی شرمندہ ہوگئی کہ میں نے ارد گرد دیکھا کہ کوئی سن تو نہیں رہا۔ پھر مجھے احساس ہوا کہ اس کے الفاظ صرف میں ہی سن سکتی تھی۔ میں نے گہرے سانس لے کر خود کو سنبھالا۔ میں یہ گفتگو جلد ختم کرنا چاہتی تھی اور فون اس طرح رکھنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

سختی کا انداز لیے میں نے اس سے کہا ''میرا خیال ہے کہ تم کوئی دوا لو اور سو جاؤ۔ تم صبح کو بہتر محسوس کرو گے'' وہ مجھ سے ملنے کی درخواست کرتا رہا۔ میں نے اسے کہا کہ اس کا رویہ مکمل طور پر غیر پیشہ ورانہ ہے اور میرے لیے تکلیف دہ ہے۔ اسے مجھ سے دفتر میں بات کرنی چاہیے۔ جب وہ تفصیلاً یہ بتانے لگا کہ میرے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے تو میں نے فون رکھ دیا۔ میرا پورا جسم کانپ رہا تھا۔

اس واقعہ کے بعد میں اپنے بھائی اور پال کے پاس اوپر کی منزل پر نہ جا سکی اور کچھ وقت وہیں بیٹھی رہی۔ کامران مجھے ڈھونڈتے ہوئے نیچے آیا اور بولا ''اگر تمھیں فلم اتنی ناپسند ہے تو ہم اسے بدل دیتے ہیں۔ تمھیں اٹھ کر چلے جانے کی ضرورت نہیں تھی'' جب اس نے دیکھا کہ میں زرد ہو رہی ہوں اور پریشان نظر آ رہی ہوں تو وہ فکر مند ہو گیا اور پوچھا کہ کیا ہوا ہے۔ میں نے اسے ٹیلی فون کال کے متعلق بتایا۔ میں نے پوری

تفصیل نہیں بتائی لیکن اتنا کہا کہ طارق جنسی نوعیت کی باتیں کر رہا تھا۔ کامران نے مجھے سنبھالا اور پوچھا کہ میں اس بارے کیا کرنا چاہتی ہوں۔

میں نے باآواز بلند کہا ''کچھ نہیں۔ میرا کنٹریکٹ طارق کی میز پر پڑا ہے۔ اور میرا بے کار سپروائزر سوائے اس کے کچھ نہیں کرتا کہ میرے کام کی تعریف کرے۔ وہ اس بات کی ذمے داری نہیں لیتا کہ یہ یقینی بنائے کہ میں اس ادارے کے لیے کام کرتی رہوں'' کامران نے پوچھا کہ کیا میں اس کے سینئر افسروں سے بات کر سکتی ہوں۔ میری آنکھوں میں آنسو تھے میں تقریباً چیخ پڑی ''رابرٹ ایک اندھے اور بہرے شخص کی طرح ہے۔ وہ ہر مسئلہ پر طارق پر یقین کرتا ہے۔ اگر میں اسے کھلے الفاظ میں بھی بتادوں کہ طارق کیا کرتا ہے تب بھی وہ مجھ پر کبھی یقین نہیں کرے گا۔ طارق ہمیشہ درست ہوتا ہے اور باقی سب غلط ہوتے ہیں''۔

کامران نے اصرار کیا کہ ''کوشش کرنے میں کیا قباحت ہے۔''

میں نے ایک لمحہ کے لیے سوچا اور کہا کہ ''شائد مجھے ایک اور کوشش کرنی چاہیے۔ لیکن طارق نے پہلے ہی اسے میرے خلاف کر دیا ہے۔ میں ایک تنے ہوئے رسّے پر چل رہی ہوں۔ اگر رابرٹ میری بات نہیں سنتا اور طارق میرے پیچھے پڑ جاتا ہے تو وہ میری زندگی جہنم بنا دے گا۔ لیکن پھر بھی شاید مجھے اس بارے سوچنا چاہیے۔''

پال نے ہمیں اوپر کی منزل کے لاؤنج سے آواز دی ''ارے کیا ہو رہا ہے؟ تم لوگ کہاں ہو؟'' میں نے جلدی سے اپنے آنسو صاف کیے اور کامران کو کہا کہ میں ٹھیک ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ اوپر جائے۔ میں اوپر جانے سے قبل اپنے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارنا چاہتی تھی۔

طارق کو میرے دوروں کے متعلق معلوم ہوتا تھا اور میرے جانے سے ایک روز قبل وہ ضرور فون کرتا۔ ''کیا میں بھی تمھارے ساتھ چلوں؟'' میں یہ کہتے کہتے تھک گئی تھی کہ اس کے رویّے نے مجھے کتنا پریشان کیا ہوا ہے لیکن اب میں سنبھل گئی تھی اور ہر دفعہ اس سے ملنے پر جو کراہت آتی تھی وہ کم ہو رہی تھی۔ میں اپنا بوجھ اپنے جسم پر ڈال رہی تھی اور دماغ کو اپنے کام پر مرکوز کر دیا تھا۔

طارق بھی چاہتا تھا کہ میں اس کا قہر سہوں۔ جینڈر یونٹ کی ہر ادائیگی روک دی گئی تھی۔ ہر میمو پر بلاوجہ کے اعتراضات کی تعداد بڑھ گئی۔ میری ٹیم نے ردعمل ظاہر کیا اور مجھ سے شکایت کی۔ ماسا کو نے ایک مسئلہ بتایا جہاں طارق نے بالکل ہی غلط طور پر اعتراض کیا ہوا تھا۔ مجھے یہ مسئلہ حل کرنا تھا۔ میں ماسا کو کو طارق کے پاس نہیں بھیجنا چاہتی تھی اس لیے خود گئی اور اپنے ساتھ بہت سارے دیگر میمو بھی لے گئی جو میرے عملے نے مجھے دیے تھے۔ ان سب کی منظوری صرف اور صرف طارق دے سکتا تھا۔

جب میں یہ مسئلہ لے کر اس کے پاس گئی تو اس نے مجھے اپنی میز پر اپنے برابر بٹھا لیا۔ کچھ دیر ان میمو پر

بات کرنے کے بعد طارق نے اپنی ذاتی زندگی کی بات کرنی شروع کر دی۔اس نے مجھے بتایا کہ اس نے ایک بہت خوبصورت لڑکی ڈھونڈ لی ہے اور وہ بہت خوش ہے۔ میں اس کی کہانیاں سن سن کر تھک گئی تھی لیکن میں اپنے چہرے پر ناگواری نہ لا سکی صرف نامنظوری والی کیفیت تھی۔اس نے ایک نوٹ بک میں سے مجھے متعدد صفحات دکھائے اور کہا کہ یہ اس کے خطوط ہیں جو اس نے طارق کو لکھے ہیں۔ وہ اس کی تعریفیں کر رہا تھا اور چاہتا تھا کہ میں ان خطوط کو پڑھوں۔ میں نے ان خطوط کی جانب نہیں دیکھا اور کہا ''طارق مجھے تمھارے لیے بہت خوشی ہوئی ہے کہ اب تمھاری گرل فرینڈ ہے لیکن کیا اب ہم دوبارہ ان میموز پر بات کر سکتے ہیں؟''

اس نے مجھے انتظار کرنے کے لیے کہا اور مسلسل بولتا رہا کہ وہ 19 سالہ لڑکی اس سے کتنا پیار کرتی ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ اس کے ساتھ کئی راتیں گزار چکا ہے اور ان کی تفصیل بتانا شروع کی۔ جب میں کہہ کر اٹھنے لگی کہ ''شاید مجھے کسی اور وقت آنا چاہیے'' تو اس نے مجھے رکنے کا حکم دیا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ مجھے ان میموز کا مسئلہ حل کرانا ہے جو میرے دفتر اور نیویارک کے درمیان تھے تاکہ میرے یونٹ کو ادائیگی ہو سکے۔ وہ اپنی کہانی سناتا رہا۔اس نے بتایا کہ اس نے اپنی گرل فرینڈ کی ماں کو بتایا ہے کہ ہارومی ایک ہفتے کی ورکشاپ کر رہا ہے اور وہ لڑکی کو ایک قلیل مدتی کنٹریکٹ پر ہارومی کی مدد کے لیے ملازمت دے رہا ہے۔اس طرح سے طارق کو اس لڑکی کو اپنے گھر رکھنے کا موقع ملا۔

اس نے یہ کہانی بہت فخر سے بتائی۔ پھر اس نے اپنا موبائل فون اٹھایا اور لڑکی کو فون کیا۔ میں کھڑی ہو گئی کیوں کہ میں بہت اضطراب میں تھی اور اس کے طور طریقوں سے خوفزدہ بھی تھی۔ اس نے مجھے روکا۔ مجھے ایسا لگا کہ اگر میں ابھی چلی گئی تو وہ کبھی بھی میری مدد نہیں کرے گا جس کی مجھے ضرورت تھی۔ اسے بھی یہ بات اچھی طرح معلوم تھی۔ وہ اپنی گرل فرینڈ سے رومانٹک انداز میں بات کرنے لگا اس سے پوچھا کہ وہ اس سے کتنا پیار کرتی ہے اور گزشتہ رات کتنی اچھی تھی۔ پھر اس نے لڑکی سے کہا کہ اپنی ماں کو فون کرے کہ ہو سکتا ہے کہ ہارومی کو مزید چند دنوں کے لیے اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔

اس گفتگو کے دوران وہ اپنی کرسی پر پھسل کر مزید نیچے ہو گیا اور اپنی ٹانگوں کے درمیان کھجانے لگا۔ مجھے یہ دیکھ کر کراہت آئی۔ اپنی گرل فرینڈ سے اسی قسم کی چند اور باتیں کرنے کے بعد اس نے فون بند کر دیا اور میرے چہرے کے تاثرات سے لطف اندوز ہونے لگا۔ پھر اس نے ان میموز کو دیکھا جو میں لے کر آئی تھی اور کہا کہ میں ان کو دیکھ لوں گا۔ وہ کبھی بھی مسئلہ وقت پر نہیں نمٹاتا تھا بلکہ سست روی سے کام کرتا تھا تاکہ وہ ''اپنا ٹیکس'' وصول کرتا رہے۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کے پاس بار بار جایا جائے۔ میں نے اس دن کا ''ٹیکس'' ادا کر دیا تھا۔

میں سن ہو گئی۔ میری خواہش تھی کہ ہمارا نظام اتنا مستحکم ہو کہ ہم آپریشن کے سربراہ کی وجہ سے اتنا وقت

ضائع نہ کریں۔ میرا جی متلانے لگا۔ طارق کا یہ ''ٹیکس'' مجھ پر اور ادارے کی دیگر خواتین پر بہت بڑا بوجھ تھا۔ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ اگر میں اسے زیادہ ''ٹیکس'' دیتی یعنی اس کے ساتھ چائے پیتی، اس کے فحش لطیفوں پر ہنستی اور پی سی بھوربن میں اس کے ساتھ رات گزارتی تو مجھ پر اور جینڈر ٹیم پر عنایات نچھاور ہوتیں۔ ''ہماری انتظامیہ اتنی کمزور کیوں ہے'' میں نے سوچا اور میرا خون کھول اٹھا۔

ستمبر میں بھی میرے کنٹریکٹ کا مسئلہ حل نہیں ہوا۔ یہ بات یاد کرتے ہوئے کہ کامران سے میری کیا بات ہوئی تھی میں نے ہارومی کو اعتماد میں لینے کا فیصلہ کیا۔ اس میں رابرٹ سے زیادہ انسانیت تھی کیوں کہ رابرٹ کسی کے بارے بھی اچھی یا بُری رائے قائم کر لیتا تھا اور طارق کی بات پر آنکھ بند کر کے یقین کر لیتا تھا۔ میں ہارومی کے دفتر گئی اور کہا کہ میں اسے اعتماد میں لے کر بات کرنا چاہتی ہوں کیوں کہ ایک مسئلہ ہے جو کچھ عرصے سے درپیش ہے۔ وہ کافی فکرمند ہوگیا اور مجھے اندر آنے کے لیے کہا۔ میں نے اسے دروازہ بند کرنے کو کہا۔ میں اس کے سامنے بیٹھ گئی اور میں نے اپنی تمام ہمت مجتمع کر کے اسے جتنا بتا سکتی تھی بتا دیا۔ میں اسے یہ سمجھانا چاہتی تھی کہ وہ مجھے طارق کے پاس واپس نہ بھیجے کیوں کہ یہ تاخیر اور رکاوٹیں کسی خاص مقصد کے لیے تھیں۔ میں نے کوشش کی کہ اسے اس بات کی حقیقی تصویر دکھا سکوں کہ طارق ہم سے کیا سلوک کرتا رہا ہے۔ میں نے اسے اس فون کال کے متعلق بھی بتایا جو اس نے شراب کے نشہ میں میرے گھر پر کی تھی اور گندی جنسی گفتگو بھی جو اس نے کی تھی۔ وہ حیران و پریشان ہوگیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا سُن رہا ہے۔

میری باتیں سن کر وہ انتہائی اداس ہوگیا اور ہمارے تحفظ کے بارے فکرمند بھی۔ وہ کافی دیر خاموش رہا اور پھر بولا ''میں سوچتا ہوں کہ اگر اس جیسے شخص سے تصادم مول لیا تو اس کا ردِعمل کیا ہوگا اور وہ تمھیں کیا نقصان پہنچا سکتا ہے''۔

میں نے اسے بتایا کہ میں اس سے اور رابرٹ سے اس بات پر ناراض تھی کہ وہ کیوں دخل نہیں دے رہے اور مجھے کیوں بار بار اس بھوکے مگرمچھ کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ میری آواز بھرّا گئی لیکن میں اس کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی اس لیے میں نے خود پر قابو پایا۔ ہم کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے اور ہارومی بے یقینی میں اپنا سر ہلاتا رہا۔ میں اب مطمئن تھی کہ کم از کم میں نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا اور اپنے سپروائزر کو طارق کے رویے کے متعلق بتا دیا تھا۔

حالانکہ اب ہارومی کو میرا مسئلہ معلوم ہوگیا تھا لیکن اس نے میرے کنٹریکٹ کے متعلق کچھ نہ کیا اور مجھے رابرٹ تک رسائی کرنی پڑی۔ طارق کے پروپیگنڈے کی وجہ سے اسے مجھ پر اعتماد نہیں تھا۔ وہ سوچتا تھا کہ میں اس کے پسندیدہ افسر کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ کچھ روز بعد ای میل کے ذریعے رابرٹ نے مجھے میرے کنٹریکٹ کی پیشکش بھیجی میں نے اسے فوری طور پر قبول کر لیا لیکن پھر بھی میرا کنٹریکٹ مجھے نہیں ملا۔

مزید دو ہفتے میرے کنٹریکٹ پر کوئی پیش رفت نہ ہوئی تو میں رابرٹ کے دفتر میں گھس گئی۔ میں نے تھوڑا بدتمیزی سے کہا ''میرا خیال ہے کہ میں آپ کو مطلع کر دوں کہ میں یو این ڈی پی میں ایک ماہ سے بغیر کنٹریکٹ کے کام کر رہی ہوں اور مجھے آج تنخواہ نہیں ملے گی''۔ وہ حیران ہوا اور اس نے کہا کہ کیا میں نے طارق سے پوچھا ہے۔ میں استہزائیہ انداز میں مسکرائی اور کمرے سے نکل آئی اور اپنے پیچھے دروازہ زور سے بند کر دیا۔ اب مجھے یہی توقع رکھنی تھی کہ مجھے پھر طارق کے پاس جانا پڑے گا۔ میں نے خود کلامی کی ''یہ شخص خود کو ادارے کا سربراہ کہتا ہے۔ خدا کرے کہ یہ جہنم میں سڑے!''

رابرٹ نے طارق کو کہا ہوگا کہ کنٹریکٹ کو بنا کر قصے کو ختم کرو لیکن طارق اتنی آسانی سے شکست ماننا نہیں چاہتا تھا اور میرے دفتر ذاتی طور پر کنٹریکٹ لے کر آیا یہ پوچھنے کے لیے کہ مجھے شرائط منظور ہیں۔ میں نے اسے بتایا کہ میں نے پہلے ہی دو ہفتے قبل تحریری طور پر ان کو قبول کر لیا تھا۔ وہ میری میز کے پاس کھڑا رہا اور اصرار کیا ''میں اسے تُم سے سننا چاہتا ہوں'' اس نے مجھے شرائط پڑھنے اور انھیں قبول کرنے پر مجبور کیا۔ میں نے ایسا اس لیے کیا کہ اب یہ عمل ختم ہو جائے گا۔ وہ بدلہ لینے والے انداز سے مسکرایا میری جانب جھکا اور انگلیوں سے میری میز بجائی اور بولا ''میں تمھارے کمرے میں صرف اس لیے آیا کہ میں تمھاری آواز سننا چاہتا تھا۔'' اس موقع پر میں نے رابرٹ اور ہارومی کو کوسا۔ ہارومی کو اس کی کم ہمتی پر اور رابرٹ کو وفادار نوکر سے محبت کرنے پر۔ مجھے ان دونوں سے نفرت محسوس ہو رہی تھی کہ ان کی وجہ سے مجھے اس قدر بے عزتی برداشت کرنا پڑ رہی تھی۔

اس دوران میرے کام کا تجربہ عجیب تھا۔ کبھی سخت مایوسی اور کبھی شاندار کامیابی کی خوشی۔ ہمارے پراجیکٹس بہت اچھے جا رہے تھے۔ میری ٹیم سخت محنت کر رہی تھی اور ہمارے پارٹنرز ہمارا ساتھ دے رہے تھے۔ لاہور میں ٹریفک پولیس نے خواتین کی سفری سہولیات کے لیے پورا ہفتہ منانے کا اعلان کیا جس میں انھوں نے سارے شہر میں خواتین کی شکایات حاصل کرنے کے لیے انتظامات کیے۔ ان سے پوچھا گیا کہ پبلک ٹرانسپورٹ کے ذریعے سفر کے دوران انھیں ڈرائیور اور دیگر مسافروں کے ساتھ کیا مشکلات پیش آتی ہیں۔ خواتین نے گاڑیوں کے نمبر پولیس کو بتائے جس پر ایکشن لیا گیا۔ ایک اور کمیونٹی تنظیم خواتین کے سفر کے حق کو دوبارہ منوانے کے لیے ایک متوازی تحریک چلا رہی تھی۔ انھوں نے رنگین پوسٹر تقسیم کیے اور خواتین کے سفر کرنے کے حق کے متعلق پمفلٹ اور چھوٹے کتابچے بھی بانٹے۔ میں نے دیکھا کہ خواتین شکایات بوتھ کے سامنے سے بڑے فخر سے گزر رہی تھیں۔ پہلی مرتبہ ایک سرکاری محکمے نے خواتین کے باہر نکلنے کے حق کو تسلیم کیا تھا۔ اس ہفتے پولیس کے پاس خواتین کی شکایات کے رجسٹر تھے جس میں انھوں نے ڈرائیوروں اور کنڈکٹروں کے خلاف ہراساں کرنے کی شکایات درج کروائی تھیں۔

ٹریفک پولیس والے خواتین کی جانب سے اس ہفتے میں دلچسپی لینے سے بہت خوش تھے اور خواتین نے اس کام کو بہت سراہا تھا۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ اپنے دفتروں میں مستقل شکایات سیل قائم کریں۔ انھوں نے خواتین کو یہ بھی بتایا کہ وہ فون پر بھی اپنی شکایات درج کرواسکتی ہیں۔ بس ڈرائیور ایسوسی ایشن بھی پرجوش انداز میں آگے بڑھی اور اس نے اپنے اراکین کے لیے جینڈر کے بارے ٹریننگ کروانے کا مطالبہ کیا۔ انھوں نے کہا کہ وہ ڈرائیوروں کو خود لائیں گے اور ٹریننگ کے لیے جگہ بھی دیں گے انھیں صرف تربیت کاروں کی ضرورت ہوگی۔ لاہور شہر سرگرمیوں سے بھرپور نظر آرہا تھا۔

پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے فوری طور پر مجھے بلایا تاکہ میں انھیں ٹرانسپورٹ کے پلان کے متعلق مشاورت دے سکوں۔ میں نے خواتین کے مطالبہ پر زور دیا کہ بڑی بسیں چلائی جائیں۔ خواتین کو چھوٹی وین سے بہت نفرت تھی کہ اس میں صرف آگے کی دو سیٹیں ان کے لیے مختص ہوتی تھیں۔ ان کا مطالبہ بڑی بسوں کا تھا جس میں مردوں اور خواتین کے لیے علیحدہ علیحدہ دروازے ہوں جیسا کہ لاہور میں ماضی میں ہوتا تھا۔ خواتین نے بتایا کہ ان کو سب سے بڑی مشکل بسوں میں داخلے کے وقت ہوتی ہے۔ بس کے اندر چاہے ان کے لیے الگ سیکشن ہو یا نہ ہو انھیں اس کی فکر نہیں تھی اور وہ کھڑے ہو کر بھی سفر کرنے کے لیے تیار تھیں۔ تاہم بس اسٹاپ پر بس میں چڑھتے ہوئے دھکم پیل سے انھیں بہت دشواری ہوتی تھی۔ ٹرانسپورٹ کے وزیر اور دیگر سینئر اہلکاروں سے گفت وشنید کے بعد وزیر اعلیٰ میرا مطلب سمجھ گئے اور نئی بسیں خریدنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔

میں نے اپنی ٹیم کا حوصلہ بلند رکھا۔ دفتر میں معمول کے مطابق جشن منانے کے علاوہ کبھی کبھار میں اپنی ٹیم کی کامیابی کی خوشی میں انھیں رات کا کھانا کھانے کسی ریستوران میں بھی لے جاتی تھی۔ سب سے اچھی بات جو ہماری ٹیم میں پیدا ہوئی تھی وہ واضح اور ایماندارانہ رابطے اور بات چیت اور اپنے مشن سے بہت گہرا لگاؤ تھا۔ ہم ایک دوسرے کے ذاتی مسئلے بھی زیر بحث لے آتے تھے جس میں سعدیہ کے لیے ٹرانسپورٹ کے مسئلہ سے لے کر ماساکو کی اپنی فیملی کے لیے پاکستانی تحائف کی خریداری اور رعنا کے نوعمر بچوں کی تربیت تک شامل تھے۔ جب نبیلہ کے اپنے خاوند سے تعلقات خراب ہوئے تو اسے ٹیم کی مکمل حمایت حاصل ہوئی۔ ہم ایک مضبوط ٹیم بن چکے تھے۔ تاہم ہمارے یونٹ کے اجلاسوں میں اس بات کی شکایات بڑھتی جارہی تھیں کہ طارق ہراساں کرتا ہے اور اس نے اپنے عملہ کو خاص طور پر ہدایت کی ہے کہ ہماری کسی درخواست پر عمل نہ کیا جائے۔ بہت غور وخوض اور سوچ بچار کے بعد ہمیں خیال آیا کہ دفتر کے اندر جنسی طور پر ہراساں کرنے کے خلاف ایک پالیسی بنائی جائے۔ رابرٹ سے طارق کی شکایت بے فائدہ تھی کیوں کہ وہ دونوں بہت قریب تھے۔ میں اس آئیڈیا کے متعلق بہت پُرجوش تھی اور فوری طور پر ہارومی سے اس کے متعلق بات کی جسے اس کے متعلق کوئی اعتراض نہیں تھا۔ میں نے پالیسی کا مسودہ تحریر کے لیے خود کو رضا کارانہ طور پر پیش کیا لیکن نبیلہ اور ماساکو کو کہا

کہ ایک میمو یو این ڈی پی کے سارے دفتروں میں بھیج کر معلوم کریں کہ کیا کبھی کسی نے اس پر کوئی کام کیا تھا۔ ہم سب ٹیم کی اتنے قلیل وقت میں کامیابی پر بہت پُر جوش تھے حالانکہ ہمارے لیے طریقہ کار میں بہت مشکلات پیدا کی جاتی رہیں اور ہمیں ہراساں کیا جاتا رہا۔ ہمیں معلوم تھا کہ اپنے آپ کو یو این سے ملانے سے ہمیں بہت فائدہ تھا جسے ہم حکومت اور دیگر ترقیاتی اداروں سے تعلقات میں استعمال کر سکتے تھے۔ یہ تعلق اتنا اہم تھا کہ ضرورت پڑنے پر میں طارق جیسے پانچ لوگوں کے ماتحت بھی کام کر سکتی تھی۔

باب:29

لازوال رشتہ

سب لوگوں کے سامنے دوستی سے یو این ڈی پی میں ہمارے پیشہ ورانہ اثر ورسوخ پر زد پڑتی اس لیے پال اور میں لمبی ڈرائیو پر چلے جاتے خاص طو پر رات کے وقت۔ یہ ہمارا ساتھ گھومنا پھرنا تھا۔ ان مواقع پر ہم ہر موضوع پر بات کرتے تھے۔ سرسبز پہاڑ اور بل کھاتی سڑکیں ہمارے تعلقات میں ہماری مدد کرتے تھے۔ ہم ایک دوسرے سے بات کر کے اچھا محسوس کرتے تھے۔ ہم پہاڑوں پر نئی سڑکیں دریافت کرتے اور کسی اونچے مقام پر ٹھہر کر وادی کا نظارہ کرتے۔ ہم دنیا پر اپنے تعلق کو ظاہر کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔

ہالی ووڈ کی فلمی کہانیوں میں ''میں تم سے محبت کرتا/ کرتی ہوں'' کہنا ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے جس سے اچانک تعلق کی نوعیت بدل جاتی ہے جیسے یہ کوئی جادوئی الفاظ ہوں۔ اس کے بعد شادی کی درخواست کرنا دوسرا سنگِ میل ہے۔ کون کہاں اور کیسے یہ یادگار سوال کرتا ہے'' کیا تم مجھ سے شادی کرو گے/ گی؟'' یہ محبت کی شاہرہ پر اہم قدم تصور کیے جاتے ہیں جس کے بعد وہ مرحلہ آتا ہے کہ'' پھر دونوں ہنسی خوشی رہنے لگے''۔

ہماری محبت کی کہانی میں ایسے کوئی واضح سنگِ میل نہیں تھے بلکہ یوں تھا کہ جوں جوں ہم اکٹھے چلتے گئے ہمیں نئے راستے اور نئی وادیاں نظر آتی گئیں۔ ہم نے رفتہ رفتہ ایک دوسرے کو جانا اور اس عمل میں ایک دوسرے کو سمجھا۔ ہمارے تعلق نے ہماری شخصیتوں کے خوابیدہ گوشوں کو ظاہر کیا۔ میری زندگی پال سے ملنے سے قبل بھی اہم چیزوں سے پُر تھی لیکن اس سے محبت کرنے کے بعد زندگی کو نئے معانی ملے۔ ہر صبح اور ہر رات کی اہمیت تھی۔ ہر سانس جو میں لیتی تھی اس کا کوئی نتیجہ ہوتا تھا۔ میں نے خود سے کبھی نہیں پوچھا کہ'' کیا میں اس سے محبت کرتی ہوں؟'' مجھے کبھی رک کر یہ سوچنا نہیں پڑا کہ'' کیا میں اپنی بقیہ زندگی اس کے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں؟'' یہ سب بڑی روانی سے ہوتا چلا گیا جیسے کوئی دوسرا راستہ ہے ہی نہیں، جیسے پال دنیا کے اس خطے میں صرف اس لیے آیا تھا کہ مجھ سے ملاقات ہو، جیسے میں نے اب تک کسی سے شادی نہیں کی تھی کیونکہ پال مجھے نہیں ملا تھا۔ جیسے یہ سب ہماری تقدیر کا حصہ ہو۔ کسی نے دھماکے دار انداز میں یہ نہیں کہا کہ'' میں تم سے پیار کرتا/ کرتی

ہوں''۔ کسی نے شادی کی پیش کش نہیں کی۔ بس ہم ایک وادی میں ایک سرسبز مقام پر اس عہد کے ساتھ کھڑے تھے کہ اب ہم ایک ساتھ خوش وخرم زندگی گزاریں گے۔ ہم نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا، مسکرائے اور چل پڑے۔

ہمارا ایک دوسرے سے ذاتی طور پر ملنا بے ساختہ اور رومانوی ہوتا تھا مگر ہماری پیشہ ورانہ زندگی بالکل رسمی رہی۔ دفتر میں میرا پال سے کوئی براہِ راست تعلق نہیں تھا ہم صرف بڑے اجلاسوں میں ملتے تھے۔ ہم پیشہ ورانہ حدود کو اچھی طرح سمجھتے تھے اور اسی طرح کے تعلق میں مطمئن تھے۔ میرا دل اسے دیکھ کر ہمیشہ باغ باغ ہو جاتا تھا لیکن میں نے اپنے جذبات کو ہمیشہ قابو میں رکھا۔

شام کو جب میں اس کے گھر پر اس کو ملتی تھی تو اپنے بچپن، اپنے دوستوں، زندگی کے نشیب وفراز اور اپنے خوابوں کے متعلق باتیں کرتی تھی۔ وہ اپنے بچپن کے متعلق باتیں نہیں کرتا تھا لیکن چونکہ اب میں اس کی زندگی کا حصہ تھی، میں اسے اس کے ماضی کے متعلق باتیں کرنے پر مجبور کرتی تھی۔ ہم ایک دوسرے کے متعلق جاننے کی کوشش کر رہے تھے اور وہ وقت جو ہم نے ایک دوسرے سے الگ گزارا تھا اس کے متعلق آگہی حاصل کر رہے تھے۔ میں ایک پھوٹتے ہوئے چشمے کی طرح تھی، سوالات پوچھتی تھی اور اس کی ہر بات سے محبت کرتی تھی۔ وہ ایک گہرے سمندر کی مانند تھا جو میری زندگی کے واقعات کے بارے میں میری نہ ختم ہونے ولی باتیں سنتا چلا جاتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ میری ہی طرح خوش ہے۔

کبھی کبھی میں اپنے دفتر کی مشکلات کی شکایت کرتی تھی۔ پال کو طارق سے میری ناراضی کا علم تھا لیکن میں نے اسے کبھی تفصیل نہیں بتائی تھی۔ میں ہارومی اور رابرٹ کی بھی بہت شکایت کرتی۔ وہ سنتا تھا اور اس کا رویہ ہمدردانہ ہوتا تھا لیکن فالتو باتوں پر توجہ نہیں دیتا تھا۔ وہ تحمل مزاجی سے کام لیتا اور غیر جانبدار رہتا تھا۔ وہ کسی کی طرفداری نہیں کرتا تھا اور نہ مجھے خوش کرنے کے لیے کسی کو برا بھلا کہتا تھا۔ وہ ہمیشہ صورت حال کا تجزیہ کر کے دونوں فریقوں کے تناظر سامنے لاتا تھا۔ میں پوری طرح سمجھتی تھی کہ لوگ اس کی رائے کو کیوں اتنی اہمیت دیتے تھے اور میں بھی اس کی اس خوبی سے محبت کرتی تھی۔

ہم دونوں نے محسوس کیا ہمیں اپنے تعلقات آگے لے جانے چاہئیں اور اپنے خاندانوں کو بھی شامل کرنا چاہیے۔ میں نے اسے بتایا کہ پہلے میں اپنی امی سے بات کروں گی۔ میں نے ان سے اب تک کوئی بات کبھی نہیں چھپائی تھی۔ میرے لیے میرے خاندان کا راضی ہونا بہت اہمیت کا حامل تھا۔ اپنے دل کی گہرائیوں میں مجھے معلوم تھا کہ وہ میری حمایت کریں گے کیوں کہ انھیں میری خوشی سے زیادہ کبھی کوئی چیز عزیز نہیں تھی۔ مجھے یقین تھا کہ میری آنکھوں میں، میرے سراپے میں اور میری ہر ادا میں انھیں خوشی نظر آئے گی۔ مجھے صرف یہ بات کرنے کے لیے وقت اور موقع درکار تھا۔ ہمارا گھر ہمیشہ لوگوں سے بھرا رہتا تھا جس میں ہر عمر، ہر معاشی پس

منظر کے حامل اور ہر قسم کے لوگ ہوتے تھے۔اس وجہ سے اپنی ذاتی گفتگو کے لیے وقت نکالنا مشکل تھا لیکن ایک رات مجھے اپنی والدہ سے اکیلے میں گفتگو کرنے کا موقع مل گیا۔

انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ میری پال سے دوستی کس طرف جا رہی ہے اور انھوں نے میری آنکھوں میں چمک اور چہرے پر شادابی بھی دیکھ لی تھی۔انھوں نے اس گفتگو کو نہایت سنجیدگی سے لیا اور پال سے متعلق بہت سارے سوالات پوچھے۔انھوں نے بہت سارے تفکرات کا اظہار کیا اور میں نے انھیں دور کیا۔آخر میں انھوں نے مجھے گلے لگایا اور کہا پال انھیں بھی پسند ہے۔میں خوشی سے سرشار تھی۔میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔اپنی والدہ سے اجازت لینے کے بعد میں نے کامران سے بات کی۔وہ ہمیشہ با مقصد گفتگو کرتا تھا۔وہ پال کو پسند کرتا تھا اور اُسے یہ بات بھی پسند تھی کہ میں نے خود کو اس تعلق کی وجہ سے بدل لیا ہے۔پال کے چہرے پر جو سکون جھلکتا تھا وہ اب میرے دِل میں منتقل ہو گیا تھا۔

چونکہ میرے والد حال ہی میں جرمنی سے واپس آئے تھے اس لیے میں نے اپنے والدین کو ایک ساتھ بٹھا کر بات کی۔میرے والد عام طور پر ایسے بڑے فیصلے خدا پر چھوڑ دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ خدا ہمارے لیے بہتری کا فیصلہ ہی کرے گا۔میری والدہ نے میری بہت شد و مد سے حمایت کی۔اُن کے لیے یہ بات بہت اہم تھی کہ میں نے کسی کو شادی کے لیے پسند کیا ہے۔اگر میری فیملی اس شادی پر راضی نہ ہوتی تو مجھے بہت دُکھ ہوتا لیکن میری فیملی نے کوئی مخالفت نہیں کی۔ہماری نیک نیتی کی وجہ سے راستے خود بخود آسان ہو رہے تھے۔

اب پال کو میرے والدین سے رسمی طور پر ہمارے گھر آ کر میرا رشتہ مانگنا تھا۔جس روز پال کو آنا تھا میں سعدیہ کے ساتھ خواتین کے باہر نکلنے کے پراجیکٹ کے لیے لاہور جا رہی تھی۔ہم نے اپنے تمام شراکت داروں کو بلایا ہوا تھا تاکہ اپنی کامیابیوں اور آئندہ آنے والے چیلنجوں پر بات چیت کر سکیں۔میں نے پال سے کہا کہ وہ اگلے روز آئے تاکہ جب وہ میرا رشتہ مانگنے آئے گا تو میں گھر پر موجود نہ ہوں۔

عام طور پر جن لوگوں کے رشتے کی بات ہو رہی ہوتی ہے وہ بزرگوں کے ساتھ نہیں بیٹھتے لیکن ہمارے معاملے میں ایسی کوئی پابندی نہیں تھی۔چونکہ پال کے خاندان کا کوئی شخص پاکستان میں نہیں تھا۔اس لیے یہ باتیں اُسے خود کرنی تھیں۔میں اُس وقت وہاں موجود رہنا نہیں چاہتی تھی کیوں کہ مجھے ڈر تھا کہ میں ہنس پڑوں گی۔

میں اتنی مصروف تھی کہ میں لاہور جانے کے لیے اپنے سامان کی پیکنگ نہیں کر سکی تھی اور اوپر کی منزل میں اپنے کمرے میں تھی۔میں جلدی جلدی اپنے بیگ میں سامان ڈال رہی تھی اُس وقت پال میرے خاندان سے بات کر رہا تھا اور میری ساری توجہ نچلی منزل کی بات چیت پر لگی ہوئی تھی۔جب یو این کی گاڑی مجھے لینے آئی تو میں نیچے بھاگی اور مجھے پتہ نہیں تھا اُس وقت گفتگو کہاں تک پہنچی ہے۔میں ڈرائنگ روم سے گزری اور سب کو

خدا حافظ کہا۔ اُس وقت وہاں میرے والدین، میرا بھائی اور پال بیٹھے تھے۔ میں مسکرائی اور اپنی ہنسی روکنے کی پوری کوشش کی۔ پال اور میری نظریں چار ہوئیں۔ اس ایک لمحے میں ہم نے اپنی محبت، حمایت اور ایک دوسرے کے لیے چاہت کا اظہار کیا۔ جہاز پر سارے راستے میں مسکراتی رہی اور سوچتی رہی کہ یہ ملاقات کیسی رہی ہوگی۔

شام کو میرے ماموں اور ممانی لاہور میں میرے ہوٹل مجھ سے ملنے آئے۔ وہ لاہور میں اپنے تین بیٹوں کے ساتھ رہتے تھے اور ہمارے خاندان ایک دوسرے کے بہت قریب تھے۔ کچھ رشتہ دار اتنے قریب ہوتے ہیں کہ اُن سے اپنی فیملی کو جدا کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ رشتہ داریاں اتنی گہری ہوجاتیں ہیں اور یہ ایک طرح سے ایک دوسرے کے لیے حمایت کا ایک نظام بن جاتا ہے۔ میرے ماموں اور ممانی مجھ سے اس بات پر خفا ہو رہے تھے کہ میں اُن کے گھر کی بجائے ایک ہوٹل میں ٹھہری ہوں۔ اُسی وقت میری والدہ کا فون آیا اور انھوں نے مجھے مبارک باد دی۔ پال کا چہرہ میرے تصور میں آیا جو مجھے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ جب میری والدہ کو پتہ چلا کہ میرے ماموں میرے ساتھ ہیں تو اُنہوں نے اُن سے بات کروانے کو کہا۔ بھائی بہن نے ایک دوسرے کو مبارکباد دی اور شادی کا اعلان کرنے کا منصوبہ بنانے لگے۔

کمرہ مبارکباد کی خوشیوں اور نیک خواہشات سے بھر گیا۔ سعدیہ جو میرے ساتھ ہی تھی وہ بھی بہت خوش ہوئی اور اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ ہر ایک نے مجھے گلے لگا کر پیار کیا اور ماموں نے کہا میں نے انھیں دنیا کا خوش قسمت آدمی بنادیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ایک غیر پاکستانی سے شادی کرنے پر وہ کچھ حیران ہوئے ہوں گے کیوں کہ ایسا عام طور پر نہیں ہوتا لیکن میرے والدین کے لیے یہ بہت بڑی بات تھی کہ میں شادی کے لیے بالآخر تیار ہوگئی تھی۔ پال اور میں چاہتے تھے کہ سب کو بتانے سے قبل ہم رابرٹ کو بتائیں لیکن میری والدہ نے اصرار کیا کہ کیوں کہ ہمارے سارے رشتہ دار لاہور میں رہتے ہیں اس لیے یہ خبر اسلام آباد میں نہ بتائی جائے۔ میری والدہ اور میرے ماموں سب کو یہ خبر سنانے کے لیے بے چین تھے۔ میں اُس رات اپنے کام پر کوئی توجہ نہ دے سکی۔

اگلے روز سعدیہ اور میں اپنے پراجیکٹ میں مصروف ہو گئے۔ ہمارے سارے شراکت دار آئے اور پراجیکٹ کی سرگرمیوں کے متعلق ایک دوسرے کو بتایا۔ اسی دوران میرے ماموں نے مٹھائی کا آرڈر دیا تاکہ اس رشتے کا اعلان کیا جاسکے۔ میرے کزنز نے دو دن تک لاہور میں سارے رشتہ داروں کو ذاتی طور پر یہ خبر سنائی اور ساٹھ کلو لڈّو تقسیم کیے۔ انھوں نے مجھے بھی کچھ لڈّو اسلام آباد لے جانے کے لیے دیے۔

میں نے ہر رات پال سے بات کی۔ ہم دونوں بہت خوش تھے۔ اُس کا چہرہ اور مسکراتی آنکھیں ہر وقت میرے ذہن میں رہیں۔ کام کے دوران جب بھی میں نے اُس کے متعلق سوچا میں مسکرائے بنا نہ رہ سکی۔ میں

دن کے کام ختم کرنے کا انتظار کرتی تا کہ اپنے ہوٹل کے کمرے میں جا کر اُسے فون کر سکوں۔ اُس کی آواز سننا میرے لیے مسحور کن تھا۔

سعدیہ بھی بہت خوش تھی اور اُس نے کہا کہ یہ میرے لیے بالکل درست رشتہ ہے۔ وہ ہمیشہ پال کو پسند کرتی تھی اور کچھ مہینوں سے اُسے معلوم تھا کہ پال مُجھ سے بہت پیار کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ یہ فکر کرتی تھی کہ میں پال کی محبت کا مناسب طریقے سے جواب نہیں دیتی۔ وہ مجھے کہتی تھی کہ میں اچھے کپڑے پہنوں اور ہر وقت اُس کے ساتھ رسمی انداز میں پیش نہ آؤں۔

میں اسلام آباد واپس آ گئی۔ میری خواہش تھی کہ رابرٹ کے چہرے کے تاثرات دیکھتی جب پال نے اُسے ہمارے رشتہ کے متعلق بتایا ہوگا۔ میں نے پال سے اصرار کر کے پوچھا کہ رابرٹ کے کیا تاثرات تھے لیکن پال صرف مسکرا دیا۔ میری منگنی کے دو ماہ بعد پال نے رابرٹ کو یہ خبر سنائی تھی۔ اُس وقت میں بہت مصروف تھی۔ جب پال رابرٹ کو بتا چکا تو پھر اُس نے مجھے کہا کہ میں اپنی ٹیم کو بھی یہ خبر سُنا دوں۔ میں نے سب کو اپنے کمرے میں بلایا۔

ماسا کو، لیلیٰ، سعدیہ، رعنا، نبیلہ، سلطان اور ہمارا ڈرائیور حسن سب کمرے میں آئے اور حیران تھے کہ انھیں اچانک کیوں بلایا گیا ہے۔ کچھ لوگوں نے سمجھا کہ اُن سے کوئی غلطی ہوگئی ہے اور میں انھیں بُرا بھلا کہوں گی۔ کچھ نے سوچا کہ ہمارے جینڈر یونٹ کے بجٹ میں مزید کٹوتی ہوگئی ہے اور میں انھیں یہ خبر سُناؤں گی۔ جب میں نے انھیں خبر سنائی تو ماسا کو تقریباً فرش پر گر گئی اور رعنا کا منہ لٹک گیا۔ سب ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئے۔ میرے چہرے پر شادابی تھی اور میں اپنی خوشی مزید نہیں چھپا سکتی تھی۔ نبیلہ چیخ کر میری طرف بڑھی اور مجھے گلے لگا لیا۔ رعنا ہوش میں واپس آئی اور بولی ''مجھے معلوم تھا'' ہر کسی نے مجھے گلے لگایا اور مبارکباد دی۔ مزید لڈّو منگوائے گئے اور لڈّو کے ٹوکرے یو این ڈی پی کے سعودی پاک ٹاور کے ہر دفتر میں بھیجے گئے۔ کام کرنے والے سارے ساتھی میرے اور پال کے پاس آئے اور ہمیں مبارکباد دی۔ میں خوشی سے سرشار تھی۔

منگنی کے اعلان کے کچھ دِنوں بعد طارق نے مجھے کوریڈور میں دیکھا اور بے دِلی سے مبارکباد دی۔ دفتر کے دوسرے تمام ساتھیوں نے بڑی خوشی سے نیک خواہشات کا اظہار کیا تھا۔ طارق نے کہا کہ وہ میرے رشتے پر بہت خوش ہے لیکن اُس کے چہرے سے کچھ اور عیاں تھا۔ اُس نے کہا ''پال نے ہماری ایک لڑکی لے لی ہے۔ یہ اچھی بات نہیں۔ لیکن میں بدلہ لے لوں گا۔ میں نے پہلے ہی نشان دہی کر لی ہے کہ میں کسے لوں گا۔ تمھیں پتہ ہے کون؟'' وہ ہنسا اور جاتے ہوئے بولا ''راشیل''۔ میں نے اسے ایک گھٹیا مذاق سمجھا۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ وہ حقیقت میں کیا کہنا چاہتا ہے۔

ہماری منگنی کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔ میرا ایک امریکی سے شادی کرنا ایک حیران کن بات تھی کیوں

کہ مجھے دوسری پاکستانی لڑکیوں سے زیادہ پاکستانی سمجھا جاتا تھا۔ حالانکہ میرا طرزِ زندگی کئی لحاظ سے خاصہ غیر روایتی تھا لیکن میں ایک اور طرح سے پاکستان کی تہذیب اور لوک ثقافت سے بہت محبت کرتی تھی اور میری زندگی میں ہمیشہ اس ثقافت کی عکاسی ہوتی تھی۔ لوگ یہ سوچتے تھے کہ میں ایک امریکی کے ساتھ کیسے گزارہ کر سکوں گی لیکن وہ سب میرے لیے بہت خوش تھے۔

رمضان کا مہینہ آ رہا تھا اور عام طور پر اس مہینے میں شادیاں نہیں ہوتیں۔ اس لیے ہم نے فیصلہ کیا کہ عید کے بعد فروری میں شادی کریں گے۔ میری دوستوں نے کہا کہ وہ چار ماہ تک انتظار نہیں کر سکتیں اور انھوں نے میری منگنی کا جشن منانے کے لیے ڈھولک کا اُسی وقت اعلان کر دیا۔ یہ شادی سے پہلے گانا گانے اور ناچنے کی رسم ہوتی ہے۔ میں نے سفید رنگ کا غرارہ پہنا جس پر سنہری بیلیں ٹانکی ہوئی تھیں اور پال نے سفید شلوار قمیص زیب تن کیا۔ جب موسیقی شروع ہوئی تو میں اور پال اپنے سارے دوستوں کے ساتھ روایتی رقص کرنے کے لیے کھڑے ہوئے لیکن تھوڑی دیر بعد ہم نے محسوس کیا کہ یہاں صرف ہم دونوں ہی ہیں۔ مجمع غائب ہو گیا۔ تیز موسیقی کی جگہ مدہم سروں نے لے لی اور اب وہاں صرف پال اور فوزیہ زندگی کی دُھن پر جھوم رہے تھے۔

باب:30

شادی کی تیاریاں

میں نے جہیز کی رسم کی ہمیشہ سختی سے مخالفت کی تھی۔ دولہا اور اُس کے خاندان کے مطالبات پورے کرنے کے لیے والدین قرض کے بوجھ تلے دب جاتے ہیں۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ اپنی بیٹی دوسروں کے حوالے کرنے کے ساتھ ساتھ اتنی ڈھیر ساری چیزیں دینے کی کیا وجہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ پنجابی معاشرے نے اس رسم کو حد سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ جب میری بڑی بہن، جسے میں باجی کہتی تھی، کی شادی ہو رہی تھی تو گھر میں کتنا جوش وخروش تھا۔ ہمیں معلوم تھا کہ ہمارے والدین کوئی مناسب رشتہ طے کریں گے لیکن ہم اس بات پر بھی بہت خوش تھے کہ اس بارے میں کچھ گفتگو میں ہمیں بھی حصہ لینے کا موقع دیا گیا جبکہ عام طور پر خاندان کے چھوٹی عمر کے افراد کو ایسی باتوں میں شریک نہیں کیا جاتا۔

باجی کے رشتے کی تجویز میرے چچا کے ذریعے آئی تھی اور وہ اُس وقت کالج کے آخری سال میں تھیں۔ میرے گھر والے اس بات پر تیار ہو گئے کہ رشتے کے لیے لڑکے کے خاندان والے اُن کے گھر آئیں۔ لڑکے کا خود رشتے والے گھر میں آنا مناسب بات نہیں تھی۔ لڑکے کے خاندان والوں نے میری بہن سے کچھ دیر کے لیے بات کی لیکن زیادہ تر میرے والدین ہی سے باتیں کیں۔ مجھے یاد ہے کہ متوقع ساس نے میری باجی کا چہرہ بڑی دیر تک اپنے ہاتھوں میں لیے رکھا اور اسے پیار کر کے کہتی رہیں "ملیحہ کتنی خوبصورت ہے بالکل اپنے نام کی طرح۔ یہ تو حسنِ مشرق ہے"۔

ہم بھائی بہن پچھلے کمرے میں سر جوڑ کر بیٹھے رہے جب کہ ہمارے والدین رشتے کی بات کر رہے تھے اور ہونے والے دولہا کی مالی خود مختاری، خاندانی پسِ منظر اور ان کے سماجی مقام کا تعین کر رہے تھے۔ آخر میں میری والدہ مہمانوں کو چھوڑ کر ہمارے کمرے میں آئیں جہاں ہم بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ میری باجی بہت پُرسکون تھیں۔ میری والدہ کے ہاتھ میں لڑکے کی ایک بلیک اینڈ وہائٹ تصویر تھی۔ ایسی تصویر جس میں فوٹوگرافر خود ہاتھ سے ردوبدل کر دیتے ہیں کہ چہرہ بالکل بے داغ اور مجسمے جیسا دکھائی دیتا ہے۔ ہم سب تصویر

دیکھنے کے لیے دوڑے لیکن امی نے ہم سب کو پیچھے ہٹا دیا۔ میری بہن مسکرا رہی تھی حالانکہ اُسے بالکل پتہ نہیں تھا کہ حتمی فیصلہ کیا ہوگا۔ تصویر اچھی نہیں تھی تو میں نے بُرا سا منہ بنا کر کہا ''کم از کم یہ لوگ رنگین تصویر ہی لے آتے''۔ میری بہن نے تصویر کو ایک نظر دیکھا اور کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

وہ لوگ میری بہن کی وہ تصویر اپنے ساتھ لے گئے جو لاؤنج میں ایک فریم میں لگی ہوئی تھی۔ متوقع دولہا کی والدہ نے ضد کی کہ وہ یہ تصویر اپنے رشتہ داروں کو دکھانے کے لیے لے جانا چاہتی ہیں۔ اپنے بیٹے کو دکھانے کے لیے تصویر مانگنا مناسب نہ تھا۔ پس میری بہن نے اس لڑکے کی ایک بلیک اینڈ وائٹ تصویر دیکھی جب کہ لڑکے نے میری بہن کی ایک رنگین تصویر دیکھی جو ایک گروپ فوٹو میں تھی اور جس میں اُس کے نقوش بھی واضح نہیں تھے۔

بہت سے دوسرے نوجوان جوڑوں کی طرح میری بہن اور اس کے ہونے والے شوہر کے درمیان شادی سے پہلے صرف اتنا سا تعلق تھا۔ آج کل بہت سے پڑھے لکھے گھرانوں میں کافی تبدیلی آچکی ہے لیکن شادی سے پہلے کھلے عام ملنا اب بھی سماجی طور پر قابلِ قبول نہیں۔ مرد اور عورت یا تو کام کی جگہ پر مل سکتے ہیں یا پھر خاندانی تقریبات میں۔ تاہم زیادہ گھرانے اب بھی طے شدہ رشتوں کی روایت پر ہی عمل کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اپنے بچوں کے لیے رشتوں کا انتخاب کرنا ماں باپ کا حق ہے۔

دراصل میری بہن کی صورت حال میرے والدین سے بہتر تھی کیونکہ میرے والدین نے شادی سے پہلے ایک دوسرے کی تصویر نہیں دیکھی تھی۔ قدرتی بات تھی کہ میری والدہ کو تجسس تھا کہ ان کے شوہر کی شکل وصورت کیسی ہے۔ جب وہ شادی کے دن اپنے سسرال کے گھر جا رہی تھیں تو انھوں نے اپنے شوہر کی ایک جھلک دیکھنے کی خاصی کوشش کی مگر وہ صرف ان کی گردن، جس میں پھولوں کا ہار تھا، اور سر کا پچھلا حصہ دیکھ سکیں جب وہ کار میں اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میری بہن کا تصویر دیکھ لینا بڑی بات تھی۔

ہم اپنے والدین اور بھائی بہنوں کا انتخاب نہیں کر سکتے اور شادی کو بھی اسی قسم کی چیز سمجھا جاتا ہے۔ نہ لڑکیاں اپنے شوہر کا انتخاب کرتی ہیں اور نہ شوہر عموماً اپنی بیوی کا انتخاب کرتے ہیں۔ اگرچہ میرے والدین نے میری بہن سے واضح طور پر پوچھا تھا لیکن حقیقت میں یہ کوئی انتخاب کا حق نہیں تھا۔ کسی کو بھی کسی چیز کا شعوری انتخاب کرنے کے لیے معلومات کی ضرورت ہوتی ہے اور میری بہن کے پاس کوئی معلومات نہیں تھیں۔ شادی کو دو خاندانوں کے درمیان جوڑ سمجھا جاتا ہے اس لیے بزرگ اچھے رشتے کی پوری کوشش کرتے ہیں کہ اچھا رشتہ طے کریں۔ میری بہن نے ابھی یونیورسٹی کا آخری سال مکمل نہیں کیا تھا کہ ان کی منگنی ہوگئی۔ اس وقت میں کالج میں فرسٹ ایئر میں پڑھتی تھی۔

جب میری بہن ابھی تیسری جماعت میں تھیں تو میری والدہ نے اُن کا جہیز جمع کرنا شروع کر دیا تھا۔ ہم

جو اچھی چیز خریدتے تھے میری والدہ اُسے ایلومینیم کے بڑے سے بکس میں رکھ دیتی تھیں۔ ہمیں کبھی بھی اچھے تحفے استعمال نہیں کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا کیونکہ میری والدہ اُنہیں لپیٹ کر مستقبل کے لیے رکھ دیتی تھیں۔ ہر سال گرمیوں کی چھٹیوں میں ہم چادروں، میز پوش، ٹرالی سیٹ وغیرہ پر کڑھائی کرتے اور کئی دوسری چیزوں کو سجاتے تھے لیکن وہ ساری اچھی چیزیں اُسی بڑے سے ٹرنک میں ڈال دی جاتی تھیں۔

میں اس وقت جہیز کی سخت مخالفت کیا کرتی تھی لیکن میری والدہ کسی کی بات سننے کو تیار نہیں ہوتی تھیں۔ اُن کی دلیل یہ تھی کہ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ ان کی لڑکی کو اگلے گھر جا کر عزت ملے، انھیں روایات پر عمل کرنا ہے۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ اُن کی بیٹی کے سسرال والے اُس پر ہنسیں یا اُس کے ساتھ خراب برتاؤ کریں۔ اگلا پورا سال ہم نے جہیز اور شادی کی دیگر تیاریوں میں گزارا۔ ہر طرف خوشی کا ماحول تھا۔ یہ میرے والدین کی پہلی اولاد کی شادی تھی اور اپنی بے مثال بیٹی کے لیے وہ ہر چیز بے مثال انداز میں کرنا چاہتے تھے۔

میری والدہ نے تقریباً ایک سو جوڑے، سونے کے زیورات کے کئی سیٹس، چاندی کے کچھ زیورات، بستروں کے بارہ سیٹ اور کئی اور چیزوں کے بارہ بارہ کے سیٹ جن میں بیڈ کور، ٹرالی سیٹ، کھانے کی میز کے لیے میز پوش، کشن وغیرہ شامل تھے، تیار کیے۔ انھوں نے پورے گھر کے لیے فرنیچر بھی تیار کروایا اور اس کے علاوہ فریج، ٹیلی ویژن، ٹیپ ریکارڈر، سلائی کی مشین اور گھریلو استعمال اور سجاوٹ کی لاتعداد چیزیں جو انھوں نے برسوں میں اکٹھی کی تھیں، نکالیں۔ یہ سارا سامان متعدد سُوٹ کیسوں اور دو بڑے بکسوں میں بند کر کے ایک بڑے ٹرک پر لاد کر ملتان بھیجا گیا جہاں میری بہن کو شادی کے بعد اپنے شوہر اور سسرال والوں کے ساتھ رہنا تھا۔

شادی میرے ددھیال کے گھر جو کہ لاہور میں تھا، میں ہوئی۔ شان و شوکت ایسی تھی جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی۔ میرے والدین بہت خوش تھے کہ انھوں نے اپنی ذمے داری احسن طریقے سے پوری کر دی ہے۔ تاہم ایک سال کے اندر ہی میری بہن کی شادی ٹوٹ گئی۔ دونوں گھرانوں کا مِلاپ بالکل نہ چل سکا۔ دونوں گھرانوں کے درمیان اقدار، رہن سہن، ترجیحات اور سب سے بڑھ کر اخلاق کا بہت فرق تھا۔ میری بہن کو اُس کے دیور نے بہت تنگ کیا لیکن وہ اپنے شوہر کو نہ بتا سکی۔ اُس کے شوہر کی خاندان میں نہیں چلتی تھی۔ میری فیملی کو ان حالات کا علم نہیں تھا سوائے اس کے کہ وہ اتنی بیمار ہے کہ بستر سے بھی نہیں اُٹھ سکتی۔

عام طور پر نوجوان لڑکیاں شادی کے پہلے سال کے دوران کئی مرتبہ اپنے والدین کے گھر آتی ہیں تا کہ نئے ماحول کی عادی ہونے میں آسانی ہو۔ میری والدہ حیران تھیں کہ میری بہن کی ساس نے اُسے ایک مرتبہ بھی میکے آنے کی اجازت نہیں دی۔ بالآخر میری والدہ اُسے دیکھنے گئیں تو معلوم ہوا کہ میری بہن سخت بیمار ہے۔ وہ اُسے فوراً اپنے ساتھ لے آئیں۔ اِس کے بعد لڑائی شوہر اور بیوی کے درمیان نہیں بلکہ خاندان کے بزرگوں کے درمیان تھی۔ ہمارے معاشرے میں تعلقات آسانی سے نہیں ٹوٹتے لیکن جب ٹوٹتے ہیں تو ایسے

جیسے آتش فشاں پھٹ پڑا ہو۔اس واقعے نے ہمارے سارے خاندان کو ہلا کر رکھ دیا اور ہم سب اس سے بُری طرح متاثر ہوئے۔

خوش قسمتی سے میری بہن کی زندگی میں ایک خوبصورت پھول کا اضافہ ہوا اور ہمارا پورا گھر اُس کی خوشبو میں نہا گیا۔ میں کالج کے تیسرے سال میں تھی جب میری بھانجی پیدا ہوئی۔ میں اُسے اپنے ہاتھوں میں اٹھائے پھرتی۔ اس سے زیادہ خوبصورت بچی میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ میرے والدین نے اُسے گھٹی پلانے کے لیے میرا انتخاب کیا۔ یہ وہ رسم ہے جب بچے کو پہلی مرتبہ غذا دی جاتی ہے اور عام طور پر شہد چٹایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جو شخص گھٹی پلاتا ہے بچہ اُسی پر جاتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس کام کے لیے انھوں نے میرا انتخاب کیوں کیا۔ ہوسکتا ہے کہ اس وجہ سے کیا گیا ہو کہ میں لڑنے والی تھی اور میرے والدین نہیں چاہتے تھے کہ اُن کی نواسی اپنی والدہ کی طرح سیدھی سادھی ہو۔ وہ چاہتے تھے کہ وہ اِس دنیا میں جینا سیکھے اور اپنے حق کے لیے لڑے۔

میری امی نے کہا کہ چونکہ ان کی بیٹی واپس ان کے پاس واپس آ گئی ہے اس لیے اس کے سسرال کو اس کا جہیز واپس کر دینا چاہیے۔ میرے والد نے کہا کہ یہی کافی ہے کہ ان کی بیٹی محفوظ واپس آ گئی ہے۔ وہ دنیاوی چیزوں کی فکر نہیں کیا کرتے تھے۔ میری والدہ کا کہنا تھا کہ انھوں نے جہیز کی چیزیں اس لیے اکٹھی نہیں کی تھیں کہ اسے غیر ذمے دار لوگ استعمال کریں۔ ان کی بیٹی اب بھی وہ چیزیں استعمال کر سکتی ہے، خاص طور پر سونے کے زیورات جسے عورتوں کا معاشی تحفظ سمجھا جاتا ہے۔ میری والدہ نے یہ جہیز اکٹھا کرنے میں اپنی زندگی گزار دی تھی اور اس خیال سے ان کا خون کھولتا تھا کہ جن لوگوں نے ان کی بیٹی پر ظلم کیے وہ انھیں استعمال کریں۔ انھیں اندازہ نہیں تھا کہ جو جہیز انھوں نے بہت محنت سے اپنی بیٹی کے لیے تیار کیا تھا وہ پچیس برس گزرنے کے بعد استعمال شدہ سامان اور پرانے فیشن کے کپڑوں کی صورت میں ایک ٹرک پر ان کے گھر پہنچایا جائے گا اور اس میں سونے کے زیورات شامل نہیں ہوں گے۔

میں اس بات پر اٹل تھی کہ میں شادی کر کے اپنا وقت ضائع نہیں کروں گی اور سوچتی تھی کہ شادی ایک بڑا جوا ہے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں اپنی آزادی کے بے ہر کام کروں گی اور اپنے کیریئر پر توجہ مرکوز رکھوں گی۔ جب تک میں پال سے نہیں ملی تھی مجھے اس بارے میں سوچنا کبھی آسان نہیں لگا تھا۔

میری بہن کی شادی کے تجربے نے میری والدہ پر انقلابی تاثر چھوڑا۔ اب انھیں اپنی لڑکیوں کی قابلیت کو نکھارنے پر توجہ دینا بہتر لگتا تھا بجائے اس کے کہ ایسی چیزوں پر توجہ دیں جو ان کی بیٹی کو خوشیاں نہیں دے سکتیں۔ انھوں نے مجھے گلے لگایا اور کہا ''اب میں کبھی بھی اپنی بیٹیوں سے یہ نہیں کہوں گی کہ اچھی چیزیں اپنے جہیز کے لیے بچا کر رکھو۔ جو کچھ تم چاہتی ہو پہنو، اور اپنے اوپر پیسے خرچ کرو۔ اپنی زندگی جیو، میری پیاری بیٹی! اپنی زندگی کا مزہ لو اور اپنی صلاحیتیں اجاگر کرو۔ یہی بہترین سرمایہ کاری ہے۔ جب تمھاری شادی کا وقت آئے

گا تو جو ہم سے ہو سکے گا وہ ہم تمھیں دیں گے لیکن تمھاری تعلیم کی قیمت پر ہم تمھیں جہیز نہیں دیں گے۔''

اب جب کہ میری شادی کا وقت بالآخر آ گیا، میں نے اپنی والدہ پر واضح کر دیا کہ میں رسمی جہیز نہیں چاہتی اور میری والدہ نے میری رائے کا احترام کیا۔ انھوں نے جو بھی تحفے مجھے دیے اس خیال سے دیے کہ میں اپنے نئے گھر میں خوش رہوں۔ انھوں نے مجھے صرف وہ زیورات دیے جو انھوں نے پہلے سے اپنی بیٹیوں کے لیے تیار کیے تھے اور میرے استعمال کے کپڑے دیے۔ انھیں پرانی رسومات اور رواجوں کی نسبت میری خوشی زیادہ عزیز تھی۔

میری شادی کی تیاریاں جاری تھیں۔ رنسے جاننا چاہتی تھی کہ اسے کیا کرنا ہے۔ رعنا نے جینڈر یونٹ کی جانب سے شادی کے موقع پر خصوصی رقص پیش کرنے کے لیے مشق شروع کرا دی۔ نبیلہ تقریبات میں پہننے والے کپڑے لینے گاؤں چلی گئی۔ ان کپڑوں میں ایک چمکدار ساڑھی بھی تھی۔ اس سے اس نے دو غرارے بنانے کا فیصلہ کیا ایک میرے لیے اور ایک اپنے لیے۔ سعدیہ ویک اینڈ پر چھٹی لے کر گوجرانوالہ جانا چاہتی تھی تاکہ اپنے لیے ایک تقریباتی لباس خرید سکے۔ ماسا کو خریداری کرنا چاہتی تھی۔ میں ٹیم کی توجہ کام پر مرکوز کرنا چاہتی تھی جو کہ میری ذاتی زندگی کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ تاہم میری ٹیم میرے قابو سے باہر ہوتی جا رہی تھی۔

میری بھانجی صدف جس کی والدہ امریکہ منتقل ہو چکی تھیں، ہمارے ساتھ ہی رہتی تھی اور ایک خوبصورت نوعمر لڑکی بن چکی تھی۔ اس نے یہ ذمّہ داری اپنے اوپر لے لی کہ اس بات کو یقینی بنائے کہ ہر کوئی اپنے کپڑے تیار کروائے، کس طرح تقریبات منعقد کی جائیں گی اور مجھے شادی کے لیے کیا چیزیں خریدنے کی ضرورت ہے۔ وہ ہماری فیملی میں سب سے زیادہ منظّم تھی اس لیے ہم سب بہت مطمئن تھے کہ اس نے چارج سنبھال لیا ہے۔

پال اس سارے جشن سے بہت شرمندگی محسوس کر رہا تھا۔ وہ اب تک شادی کے اعلان کے سلسلے میں ہونے والی تقریبات پر حیران تھا۔ اسے یہ حیرانی تھی کہ شادی سے تین چار ماہ قبل ہی یہ تمام تقریبات کیوں کی جا رہی ہیں۔ دوسری جانب میں ان تقریبات میں پوری طرح مگن تھی اور اپنی دوستوں کے ساتھ ان کا لطف اٹھا رہی تھی۔ میں ایک وقت میں دو طرح کی زندگی گزارنے کی عادی تھی۔ اس لیے ایک طرف دفتر کے کام کر رہی تھی، پریشانیوں سے نمٹ رہی تھی اور دوسری طرف اپنی ذاتی زندگی کا بھی خوب لطف اٹھا رہی تھی۔ یہ تقریبات رمضان تک جاری رہیں اور رمضان کے فوری بعد دوبارہ شروع ہو گئیں۔ دوستوں کے مختلف گروپ ڈھولک اور رقص میں رات دیر تک مصروف رہتے۔ کچھ تقریبات میں پال نے شرکت کی اور کچھ کے لیے اس نے معذرت کر لی۔ اس کے لیے خوش قسمتی تھی کہ اسے کام کے سلسلے میں ملک سے باہر جانا پڑا۔ وہ ان ساری عوامی تقریبات کو سمجھنے سے قاصر تھا۔ وہ تو صرف یہ چاہتا تھا کہ میرے ساتھ اکیلے بیٹھ کر جشن منائے۔

حصہ چہارم

بہادری اور اس کا انجام

S:\GRAPHICS\BOOKS & REPORTS\Books & Covers\Working with Sharks USGS\PDF Launch for 8 March 2016\sharks *g 2/19/2016 11:27 AM PAGE 208 (1,1)

باب:31

پروگرام کی کامیابی، دفتر کی ناکامی

ایک روز ماساکو اور نبیلہ دوڑتی ہوئی میرے کمرے میں آئیں۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ کیا ہو رہا اور انھیں اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔ ماساکو نے اپنا گلہ صاف کیا اور بات کرنے سے پہلے تقریباً چار دفعہ نبیلہ سے آنکھیں چار کیں۔ میں مُسکرا کر انتظار کرتی رہی۔ ماساکو اپنی کرسی پر آگے کو جھکی اور بولی ''یاد ہے، ہم اپنے دفتر کے لیے جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کے بارے میں پالیسی کا کوئی نمونہ تلاش کر رہے تھے؟ ہمیں کسی کنٹری آفس سے تو کچھ نہیں ملا لیکن نیویارک سے ہمیں یہ ملا ہے۔'' اُس نے کاغذات میری میز پر رکھ دیے۔ انھوں نے اسے پڑھا نہیں تھا۔ بس فوراً اس کا پرنٹ لیا اور میرے پاس لے آئیں۔ یہ کاغذات سرکاری نظر آ رہے تھے۔

''اچھی بات ہے۔ اسے چھوڑ جاؤ میں آج رات پڑھ لوں گی۔'' وہ وہیں بیٹھی رہیں۔ نبیلہ نے کہا کہ وہ دونوں بے حد خوش ہیں کہ کم از کم ایک نمونہ تو مل گیا۔ وہ اپنی کامیابی پر نازاں تھیں۔ میں مسکرائی اور انھیں شاباش دی۔

رات کو تقریبات ختم ہونے کے بعد میں نے وہ دستاویزات پڑھیں اور حیران ہوئی کہ یہ کوئی نمونہ نہیں تھا بلکہ حقیقتاً یو این ڈی پی ہیڈ کوارٹر کی جنسی طور پر ہراساں کرنے کے خلاف پالیسی تھی جس کی منظوری 1993ء میں دی گئی تھی۔ میں بستر پر بیٹھ گئی اور اس کے ساتھ منسلک ہدایت نامے کو دیکھتی رہی۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ یہ پالیسی پورے ادارے کے لیے تھی اور ہمیں اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔ میرا دل چاہا کہ اُسی وقت اپنی پوری ٹیم کو فون کروں اور اپنی حیرانی میں شامل کروں لیکن اُس وقت رات کا تقریباً ایک بج رہا تھا۔

اگلے روز میں نے سب کو ایک میٹنگ کے لیے بلایا کیونکہ میں یہ خبر سنانے کے لیے بے چین تھی۔ جب میں نے انھیں یہ بتایا کہ یو این کی جنسی طور پر ہراساں کرنے کے خلاف پالیسی کئی برس پہلے ہی سے موجود ہے تو انھیں یقین نہیں آیا اور بظاہر، کسی کو اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ سب لوگ ایک ساتھ بات کرنے لگے اور کمرے میں شور ہو گیا۔ نبیلہ اس بات کو یقینی بنانا چاہتی تھی کہ یہ صرف تجویز تو نہیں تو میں نے اس کو وہ میمو

دکھایا جس پر مئی 1993 کی تاریخ درج تھی اور کہا گیا تھا کہ اس پالیسی پر اقوام متحدہ کے تمام دفتروں میں عمل درآمد کیا جائے۔

میں نے انھیں بتایا کہ تین سال قبل میں یواین ڈی پی کے سینئیر افسر کے خلاف جنسی طور پر ہراساں کرنے کی شکایت درج کرانا چاہتی تھی اور میں نے طارق سے اس کا طریقہ کار پوچھا تھا لیکن طارق نے کبھی بھی جنسی طور پر ہراساں کرنے کی پالیسی کا ذکر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ چاندنی جوشی، جو یواین کے خواتین سے متعلق ادارے یونی فیم کی ریجنل سربراہ تھی، اس نے بھی کچھ نہیں بتایا۔ شاید ان سب کو بھی اس کا علم نہیں تھا۔ سعدیہ نے تبصرہ کیا کہ ہوسکتا ہے کہ ہارومی کو بھی اس کے متعلق معلوم نہ ہو ورنہ جب ہم نے اُس سے طارق کے رویے کے خلاف شکایت کی تھی تو اُس نے کچھ تو کہا ہوتا۔ ماساکو ہنسی اور سب کو یاد دلایا کہ جب ہم نے یہ پالیسی بنانے کی بات کی تھی تو ہارومی نے ہمیں اس کی اجازت دے دی تھی۔

ہم سب بے ساختہ ہنس پڑے۔ یہاں ہم لوگ ملک میں یواین ڈی پی کے تمام دفتروں میں بے وقوفوں کی طرح سب سے پوچھ رہے تھے کہ ایسی پالیسی کا کوئی نمونہ موجود ہے جب کہ کسی نے بھی ہمیں نہیں بتایا کہ گزشتہ پانچ برسوں سے یواین ڈی پی کی اس بارے پالیسی موجود ہے۔ میں بے تحاشا ہنسی اور ہاتھ زور زور سے میز پر مارے۔ ہم سب ہنس ہنس کر بے حال ہوگئے۔ میں نے کہا ''کم ازکم نیویارک کی سارہ موریسن کو اتنا تو معلوم تھا کہ وہ ہماری مدد کر سکے۔'' ہم سب کبھی اپنے آپ پر اور کبھی یواین ڈی پی پر ہنستے رہے۔

آئندہ چند ہفتوں کے دوران میں نے اُس پالیسی کا ہر لفظ کم ازکم دس مرتبہ پڑھ لیا تھا اور مجھے تقریباً ساری پالیسی یاد ہوگئی تھی۔ میں نے اپنے کیس کے ہر پہلو کے متعلق سوچا۔ شکایت کرنے کی صورت میں جو بھی نتائج سامنے آسکتے تھے، سینما کی سکرین کی طرح میری آنکھوں کے سامنے گھومتے رہے۔

ماساکو نے اعلان کیا کہ بالآخر اُس نے اور اس کے منگیتر نے دسمبر کی چھٹیوں کے دوران جاپان میں شادی کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ اُس کی یہ خوش خبری میری شادی کی تیاریوں کے ساتھ یکجا ہوگئی۔ میں نے خاص طور پر اُس کے لیے ڈھولک کا انتظام کروایا جس سے ہر ایک کو یہ موقع ملا کہ وہ نئے کپڑے بنوائے، ہاتھوں میں مہندی لگائے اور شادی بیاہ کے گیت گائے۔

سال کے آخر میں مجھے اپنے گروپ کو جھٹکا دے کر جشن کے ماحول سے باہر نکالنا پڑا۔ ہم نے جینڈر پروگرام کے جائزے کے لیے منتخب ماہرین کے ناموں کو حتمی شکل دی۔ اُن کے دورے کے لیے تفصیلی تیاریاں کرنی تھیں۔ میں نے اس جائزے کے لیے نومبر اور دسمبر کے مہینوں کا انتخاب کیا تاکہ پتہ لگایا جاسکے کہ ہمارا پروگرام کتنا موثر رہا ہے۔ اس کام کے لیے برطانیہ سے ایک تجربہ کار ماہر، سری لنکا سے یواین ڈی پی کے ایک سینئر ساتھی اور ایک پاکستانی نفسیات دان کا انتخاب کیا۔ یہ تینوں صنفی معاملات پر تجربہ رکھتیں تھیں اور کئی برس

سے اس شعبے میں کام کر رہی تھیں۔

ہم نے باضابطہ جائزے کے عمل کے شروع ہونے سے پہلے اپنی ٹیم کے لوگوں میں ذمہ داریاں بانٹ لیں جیسا کہ ہم ہمیشہ کیا کرتے تھے۔ ماساکو اور نبیلہ ان کے لاہور کے دورے کی ذمہ دار تھیں جبکہ لیلیٰ نے اسلام آباد میں سرکاری دفاتر اور فرسٹ ویمن بنک کے دوروں کی ذمے داری قبول کی۔ رعنا اور سعدیہ نے انھیں دیہی علاقوں کا دورہ کروانے کی ذمے داری لے لی۔ مجھے صرف چند ایک دوروں پر اُن کے ساتھ جانا تھا۔ میں چاہتی تھی کہ وہ ٹیم کی اراکین اور پراجیکٹ کے شراکت داروں کے ساتھ اکیلے آزادی سے ملیں۔

میں اپنی ٹیم کے ساتھ لاہور میں تھی جب ہارومی نے، جو خود بھی اس وقت لاہور میں تھا، مجھے پیغام بھجوایا کہ میں یو این ڈی پی اور حکومت پنجاب کے ایک اجلاس میں جینڈر پروگرام پر ایک مختصر پریزنٹیشن دوں۔ میں عین وقت پر بنائے گئے اس پروگرام پر پریشان ہوگئی اور پہلے تو انکار کر دیا لیکن جائزہ ٹیم نے کہا کہ وہ اس موقع کو حکومت اور یو این ڈی پی کے درمیان تعلقات جانچنے کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں اور ہمارے پروگرام پر ایک پریزنٹیشن دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم نے لاہور میں اپنے پروگرام میں تبدیلیاں کیں تاکہ اُس پریزنٹیشن کو پروگرام میں شامل کیا جا سکے۔

کچھ وجوہات کی بنا پر ہارومی نے طارق کو حکومت کے ساتھ میٹنگ کا انتظام کرنے کو کہا تھا۔ وہ اور اس کے آپریشنز کے عملے کے کئی ارکان لاہور آ کر اسی ہوٹل میں ٹھہرے جس میں ہم تھے۔ یہ بہت فائدہ مند ثابت ہوا کیوں کہ اس سے ماہرین کو اس بات کا موقع ملا کہ وہ خود دیکھ لیں کہ طارق نبیلہ اور ماساکو اور یو این ڈی پی کی دیگر خواتین کارکنوں سے کس طرح بات کرتا ہے۔ جب ہم اسلام آباد میں تمام دوروں کے بعد اکٹھے ہوئے تو جائزہ ٹیم نے جن امور پر ہم سے بات کی اُن میں سے ایک جنسی طور پر ہراساں کرنا بھی تھا۔ جینڈر ٹیم نے ایک دوسرے کی طرف حیران ہو کر دیکھا۔ میں نے گول مول جواب دیا کیوں کہ ہمیں پتہ نہیں تھا کہ ہمیں اُن سے بات کرنی چاہیے یا نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان تینوں نے اس مسئلے پر پہلے ہی تفصیل سے گفتگو کر رکھی تھی۔ برطانوی کنسلٹنٹ جارجینا ایشورتھ جو ماہر تعلیم اور خواتین کے حقوق کی ایک سرگرم کارکن بھی تھیں، نے کہا کہ اُن لوگوں نے بڑی آسانی سے جنسی طور پر ہراساں کرنے کی مثالیں دیکھ لی ہیں اور وہ چاہتی ہیں کہ ہم اُن سے کھل کر بات کریں۔ ہچکچاتے ہوئے ہم نے بات کرنی شروع کی مگر عمومی ماحول پر بات کی اور کوئی خاص تفصیل نہیں بتائی۔ انھوں نے فوری طور پر خواتین سے زیادتی کرنے والے تجربہ کار شخص طارق کی نشان دہی کر دی۔ ہم اُن کے مشاہدے پر حیران ہوئے اور اُن کی جانب سے فکرمندی کے اظہار پر اُن کا شکریہ ادا کیا۔

مجموعی طور پر ہمارے جینڈر پروگرام کا جائزہ بہت کامیاب رہا۔ ماہرین نے کہا کہ یہ پروگرام دوررس حکمت عملی پر مبنی ہے، پاکستانی خواتین کی ضروریات کے مطابق ہے، اور خاص طور پر یہ کہ ہم نے محدود وسائل

میں نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اگر ہارومی اور رابرٹ کو سماجی تبدیلی کے عمل کی ذرا سی بھی سمجھ ہوتی تو وہ اس کے نتائج پر خوشیاں مناتے۔ لیکن ہم اسی بات سے مطمئن تھے کہ ہمارے پروگرام کے بارے میں یہ مثبت کلمات کہے گئے اور ہماری ٹیم آپس میں اس پر خوشی منا رہی تھی۔

جارجینا نے واپس جانے سے قبل رابرٹ کے ساتھ ایک علیحدہ میٹنگ کی اور اس میں یو این ڈی پی کے دفتر میں جنسی طور پر ہراساں کرنے کے بارے میں اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ ہم دعا کرتے رہے۔ جب جارجینا نے براہِ راست رابرٹ سے بات کی اور اسے بتایا کہ اس کے دفتر میں جنسی طور پر ہراساں کیا جاتا ہے تو رابرٹ نے فوری طور پر توجہ اپنے دفتر سے ہٹاتے ہوئے کہا ''اوہ، مجھے حیرت نہیں ہوئی۔ حقیقت میں مجھے حیرت ہوتی اگر آپ مجھے بتاتیں کہ پاکستان میں جنسی طور پر ہراساں نہیں کیا جاتا۔'' پھر اپنے دانشورانہ انداز میں اس نے وضاحت کی کہ پاکستان میں صنفی امتیاز بہت شدید ہے اور صنفی زیادتیوں کی شرح بہت زیادہ ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا کچھ نہ کچھ اثر دفتروں کے ماحول میں بھی دکھائی دیتا ہے۔ جارجینا اس کے اس لاپرواہ رویے پر حیران رہ گئی اور اسے کہا کہ وہ اس بارے زیادہ سنجیدہ رویہ اختیار کرے اور کم از کم عملے کے لیے صنفی امتیاز کے مسائل سے آگاہی کی تربیت کا انتظام کرے۔ ایک اچھے بیوروکریٹ کی طرح اس نے میکانکی انداز میں اس سے اتفاق کیا لیکن کبھی اس پر عمل نہیں کیا۔ وہ جارجینا کے مشاہدات کے بارے میں مزید نہیں جاننا چاہتا تھا۔ اسے اس بات کی کوئی فکر نہیں تھی کہ کون کہاں کس سے کیا کر رہا ہے، آیا یہ کوئی سنجیدہ معاملہ ہے اور کیا اس سے عملے پر کوئی اثرات مرتب ہو رہے ہیں؟

طارق کی زیادتیوں نے اب ایک نیا رخ اختیار کر لیا تھا۔ اب وہ کم عامیانہ اور زیادہ انتقامی ہو گیا تھا۔ کوئی بھی اس کے اقدامات پر اعتراض نہیں کر سکتا تھا اور نہ کوئی اس سے اختلاف کر سکتا تھا۔ اب نہ صرف یہ کہ طارق اپنی مرضی سے پالیسی کی تشریح کرتا تھا بلکہ جب ضرورت ہوتی تو پالیسی تخلیق کر لیتا تھا۔ اسے صرف اتنا کہنا ہوتا تھا کہ ''پالیسی یہ کہتی ہے۔'' وہ اکثر اپنا ذہن تبدیل کر لیتا تھا جس کا مقصد ہمیں تکلیف دینا ہوتا تھا۔ وہ اپنے ایک ہی فیصلے کی کئی مختلف وجوہات بیان کر سکتا تھا اور کوئی بھی اس پر سوال نہیں اٹھا سکتا تھا۔

میں نے اپنے گروپ کو کہہ دیا تھا کہ قواعد وضوابط کو اچھی طرح جان لیں کیوں کہ یہی اس کی طاقت تھی۔ وہ ضوابط ہمارے منہ پر مارتا تھا، ایسے قواعد جو ہم نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے، ایسے قواعد جن کا وجود افسانوی تھا، ایسے قواعد جن کی تشریح صرف پادری ہی کر سکتے تھے۔ اس عرصے میں ہم چھوٹی چھوٹی معلومات جمع کرتے رہے۔ ہم اس کے تاخیری حربوں کا توڑ کرنا سیکھتے جا رہے تھے۔ میں جنسی طور پر ہراساں کرنے کے خلاف پالیسی کو پکڑ کر بیٹھ گئی تھی۔ کبھی کبھی میں اسے نکالتی اور پڑھ لیا کرتی جس سے مجھے طاقت ملتی تھی اور میں ان لوگوں کی شکر گزار ہوتی تھی جنھوں نے یہ پالیسی بنانے کا سوچا اور ہمارے لیے یہ سارا کام کیا۔

جینڈر یونٹ طارق کی ان لوگوں کی فہرست میں شامل تھا جنھیں وہ سبق سکھانا چاہتا تھا۔ یونٹ سے زیادہ میں اس کا نشانہ تھی۔ کبھی کبھی وہ میرے دفتر آتا اور مجھ سے بڑے دوستانہ لہجے میں بات کرتا، یہ دیکھنے کے لیے کہ اس کے حملوں سے میں کچھ نرم پڑی ہوں یا نہیں۔ لیکن عام طور پر اس کا رویہ جارحانہ ہوتا تھا۔ اس نے میرے خلاف رابرٹ کے دماغ میں زہر بھر دیا تھا اور کہتا تھا کہ میں قواعد وضوابط سے نفرت کرتی ہوں، اس لیے میں مینجمنٹ کے کسی عہدے کے لیے موزوں نہیں ہوں۔ وہ بار بار کہتا تھا کہ میں با اختیار لوگوں سے نفرت کرتی ہوں اور رابرٹ بھی طوطے کی طرح یہی بات میرے سامنے دہراتا تھا۔ میں نے بہت لوگوں سے سنا حالانکہ ہارومی میرے سامنے میرے کام کی بہت تعریف کرتا تھا لیکن رابرٹ کی موجودگی میں وہ طارق کی ہر بات سے اتفاق کرتا تھا۔

دسمبر کے پہلے 15 دن عام طور پر سب کے لیے بہت مصروف وقت ہوتا ہے، بہت سی ادائیگیاں کرنی ہوتی ہیں تا کہ ہر یونٹ اپنی سالانہ مالیاتی رپورٹ مکمل کر سکے۔ رمضان بھی قریب آ رہا تھا اس لیے لوگ اور بھی جلد اپنا کام مکمل کر لینا چاہتے تھے۔ میں کچھ اخراجات کی رپورٹس لینے کے لیے طارق کے پاس گئی کیوں کہ میں نہیں چاہتی تھی کہ یہ بلز اگلے سال کے اخراجات کے حساب کتاب میں چلے جائیں۔ فنانس کا جونیئر عملہ اس معاملے کو ہاتھ نہیں لگانا چاہتا تھا۔ انھوں نے ہمیں بتایا کہ طارق خان صاحب نے کہا ہے کہ اب ان لوگوں کو ہمارے کسی معاملے پر ایکشن لینے کی اجازت نہیں ہے۔

جب میں اس کی میز کے پاس پہنچی تو اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا ''اوہ، کتنا بُرا ہوا، آخر تمھیں مدد کے لیے میرے پاس آنا ہی پڑا۔''

میں نے پورے اعتماد سے جواب دیا "اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی نظام موجود نہیں ہے۔ ماہرین نے آپ کے لیے آپریشنز مینوئل تیار کیا تھا مگر اس کے باوجود کسی قسم کی باقاعدگی نہیں۔''

میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھیں قواعد کی تلاش کرنا پسند آنے لگا ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ رابرٹ نے کیا کہا، ''یہ متحرک دستاویزات ہیں اور کوئی چیز بھی سیاہ وسفید نہیں ہے۔ قواعد وضوابط کی یہ دستاویزات ارتقا میں رہتی ہیں۔'' وہ اپنی کرسی سے اٹھ گیا۔ اپنے دونوں ہاتھ اپنی پتلون کی جیبوں میں ڈال کر فخر سے اپنی کمر کو اکڑانا شروع کر دیا۔

''طارق، یہی چیز مجھے فکر مند کرتی ہے۔ قواعد وضوابط کو تحریری یعنی واضح ہونا چاہیے۔ ورنہ متحرک دستاویزات کا مطلب تو یہ ہے کہ ہر چیز کا دارومدار اس دن کے ماحول پر ہوگا۔ طریقہ کار کو بدلنا اور اپ ڈیٹ کرنا تو ٹھیک ہے لیکن اس کا بھی طریقہ کار ہونا چاہیے، کوئی سرکلر جاری ہونا چاہیے یا ہدایات دینی چاہئیں تا کہ سب کو معلوم ہو کہ قواعد میں کیا تبدیلی کی گئی ہے۔ اگر قواعد کی تشریح ہر وقت کی جاتی رہے گی تو اس کا مطلب یہ

ہوگا کہ ہم سب کی قواعد کے بارے میں سمجھ ایک دوسرے سے مختلف ہے اور کوئی معیار موجود نہیں ہے۔ ہم کس چیز کی پابندی کریں؟'' میں کرسی پر نہیں بیٹھی بلکہ اس کی میز کے سامنے کھڑی رہی۔

''کیا تم ذہین نہیں ہو، ڈاکٹر فوزیہ؟'' اس نے بے حد مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ میں سوچ رہی تھی کہ اب آگے کیا ہوگا۔ اس نے بات جاری رکھی ''خوبصورت خواتین کو پالیسی اور طریقہ کار کی بحث کا بوجھ اپنے ذہن پر نہیں ڈالنا چاہیے۔'' اس نے ایسے مشفقانہ انداز میں کہا کہ میں اندر سے کانپ گئی۔ میں نے خود سے کہا کہ اس سے بحث نہ کروں اور صرف کام کی بات کروں۔ اس نے اپنی بات جاری رکھی ''خوبصورت عورتیں یہاں صرف ہم مردوں کا جی خوش کرنے کے لیے ہیں۔ کیا تم جاننا چاہتی ہو؟ کل ہی میں اس سے ملا......''

''نہیں...... میں نہیں جاننا چاہتی'' میں نے فوراً کہا۔

وہ زور سے ہنسا، ''رابرٹ تمھاری کارکردگی کے بارے بہت فکرمند ہے۔ تمھاری ٹیم طریقہ کار کو کچھ زیادہ ہی چیلنج کرتی ہے۔''

''میں اپنے بارے میں رابرٹ کی رائے سے فکرمند نہیں ہوتی'' میں اسے دکھانا چاہتی تھی کہ وہ اس طرح مجھے خوفزدہ نہیں کرسکتا۔ ''طارق، ہم کام کرنے کی پوری کوشش کررہے ہیں۔ ہمیں اپنے کام کروانے کی ضرورت ہے۔'' میں نے تلخی سے کہا اور بات جاری رکھی۔ ''اگر طریقہ کار میں کوئی رکاوٹ ہے تو مجھے بتاؤ ورنہ میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے گزشتہ سال کے اخراجات کی ادائیگی ہوجانی چاہیے۔ کیا تم اس بات سے اتفاق نہیں کرتے؟'' میں نے سختی سے کہا اور جانے کے لیے مڑی۔

اس نے مجھے پیچھے سے پکارا۔ ''یہ لے جاؤ'' اس نے میمو پر اپنے دستخط کیے اور مجھے تھما دیا۔

ماسا کو اپنی شادی کے لیے ہمارے تحائف اور دعاؤں کے ساتھ جاچکی تھی۔ سعدیہ رمضان کی تیاریوں میں لگ گئی۔ لیلیٰ اور نبیلہ ان کے پراجیکٹس کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ میری شادی کے رقص کی تیاریوں میں بھی لگی ہوئی تھیں۔ رعنا نے اپنے اردگرد ہونے والے واقعات سے ذرا الگ ہوکر، ہماری منزل پر خواتین کے لیے علیحدہ باتھ روم بنوانے کا مشن اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ جو باتھ روم پہلے سے موجود تھے وہ چھوٹے تھے اور ان میں ایک وقت میں صرف ایک فرد جاسکتا تھا اور عام طور پر مرد باتھ روم کو صاف رکھنے کے بارے میں لاپرواہ ہیں۔

ایک سرد اور بادلوں میں گھرے دن 9 دسمبر 1997ء کو رنسے بڑی گھبرائی ہوئی میرے پاس آئی۔ اس کی سانس پھولی ہوئی تھی اور وہ غصے سے لال پیلی ہورہی تھی۔ میں نے اسے کبھی اتنا غصہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ ''تم ٹھیک تو ہو؟'' میں نے کھڑے ہوکر اس سے پوچھا۔

''تمھیں معلوم ہے کہ یہ پورا دفتر طارق کی خدائی سے تنگ آچکا ہے۔'' وہ کانپ رہی تھی۔ میں نے اسے

کہا کہ وہ بیٹھ جائے اور مجھے اپنا مسئلہ بتائے۔ وہ بولی ''طارق نے تسنیم کو نوکری سے نکال دیا ہے۔ تسنیم کو حال ہی میں میرے ساتھ کام کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔'' رنسے اتنی پریشان تھی کہ اس کے لیے بات کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ میں نے اسے پانی کا گلاس دیا ''یہ آدمی عفریت بن گیا ہے۔'' وہ غصے میں بولی۔ میں نے اس سے پہلے اسے کبھی غصے سے سرخ ہوتے نہیں دیکھا تھا۔ ساری عمارت میں وہ ٹھنڈے مزاج کی اچھی خاتون تھی۔ وہ بولتی گئی، ''اصولی طور پر اس سیکریٹری کو چند ہفتے قبل میرے پاس بھیجا گیا تھا۔ کیا تم نہیں سمجھتی کہ اس کو نوکری سے اس طرح نکالنے سے قبل میری رائے بھی لی جانی چاہیے تھی؟''

اس نے مجھے اس معاملے کا کچھ پس منظر بتایا اور کہا ''میں اس کے لیے احتجاج کرنے گئی اور اس نے میری بے عزتی کی۔ یہ اقوامِ متحدہ کا دفتر ہے یا ہم سب اس کے ذاتی غلام ہیں؟ دفتر کا کوئی قاعدہ قانون ہونا چاہیے۔ میں اس کے ساتھ کام کرتی ہوں۔ وہ پاگل کُتے جیسی حرکتیں کر رہا تھا۔'' اس نے سانس لی اور پھر کہا ''میں نے طارق سے کہا کہ اگر مجھے اس کی کارکردگی سے کوئی شکایت نہیں تو اس کو نوکری سے کیوں نکالا گیا۔ وہ غصے میں آ گیا کہ میں اس کے فیصلے پر اعتراض کر رہی ہوں۔ اس نے صرف مجھے مارا نہیں مگر ہر طرح سے مجھ پر جارحانہ انداز میں حملہ کیا۔'' رنسے نے میرا ہاتھ تھاما اور کہا "تم جینڈر یونٹ کی سربراہ ہو۔ میں چاہتی ہوں کہ تم یہ کیس اٹھاؤ۔ یہ صنف کی بنیاد پر امتیاز کرنے کا اہم معاملہ ہے'' میں نے گہرا سانس لیا اور تمام معاملے کو سمجھنے کی کوشش کی۔ ''تسنیم اس کے لیے کام نہیں کرتی تو وہ کیسے اسے نوکری سے نکال سکتا ہے؟''

رنسے نے بڑی پریشانی میں اپنی بات جاری رکھی۔ ''یہی بات میں نے اسے کہی۔ وہ اب رابرٹ انگلینڈ کی سیکریٹری نہیں۔ اگر ہوتی بھی تو بھی اسے اس طرح ہراساں نہیں کیا جا سکتا۔ تکنیکی طور پر اب اس کا تبادلہ میرے دفتر میں کر دیا گیا تھا جو کہ یو این ڈی پی سے علیحدہ ہے۔ رابرٹ اور طارق کو اسے اس طرح نوکری سے نکالنے کا اختیار نہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ تمام عورتیں اس کی غلام ہیں اور جیسا بھی وہ چاہے کر سکتا ہے۔ میں وہ الفاظ دہرا نہیں سکتی جو اس نے میرے ساتھ باتیں کرتے ہوئے ادا کیے۔ میری پوری زندگی میں کسی نے مجھ سے ایسے بات نہیں کی اور وہ بھی صرف اس لیے کہ وہ نہیں چاہتا کہ میں اس کے تسنیم سے انتقام لینے کے راستے میں رکاوٹ بنوں۔'' وہ چاہتی تھی کہ میں تسنیم سے بات کروں اور اس کی روداد سنوں۔ میں نے اسے یقین دِلایا کہ میں جو کچھ کر سکتی ہوں، کروں گی اور اسے کہا کہ وہ کسی وقت بھی تسنیم کو میرے دفتر بھیج سکتی ہے۔ میں اسے یہ نہ بتا سکی کہ میں بھی چار سال سے اسی مگر مچھ کے نشانے پر ہوں۔

باب:32

میرے انسانی حقوق

ابھی بہت صبح تھی اس لیے بہت ہی کم لوگ دفتر آئے تھے۔ اپنے کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی میں اپنی توجہ کام پر مرکوز کرنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ میں اپنی ای میل دیکھ رہی تھی اور کچھ ای میل کھول رہی تھی تا کہ ایسا نہ لگے کہ میں نے اپنی ای میل دیکھی ہی نہیں ہیں۔ میرا دل بھاری تھا کیونکہ میرے دماغ پر کل تسنیم سے کی ہوئی باتیں تھیں۔ تسنیم اپنا ذاتی دکھ بیان کرنے آئی تھی لیکن اس کی روداد سن کر میرے اپنے دکھ میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اس کی روداد نے میرے ذہن میں دبی ہوئی بے شمار شکایتوں کو چنگاری دکھا دی تھی۔ میرے اندر مایوسی، بے بسی اور کراہت کا احساس بڑھ گیا تھا۔ جیسے ہی کمپیوٹر کی سکرین میری آنکھوں کے سامنے دھندلائی تو میں نے سوچا کہ کیا میں اپنے اندر سے انصاف کے لیے بلند ہوتی ہوئی چیخ سنوں یا یہ تمام درد بھلا کر ایک پیشہ ور خاتون کا لبادہ اوڑھے رکھوں اور اپنی تکلیف کو بھول جاؤں اور ایک ایسی عورت بن جاؤں جو اقوام متحدہ کے اس عہدے پر ہونے کی وجہ سے اپنے ملک کی خواتین کے لیے جو کام کر سکتی ہے، وہ کر رہی ہے۔

میں نے اپنی میز پر پڑے ہوئے کیلنڈر کو دیکھا۔ میں نے آج کی تاریخ پر بہت دفعہ سرخ دائرہ لگایا ہوا تھا۔ میں نے ایک نیلا قلم اٹھایا اور اس پر کئی مرتبہ نیلا دائرہ بھی بنا دیا۔ یہ دس دسمبر کی تاریخ تھی جو اقوامِ متحدہ کا انسانی حقوق کا دن ہے۔ میرے لیے یہ دن بہت اہمیت کا حامل تھا۔ اس دن کو میں نے ہمیشہ اپنی دوستوں کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر آواز اٹھانے کا دن سمجھا لیکن آج میں ایک ایسے پرندے کی مانند تھی جو اپنے غول سے بچھڑ گیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ میری تمام سہیلیاں پلے کارڈز اور بینرز بنا رہی ہوں گی اور ایک بڑی ریلی کی تیاریاں کر رہی ہوں گی۔ میں آج ہونے والی سرگرمیوں کے متعلق جانتی تھی لیکن چونکہ میں اس کی تیاریوں میں شریک نہیں تھی اس لیے میں خود کو اس دن کی اہمیت سے علیحدہ محسوس کر رہی تھی۔ خاص طور پر اس لیے کہ میں خود اپنے حقوق کی خلاف ورزیوں کے متعلق فکر مند تھی۔ میں نے آج کی تاریخ پر اس وقت تک نظریں جمائے رکھیں جب تک کہ 10 کا ہندسہ میری آنکھوں کے سامنے دھندلا نہیں گیا۔

دفتر میں زندگی کے آثار دکھائی دینا شروع ہو گئے۔ مجھے اپنے کمرے کے باہر صفائی کے عملے کی سرگرمیوں

کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ میں نے سعدیہ کو اندر آتے ہوئے سنا۔

''تم بہت جلدی آ گئی ہو''، میں نے پژمردہ چہرے کے ساتھ بغیر مسکراہٹ کے اس سے کہا۔

''میں اقوامِ متحدہ کی دی ہوئی ٹرانسپورٹ استعمال کرتی ہوں، اس لیے میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ میں وقت پر یا اس سے پہلے دفتر پہنچ جاؤں۔''اس نے اپنی کرسی کھینچتے ہوئے کہا۔

''کیا تم یہاں ساری رات بیٹھی رہی ہو؟''اس نے اپنی مسکراہٹ چھپانے کے لیے ہونٹ دباتے ہوئے کہا۔اس نے اپنا پرس ایک طرف رکھا، اپنا بڑا سا ڈوپٹہ درست کیا اور میرے سامنے والے ڈیسک پر بیٹھ گئی۔

اس نے شرارت بھری مسکراہٹ کے ساتھ میری طرف دیکھا اور بولی ''قسم سے تم اتنا زیادہ کام کرتی ہو کہ مجھے ڈر ہے کہ کسی روز میں آؤں گی تو تم مجھ سے کہو گی کہ کل رات میں گھر جانا ہی بھول گئی۔'' وہ ہنس پڑی لیکن پھر میرے چہرے پر تاثرات دیکھ کر سنجیدہ ہو گئی۔

''کیا بات ہے فوزیہ''اس نے فکرمندی سے پوچھا۔اس کا گورا رنگ کمرے کی لمبی کھڑکی سے آتی ہوئی روشنی میں مزید گورا نظر آ رہا تھا۔اس کے گہرے بھورے بال روشنی میں سرخ دکھائی دے رہے تھے۔

''اونہہ......''میں کرسی پر آگے جھکی، اپنی کہنیاں میز پر ٹکائیں اور اپنی ٹھوڑی اپنے ہاتھوں میں رکھ کر بولی ''میں انسانی حقوق کے عالمی دن کے موقع پر سرگرمیوں میں حصہ نہ لینے پر افسردہ ہوں۔ یہ عجب ستم ظریفی ہے کہ اقوامِ متحدہ کے نظام میں کام کرتے ہوئے میں اس قدر مصروف ہوں کہ میرے پاس ان سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لیے بھی وقت نہیں ہے جن میں عام ''شہری'' کی حیثیت سے حصہ لیا کرتی تھی۔ ہمارے اپنے ادارے کے اندر اس دن کو منانے کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔''

''تم کیوں پرواہ کرتی ہو؟''وہ کمپیوٹر کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

''مجھے اس دن سے قوت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ مجھے اس کی سخت ضرورت ہے۔''

میں اچانک اٹھی اور کہا ''میں شرط لگاتی ہوں کہ میرے ساتھ کام کرنے والے زیادہ تر لوگوں کو، جن میں یو این ڈی پی کے دفتر میں کام کرنے والے مینیجر بھی شامل ہیں، یہ تاریخ یاد نہیں۔''میں دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

''تم آج کے دن چھٹی کیوں نہیں لے لیتی؟'' سعدیہ نے میری جانب دیکھے بغیر کہا۔

''تمھیں پتہ ہے کہ کنٹری آفس میں ورک پلاننگ کے موضوع پر پورا دن ورکشاپ ہے''۔ میں نے جواب دیا۔

''ارے ہاں، ہم سب کو وہاں موجود ہونا ہے۔ میں کام شروع کرنے ہی والی تھی لیکن اب مجھے کام شروع نہیں کرنا چاہیے۔''سعدیہ نے جواب دیا۔

یہ ایک پلاننگ ورکشاپ تھی جس کا مقصد ہمیں اپنے دفتر کو نئے سرے سے ترتیب دینے میں مدد دینا تھا تاکہ یہ دفتر ''مرکز تجربات'' بن جائے۔ توقع یہ تھی کہ اس سے ہمارے دفتر کا کلچر اور ہمارا طریقہ کار ایسا ہو جائے گا کہ ہم زیادہ مؤثر طور پر کام کر سکیں گے۔ اقوام متحدہ کے ہیڈکوارٹر نے پاکستان میں صرف آٹھ دفاتر کو اس ورکشاپ کے لیے منتخب کیا تھا۔ اس منصوبے کو زیادہ پُرکشش بنانے کے لیے اس کے ساتھ فنڈز بھی دیے جانے تھے۔

چونکہ میں اپنے یونٹ کی سربراہ تھی اس لیے اس میں میری شرکت ضروری تھی۔ میرا کوئی موڈ نہیں تھا کہ میں اپنا سارا دن اس پر ضائع کروں جو میرے نزدیک ایک سطحی مشق تھی۔ مجھے پہلے ہی انتظامیہ کے ساتھ اس ورکشاپ کے انتظام کے بارے میں اختلافات تھے جنھوں نے اسے محض ایک رسمی مشق بنا دیا تھا۔

اپنی سوچ کا اظہار کرنے اور تنقید کرنے کی وجہ سے ہمیشہ مجھے مشکلات پیش آتی ہیں۔ ہمارے دفتر میں مسائل کی نشان دہی کرنا کسی طرح بھی قابلِ قبول نہیں تھا۔ آج میں جیسا محسوس کر رہی تھی اس سے اس بات کا احتمال تھا کہ میں ایسی باتیں کر دوں جن پر انتظامیہ کی جانب سے شدید ردِعمل آجائے۔ ان تمام خدشات کے باوجود میں نے اپنے آپ کو اس ورکشاپ میں جانے کے لیے راضی کر لیا تھا۔

میں نے اپنے یونٹ میں اپنے ساتھ کام کرنے والوں کو سلام کرتے اور ایک دوسرے سے گلے ملتے ہوئے، جلدی جلدی دفتر میں جاتے اور اپنے ساتھ وہ سارے کاغذات لے جاتے دیکھا جن کی ان کو ورکشاپ میں ضرورت پڑ سکتی تھی۔ وہ سب جلدی جلدی لفٹ اور سیڑھیوں کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے کسی کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ سعدیہ اور میں ایک ساتھ چل رہے تھے۔ میرا ذہن اتنا مصروف تھا کہ میں بس اپنے ساتھیوں کے ساتھ ساتھ چلتی گئی یہاں تک کہ میں ایک بڑے ہال میں ایک خالی کرسی کے سامنے کھڑی تھی اور مجھے سعدیہ کی آواز سنائی دی، ''بیٹھ جاؤ۔'' میں بیٹھ گئی اور اپنے خیالوں سے باہر آنے کی کوشش کی۔

میں سارا وقت کبھی توجہ سے گفتگو سنتی اور کبھی بے دھیانی کی کیفیت میں چلی جاتی۔ ایک موقع پر جب میں گفتگو سن رہی تھی تو میں ایک چھوٹے گروپ کے ساتھ بحث میں شامل ہو گئی جو دفتر میں کام کے ماحول کے بارے میں تھی۔ ہم تقریباً سات لوگوں نے اپنی کرسیاں ایک کونے میں کر لی تھیں۔ میں نے اپنے دفتر اور کام کرنے کے کلچر پر فکرمندی کا اظہار کیا۔ میں نے مشورہ دیا کہ کیونکہ اچھی گورننس یو این ڈی پی کے قومی حکومتوں کے ساتھ کام کرنے کے مینڈیٹ کا ایک حصہ ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اسے اپنے دفتر کے لیے بھی ایک ہدف قرار دے دیں اور اسے اپنے ورک پلان میں شامل کر لیں۔ میرے ساتھیوں نے میری طرف گھور کر دیکھا کیونکہ ایسا کرنا اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ ہمارے دفتر کے کلچر میں کچھ خامی ہے۔ حالانکہ میرے ساتھ کام کرنے والے بھی اس کی وجہ سے متاثر ہوتے رہتے تھے اور انھیں بھی اس بارے فکر لاحق تھی لیکن انھوں نے

صرف مثبت تاثرات دینا سیکھ لیا تھا۔ انھیں معلوم تھا کہ جو کوئی بھی مسئلہ کی نشان دہی کرے گا وہ سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔

رابرٹ انگلینڈ اس بات کو یقینی بنانا چاہتا تھا کہ ہم وہی بات کریں جو اس نے اس مشق کے لیے پہلے سے طے کر دی ہے۔ اس لیے وہ مستقل دخل اندازی کرتا رہا اور شرکا کے تبصروں کی تشریح اپنے انداز میں کرتا رہا۔ اس کے ہاتھ میں نیلے رنگ کا مارکر تھا اور وہ اس سے کھیل رہا تھا اور ان باتوں کی طرف توجہ دے رہا تھا جنھیں وہ اجاگر کرنا چاہتا تھا۔

جب چھوٹے گروپ اپنے نتائج بتا رہے تھے، ایک ساتھی ہمارے سالانہ منصوبے کی تجاویز اپنے گروپ کی جانب سے پیش کرنے کے لیے کھڑا ہوا۔ دیگر باتوں کے علاوہ اس نے یہ بات بھی کہی کہ ''انتظامی مسائل اور طریقہ کار میں تاخیر'' کی روک تھام کے لیے ایک نظام بنانا چاہیے۔ ہر کسی نے اپنی سانس روک لی اور اس کی طرف گھورنا شروع کر دیا۔ میں نے خود کلامی کی ''شاباش، یہ اس کی بہادری ہے۔'' کم از کم اس نے حقیقی مسئلہ چھیڑا۔

کسی وجہ سے ایک اور دبلا پتلا منیجر کھڑا ہو کر زور سے بولا ''بہادری دکھائیں، کون سے مسئلے؟'' یہ آدمی جرأت مندانہ مؤقف دکھانے والا نہیں تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ واقعی اس نکتے پر بات کرنا چاہتا تھا یا اپنے باس کو خوش کرنے کے لیے مسئلہ کی نشان دہی کرنے والے کو خوفزدہ کرنا چاہتا تھا۔

میں نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ میں ایک لفظ بھی نہیں بولوں گی لیکن میں ایسا نہ کر سکی۔ جب میں نے دیکھا کہ جس شخص نے نکتہ اٹھایا تھا وہ فوراً ہی بالکل خاموش ہو گیا تو میں کھڑی ہو گئی اور بولنا شروع کر دیا۔ تمام نظریں میری جانب لگ گئیں۔ میں نے دیکھا رابرٹ میری جانب اس طرح دیکھ رہا تھا کہ اس کی بٹن جیسی آنکھیں اور بھی چھوٹی ہو گئی تھیں۔

میں نے کہا ''مسئلہ یہ نہیں کہ مسائل کیا ہیں، مشکل یہ ہے کہ کسی مسئلے کو بتانے کا موقع ہی نہیں ہے۔''

میں نے بات جاری رکھی۔ ''میں مسئلے کی نشان دہی پر اس قدر نقصان اُٹھا چکی ہوں کہ اب خاموش رہنے ہی میں عافیت سمجھتی ہوں۔ یہ کس طرح کا دفتری کلچر ہے؟ اب ہم اپنے دفتر کو تجربات کا مرکز کہہ رہے ہیں۔ اس وقت ہم غالباً اپنے دفتر کی کارکردگی کو مربوط بنانے کے لیے تبدیلی سے مانوس ہونے کے عمل سے گزر رہے ہیں۔ دفتر کی انتظامیہ نے عملے کو اس لیے جمع کیا ہے کہ اپنے کام کو بہتر طور پر سرانجام دینے کے لیے تجاویز دیں لیکن جیسے ہی کوئی تنقیدی تبصرہ کیا جاتا ہے، اسے وہیں چپ کرا دیا جاتا ہے۔ ہمیں اس بات پر بحث کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم مسئلے اٹھانے کے لیے مواقع فراہم کریں گے اور انھیں سنیں گے یا پھر ''تبدیلی'' کی تمام بحث صرف ایک لاحاصل مشق بن کر رہ جائے گی۔''

ہر کسی نے میری طرف حیرت سے دیکھا۔ جب میں نے سب کے کھلے منہ اور پریشان چہرے دیکھے تو محسوس کیا کہ مجھے اپنی اس گفتگو کا اختتام کر دینا چاہیے۔ میں نے سر اٹھا کر کہا ''مجھے اس نظام میں یہ گنجائش بالکل نظر نہیں آئی۔''

جب میں اپنی چھوٹی سی تقریر کر کے بیٹھ گئی تو گروپ کے اندر ایک کرنٹ سا دوڑ گیا۔ میں نے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں۔ ایک طویل خاموشی کے بعد بحث اسی طور سے شروع ہوگئی اور کسی نے بھی میرے تبصرے پر کوئی ردِعمل ظاہر نہ کیا۔ میں نے ان لوگوں کے متعلق سوچا جنھوں نے اسے نوٹ کیا ہوگا کہ میں نے کیا کہا ہے اور مجھے سزا دینے کے لیے وہ کیا منصوبہ بنا رہے ہوں گے۔ میں سوچتی رہی ''میں اس گھٹے ہوئے دفتر میں اپنا وقت کیوں ضائع کر رہی ہوں۔'' بہر حال میں اس ادارے سے ان تمام مسائل کو حل کیے بغیر نہیں جا سکتی تھی جو میرے لیے اتنی اہمیت کے حامل تھے۔ میری ہتھیلیوں پر پسینہ آ گیا اور میری سانس تیز ہوگئی۔ میں خود کو اتنا بھاری محسوس کر رہی تھی کہ کسی نئی ملازمت کو اختیار کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ میں ان مسائل کو نظر انداز کر کے نہیں جا سکتی تھی۔ میں خود سے اتنی ناانصافی نہیں کر سکتی تھی۔

اس کے بعد اس اجلاس میں کیا ہوا میں نہ سن سکی۔ اس کانفرنس ہال میں تقریباً پچاس افراد تھے۔ میں فرش کو گھورتی رہی۔ میری اداسی نے میری سوچ پر غلبہ پا لیا۔ میرا خیال پھر سے تسنیم سے ہونے والی گفتگو کی طرف چلا گیا۔ اس کا سوال میرے ذہن میں گونجتا رہا۔ ''تم اس بارے کچھ کرو گی یا نہیں؟'' وہ میرے دفتر مجھے اپنے ساتھ گزرنے والی قیامت کے متعلق بتانے آئی تھی کیونکہ اسے توقع تھی کہ صنفی یونٹ کی سربراہ اور عورتوں کے حقوق کے لیے کام کرنے والی شخصیت کی حیثیت سے میں اس کی بات سنوں گی اور اس کی حمایت کروں گی اور اس کے مسئلہ کو حل کروں گی۔ اسے میری اپنی ذاتی جدوجہد کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا۔ میں سوچتی رہی ''میں اس کا مسئلہ حل کرنے کے لیے کس طرح مدد کر سکتی ہوں جبکہ مجھ میں اپنا ذاتی مسئلہ حل کرنے کی ہمت نہیں ہے۔''

تسنیم ایک ہمدرد عورت اور ایک قابل سینئر سیکریٹری تھی۔ وہ لمبے قد کی تھوڑی بھاری بھرکم خاتون تھی جو تقریباً تیس سال کی ہونے والی ہوگی۔ اس کے چھوٹے بال اس کے گول چہرے اور پھولے پھولے گالوں کے گرد ہالہ بنائے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور وہ میرے سامنے سسکیاں لے رہی تھی۔ جب وہ آنکھوں کو ٹشو سے صاف کرتی تو اس کی موٹی انگلیاں اور نیل پالش کیے ہوئے لمبے ناخن اس کی آنسو بھری آنکھوں کو مزید اندر کی طرف دھکیل دیتے۔

تسنیم اپنی نوکری گنوانے پر بہت شکستہ دِل تھی۔ نچلے متوسط طبقے سے تعلق رکھنے کی وجہ سے نوکری سے نکلنا اس کے لیے ایک شدید دھچکا تھا۔ وہ پہلے ہی اپنے سسرال میں ایک روایتی بیوی کی زندگی گزارتے ہوئے بہت سی پریشانیاں برداشت کر رہی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک باصلاحیت پیشہ ور عورت بننے کی جدوجہد بھی

کررہی تھی۔ دو بچے ہونے کے باوجود اس نے یو این میں اپنا کیریئر بنانے میں کامیابی حاصل کرلی تھی۔ اسے اپنے گالم گلوچ کرنے والے شوہر اور ظالم سسرال کی وجہ سے اس نوکری پر رہنے کی سخت ضرورت تھی۔ اپنی عزتِ نفس اور دماغی طور پر متوازن رہنے کے لیے اسے اس ملازمت کی ضرورت تھی۔ نوکری سے نکالے جانا اس کے لیے اعصاب شکن تجربہ تھا۔ خاص طور پر اس صورت میں جب اس نے اپنی ذمے داریاں ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ اس کے لیے یہ دہرا دکھ تھا کہ جس شخص نے اسے برطرف کیا تھا وہ اس کا سپروائزر بھی نہیں تھا۔ اس نے اسے برطرف صرف اس لیے کیا کہ تسنیم نے اس شخص کی جنسی خواہشات کی تکمیل کرنے کی درخواست بار ہا ٹھکرادی تھی۔ سسکیوں کے درمیان اس نے مجھ سے پوچھا ''یہ نظام اتنا اندھا کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ کس طرح یہ سب کرنے کے بعد بھی بچ سکتا ہے؟''

میں طارق کی اس خاصیت سے اچھی طرح واقف تھی کہ وہ اپنے اختیار کا کس طرح ناجائز استعمال کرتا ہے لیکن یک طرفہ طور پر کسی کو برطرف کرنا تمام حدود پار کرگیا تھا۔ میں خود بڑبڑائی ''اگر وہ اس حرکت کے بعد بچ جاتا ہے اور اختیار کے ناجائز استعمال پر اس کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا جاتا تو ہم سب کا خدا ہی حافظ ہے۔''

میں اس وقت اپنے خیالات سے باہر آئی جب ایک خاتون نے مجھے سلام کرنے کے لیے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ میں نے اس کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ ورکشاپ میں لنچ کا وقفہ ہوا تھا۔ میں نے لمبا سانس بھرا اور لفٹ لے کر نویں منزل پر آگئی۔ اپنے دفتر پہنچ کر میں کرسی پر گرگئی اور روبوٹ کی طرح اپنی ضروری ای میل چیک کرنی شروع کردی۔

سعدیہ اور دیگر لڑکیاں کانفرنس ہال سے نکل کر لنچ کرنے کے لیے کیفے ٹیریا چلی گئی تھیں، اس لیے میں اپنے دفتر میں اکیلی تھی۔ اسی وقت تسنیم اندر آئی۔ اس نے نیلی شلوار قمیص پر بڑا سا دوپٹہ لیا ہوا تھا۔ وہ میری میز کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھیں رونے کی وجہ سے سوجی ہوئی تھیں اور اس کا چہرہ فکرمندی سے زرد پڑ گیا تھا۔ اس نے اس طرح بولنا شروع کیا جیسے جہاں کل بات ختم ہوئی تھی وہیں سے سلسلہ جوڑا ہو۔

''فوزیہ مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں؟ وہ مجھے اس بات کے لیے کہتا رہا کہ میں اس کے ساتھ جاؤں۔ فوزیہ میں ایک شادی شدہ عورت ہوں۔ ہم پاکستان میں رہتے ہیں، یہ یورپ نہیں ہے۔ اس آدمی کو کوئی شرم نہیں''۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ''اگر کوئی مجھے سڑک پر کچھ کہے تو میں اسے تھپڑ مار سکتی ہوں لیکن دفتر میں میں ایسا نہیں کرسکتی۔ وہ اتنا با اختیار ہے۔ میں نے صرف یہ کیا کہ نرمی سے اسے منع کردیا اور کہا کہ اس کا رویہ نامناسب ہے۔''

اس نے اپنا سر جھکایا اور میز پر رکھ دیا۔ اس نے بتایا کہ کس طرح سے طارق جنسی فقرے بول کر اس کی بے عزتی کرتا تھا۔ ایک مرتبہ جب رابرٹ شہر سے باہر تھا، طارق نے اسے اپنے دفتر بلایا۔ وہ اکیلے اس کے

پاس جانے سے ڈر رہی تھی اس لیے دروازے پر کھڑی رہی لیکن اس نے چیخ کر اسے اندر آنے کے لیے کہا۔ جب وہ کمرے میں چلی گئی تو طارق نے ایک عورت جسے وہ جانتی تک نہیں تھی کے ساتھ اپنے جنسی تعلقات کی تفصیل بتانی شروع کر دی۔ جب تسنیم نے اس سے پوچھا کہ کیا اسے کام کے سلسلے میں کچھ کہنا ہے تو طارق نے تمسخر اڑاتے ہوئے کہا کہ دو بچوں کی پیدائش کے بعد عورت بے کار ہو جاتی ہے۔ تسنیم کو معلوم تھا کہ اس کی بیوی کے بھی دو بچے تھے جبکہ تسنیم خود اپنے دوسرے بچے سے حاملہ تھی۔ اسے یقین نہیں تھا کہ وہ اس کے متعلق یا اپنی بیوی کے متعلق یہ کہہ رہا ہے لیکن وہ کمرے سے باہر آ گئی۔

بہت دفعہ طارق نے اسے کہا کہ وہ اس کی خاص دوست ہے اور وہ صرف اس کو ہی اپنی ذاتی باتیں بتا سکتا ہے۔ تسنیم نے بتایا کہ اس نے کبھی ایسا تاثر نہیں دیا کہ وہ طارق کی باتوں سے خوش ہو گئی ہے اور ہمیشہ اسے کہتی رہی ہے کہ اسے صرف کام کی باتوں سے دلچسپی ہے۔

تسنیم ایک مرتبہ پھر رونا شروع ہو گئی اور اپنے غصے اور دکھ پر نہ قابو پا سکی۔ وہ ایک ایسے آدمی کے سامنے بے بس تھی جو خود کو خدا سمجھتا تھا۔ اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا" مجھے اس بات پر غصہ آتا ہے کہ اس کی ہمت کیسے ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کی گفتگو ہم سے کرے۔ فوزیہ کیا تم اس پر یقین کر سکتی ہو؟ وہ خود کو جاگیر دار سمجھتا ہے اور ہم اس کے غریب کمّی ہیں جو اس کی زمینوں پر کام کرتے ہیں۔ وہ اقتدار کے نشے میں چور ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ وہ کچھ بھی کر کے بچ سکتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ کوئی بھی بات نہیں کرے گا۔''

سعدیہ ہوا کے جھونکے کی طرح کمرے میں آئی اور سینڈوچ کی ایک بڑی پلیٹ میری میز پر رکھ دی۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور اس نے مجھے سر کے اشارے سے کھانے کو کہا۔ اس نے مجھے کیفے ٹیریا میں نہیں دیکھا تو وہ سمجھ گئی کہ میں نے لنچ نہیں کیا۔ وہ میرے کھانے وغیرہ کے لیے میری ماں کی طرح فکرمند ہوتی تھی۔ اس نے کوک کی ایک بوتل کھولی اور اسے بھی میرے سامنے میز پر رکھ دیا اور تسنیم سے بولی ''تمھارے لیے بھی کچھ لے آؤں؟''

تسنیم نے کہا'' پلیز صرف ایک گلاس پانی''

سعدیہ فوراً اس کے لیے پانی لے آئی۔ سعدیہ بھی تسنیم کے مسئلے پر فکرمند تھی۔ جینڈریونٹ میں ہر کوئی اس کا مسئلہ جانتا تھا لیکن اس وقت سعدیہ اس بات پر فکرمند تھی کہ تسنیم کے اپنی باتیں بار بار دہرانے سے میں مایوس اور اداس ہو رہی ہوں۔

سعدیہ کمرے سے چلی گئی اور تسنیم نے اپنی بات جاری رکھی۔ اسی دوران مجھے یاد آیا کہ سعدیہ نے آ کر ورکشاپ کے دوبارہ شروع ہو جانے کی خبر مجھے دی تھی لیکن اس وقت میں نے اس پر توجہ نہ دی۔ تسنیم نے مجھے بتایا کہ جب وہ اپنے بچے کی پیدائش کی چھٹیوں کے بعد دفتر آئی تو طارق نے اسے رابرٹ کی سیکریٹری کے

عہدے سے ہٹا کر رنسے کے یونٹ میں پروگرام سیکریٹری لگا دیا تھا۔ اس نے ایسا اپنی مرضی سے بغیر کسی کو بتائے یا اطلاع دیے کیا تھا۔ تسنیم اس پر ناراض تھی لیکن اس نے اعتراض اس لیے نہیں کیا کہ اسے ملازمت کی سخت ضرورت تھی اور وہ کسی قسم کی لڑائی مول لینا نہیں چاہتی تھی۔

طارق کا بڑا حملہ تسنیم پر اس وقت ہوا جب اس نے ٹرانسپورٹ کی بس کے روٹ پر اعتراض کیا جس پر وہ دفتر آتی تھی۔ یو این ڈی پی یو این کے دیگر اداروں کے ساتھ ٹرانسپورٹ کا انتظام کرتی تھی۔ طارق نے ہدایات دیں کہ اس کی گرل فرینڈ کوثر کو دفتر سے واپسی پر سب سے پہلے گھر اتارا جائے اور صبح دفتر آتے ہوئے سب سے آخر میں لیا جائے۔ تسنیم کو ایک طرف کے سفر میں بس میں ایک گھنٹہ گزارنا پڑتا تھا۔ اس وجہ سے اس کے سسرال والوں کے ساتھ اس کے مسائل پیدا ہو گئے اور دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اپنے نوزائیدہ بچے کو اپنا دودھ بھی پلا رہی تھی۔ جب اس نے طارق سے درخواست کی تو اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ پھر اس نے یو این کی ٹرانسپورٹ کمیٹی کو باضابطہ شکایت بھیج دی۔ سوچ بچار کے بعد کمیٹی نے تسنیم کے حق میں فیصلہ دیا جس میں کہا گیا کہ بس جس کو صبح سب سے آخر میں لے گی اسے واپسی پر بھی سب سے آخر میں اتارا جائے گا۔ اس خبر سے طارق آگ بگولہ ہو گیا۔ اب طارق اسے صرف ایک ایسی عورت کے طور پر نہیں لے رہا تھا جس نے اس کی جنسی دعوتوں کو ٹھکرایا تھا بلکہ وہ ایک ایسی عورت بھی تھی جس نے طارق کے اختیار پر سوالات اٹھائے تھے۔

تسنیم نے کانپتی آواز میں کہا ''یہ آخری بات تھی جس پر وہ سخت ناراض ہو گیا۔ اس نے مجھے اپنے دفتر بلایا اور میری بہت بےعزتی کی۔ وہ چیختا چلاتا رہا۔ اس نے چیختے ہوئے کہا کہ تمھیں ہمت کیسے ہوئی کہ میرے حکم کے خلاف تم ٹرانسپورٹ کمیٹی کے پاس گئی؟ تمھیں مجھ پر اعتراض کرنے کی ہمت کیسے ہوئی؟ فوزیہ، وہ اتنی زور سے چیخا کہ میں ڈر گئی۔ خدا کی پناہ، کیا یہ ایک بین الاقوامی ادارے کا دفتر ہے؟''

میں نے اسے بار بار اپنی روداد سنانے سے روکنے کے لیے اس سے ہاتھ ملایا اور کہا۔

''اب تم کو میری بات سننی پڑے گی۔ یہ بہت اہم ہے۔''

وہ آگے کو جھکی اور میرے چہرے کو دیکھا جیسے میں اسے کوئی جادوئی حل بتانے والی ہوں جس سے اس کے سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔

میں نے کہا ''تسنیم میں بھی اسی شخص کے ظلم کا شکار ہوں وہ مجھے گزشتہ تین سالوں سے ہراساں کر رہا ہے۔''

اس سے قبل کہ میں کچھ اور بولتی اس کے چہرے پر شدید حیرانی کے ایسے تاثرات تھے جیسے اس نے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔ ''تم؟ مجھے پتہ ہے کہ وہ عورتوں سے چھیڑ خانی کرتا ہے لیکن مجھے یقین نہیں آ رہا کہ اس کی تم سے اس طرح بات کرنے کی ہمت ہو سکتی ہے۔''

''اس کی طرح کے مردوں کے لیے تمام عورتیں ایک جیسی ہوتی ہیں۔'' میں نے سخت آواز میں کہا۔"وہ ہمیں خود سے کمتر سمجھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ایسی مخلوق ہیں جو ان کو لبھانے کے لیے ہر وقت تیار رہنی چاہئیں۔ وہ جب بھی چاہیں ہم سے چھیڑ چھاڑ کر سکتے ہیں۔اور انھیں یقین ہوتا ہے کہ ہم کبھی بھی نہیں بولیں گی کیوں کہ ہمارے اندر ڈر اور خوف ہوتا ہے کہ اگر ہم بولیں تو پھر ہمارے کردار پر انگلیاں اٹھیں تو کیا ہوگا۔''

میں نے اپنی نظریں نیچی کیں اور اپنی کرسی سے کھڑی ہوگئی۔ میں نے اسے کہا کہ اس معاملے پر بات کرنا بہت مشکل ہے کیوں کہ ایسا بہت ڈھکے چھپے انداز میں کسی بات کی آڑ لے کر کیا جاتا ہے جیسے کہ سرکاری کام اور اس کی کوئی شہادت بھی نہیں ہوتی۔ حالانکہ مجھے شروع ہی سے معلوم ہے کہ وہ غلط کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود اس بارے بات کرتے ہوئے مجھے شرمندگی ہوئی جیسے کہ یہ میری ہی غلطی ہو۔

تسنیم نے پوچھا کہ اس نے میرے ساتھ کیا کیا۔ لمبی گہری سانس لی اور اسے بتایا کہ میرا سب سے بڑا خوف ہی یہی ہے کہ لوگ مجھ سے پوچھیں گے کہ اس نے میرے ساتھ کیا کیا کیوں کہ زنا بالجبر کے سوا دوسرا کوئی بھی مسئلہ لوگوں کے لیے مسئلہ نہیں ہوتا۔ مجھے ڈر تھا کہ لوگ اس بات کو سمجھ ہی نہ پائیں گے کہ میں کس عذاب سے گزری ہوں اس لیے میں نے اپنے اوپر قابو رکھا ہے لوگ جنسی حملہ کے خوف کو بھی شاید نہ سمجھیں۔تم نے اس حملے کے خوف کے ساتھ ہی نوکری کرنی ہوتی ہے۔

میں نے تسنیم کو وضاحت کی کہ ہم ان مردوں سے لڑتے ہیں جو اپنی بیویوں کو جلا دیتے ہیں، جو غیرت کے نام پر قتل کر دیتے ہیں، جو زنا بالجبر کرتے ہیں اور جو عورتوں کے چہروں پر تیزاب پھینک دیتے ہیں۔ان باتوں کے باوجود اب میں کسی کو کیسے بتا سکتی ہوں کہ جب میرا یہ سینئر مجھے کوئی سرکاری کاغذ دیتے ہوئے شہوت بھری مسکراہٹ کے ساتھ اپنی انگلیاں میرے ہاتھوں سے مس کرتا ہے تو مجھے کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ میں کیسے یہ سمجھاؤں کہ جب وہ مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں اس کی گرل فرینڈ کے ساتھ اس کے جنسی تعلقات کے بارے میں باتیں سنوں تو مجھے سخت کرب سے گزرنا پڑتا ہے۔ میں کیسے بتاؤں کہ نظام کا دباؤ، جس کی وجہ سے میں کچھ نہیں کہہ سکتی، مجھے اندر ہی مارے ڈالتا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ میں اپنی اس گہری مایوسی کا اظہار کبھی نہیں کر سکوں گی جو مجھے ایک ایسے ماحول میں کام کرتے رہنے پر ہوتی ہے جہاں ایک شخص کے پاس تمام طاقت ہے اور وہ اپنی شرائط پر میرے ہر ایکشن کو کنٹرول کر سکتا ہے۔

میں تسنیم کی طرف سے توثیق چاہتی تھی لیکن وہ میری بات کو پوری طرح نہ سمجھ سکی۔ میں نے اس کو اپنی ایک دوست کی کہانی سنائی جس نے اپنے شوہر سے طلاق لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ ہر کوئی اس سے پوچھتا رہا کہ اس کے شوہر نے کیا کیا ہے۔ کیا وہ بہت زیادہ شراب پیتا ہے؟ جوا کھیلتا ہے؟ دوسری عورتوں کے پاس جاتا ہے یا وہ اسے مارتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ان باتوں کے علاوہ کوئی دوسری وجہ نہیں ہوسکتی کہ دو بالغ لوگ اپنے راستے جدا کر لیں۔

میری دوست نے اپنے شوہر کے ساتھ پانچ سال گھٹن کے ماحول میں گزارے تھے جو اس کی زندگی کی ہر چیز پر قادر تھا۔ اسے کبھی اپنے لیے وقت یا جگہ نہیں مل سکی لیکن ہمارا معاشرہ صرف صاف ظاہر اور کھلے مسئلوں کو تسلیم کرتا ہے جیسا کہ تشدد، زنا، منشیات یا شراب پینا۔ یہ خیال کہ عورت کی ذہنی صحت اس تعلق سے بری طرح متاثر ہو سکتی ہے کوئی نہیں تسلیم کرتا۔

تسنیم نے معصومیت سے مجھ سے پوچھا ''تمھاری دوست کی طلاق کا ہمارے مسئلے سے کیا تعلق ہے؟''

میری آواز کانپنے لگی اور میں مزید کچھ نہ بولی۔ میں دیوار کی طرف مڑ گئی اور رو پڑی۔

میں اپنے آنسو پونچھ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ اپنا گلا صاف کیا اور کہا ''اب میں سوچ رہی ہوں کہ اگر ہم مل کر شکایت کریں تو شاید ہماری بات سنی جائے۔ میں اس کے متعلق سوچ رہی ہوں اور ابھی اور سوچنا چاہتی ہوں لیکن میں محسوس کرتی ہوں کہ اگر میں اپنی ہمت مجتمع کروں تو ہم دونوں مل کر یہ کام کر سکتے ہیں۔''

اس نے لمبی آہ بھری اور افسردگی سے بولی ''میں نے اس کے گندے لطیفے سنے ہوتے اور اس کے ساتھ چائے پیتی تو مجھے اس سے عنایات مل رہی ہوتیں اور یہ سزا نہ ملتی۔ کیا رابرٹ اندھا ہے؟ اس شخص نے رابرٹ اور اس کے دفتر پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔ وہ شادی شدہ عورتوں کو بھی نہیں بخشتا اور نہ ہی حاملہ عورتوں کو۔''

ہم دونوں رو دیں۔ ہمیں معلوم تھا کہ لوگ جسمانی تشدد کو زخم دیکھ کر آسانی سے پہچان لیتے ہیں لیکن دماغ اور روح پر لگے ہوئے زخموں کو دیکھنا مشکل ہوتا ہے۔ بسا اوقات یہ زیادہ شدید ہوتے ہیں۔ ہم کو اس لیے بھی رونا آیا کہ ہم نے کسی کو اتنی طاقت دے دی ہے کہ وہ جب بھی چاہتا ہے ہماری بے عزتی کر دیتا ہے۔ ہم پڑھی لکھی ملازمت پیشہ خواتین تھیں، ناتجربہ کار لڑکیاں نہیں۔ پھر بھی ایک سازشی شخص نے طاقت کا ایک ایسا جال بُن دیا تھا کہ ہم اپنی مدد کرنے کے قابل بھی نہیں تھے۔ میں تسنیم سے بات کرتی رہی اور اس کی توجہ اپنے آئندہ اقدام پر مرکوز کرنے کی کوشش کی۔ میں ان خطرات پر بات کرنے لگی جو ہمیں ایک مشترکہ شکایت کرنے پر پیش آ سکتے ہیں۔

تسنیم کے دفتر سے جانے کے بعد میں دوبارہ اپنے کمپیوٹر پر گئی اور ایک نئی فائل کھول کر لکھنا شروع کیا۔ میں یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ میں طارق کے رویے کو لکھ سکتی ہوں۔ یہ خوف موجود رہا کہ کوئی بھی میرے کرب کو اور بے یارومددگار ہونے کو نہیں سمجھ سکے گا۔

میں نے با آواز بلند خود کو یقین دلایا ''مجھے اپنے انسانی حقوق کے لیے ایسا کرنا ہے۔ آج کا دن اس بات پر توجہ مرکوز کرنے کا دن ہے کہ کس طرح میرے انسانی حقوق پامال ہو رہے ہیں اور میں اس بارے کیا کر رہی ہوں۔'' اپنی آواز سن کر مجھے طاقت ملی اور میں نے دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھا۔ یہ وہ وقت تھا جب بڑی ریلی نکلنے والی تھی۔ میں لفٹ سے گراؤنڈ فلور پر گئی۔ اتفاق سے میری تین ساتھی جو ورکشاپ میں شریک تھیں،

وہ بھی میرے ساتھ ہوگئیں۔انھوں نے مجھے بتایا کہ ورکشاپ ختم ہونے والی ہے۔

ہم چاروں عمارت کے سامنے آ گئے جہاں دیگر بہت ساری دوست بینر وغیرہ لے کر کھڑی تھیں۔ایک دوست نے مجھے گلے لگایا اور میرے ہاتھ میں ایک پلے کارڈ تھما دیا۔اس پر لکھا تھا ’’خواتین کے حقوق بھی انسانی حقوق ہیں۔‘‘ وہاں تقریباً 500 لوگ جمع تھے۔ریلی کے شور میں مجھے رعنا کا ٹیلی فون آیا جس نے اطلاع دی کہ طارق نے میری ورکشاپ سے غیر موجودگی پر رابرٹ اور ہارومی کے سامنے بہت ہنگامہ کیا۔ میں اس وقت طارق کے حملوں کے بارے میں نہیں سوچنا چاہتی تھی اس لیے میں اس پرامن جلوس کے ساتھ اس راستے پر چلتی رہی جو پارلیمنٹ ہاؤس کی جانب جاتا تھا۔

ریلی پارلیمنٹ کے سامنے رکی اور ریلی میں بہت جوش وخروش تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ مجھ میں طاقت آ گئی ہے اور مجھے محسوس ہوا کہ میں جانتی ہوں کہ میرا اگلا قدم کیا ہوگا۔ مجھے پتہ تھا کہ میں باضابطہ طور پر شکایت کروں گی۔ میں دفتر واپس گئی اور اس درخواست پر کام کرنا شروع کیا جو طارق خان کے خلاف ہماری شکایت کا پہلا مسودہ تھا۔

انسانی حقوق کے دن کی مناسبت سے یونائیٹڈ نیشن انفارمیشن سینٹر میں شام کو رابرٹ نے تقریر کرنی تھی۔ یہ ایک چھوٹا سا پروگرام تھا لیکن یو این کی ایجنسیوں کی جانب سے منعقد کیا جانے والا واحد پروگرام تھا۔تمام مقامی صحافی اور اہم شخصیات اس میں شرکت کے لیے آئیں لیکن سب سے جوشیلی مقرر پاکستان میں انسانی حقوق کی مشہور کارکن عاصمہ جہانگیر تھی۔ وہ بہت اچھا بولیں اور اس طرف اشارہ کیا کہ یو این ایجنسیوں کو انسانی حقوق کے متعلق اپنے اندر کے حالات کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ میں اس تبصرے پر بہت خوش تھی کہ کسی نے یہ بات نوٹ کی تھی۔ وہ ادارے جو دنیا کو انسانی حقوق کا ایجنڈا دیتے ہیں وہ اپنے اوپر بھی نظر دوڑائیں۔

میں امید کر رہی تھی کہ سیمینار کے بعد رابرٹ سے بات کروں گی اور اسے بتاؤں گی کہ میں ورکشاپ کے دوسرے حصہ میں کیوں غیر حاضر تھی۔ جب وہ ہال سے لان کی طرف آیا تو میں اس کی توجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی جہاں شرکا کے لیے چائے وغیرہ کا انتظام تھا۔

میرے ہیلو کہنے پر ہی وہ مجھ پر چڑھ دوڑا۔ وہ چیخ رہا تھا کہ میں نے ہارومی کو اپنی غیر حاضری سے کیوں مطلع نہیں کیا اور پہلے ہی کیوں نہ بتایا کہ انسانی حقوق کے دن کے موقع پر میری سرگرمیوں اور ورکشاپ کے اوقات میں ٹکراؤ ہے۔

میں نے اسے بتایا کہ اوقات میں کوئی ٹکراؤ نہیں تھا۔امن مارچ شام چار بجے کے بعد شروع ہوا۔ میں نے بتایا کہ میں کسی وجہ سے بہت پریشان تھی اور ورکشاپ میں شرکت کرنے کے قابل نہیں تھی۔ میں نے اسے یقین دلایا کہ میں اپنے دفتر میں تھی اور کسی دوسرے پروگرام میں شرکت نہیں کر رہی تھی۔ میں نے بتایا کہ میں

اتنی پریشان تھی کہ میں اس ورکشاپ میں شرکت نہیں کر سکی تھی۔ میں نے اسے یہ بھی بتایا کہ میری پوری ٹیم ورکشاپ کے اختتام تک وہاں موجود تھی۔

وہ سننے کے موڈ میں قطعی نہیں تھا۔اس نے میری کہی ہوئی کسی بات کا جواب نہیں دیا اور مجھ پر حملے جاری رکھے۔ جیسے جیسے وہ بات کرتا گیا اسے مزید غصہ آتا گیا کیوں کہ میں بڑے اعتماد سے اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔

ان تلخ باتوں کے بعد رابرٹ اور میں جدا ہو گئے۔ میرا ارادہ دفتر واپس جانے کا تھا کیونکہ مجھے بہت سارے کام ختم کرنے تھے جو دن کے وقت میں نہ کر سکی تھی لیکن رابرٹ کی جانب سے بات نہ سمجھنے کی وجہ سے میں بددل تھی اور میں سیدھی گھر چلی گئی۔ان دنوں عام طور پر میں رات دس بجے تک دفتر میں کام کرتی تھی لیکن اس روز میں نے خود سے کہا ''میں اس دفتر کے لیے کیوں اتنا کام کروں جس کا رویہ مجھ سے اتنا خراب ہے؟''

میری والدہ کو محسوس ہو گیا کہ میں پریشان ہوں اس لیے وہ میرے کمرے میں آئیں اور بستر پر میرے برابر بیٹھ گئیں۔ جب میں نے اپنی روداد سنائی اور روتی رہی تو انھوں نے میرا ہاتھ پکڑے رکھا۔ میں نے انھیں بےعزتی کی تفصیلات نہیں بتائیں۔

''تمھارے دفتر میں لوگ نہیں سمجھ سکے کہ تم پاکستان میں کیا کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔ زیادہ تر لوگ صرف ملازمت کرتے ہیں اور ان میں احساس نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ وہ تمھارے عزم کی استقامت کو نہیں سمجھ سکتے۔ان سے زیادہ توقع نہ رکھو۔ وہ ایک دوسری سطح پر کام کرتے ہیں۔''

میں نے انھیں طارق کے خلاف شکایت کرنے کے اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔انھوں نے میری پیشانی پر پیار کیا اور کہا ''بالکل ایسا کرو۔ تمھیں کس چیز کا خوف ہے؟ کیا تمھیں اس بات کا ڈر ہے کہ تمھاری ملازمت ختم ہو جائیگی؟ اگر ایسا ہی ہے تو ہونے دو۔ تمھیں اپنے ملک کے لیے کام کرنے کے دیگر مواقع ملیں گے۔تم ویسے بھی بہت سارے اداروں کے ساتھ کام کر رہی ہو''۔ان کے آخری تبصرے پر میں ہنس پڑی۔

میں بولی ''ہاں میں اس شخص کی شکایت کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے پاکستانی خواتین کے لیے کام کرنا ہے اور میں خود بھی ان میں شامل ہوں۔ مجھے اپنے مسئلے خود حل کرنے ہیں۔ مجھے اپنے حقوق کے لیے بھی کام کرنا ہے۔''

میری والدہ کی حمایت میرے لیے بڑے اطمینان کا باعث تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ اس قسم کی رپورٹ درج کروانے کے بعد میرے لیے اس معاشرے میں رہنا مشکل ہو جائے گا لیکن میری والدہ اور میری فیملی کی حمایت میرے لیے بہت مددگار ہوگی۔

سوچ بچار کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچی کہ میری وفاداری رابرٹ یا اس کے دفتر کے لیے نہیں بلکہ یو این

کے مقاصد کے ساتھ ہے اور اس بات سے ہے کہ وہ مقاصد پاکستانی عورتوں کے لیے کیا اہمیت رکھتے ہیں۔ اچانک میں اٹھی اپنے جوتے پہنے، جیکٹ پہنی اور کار کی چابیاں لے کر باہر آ گئی۔ میری والدہ میرے پاگل پن کو دیکھتی رہیں۔

دفتر کا چوکیدار مجھے دیکھ کر مسکرایا۔ میں نے اس سے لائٹیں جلانے کو کہا۔ اپنی شکایت کو وہیں سے لکھنا شروع کیا جہاں سہ پہر کو میں نے اسے چھوڑا تھا۔ میں آدھی رات تک کام کرتی رہی۔ میرا یہ خوف کہ اس کے خلاف شہادتیں نہیں ہیں اور میں ثابت نہ کر سکوں تو میری کیا بے عزتی ہو گی بالکل ختم ہو چکا تھا۔ میں واضح طور پر دیکھ رہی تھی کہ میں خود سے سچی رہوں گی اور پاکستانی ملازمت پیشہ خواتین کے ساتھ ایمانداری برتوں گی۔

باب:33

شکایت درج کرانے کے لیے اکٹھا ہونا

جب میں نے ایک موقف پر ڈٹ جانے کا فیصلہ کرلیا تو خود کو طاقت ور بھی محسوس کیا اور ہلکا پھلکا بھی۔ اگلے روز تسنیم کو میں نے خوشی سے بتایا کہ میں طارق کے خلاف باضابطہ طور پر شکایت کرنے کے لیے تیار ہوں۔ وہ بھی اطمینان سے مسکرادی۔

نبیلہ طارق کے ہاتھوں بے عزتی کے بعد بہت تکلیف میں تھی۔ اس نے بھی شکایت کرنے والوں میں شامل ہونے کا فیصلہ کرلیا۔ وہ طارق کے رویے کے خلاف عرصے سے سلگ رہی تھی اور اب اسے اپنے لیے آواز اٹھانے کا موقع مل گیا تھا۔ البتہ اسے فکر تھی کہ یہ شکایت اس کے اپنے شوہر کے ساتھ تعلقات پر، جو پہلے ہی اتار چڑھاؤ کا شکار رہتے تھے، کس طرح اثر انداز ہوگی تاہم اسے یقین تھا کہ وہ اس شکایت میں شامل ہونا چاہتی ہے۔ اسے پختہ یقین تھا کہ ایسے بے شرم آدمی کا احتساب یواین کے نظام کے اندر ہی ہونا چاہیے۔ لیلیٰ بھی ہمارے ساتھ شامل ہونا چاہتی تھی۔ وہ طارق کے جنسی اشارے سن سن کر تھک چکی تھی۔

یہ خبر سرگوشی کے انداز میں ایک دوسرے تک پہنچی۔ ہم نے صرف ان لوگوں کو بتایا جن کے متعلق ہمیں معلوم تھا کہ انھوں نے طارق کے ہاتھوں تکلیف برداشت کی ہے۔ وہ تمام عورتیں جو اس شکایت کے لیے ہمارے ساتھ شامل، ہوئیں انھیں اس معاملے کے بارے میں علیحدہ علیحدہ معلوم ہوا۔ ہر ایک نے بہت سنجیدگی سے سوچا کہ اس کی وجہ سے ان کے خاندان اور ان کی ملازمت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

سعدیہ شامل ہونا چاہتی تھی لیکن جھجک رہی تھی کہ اس کا خاندان کیا سوچے گا۔ اس کے ماحول میں عورت ہی ہمیشہ قصوروار ہوتی ہے۔ اسلام آباد آنے کے لیے اس نے اپنی فیملی کی جس مزاحمت کا سامنا کیا تھا اس کے بعد دفتر میں اٹھنے والے کسی بھی مسئلے کو سکینڈل ہی سمجھا جائے گا اور اس کے خاندان والے اسے مجبور کریں گے کہ وہ واپس چلی آئے۔ اس نے اس بارے میں سوچنے، اس پر اپنی ہاسٹل کی ساتھیوں سے بات کرنے اور مختلف آپشنز پر غور کرنے کے لیے وقت لیا۔ جب وہ واپس آئی تو بہت پر اعتماد تھی اور ہمارے ساتھ شامل ہونا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی حوصلہ شکنی کی کوشش کی کیونکہ مجھے یقین نہیں تھا کہ اس نے ان تمام نتائج کے بارے

میں سوچ لیا ہوگا جو ہمیں پیش آ سکتے ہیں۔ طارق جوابی کارروائی کر سکتا تھا۔ یہ سارا عمل ایک طویل اور پیچیدہ قصہ بھی بن سکتا تھا۔ میں سعدیہ کے بارے میں اپنے سے کہیں زیادہ فکرمند تھی۔ سعدیہ کو بہت شدت سے احساس تھا کہ اتنے سینئر آدمی کو اس جیسی جونیئر لڑکی کو خوفزدہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ ڈٹی ہوئی تھی کہ ادارے کو اس کے رویے کے متعلق بتائے گی۔ اس نے مجھے یہ بتا کر حیران کر دیا کہ طارق نے اس سے اور موقعوں پر بھی رابطہ کیا تھا اور وہ طارق سے بہت زیادہ پریشان اور خوفزدہ تھی۔

سعدیہ نے پوچھا کہ کیا وہ اس شکایت کے بارے شیبا سے بات کر سکتی ہے۔ شیبا ہمارے یونٹ میں انٹرن (زیرِ تربیت) تھی اور سعدیہ کے بہت قریب تھی۔ میں نے سعدیہ کو کہا کہ اس مسئلہ پر بات کرنے میں بہت زیادہ محتاط رہے کیوں کہ ہم نہیں چاہتے کہ شکایت کی شروعات ہی میں معاملات بے قابو ہو جائیں۔

شیبا ایک بہت پر اعتماد، خوبصورت نوجوان پشتون لڑکی تھی جس کے خیالات بڑے ماڈرن تھے۔ افغانستان کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اس کی خاندانی اقدار بادشاہت اور لبرل ازم کا امتزاج تھیں۔ اس کا رویہ سادہ اور دماغ بہت تیز تھا۔ طارق نے، حسبِ معمول، اس کے ساتھ بھی دوستی کی کوشش کی لیکن اس نے ایک شادی شدہ جوان بچوں کے باپ کو درخورِ اعتناء نہیں سمجھا۔ جب اس نے طارق کی پیش قدمی کو ٹھکرا دیا تو طارق اس پر دباؤ ڈالنے لگا۔ ان دنوں وہ اتنی زیادہ گالی گلوچ اور تشدد نہیں کرتا تھا جتنا وہ بعد میں کرنے لگا تھا۔ لیکن اس نے شیبا کے لیے انتظامی مسائل پیدا کرنے کے لیے وہ سب کچھ کیا جو اس کے بس میں تھا۔ وہ اس بارے میں بہت تلخی سے بات کرتی تھی اور اس نے کہا کہ وہ کبھی بھی طارق کو جنسی طور پر ہراساں کرنے پر معاف نہیں کرے گی۔ وہ بھی شکایت کرنے کے لیے ہمارے گروپ میں شامل ہو گئی اور خوش تھی کہ بالآخر طارق کا احتساب ہو سکے گا۔

رنسے نے اپنی روداد چینڈ ریونٹ کے کچھ لوگوں کو بتائی۔ جب طارق نے تسنیم کو بلا کسی وجہ کے برطرف کر دیا تو اسے بہت تکلیف پہنچی تھی۔ جب اس نے طارق سے شکایت کی تو وہ اس کے ساتھ بری طرح پیش آیا۔ رنسے آگ بگولہ تھی کہ طارق نے اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا جو بچوں سے کیا جاتا ہے اور اسے ڈانٹا کیونکہ وہ ایک عورت تھی۔ رنسے نے ممکنہ نتائج اور شہادتوں پر غور وفکر کر کے شکایت میں ہمارے ساتھ شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔

مجھے اس بات سے تقویت مل رہی تھی کہ لوگ ہمارے ساتھ شامل ہو رہے تھے کیونکہ میں سمجھتی تھی کہ اس سے ہمارا کیس مزید مضبوط ہو رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ مجھے ایک نئی ذمے داری کا احساس ہوا۔ لوگوں میں اکٹھے ہونے کا حوصلہ تھا کیونکہ ان کا اعتماد میری رہنمائی کی وجہ سے بڑھ رہا تھا۔ انھیں معلوم تھا کہ میں نے پالیسی پڑھی ہے اس لیے میں اچھی حکمتِ عملی بنا سکتی ہوں۔ میں گھبرائی تو نہیں لیکن میں صاف دیکھ رہی تھی کہ

اس مقدمے کو آگے بڑھانے کی ذمے داری کا بوجھ مجھ پر ہی ہوگا۔ تاہم میں نے سب کو بتایا کہ یہ ہم سب کی مشترکہ ذمے داری ہوگی اور ہم سب کو شروع ہی سے نتائج کے بارے میں پوری طرح سے تیار رہنا ہوگا۔

میں نے ان سب کو بلایا جو اس شکایت میں شامل ہونا چاہتی تھیں اور کہا کہ ہمیں یہ بات واضح طور پر تحریر کرنی ہوگی کہ ہماری شکایات کیا ہیں۔ جب ہم یہ تحریر کرلیں گے تو پھر میں اس شکایت کا تعارف لکھوں گی اور اس دستاویز کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے ہم سب کو ساتھ مل کر کام کرنا ہوگا۔

دو روز بعد تسنیم میرے پاس آئی اور دو خواتین نگین اور غزالہ کے متعلق بتایا کہ وہ بھی طارق کی شکایت کر رہی ہیں۔ وہ چاہتی تھی کہ میں ان لڑکیوں کو بھی اس شکایت کے متعلق بتاؤں لیکن میں اپنے اس گروپ کو بڑھانے کے بارے میں مطمئن نہیں تھی کیوں کہ مجھے ڈر تھا کہ طارق کو ہماری جانب سے باقاعدہ شکایت جمع کرانے سے قبل ہی بھنک پڑ جائے گی۔ اس کے علاوہ میں ان سب کا بوجھ نہیں اٹھانا چاہتی تھی۔ تسنیم نے اصرار کیا کہ میں ان سے ان کے مسائل کے بارے میں بات کروں یا کم از کم اس بات کی اجازت دوں کہ وہ مجھ سے فون پر بات کرلیں اگر وہ ہمارے گروپ میں شامل ہونا چاہیں۔ میں ہچکچاتے ہوئے رضامند ہوگئی۔

نگین ماحولیات یونٹ میں سیکریٹری تھی۔ وہ تیس کے پیٹے میں تھی اور دو بچوں کی ماں تھی۔ اس کا تعلق ایک روایتی خاندان سے تھا اور وہ اپنے سر کو حجاب سے ڈھک کر رکھتی تھی جو ظاہر کرتا تھا کہ وہ مذہبی خاتون ہے۔ نگین طارق پر اس لیے غصہ تھی کہ وہ اس پر تضحیک آمیز تبصرے کرتا تھا، پہلے اس کے حجاب کا مذاق اڑاتا تھا اور اس کے بعد جنسی تبصرے کرتا تھا۔ جب بھی طارق اس کے یونٹ جاتا تھا وہ حجاب والی خواتین کے متعلق جنسی لطیفے سناتا تھا۔ دیگر لوگ ہنسی ٹھٹھے میں اس کا ساتھ دیتے تھے اور وہ اس پر بے عزتی محسوس کرتی تھی۔

چونکہ طارق آپریشنز کا سربراہ تھا اس لیے نگین نے طارق سے کہا تھا کہ خواتین کے لیے نماز پڑھنے کی جگہ مختص کی جائے جہاں وہ اطمینان سے اپنی عبادت کرسکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے طارق سے خواتین کے لیے علیحدہ باتھ روم کا مطالبہ بھی کیا تھا۔ طارق نے اس کے جواب میں دیگر بہت سارے لوگوں کے سامنے اس کا مذاق اڑایا اور حجاب والی خواتین کے متعلق لطیفے سنائے۔ نگین کو خاص طور پر جس بات پر غصہ تھا وہ طارق کا دوسرے لوگوں کے اوپر مکمل اختیار تھا۔ یو این میں کام کرنے والے بہت سارے ساتھی یہ دیکھتے تھے کہ طارق اس کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے لیکن کسی میں اتنی جرأت اور تمیز نہیں تھی کہ اسے کچھ کہہ سکے بلکہ وہ اس کے گندے اور توہین آمیز لطیفوں پر ہنسنے پر مجبور تھے۔

میں نے نگین سے کہا کہ وہ شکایت کرنے کے متعلق احتیاط سے سوچ بچار کرلے کیوں کہ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ اس کی ذاتی اور پیشہ ورانہ زندگی پر اس کے کیا اثرات ہو سکتے ہیں۔ وہ طارق کی شکایت کرنے کے متعلق کئی ماہ سے سوچ رہی تھی لیکن اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ یہ موقع حاصل ہونے پر ہماری

بے حد شکر گزار تھی۔

میں نے سب سے کہا کہ وہ ان لوگوں کے متعلق سوچیں جو ہمارے حق میں گواہی دے سکیں لیکن ایسے لوگوں کی نشان دہی کرنا مشکل کام تھا۔ طارق گندے تبصرے ہمیشہ اپنے دفتر میں اس وقت کرتا تھا جب صرف اس کے اپنے بندے ارد گرد ہوتے تھے اور ہمارا سب کا خیال تھا کہ جن لوگوں نے اس کے جنسی تبصرے سنے ہیں وہ اس کے خلاف کھڑے ہونے پر تیار نہیں ہوں گے۔ میں نے حکمتِ عملی سے سوچنے کی ضرورت پر زور دیا۔ میں نے سب سے کہا کہ یاد کریں کہ اس نے کیا کہا، کس وقت کہا، کس تاریخ کو کہا تاکہ ہم ان واقعات کی درست تصویر پیش کر سکیں۔ میں چاہتی تھی کہ سب خاموشی سے بیٹھ کر ان واقعات کے متعلق احتیاط سے سوچیں اور امید کر رہی تھی کہ انھیں یاد آ جائے کہ ان مواقع پر کون موجود تھا اور اس طرح ہمیں کوئی گواہ مل جائے۔

شیبا نے راشیل سے بات کی تھی۔ وہ رابرٹ کی اسسٹنٹ تھی۔ وہ ایک شائستہ اور شرمیلی لڑکی تھی جو رابرٹ کی بہت عزت کرتی تھی۔ راشیل ہمارے ساتھ آنے میں ہچکچا رہی تھی لیکن اس نے تسنیم سے کہا تھا کہ وہ اس کے متعلق سوچ رہی ہے۔ تسنیم کو پتہ تھا کہ راشیل ہمارے ساتھ شامل ہونا چاہتی ہے لیکن وہ دودِلی کا شکار تھی۔ تسنیم نے مجھے کہا کہ اسے قائل کروں لیکن میں نے انکار کر دیا۔ میں راشیل کو نہیں جانتی تھی اور اس کے علاوہ میں چاہتی تھی کہ وہ خود اپنا فیصلہ کرے۔

کچھ روز میں غزالہ ہمارے ساتھ شامل ہونے کے لیے میرے پاس دفتر آئی۔ میں اپنے شکایتی خط پر نظر ثانی کر کے جذباتی باتیں حذف کر رہی تھی تاکہ یہ خط بالکل پیشہ ورانہ نظر آئے۔ وہ طارق کو گالیاں دیتی میرے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے بہت سختی سے کہا

''اگر مجھے اپنے خرچ پر نیویارک بھی جانا پڑا تو میں جاؤں گی۔ اس سؤر کو اس کی اوقات پر لانا ہوگا۔ اس کا خیال ہے کہ دفتر کی تمام عورتیں اس کی ملکیت ہیں۔''

طارق ہمیشہ اس کے ساتھ حد سے بڑھنے کی کوشش کرتا تھا۔ بے تکلفانہ بات چیت کرتا اور یہ ظاہر کرتا جیسے وہ بہت قریبی دوست ہیں۔ غزالہ نے طارق کو ہمیشہ ایک مصیبت ہی سمجھا تھا۔ کبھی کبھی وہ اس کے گھر رات کو فون کرتا اور اس سے جنسی گفتگو کرتا تھا۔ اس نے غزالہ کی ترقی کو یوں ظاہر کیا جیسے یہ اس کی ذاتی مہربانی کی وجہ سے ہوئی ہے اور بڑے اصرار سے اس کا صلہ مانگتا رہا۔ وہ غزالہ کو دفتر کے اوقات کے بعد ملنے کا کہتا رہا اور اس نے نئے عہدے کی ذمے داریاں سمجھانے کا بہانہ بنایا۔ غزالہ اس سے بچنے کی کوشش کر رہی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ کسی نہ کسی بہانے اس کے گھر فون کرنا ایک تکلیف دہ معمول بن چکا تھا۔

''مجھے نہیں معلوم کہ میں اتنے عرصے تک اسے کیوں برداشت کرتی رہی۔ مجھے خوشی ہے کہ کوئی تو اس بارے کچھ کر رہا ہے۔ میں ہر دم تمھارے ساتھ ہوں'' اس نے کمرے سے جانے سے قبل کہا۔

میں نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے کہا ''یاد رکھو ہم سب اس میں اکٹھے ہیں۔''

صرف ایک خاتون جس سے میں نے یہ پوچھنے کے لیے رابطہ کیا کہ کیا وہ ہمارے گروپ میں شامل ہونا چاہتی ہے وہ ماحولیات یونٹ میں سینئر پروگرام افسر تھی۔ تسنیم نے مجھے بتایا تھا کہ وہ خاتون طارق کے رویئے سے بہت ناخوش تھی۔ چونکہ ہمارے گروپ میں کوئی بھی اسے اچھی طرح نہیں جانتا تھا اس لیے میرے اوپر اسے اس شکایت کے متعلق بتانے کی ذمے داری عائد ہوئی۔ میں نے اسے مختصراً بتایا اور وہ جان گئی کہ میرا کیا مطلب ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس کے لیے طارق کا رویہ ناقابلِ برداشت ہے لیکن وہ یو این میں اپنا مستقبل بنانا چاہتی ہے۔ وہ ہمارے ساتھ شامل ہونا نہیں چاہتی تھی اور اس نے ہم سب کو خبردار کیا کہ جو کوئی بھی شکایت کرے گا اس کا یو این میں کوئی مستقبل نہیں ہوگا۔ مجھے نہیں معلوم یہ دوستانہ مشورہ تھا یا اس کے اپنے خدشات کا اظہار تھا لیکن میں نے اس سے شامل ہونے کے لیے اصرار نہیں کیا۔

راشیل نے سب سے آخر میں شمولیت کی۔ جب سے وہ پاکستان آئی تھی طارق اس کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ اس کے مطابق طارق نے ایسے تبصرے کیے جو کہ پیشہ ورارنہ ماحول میں نامناسب تھے۔ حقیقت میں اس نے بہت دفعہ جنسی گفتگو کی تھی اور اس کے لیے اپنی ازدواجی زندگی کی خرابی کا بہانہ بنایا تھا۔ طارق نے اسے یقین دلایا تھا کہ وہ اس کی خاص دوست ہے اور وہ اسے اپنے دکھڑے سناتا تھا۔ راشیل کو بہت کوفت ہوتی تھی لیکن اسے پتہ نہیں تھا کہ اسے کیسے روکے۔

راشیل کو اپنی شکایت لکھنے میں بہت مشکل ہوئی۔ اس کے لیے یہ بیان کرنا دشوار تھا کہ طارق ایک طرف مددگار ساتھی تھا اور دوسری طرف ایک ایسا آدمی جو اس کی سادگی سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ طارق نے اس کے ذہن کو گنجلک کر دیا تھا۔ اس نے ہمارے گروپ کو اپنے اس کنفیوژن کے متعلق بتایا۔ میں تشدد کے مسائل پر ایک طویل عرصے سے کام کرتی آرہی تھی اس کی بات چیت سے مجھے وہ بچے یاد آئے جو جنسی زیادتی کا شکار ہوتے ہیں اور اپنے ساتھ زیادتی کرنے والوں کو ایک طرح سے بچانا چاہتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ خود بھی اس کا الزام اپنے سر لے لیتے ہیں کیوں کہ زیادتی کرنے والا ان پر بہت اعتماد کرتا ہے اور ان کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے خود کو مظلوم بنا کر پیش کرتا ہے۔ میں نے سوچا کہ اسے اپنے احساسات درست کرنے ہوں گے اور مجھے یقین نہیں تھا کہ وہ ایسا کر سکے گی کیونکہ اس کے ذہن میں اب بھی یہ سوال تھا کہ طارق کیا کر رہا تھا۔ وہ ہمارے گروپ میں سب سے کمزور کڑی تھی۔ مجھے یہ فکر بھی تھی کہ وہ رابرٹ کے بہت قریب تھی مجھے ڈر تھا کہ اس پر ہمارے منصوبے کے متعلق بتانے کے لیے دباؤ ڈالا جا سکتا ہے۔ ہم نہیں چاہتے تھے کہ شکایت درج کرا دینے سے قبل اس کو ہمارے ارادے کا پتہ چل جائے۔

ہم سب نے اپنے گھر والوں سے بات کی تاکہ ان کی حمایت کا اندازہ لگا سکیں۔ کچھ لوگوں کے لیے ان

کے شوہروں کا راضی ہونا بہت اہم تھا۔ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے شوہروں کو قائل کرنے میں کامیاب ہوگئیں۔ انھوں نے کیس کے بارے میں عمومی بات کی اور یہ زیادہ نہیں بتایا کہ طارق ان کے ساتھ کیا کرتا رہا ہے۔

ہم نے ایک گروپ کی صورت میں ایک دوسرے سے ملنا شروع کر دیا۔ میں چاہتی تھی کہ شکایتی خط کی تیاری میں سب لوگ حصہ لیں۔ میں نے اس بات پر زور دیا کہ اپنی شکایت میں وہ ہراساں کرنے کے انداز کے متعلق لکھیں تاکہ گروپ کی حیثیت سے شکایت کا جواز بن سکے۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ اپنی شکایت میں رابرٹ کے طارق سے قریبی تعلق کا حوالہ دے کر واضح کریں کہ ہمیں اس بارے میں خدشات ہیں۔ اسی وجہ سے ہم نے طارق کے بارے اس سے قبل شکایت نہیں کی تھی۔ جب ہمیں یو این کی جنسی طور پر ہراساں کرنے کے خلاف پالیسی کے متعلق علم ہوا تو ہمیں ہمت ہوئی اور اس پالیسی کو اپنی شکایت کے لیے رہنما بنایا۔ میں نے شکایت کا مسودہ بنایا۔

پال ملک سے باہر تھا۔ جب وہ واپس آیا تو میں اس سے ملاقات کے لیے اس کے گھر گئی۔ وہ مجھے دیکھ کر خوش ہوا لیکن جب میں نے اسے طارق کے خلاف شکایت کرنے کے فیصلے سے آگاہ کیا تو اس کے چہرے پر فکر کے آثار نمودار ہوئے۔ میں نے اسے بتایا کہ یہ شکایت کرنا میرے لیے کتنا اہم ہے۔ اس نے اپنا بازو میرے گرد حمائل کیا اور اپنی حمایت کا اظہار کرنے کے لیے میرا کندھا تھپتھپایا۔ میں نے اپنے شکایتی خط کا خاکہ اس کو بتایا اور اس نے مجھے بہترین مشورے دیے اور مجھے کہا کہ میں اپنی شکایت میں پالیسی اور انتظامی امور کے میمو کا حوالہ دوں تاکہ پالیسی کی خلاف ورزی اچھی طرح ظاہر ہو سکے۔

مجھے ہر وقت چوکنا رہنا پڑتا تھا۔ تمام خواتین طارق سے بدلہ لینے کے لیے پرجوش تھیں۔ میں ان کی حمایت کرتی تھی لیکن انھیں سبز باغ نہیں دکھاتی تھی کہ ہماری شکایت کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ میں طارق اور رابرٹ کے گٹھ جوڑ کا توڑ سوچتی رہتی تھی۔ اپنی ساتھیوں سے میرا کہنا تھا کہ اپنے واقعات کی تاریخ، وقت، گفتگو، گواہ وغیرہ کے متعلق تفصیل سے سوچیں۔ ادھر میں نیویارک میں متعلقہ لوگوں کا کھوج لگانے میں بھی سرگرداں تھی۔ کبھی کبھی مجھے لگتا تھا کہ میں نے خود کو ان سرگرمیوں میں اتنا مصروف اس لیے کرلیا ہے کہ مجھے خود اپنے احساسات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ لیکن رات کو میں اپنے جذبات کو دھوکہ نہیں دے سکتی تھی۔ عام طور پر ان میں غصہ ہوتا تھا، کبھی مجھے ایک نئی عزت نفس کا احساس ہوتا اور کبھی ڈراؤنے خواب نظر آتے تھے۔

جب راشیل ہمارے ساتھ شامل ہوئی تو میں خوش ہوئی اور حیران بھی ہوئی۔ وہ بہت سوچ و بچار کے بعد اپنی شکایت لکھ سکی۔ اس کے شامل ہونے سے ہمارے گروپ کے ارکان کی تعداد دس ہوگئی۔ اس مرحلے پر جب ہمارا شکایتی خط بھیجنے کے لیے تیار تھا تو ہم سب کو یقین ہو گیا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں اس کے ممکنہ مضمرات جانتے ہوئے بھی ہم سب یہ کرنے کے لیے تیار تھے۔ میں نے اپنی ساتھیوں کی ہمت کی داد دی۔

باب:34

طوافِ کوئے ملامت......

ہمیں وہ دن ہمیشہ یاد رہے گا۔22 دسمبر کو دس خواتین ایک ساتھ یو این کے ریذیڈنٹ نمائندے کے دفتر کی جانب روانہ ہوئیں۔ان میں سے آٹھ خواتین پاکستانی تھیں جن میں سعدیہ، لیلیٰ، نگین، نبیلہ، غزالہ، تسنیم، شیبا اور میں شامل تھیں اور ان کے علاوہ دو غیر ملکی راشیل اور رنسے بھی اس گروپ میں تھیں۔ان دونوں کا تعلق جینڈر یونٹ سے نہیں تھا۔

ہلکے نیلے رنگ میں ڈوبا ہوا رابرٹ کا دفتر بہت پرشکوہ تھا۔نہایت نفیس میز، کمرے کے درمیان میں درمیانے سائز کی کانفرنس کے لیے میز، اور ایک جانب صوفے لگے ہوئے تھے۔جب رابرٹ نے دیکھا کہ ہم اتنے سارے لوگ ہیں تو اس نے ہمیں کانفرنس کی میز پر بیٹھنے کی دعوت دی۔وہ میز کے سرے پر بیٹھا تھا اور حیران لگ رہا تھا۔اس نے ہم سے اس ملاقات کا مقصد پوچھا۔ہم میں سے ایک لڑکی نے اسے وہ شکایتی خط دیا جسے لکھنے میں ہم نے پچھلا پورا ہفتہ صرف کیا تھا۔

اس نے اپنی جیب سے عینک نکالی اور پڑھنا شروع کر دیا:

محترم جناب انگلینڈ،

ہمیں انتہائی افسوس ہے مگر ہم سب زیرِ دستخطی بہت سوچ بچار کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہیں کہ ہمیں یہ حقیقت آپ کے علم میں لانی چاہیے کہ یو این ڈی پی میں باقاعدہ طور پر جنسی ہراسیت کا سلسلہ جاری ہے۔ایسا بہت عرصے سے ہو رہا ہے اور اس کی وجہ سے یو این ڈی پی میں کام کرنے والی خواتین کا کام اور زندگی متاثر ہو رہی ہے۔صورت حال اب برداشت سے باہر ہو گئی ہے اور اب ہم مزید خاموش نہیں رہ سکتیں۔

ہم زیرِ دستخطی میں سے کچھ کا تعلق جینڈر یونٹ سے ہے۔جیسے جیسے اس یونٹ کا کام آگے بڑھا ہے ہم سب کو یہ ادراک ہوا ہے کہ یو این ڈی پی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اپنے دفتر کے باہر تو صنفی مساوات کو فروغ دے جب کہ خود اس کے عملے کو صنفی معاملات پر بے حسی کا طرزِ عمل اختیار کرنے کی کھلی چھٹی ہو۔

یو این ڈی پی کی جن کارکن خواتین نے اس خط پر دستخط کیے ہیں وہ محسوس کرتی ہیں کہ یہ ان کا حق اور ذمے داری ہے کہ طارق خان، جو انتظامیہ کے انچارج اور یو این ڈی پی پاکستان کے ایک سینئر منیجر ہیں، کی جانب سے جنسی طور پر ہراساں کرنے کی شکایت کریں۔

طارق کا نام پڑھ کر رابرٹ نے تھوک نگلا۔ ایک سیکنڈ کے لیے اس نے اپنا سر اٹھا کر اوپر دیکھا لیکن ہم میں سے کسی سے آنکھیں نہیں ملائیں۔ اس نے پڑھنا جاری رکھا۔ پہلے سیکشن میں جنسی طور پر ہراساں کرنے کی وہ تعریف تھی جو یو این کی پالیسی میں بیان کی گئی ہے۔ ہم نے اس پالیسی کا وہ حصہ بھی نقل کیا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ اس پالیسی کو اس کی روح کے مطابق نافذ کرنا سینئر انتظامیہ کی ذمے داری ہے اور جب بھی انھیں کسی ایسے واقعہ کا علم ہو تو وہ فوری طور پر ضروری اقدامات کریں۔ خط میں مزید لکھا تھا۔

اس خط کی سنجیدگی کا مکمل طور پر ادراک رکھتے ہوئے ہم مندرجہ ذیل بیان دیتے ہیں جس میں طارق خان کے قابلِ اعتراض رویے کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ اس کی مزید تفصیل ہم حقیقت کی جان کاری کے لیے قائم کیے جانے والے پینل کے سامنے پیش کریں گی۔ ہمیں اعتماد ہے کہ اگر ایک غیر جانبدار پینل بنایا جائے تو وہ بھی ہمارے دعووں کی تصدیق کرے گا۔ طارق خان نے یو این ڈی پی کی جنسی طور پر ہراساں کرنے کے خلاف پالیسی کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس نے یو این ڈی پی میں کام کرنے والی خواتین کے لیے کام کرنے کے ماحول کو بے حد معاندانہ بنا دیا ہے۔''

جب رابرٹ نے ہر خاتون کی شکایت پڑھی تو اس نے ہم پر بالکل ظاہر نہ ہونے دیا کہ اس کے دماغ میں اس وقت کیا سوچ تھی۔ اس کا چہرہ تاثرات سے مبرّا تھا اور وہ صرف اپنی چھوٹی لال داڑھی پر ہاتھ پھیرتا رہا۔ تاہم جب وہ راشیل کی شکایت پر پہنچا تو وہ اپنی ابرو پر بل کو نہ روک سکا۔ اسے بالکل پتہ نہیں تھا کہ وہ بھی طارق کی ستم گری کا شکار ہو چکی تھی۔ اس نے اپنے اوپر جلد ہی قابو پایا اور تمام شکایات کو پڑھ کر ایک طرف رکھ دیا۔ اپنے پسندیدہ ماتحت کے برے روّیے پر تبصرہ کرنے سے پہلے عام طور پر بے حد روانی سے گفتگو کرنے والے رابرٹ کی زبان ذرا لڑکھڑا گئی۔ وہ طارق کو دفتر میں ایک قابلِ اعتماد ساتھی سمجھتا تھا اور اس نے اسے بہت سے اختیارات دے رکھے تھے۔

اس نے اپنا گلا صاف کر کے کہا ''حقیقتاً اگر کوئی مجھے بتاتا کہ اس دفتر میں جنسی طور پر بالکل ہراساں نہیں کیا جاتا تو میں حیران ہوتا۔ اس ثقافت میں جس طرح عورتوں کے ساتھ برتاؤ کیا جاتا ہے اس سے میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس دفتر میں عورتوں کو جنسی طور پر ہراساں نہیں کیا جاتا ہوگا۔'' یہ اس کی جانب سے اس مسئلہ کی اہمیت کم کرنے کی ایک کوشش تھی۔ پھر اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ ہم اس سے متفق ہیں، اس نے ایک سوال ہماری طرف داغا۔ ''پاکستان میں گھریلو تشدد بہت عام ہے۔ کیا ایسا نہیں ہے؟'' سب نے سنجیدگی سے

اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔اس نے میری طرف اپنی بات کی تصدیق کے لیے دیکھا۔شاید اس لیے کہ وہ مجھے اس گروپ کی جینڈر میں 'ماہر' سمجھتا تھا۔کیا ایسا نہیں ہے؟''اس نے مجھ سے پوچھا۔

میں نے اس کی طرف سختی سے گھورا کیونکہ مجھے پتہ تھا کہ وہ کیا کہنا چاہ رہا ہے۔میں نے کہا''رابرٹ،اس وقت مسئلہ یہ ہے کہ ہم سب یو این ڈی پی میں ملازم ہیں اور آپ کے پاس یو این ڈی پی کے ایک منیجر کی جانب سے جنسی طور پر ہراساں کرنے کی شکایت لے کر آئے ہیں اور آپ اس ادارے کے سربراہ ہیں۔پاکستانیوں کے گھروں میں کیا ہوتا ہے۔یہاں یہ مسئلہ زیرِ بحث نہیں؟'' میں نے محسوس کیا کہ جیسے وہ کہہ رہا ہو''تم حقیر پاکستانی خواتین۔تمھیں سڑکوں پر ہراساں کیا جاتا ہے،تمھارے شوہر تمھیں مارتے ہیں،تو اگر میرے پسندیدہ شخص نے تم سے تھوڑی چھیڑ چھاڑ کر لی تو کیا ہوا۔''

ہم میں سے ایک نے کہا کہ ہمیں اس کا جواب 5 جنوری تک چاہیے۔ہم نے یہ تاریخ اپنے شکایتی خط میں بھی درج کر دی تھی تاکہ وہ اس خط کو فائل میں دبا نہ سکے۔

اس نے بڑے آرام سے جواب دیا آپ کو آگاہ ہونا چاہیے کہ نیویارک میں ہر کوئی کرسمس اور نئے سال کی آمد پر چھٹیوں پر ہے۔اس لیے میں جنوری کے وسط یا آخر ہی میں کسی سے رابطہ کر سکوں گا۔میں خود آج چھٹیوں پر جا رہا ہوں۔''

نبیلہ نے فوری طور پر کہا کہ یو این سرکاری طور پر بند نہیں ہوتا سوائے ایک یا دو دِن کے لیے کرسمس کے موقع پر اور ایک دن کے لیے نئے سال پر بند ہوتا ہے۔

رنسے طارق کے انتقام سے بہت فکر مند تھی اور اس نے رابرٹ کو بتایا کہ ہم سب نے ایک دوسرے کے ٹیلیفون نمبر لے لیے ہیں اور ایک ہاٹ لائن بنالی ہے۔اس نے کہا''ہم سب کو یہ خوف ہے کہ اس شکایت کے بارے معلوم ہونے پر طارق کا ردِ عمل پر تشدد ہو سکتا ہے''۔

رابرٹ نے مذاق کیا''تم لوگ مجھے بھی اپنی ہاٹ لائن میں شامل کیوں نہیں کر لیتیں،کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ تمھیں مجھ سے رابطہ کرنا پڑے۔''

وہ بےفکر انداز میں ہنسا اور بولا''اوہ لیکن میں اومان کے ساحلوں پر ہوں گا۔''

ہم سب نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا کہ رابرٹ نے سنجیدگی اختیار کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی اور نہ اس کا اظہار کیا کہ وہ ہماری شکایت کو سنجیدگی سے لے رہا ہے۔یہ ملاقات مختصر تھی اور ہم جلد ہی وہاں سے آ گئے۔

بعد میں ہم نے اس ملاقات پر بات کی۔ہماری دو آراتھیں۔راشیل نے کہا کہ اس نے کبھی نہیں دیکھا کہ رابرٹ کو بات کرنے کے لیے الفاظ نہ مل رہے ہوں اور یہ کہ شکایتی خط پڑھ کر اس پر اثر ہوا ہے۔ہر کسی کی یہ

رائے تھی کہ اس نے نہایت لاپروائی کا انداز اپنایا اور ہمیں یہ اشارہ دیا ہے کہ ہراساں کرنا اور بدسلوکی کرنا یہاں بہت عام بات ہے اس لیے اگر ہمیں بھی اس کا سامنا ہوا تو کوئی بڑی بات نہیں۔ یہ مسئلہ اس کے لیے اتنا اہم نہیں ہے کہ وہ نیو یارک میں کسی کو زحمت دے۔ اقوامِ متحدہ کے دفاتر سال کے اواخر میں دو ہفتوں کی چھٹیوں کے لیے بند نہیں ہوتے اور یہ ادارہ کام کرتا رہتا ہے۔ اس لیے ہم نے اس وقت تک انتظار کرنا تھا جب تک کہ رابرٹ اس مسئلہ پر سینئر لوگوں سے بات نہیں کر لیتا۔

ہمیں یہ بھی یقین نہیں تھا کہ وہ اس مسئلہ کو نیویارک میں واقع ہیڈ کوارٹر میں کسی کو بتانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ہم میں سے اکثر اس کے ابتدائی ردِعمل سے بہت مایوس ہوئے تھے لیکن راشیل ہمیں یقین دِلانا چاہتی تھی کہ رابرٹ مخلص تھا۔ ہم نے پوری کوشش کی تھی کہ اس مسئلہ کو رپورٹ کرنے میں آنے والی رکاوٹوں کے متعلق اچھی طرح بتائیں۔ اپنے بیان کے آخر میں ہم نے لکھا تھا:

''جناب انگلینڈ! ہمیں معلوم ہے کہ جنسی طور پر ہراساں کرنے کی شکایت کے مضمرات بہت شدید ہوتے ہیں۔ خاص طور پر اس وقت جب ہراساں کرنے والا ایک سینئر عہدیدار ہو اور وہ ہماری ذاتی اور پیشہ ورانہ طور پر زندگیوں کو اجیرن کر سکتا ہو حتیٰ کہ ہمیں اپنی ملازمتوں سے محروم بھی کر سکتا ہو۔ ہم جانتی ہیں کہ جس شخص کے خلاف ہم شکایت کر رہی ہیں وہ ادارے کے سربراہ کے بہت قریب ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ جنسی طور پر ہراساں کرنے کی شکایت کرنا آسان بات نہیں کیوں کہ عام طور پر ثبوت ٹھوس اور واضح نہیں ہوتے اور ہراساں کرنے والے کے پاس واقعات کی متبادل وضاحتیں موجود ہوتی ہیں۔

ہمیں معلوم ہے کہ انتظامیہ کے لیے اس مسئلے کو سبھی لوگوں کو پیش آنے والے قواعد و ضوابط سے ہراساں کیے جانے کے واقعات کا رنگ دے کر معمولی معاملہ بنانا بہت آسان ہے۔ اس کے باوجود ہم اس امید کے ساتھ شکایت کر رہی ہیں کہ یو این ڈی پی کی سینئر انتظامیہ اسے بہت سنجیدگی سے لے گی۔ ہم سمجھتی ہیں کہ اگر خود اس ادارے میں صنفی زیادتیوں کا چلن ہو تو یو این ڈی پی پاکستان کے لیے جینڈر پروگرام نہیں چلا سکتا۔''

ہم امید کر رہے تھے کہ خط کا یہ اختتامیہ اسے ہمارے خدشات سے آگاہی دے دے گا۔ ہمیں توقع نہیں تھی کہ وہ یہ سمجھ پائے گا کہ ہم کتنی مشکل سے یہ شکایت کر رہے ہیں۔

اگلے دن سہ پہر کے بعد میں اپنی شکایت کے متعلق ہارومی کو بتانے گئی۔ میں سمجھتی تھی کہ میرے سپروائزر کی حیثیت سے اسے معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے باقاعدہ شکایت جمع کروا دی ہے۔ اس نے میری حمایت کا اظہار کیا۔ وہ میرے ساتھ اپنے دفتر میں تقریباً ایک گھنٹہ بیٹھا رہا۔ اس کے چہرے پر فکرمندی تھی۔ وہ یہ کہتا رہا کہ ''میں تم سب کے لیے بہت خوف زدہ ہوں کیونکہ اگر طارق جیسا شخص اس میں ملوث ہے تو وہ اس صورت حال سے نکلنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔''

اس نے مجھے بتایا کہ وہ چھٹیوں پر جا رہا ہے اور وسط جنوری میں واپس آئے گا۔ اس نے اس کیس کے سلسلے میں نیک تمناؤں کا اظہار کرتے ہوئے طارق سے خبردار رہنے کا انتباہ کیا گویا ہمارے لیے اپنی حمایت کا اعادہ کیا۔

چونکہ بین الاقوامی عملے کی اکثریت نے چھٹی لے لی تھی اس لیے دسمبر کے مہینے میں ہمارے دفاتر میں خاموشی تھی۔ رابرٹ نئے سال کی آمد کے بعد واپس آ گیا لیکن اس نے ہم سے رابطہ نہیں کیا۔ غیر متوقع طور پر طارق نے مجھے ٹیلی فون کیا اور کہا کہ وہ اور اس کا قریبی آدمی نواز ایک ملاقات کے لیے میرے پاس آ رہے ہیں۔ اچانک ہی ایسا محسوس ہوا کہ ہم سب کے اندر برقی رو دوڑ گئی ہے۔ مجھے نہیں یاد کہ یہ خبر کس طرح جلد ہی پھیل گئی۔ شاید یہ ہاٹ لائن کی وجہ سے ہوا۔ سب خواتین کی طرف سے پیغامات آنا شروع ہو گئے۔ ان دنوں ہم سب خوف اور خدشات کے درمیان زندہ تھیں۔ بے یقینی نے صورت حال مزید خراب کر دی تھی۔ میری خواہش تھی کہ رابرٹ کو واپسی پر ہم سے رابطہ کرنا چاہیے تھا۔ اسے معلوم ہونا چاہیے تھا کہ ہم سب بہت فکر مند تھے اور اس شکایت کی جلد از جلد تحقیق چاہتے تھے۔ ایک ساتھی نے فون پر مشورہ دیا کہ طارق جو کچھ کہے، ہمیں ریکارڈ کر لینا چاہیے۔ ہمیں افسوس تھا کہ ہم نے اس سے قبل اس کی گفتگو ریکارڈ نہیں کی تھی۔ سعدیہ نے کہا کہ وہ ایک ایسے شخص کو جانتی ہے جو ہماری مدد کر سکتا ہے۔ میں نے انھیں بتایا کہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ میں اپنی کرسی پر بیٹھی اور گہرے سانس لیے۔ شکایت کرنے کے بعد سے میں نے طارق سے بات نہیں کی تھی۔ میں نے خود کو مطمئن رہنے کو کہا کیونکہ یہ بھی ممکن تھا کہ اسے کچھ بھی پتا نہ ہو۔ وہ فون پر بہت خوش تھا جس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ کوئی گڑبڑ ہے۔

میں محسوس کر سکتی تھی کہ ہمارے گروپ میں تناؤ پیدا ہو گیا ہے۔ اچانک سعدیہ اور رنسے کمرے میں داخل ہوئیں جن کے پیچھے ان کا ایک دوست تھا جس کے ہاتھ میں کپڑے میں لپٹا ہوا ٹیپ ریکارڈر تھا۔ انھوں نے میرے دفتر کو گھیر لیا اور ٹیپ ریکارڈر کو چھپانے کے لیے جگہ ڈھونڈنے لگیں۔ ان کے دوست نے پوچھا کہ کیوں نہ ہم ٹیپ ریکارڈر تمھاری میز کے کیلنڈر کے اندر رکھ دیں؟

''کیا تمھیں یقین ہے کہ یہ اسے نظر نہیں آئے گا؟'' میں نے پوچھا۔

''کیلنڈر کو اس زاویے پر رکھو۔ جب وہ آئے تو اس بٹن کو دبا دینا۔ دعا کرو کہ مائیکروفون اس کی آواز کو ٹیپ کر سکے'' وہ پیشہ ورانہ انداز میں بولا۔

ایک ساتھی خاتون میرے کمرے میں بھاگتی ہوئی آئی ''وہ آ رہا ہے۔ ہمیں کمرے سے چلے جانا چاہیے۔'' جلد ہی طارق اور نواز میرے سامنے کھڑے تھے اور باقی سارے لوگ غائب ہو چکے تھے۔ میرا دِل زور زور سے دھڑک رہا تھا اور میرا سانس اکھڑ رہا تھا۔ میں کھڑی ہو گئی اور سلام کیا۔ ہم سب بیٹھ گئے۔ وہ

دونوں میری میز کے سامنے کی کرسیوں پر بیٹھ گئے تھے۔

طارق نے بیٹھتے ہوئے مجھے نئے سال کی مبارکباد دی۔نواز کا سر جھکا ہوا تھا اور اس نے آہستہ آواز میں سلام کیا۔نواز طارق کا شکرگزار تھا کہ طارق اس کی ملازمت کے لیے انٹرویو کرنے والے پینل میں شامل تھا۔ اس لیے وہ طارق کا بہت وفادار تھا۔طارق نے جینڈر یونٹ کی جانب سے منعقد کی جانے والی علاقائی کانفرنس کی بات کرنا شروع کی جو کہ فروری میں ہونی تھی۔نواز نے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔طارق نے اس کی طرف دیکھا اور کہا ''تم ان باتوں کے نوٹس لے لو'' نواز نے جلدی سے کاپی اور قلم نکالے اور لکھنا شروع کر دیا۔ مجھے بالکل پتہ نہیں تھا کہ میرا ردِّ عمل کیسا تھا۔میں اتنے تناؤ کا شکار تھی کہ میں نے نہیں سنا کہ طارق کیا کہہ رہا ہے۔

تقریباً چھ سات منٹ بعد اس نے اپنی بات ختم کی۔میرا شکریہ ادا کیا اور کھڑا ہو گیا۔میں گھبرا گئی تھی۔یہ اتنا اہم مسئلہ نہیں تھا کہ وہ میرے دفتر آتا اور عملے کے ایک اور شخص کو بھی اپنے ساتھ لاتا۔میرے خدشات درست تھے۔جب وہ جا رہے تھے تو طارق نے مجھے کہا ''اگر تم محسوس نہ کرو تو میں نے تم سے کوئی اور بات بھی کرنی ہے''۔اس نے مجھے جواب دینے کا موقع دیے بغیر مڑ کر نواز سے کہا ''آپ چلے جائیں''۔طارق نے نواز کے جانے کے بعد دروازہ بند کر دیا۔میں نے سوچا کہ ٹیپ ریکارڈر آن کرنے کا یہ اچھا موقع ہے۔میری ٹانگیں اس خوف سے کانپ رہی تھیں کہ وہ سن لے گا اور میں پکڑی جاؤں گی۔

طارق دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔اس بار وہ زیادہ آرام سے بیٹھا۔میرے چہرے پر ایک سرد مسکراہٹ تھی۔ اس نے کہا ''بہت سے لوگوں کو میرے ساتھ مسائل ہیں لیکن میں اچھا آدمی ہوں۔میں چاہتا ہوں کہ تمھارے یونٹ کے جو بھی مسائل ہیں انھیں حل کرنے کے لیے ہم مل کر کام کریں۔'' میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔ کیا اسے پتہ چل گیا ہے؟ یہ کیا کہنا چاہ رہا ہے؟ کیا وہ اچھی طرح اس لیے پیش آ رہا ہے کہ آخر میں مجھے دھمکی دے گا؟ میں چاہتی تھی کہ اس دوران میں اس کی شکل بھی نہ دیکھوں۔میں صرف یہ چاہتی تھی کہ انتظامیہ کا کوئی سینئر اسے ہماری طرف سے کی گئی شکایت کے متعلق آگاہ کر دے۔میں ایسی صورت حال میں نہیں پھنسنا چاہتی تھی کہ ایسا لگے کہ میں اس سے جھوٹ بول رہی ہوں اور اسے نہیں بتا رہی۔مجھے رابرٹ پر غصہ آیا۔

اس نے رعنا کی شکایت کرنی شروع کی جو کہ ہمارے دس لوگوں کے گروپ میں شامل نہیں تھی۔وہ کرسی میں آہستہ آہستہ دھنستا جا رہا تھا۔سعدیہ نے دروازہ تھوڑا سا کھولا ہوا تھا اور اس پر نظر رکھے ہوئے تھی۔ہمیں پتہ تھا کہ کرسی میں اس طرح دھنس کر بیٹھنے کے بعد وہ کیا کرتا تھا۔سعدیہ مجھ سے یگانگت کا اظہار کرنا چاہتی تھی۔وہ کمرے میں یہ کہتے ہوئے گھس آئی کہ ''معاف کرنا، مجھے تمھاری ٹرے میں سے کچھ کاغذات چاہییں''۔

میرے ذہن پر ابھی تک ٹیپ ریکارڈر چھایا ہوا تھا اور میں اس کی بات پوری طرح نہیں سن رہی تھی۔میں وقفے وقفے سے سر ہلا دیتی تھی۔اچانک میں اس کی یہ بات سن کر دہل گئی جب اس نے پوچھا ''کیا تمھارا یونٹ

جنسی طور پر ہراساں کرنے کی شکایات کے لیے مرکزی نقطہ ہے؟''

میری آنکھیں پھیل گئیں، ''کیا؟''

اس نے پوچھا'' کیا جنسی طور پر ہراساں کرنے کی شکایات رعنا سنتی ہے یا تمھارے یونٹ میں کوئی اور ہے جو اس قسم کی شکایات سنتی ہے۔''

''نہیں''، میں نے فوری کہا۔

''اوہ۔ میں سوچ رہا تھا کہ تم نگین نام کی ایک عورت کو جانتی ہو......وہ جو اپنا سر سکارف سے ڈھکتی ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ ہوسکتا ہے اس نے کچھ کہا ہو۔''

میں نے سوچا۔ یا خدا یہ کچھ نہ کچھ جانتا ہے۔ کیا وہ مجھ سے مزید معلوم کرنا چاہتا ہے یا صرف مجھے تنگ کر رہا ہے۔ وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ میں اسے بتاؤں گی یا نہیں۔ میرے ذہن میں تفکرات آئے اور مجھے جواب دینا مشکل ہو گیا۔ میں نے سنجیدہ چہرہ بنا کر کہا" کیا بات ہے؟"

وہ فوراً بولا" نہیں نہیں یہ صرف شک تھا۔ تمھیں پتہ ہے اس نے مجھ سے کہا کہ نماز پڑھنے کی جگہ دوں۔ مجھے ابھی تک کسی نے ایسا مطالبہ نہیں کیا۔ میں نے اسے انکار کر دیا" وہ کرسی میں مزید دھنس گیا۔ تناؤ سے میرے کندھے اکڑ گئے تھے۔ وہ مزید معلوم کرنا چاہتا تھا۔ میں رابرٹ کو کوس رہی تھی کہ اس کو چاہیے تھا کہ اومان سے واپسی پر سرکاری طور پر طارق کو اس شکایت کے متعلق آگاہ کر دیتا۔

طارق مسکرایا" میں لڑائی ختم کرنا چاہتا ہوں"

میں نے پوچھا" کیا کوئی لڑائی تھی؟" میرا ذہن اب ٹیپ ریکارڈر کے متعلق نہیں سوچ رہا تھا اور میں بول سکتی تھی۔ اس کے ہاتھ اس کی پتلون کی جیب میں تھے لیکن اس دفعہ اس نے کوئی گندہ اشارہ نہیں دیا کیوں اس کی توجہ صنف کی سربراہ سے معلومات لینے پر مرکوز تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اگر جنسی طور پر ہراساں کرنے کی کوئی شکایت آئی تو مجھے اس کے متعلق معلوم ہو گا۔

اس نے مجھ سے پوچھا کہ کہ کیا رعنا نے اس کے متعلق کسی وجہ سے کوئی شکایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ رعنا بہت عرصے سے خواتین کے لیے باتھ روم مختص کرنے کی درخواست کر رہی ہے۔ کچھ ہی روز قبل رعنا نے ایک مرتبہ پھر دیگر لوگوں کے سامنے اس بارے پوچھا اور طارق نے اس کی سرزنش کی۔ طارق کا خیال تھا کہ وہ پھر اس بارے نہیں پوچھے گی۔" کیا رعنا نے اس بارے کوئی بات کی" اس نے پوچھا۔

" نہیں۔ مجھے علم ہے کہ یہ مسئلہ ابھی حل نہیں ہوا لیکن میں نے اسے کہا کہ کسی قریب کے باتھ روم کے دروازے پر" خواتین کے لیے" کا سائن کاغذ پر لکھ کر لگا دو۔ کیا یہ صحیح ہے؟" میں نے پوچھا:

" مجھے سرکاری نوٹیفیکیشن کی ضرورت ہے"

میرا خیال تھا کہ طارق نے ضرور اس سے بدتمیزی کی ہوگی اور اب طارق کو شک ہے کہ اس نے شکایت کی ہوگی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے گفتگو ختم کی اور مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ میرے کمرے سے نکل گیا۔

چند ہی لمحوں میں تمام شکایت کرنے والی لڑکیوں نے مجھے گھیر لیا کہ طارق کو اس شکایت کا پتہ چل گیا ہے؟ میں نے انھیں بتایا کہ اسے اتنا پتہ تھا کہ جنسی طور پر ہراساں کرنے کی کوئی شکایت ہوئی ہے لیکن تفصیل معلوم نہیں تھی۔ وہ یہی معلوم کرنے آیا تھا۔

ہم نے ٹیپ ریکارڈر کو باہر نکالا اور ٹیپ کو ری وائنڈ کیا۔ مایوسی یہ ہوئی کہ ہمیں اس میں ایک نہ سمجھ آنے والی آواز کے کچھ اور سنائی نہ دیا۔ مجھے زیادہ افسوس نہیں تھا کیونکہ اس نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے ہمارے کیس میں مدد مل سکے۔ مجھے یہ پچھتاوا ضرور تھا کہ میں وہ کچھ ریکارڈ نہیں کر سکی جب وہ مجھے کسی سرکاری کاغذات یا فارم کے لیے انتظار کرواتا تھا اور اس دوران خود کلامی کرتا تھا جس میں بہت غلیظ باتیں ہوتی تھی۔

باب:35

ایک اور قطرہ..... گیارھویں شکایت

جنوری کی پانچ تاریخ آ گئی تھی۔ یہ وہ تاریخ تھی جو ہماری شکایت پر انتظامیہ کو جواب دینے کے لیے ہم نے مقرر کی تھی۔ صبح ہی سے ہم لوگ تناؤ کا شکار تھے لیکن امید کرتے تھے کہ رابرٹ ہم سے رابطہ کرے گا۔ یہ مقررہ تاریخ ہمارا سیفٹی والو تھی کیونکہ اگر رابرٹ ہماری شکایت وصول نہیں کرتا اور پالیسی کے مطابق اس شکایت کی نقل نیویارک نہیں بھیجتا تو پھر ہم خود اسے بھیج سکتے تھے۔ تقریباً پانچ بجنے والے تھے۔ ایک کے بعد ایک شکایت کرنے والی لڑکی ہمارے ہیڈ ریونٹ میں آنے لگی۔ تناؤ شدید تھا لیکن کسی نے کھل کر کوئی بات نہیں کی کیونکہ ابھی عملے کے کچھ افراد ہمارے اردگرد موجود تھے۔ لڑکیاں اشاروں میں ایک دوسرے کو یہ پیغام دے رہی تھیں کہ رابرٹ کے ذہن میں ہم لوگ تھے ہی نہیں۔

ہم نے پہلے ہی یہ متبادل منصوبہ بنا لیا تھا کہ ہم ہیڈ کوارٹر میں چھ لوگوں کو اس شکایت کی نقل بھجوا دیں گے جن کی ہم نے نشان دہی کر رکھی تھی۔ میں نے گروپ سے کہہ دیا تھا کہ ہمیں اپنے کیس کو آگے پہنچانے کے لیے انتظامیہ سے دوگنا بہتر کام کرنا ہوگا اور اس سے دو قدم آگے رہنا ہوگا۔ ساڑھے پانچ بجے غزالہ نے میری طرف دیکھا اور کہا ''کیا ہم ایسا کر لیں؟'' میں نے کہا ہاں۔ میں نے نیویارک میں سینئر انتظامیہ کے نام ایک خط لکھا اور اس کے ساتھ اپنی شکایت کی نقل منسلک کر دی اور ان سب لوگوں کو بھیج دی جن کے نام ہماری فہرست میں تھے۔

جب ہماری شکایت نیویارک ہیڈ کوارٹر پہنچی تو یو این ڈی پی نیویارک کے دفاتر میں بھونچال آ گیا۔ انھوں نے فوری طور پر رابرٹ کو ٹیلی فون کیا اور اسے فوری تحقیقات شروع کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ یہ شکایت اس کو بھی بتائیں جس کے خلاف شکایت کی گئی ہے اور اس سے جواب دینے کو کہیں۔ جنوری کی 9 تاریخ کو رابرٹ نے ہمیں صرف دس منٹ کے نوٹس پر میٹنگ کے لیے اپنے دفتر میں بلایا۔ اگرچہ ہم نے اسے بتایا کہ شکایت کرنے والی دو لڑکیاں، شیبا اور تسنیم، اب یو این ڈی پی میں نہیں ہیں اس لیے ہمیں آئندہ رابطہ کرنے کے لیے مناسب مہلت دی جانی چاہیے لیکن اس نے کبھی اس بات کا لحاظ نہیں کیا۔ وہ جب ہمیں بلاتا تو جو لوگ بھی دفتر میں

موجود ہوتے وہ میٹنگ کے لیے اس کے دفتر چلے جاتے۔

بہت ہی زیادہ سرکاری انداز میں رابرٹ نے ہمیں بتایا کہ ملزم کو ہماری شکایت کے متعلق بتا دیا گیا ہے۔ اس کے لیے اپنے غصے کو چھپانا مشکل ہو رہا تھا۔ ہمیں اس سے ہمدردی کی توقع نہیں تھی لیکن ہم اس سے کم از کم پیشہ ورانہ طرزِ عمل کی توقع ضرور کر رہے تھے۔ اس نے ہمیں بتایا کہ تحقیقات شروع ہو گئی ہیں اور یہ بہت طویل اور ناگوار ہوں گی۔ ہمیں اس کی آواز میں حمایت یا تشویش کی کوئی جھلک دکھائی نہیں دی۔ یہ بریفنگ نہیں بلکہ انتباہ تھا جو دھمکی کے زیادہ قریب تھا۔ ہم نے اسے جواب نہیں دیا۔ اسے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ ہم نے یہ شکایت اس تک پہنچانے سے پہلے کتنا انتظار کیا تھا۔

اب جب کہ طارق کو ہماری شکایت کے متعلق معلوم ہو گیا تھا ہمیں احتیاط سے کام لینا تھا۔ غزالہ کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ سعدیہ کو سانس لینا مشکل ہو رہی تھی اور رنسے نے پریشانی سے اپنے ہاتھ ملنے شروع کر دیے۔ میں بھی آنے والے واقعات کا سوچ کر ڈر رہی تھی لیکن اگر میں اس کا اظہار کر دیتی تو ہر کوئی پریشان ہو جاتا۔ مجھے مسلسل اس ذمے داری کا احساس تھا کہ سب لوگ مشورے اور گروپ کی آئندہ حکمت عملی کے لیے میری طرف دیکھ رہے تھے۔

ہم سب بیٹھ گئے اور بڑی احتیاط سے اپنے اپنے تحفظ کا منصوبہ بنانے لگے۔ ہر کوئی طارق سے خوفزدہ تھا۔ جس علاقے سے وہ تعلق رکھتا تھا، اس میں لوگ غیرت کے نام پر قتل کر دینے میں شہرت رکھتے تھے۔ ہم نے ایک دوسرے کو اپنے خدشات سے آگاہ کیا۔ غزالہ کو ڈر تھا کہ کہیں وہ اس کے بچوں کو اغوا نہ کر لے، اس لیے اس نے کہا کہ وہ ڈرائیور پر انحصار کرنے کی بجائے خود بچوں کو اسکول سے لے گی۔ سعدیہ کے پاس اپنی گاڑی نہیں تھی اس لیے ہم نے اسے مشورہ دیا کہ کچھ وقت کے لیے وہ ٹیکسی پر اکیلے سفر نہ کرے۔ جن لوگوں کے پاس موبائیل فون نہیں تھے انھیں خریدنے کا مشورہ دیا گیا اور جینڈر یونٹ کی خواتین کو دفتری اوقات کے بعد دفتر میں نہ ٹھہرنے کا مشورہ دیا گیا۔ سعدیہ غیر شادی شدہ تھی اور خاندان سے دور ہوسٹل میں رہتی تھی اس لیے اس کے لیے خطرات سب سے زیادہ تھے۔ اس لیے ہم سب نے خصوصاً رنسے نے اس بات کو یقینی بنایا کہ سعدیہ ہر طرح سے احتیاط کرے۔ ہم نے اس پر بھی بات کی کہ اگر طارق سے ہمارا آمنا سامنا ہو جائے تو ہمارا ردِّعمل کیا ہونا چاہیے۔ اگر وہ اس بارے میں کوئی گفتگو شروع کرے تو کوئی تبصرہ یا ردِّعمل ظاہر نہیں کرنا۔ یہ گروپ کا متفقہ فیصلہ تھا۔

جس طرح آگ پر تیل چھڑکنے سے آگ بھڑکتی ہے اسی طرح مختلف ذرائع سے طارق کے ماضی کی کہانیاں ملنے پر خواتین بہت گھبرا گئیں اور طارق کا خوف بڑھ گیا۔ ہمارے قریبی لوگوں نے بتایا کہ کس طرح پشتون لوگ عورت کی جانب سے بے عزتی برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ ہمیشہ عورت کی سب کے سامنے بے عزتی

کر کے اس کا انتقام لیتے ہیں۔ میں نے گروپ کو کہا کہ وہ ان روایتی کہانیوں سے خوفزدہ نہ ہوں۔ پھر ہمیں معلوم ہوا کہ حال ہی میں طارق نے اپنی بیوی کے وکیل کو قتل کرنے کی کوشش کی ہے۔ وکیل نے رابرٹ کو تحریری طور پر بتایا کہ طارق ایک پرتشدد آدمی ہے جو اس کے دفتر میں آیا اور اس نے اس پر فائرنگ کی۔ رابرٹ نے اس کا سردمہری سے جواب دیا اور کہا کہ یو این ڈی پی اپنے عملے کی ذاتی زندگی میں ملوث نہیں ہوتا۔ میں نے ان سب باتوں کے حقائق معلوم کیے تاکہ میری ٹیم کے پریشان ہونے سے قبل حقائق معلوم ہوسکیں۔ ہمیں معلوم ہوا کہ پولیس کے پاس یہ شکایت درج ہے کہ طارق نے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ معلوم ہونے کے بعد سب بہت گھبرا گئے۔

تناؤ اور خوف کا یہ ماحول ماساکو کی طویل چھٹی سے واپسی پر ختم ہوا۔ اس کی شادی کی تصویروں سے ہمارا ذہن بٹ گیا۔ ہم سب جمع ہو کر اس کی شادی کی تفصیلات سنتے اور شادی شدہ زندگی کے متعلق اس کے خیالات جانتے رہے۔ یہ گفتگو زیادہ دیر تک اپنا اثر قائم نہ رکھ سکی کیونکہ جب طارق کے خلاف ہماری شکایت ماساکو کے علم میں آئی تو اس نے فوری طور پر مجھ سے اپنے باوقار انداز میں بات کی کہ وہ ہمارے گروپ میں شامل ہونا چاہتی ہے۔ میں حیران ہوئی کیونکہ اس نے کبھی طارق کی جانب سے تنگ کیے جانے کے متعلق بات نہیں کی تھی۔ مجھے اس بات کا یقین نہیں تھا کہ اس کا معاملہ ہمارے ساتھ نتھی ہوسکتا تھا یا نہیں یا اس کا معاملہ الگ ہی سے سنا جائے گا۔

ماساکو نے بیٹھ کر اپنی شکایت تحریر کی۔ اس نے جنوری کے مہینے میں، یعنی ایک سال قبل، یو این ڈی پی میں ملازمت شروع کی تھی۔ شروع شروع میں اس کا طارق سے بہت زیادہ رابطہ رہتا تھا۔ تمام بین الاقوامی عملے کو کار، رہائش، سیکیورٹی اور دیگر امور کے لیے اس سے رابطہ کرنا ہی ہوتا تھا۔ اس نے فوری طور پر یہ بات نوٹ کی کہ طارق نوجوان لڑکیوں میں بہت دلچسپی لیتا تھا اور انھیں یہ محسوس کراتا تھا کہ وہ خاص طور پر ان پر یہ عنایات کر رہا ہے۔

ہراساں کرنے کا انداز ویسا ہی تھا جیسا وہ سب کے ساتھ کرتا تھا۔ ماساکو کو طارق کے ٹیلی فون بہانے بہانے سے اس کے گھر پر آنے لگے۔ شروع میں وہ اس کے پاکستان میں آرام سے رہنے کے متعلق بات کرتا تھا پھر اس نے اپنی ذاتی زندگی کی باتیں شروع کر دیں۔ جب طارق کی طلاق کے معاملات چل رہے تھے تو اس نے ماساکو کو کم از کم پانچ بار اس کے موبائل پر فون کیا۔ ایک مرتبہ تو اس نے ماساکو سے یہ پوچھنے کے لیے فون کیا کہ جب جاپان میں لوگ مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں تو کیا کرتے ہیں۔ ماساکو نے کہا کہ وہ کسی اور کو فون کر لے۔ ماساکو نے محسوس کیا کہ اپنی دُکھ بھری داستان سنا کر وہ چاہتا ہے کہ ماساکو اس کے ساتھ کھانے پر باہر جائے اور اس کی دلجوئی کرے۔ طارق نے ماساکو کو بتایا کہ وہ اس سے یہ باتیں اس لیے کرتا ہے کیوں کہ یو این ڈی پی

میں صرف وہی اس کی دوست ہے۔ ماسا کو کے لیے یہ باتیں بڑی پریشان کن تھیں۔

ہمارے گروپ نے جلد ہی نیویارک میں ہیڈکوارٹر سے رابطہ قائم کر لیا۔ ہمیں پتہ چلا کہ ہیومن ریسورس آفس میں جنسی طور پر ہراساں کرنے کے معاملے پر فوکل پرسن کا نام سٹیو فرینکل ہے۔ ہم نے اس سے کانفرنس کال کے ذریعے رابطے کا انتظام کیا۔ ہم نے اسے بتایا کہ ماسا کو شکایت کرنے والے گروپ میں شامل ہونا چاہتی ہے جس پر اس نے ہم سے وعدہ کیا کہ وہ ہم سے اس بارے میں پھر رابطہ کرے گا۔

میں نے گروپ سے کہا کہ ان تمام کالوں کو نوٹ کریں جو ہم نیویارک کرتے ہیں۔ ماسا کو نے یہ ذمے داری لے لی۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ اپنے محسوسات، خدشات، خوف اور تفکرات سے ایک دوسرے کو آگاہ کرنے کے لیے باقاعدہ میٹنگ کی جائے۔ میں چاہتی تھی کہ ہم ہر قدم متفقہ طور پر اٹھائیں۔ ہم نے گروپ کی ہر میٹنگ کے نوٹس بنائے اور اپنے کیس کے ہر معاملے کے واقعات ریکارڈ کیے۔ میں چاہتی تھی کہ ہمارا گروپ منظّم ہو اور ایک لمبی جدّ و جہد کے لیے کمر کس لے۔

جنوری کے وسط میں ہم اپنے دفتر میں ملے۔ ہم دائرے میں فرش پر بیٹھ گئے اور ہمیشہ کی طرح دروازہ بند کر دیا۔ ہم نے سرگوشیوں میں گفتگو شروع کی۔ سعدیہ نے ہمیں بتایا کہ جب بھی ہمارا دروازہ بند ہوتا ہے، نواز اور اس کے دیگر آدمی جینڈر یونٹ کے اردگرد گھومنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ لوگ بغیر کسی وجہ کے اِدھر آتے ہیں، اردگرد دیکھتے ہیں اور عجیب طرح سے مسکراتے ہیں۔ مجھے خدشہ تھا کہ انتقامی کارروائیاں بڑھ جائیں گی۔ میں نے سوچا کہ اس کا مقابلہ صرف زیادہ منظّم ہو کر اور پیشہ ورانہ طرزِ عمل اختیار کر کے کیا جا سکتا ہے۔ ہم نے میٹنگ کے اہم نکات درج کیے اور ایک رکن کو ذمے داری دی کہ ان لوگوں کو بریفنگ دے جو موجود نہیں تھے۔ جو لوگ غیر حاضر ہوتے تھے انھیں کہا گیا کہ غزالہ سے پوچھ لیں کہ کیا باتیں ہوئی ہیں۔

میں نے گروپ کے ہر رکن کو کہا کہ اگر کسی کو بھی کوئی ڈر، خوف یا خدشات محسوس ہوں تو وہ دوسروں کو بتائے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ اگر طارق کی ٹیم یا انتظامیہ کسی سے رابطہ کرے یا کسی کو اس بارے میں نئی معلومات ملیں تو فوراً دیگر ساتھیوں کو بتایا جائے۔

ماسا کو کے کیس پر ردِّعمل معلوم کرنے کے لیے ہمیں متعدد مرتبہ نیویارک ٹیلی فون کرنا پڑا۔ ہم نے اصرار کیا کہ ماسا کو کی شکایت کو الگ سے دیکھنے کی بجائے ہمارے ساتھ نتھی کر دیا جائے۔ بالآخر نیویارک اس بات پر راضی ہو گیا اور ماسا کو سے کہا گیا کہ اپنی تفصیلی شکایت تحقیقاتی پینل کو دے دے۔ ہمیں اس وقت بے حد اطمینان ہوا جب ماسا کو ہمارے گروپ کی گیارہویں رکن بن گئی۔

باب:36

ہماری شکایت کا ردِعمل

ہمیں اپنے متعلق پُراسرار انداز میں پھیلائی جانے والی افواہوں کے طوفان سے سخت دھچکا لگا۔اس کا اہم ترین نشانہ میں تھی۔صاف ظاہر تھا کہ یہ باتیں طارق پھیلا رہا ہے،خصوصاً میرے ''خراب کردار'' کے بارے میں بہت سی باتیں کی گئیں۔

ہم نے نیویارک میں اسٹیوفرینکل کوفون کر کے اس اچانک حملے کے متعلق آگاہ کیا۔ہم نے اُسے یہ بھی بتایا کہ ہم نے رابرٹ سے کہا ہے کہ وہ سرکاری طور پر اس بات کا اعلان کرے کہ ہمارے ادارے میں جنسی طور پر ہراساں کرنے کا ایک کیس درج ہوا ہے لیکن اس نے اب تک ایسا نہیں کیا۔ایسی غیر یقینی کیفیت میں لوگ کسی بات پر بھی یقین کر سکتے تھے۔اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ دوفریق اس معاملے کا حصہ ہیں اور تحقیق جاری ہے تو ان افواہوں کو درست تناظر میں دیکھا جا سکے گا۔اُس نے ہماری درخواست کو نوٹ کیا کہ اس کیس کا باضابطہ اعلان ہونا چاہیے اور ہم سے کہا کہ رابرٹ کو ہر بات کی اطلاع دی جائے چاہے وہ کسی قسم کی افواہیں ہی کیوں نہ ہوں۔

نگین کو سب سے پہلے سزا ملی حالانکہ اس کا سپروائزر اس کی کارکردگی سے مطمئن تھا لیکن اس کے باوجود یواین ڈی پی نے اس کے معاہدے کی تجدید نہیں کی۔اس نے احتجاج کیا لیکن اس کے باس نے کہا کہ وہ طارق کے خلاف اس کا ساتھ نہیں دے سکتا۔اس نے بڑی بہادری کے ساتھ آفس کو یہ سمجھتے ہوئے چھوڑا کہ اس نے جو شکایت کی تھی، یہ اس کی قیمت تھی۔وہ بعد میں بھی ہمارے ساتھ شامل رہی۔حیران کن طور پر جس خاتون کو یواین ڈی پی نے خراب کارکردگی کا الزام دھر کے نکالا تھا اسے یواین ڈی پی سے بہتر ملازمت مل گئی۔نگین کو فوراً ہی ورلڈ بنک نے ملازمت دے دی۔تسنیم کو بھی ایک بین الاقوامی ایجنسی میں اچھی ملازمت مل گئی۔

رابرٹ نے 22 جنوری 1998 کو ایک میٹنگ بلائی۔ہم پہلے ہی اس روز میٹنگ کرنے کا سوچ رہے تھے اس لیے ہم نے صرف وقت تبدیل کیا اور سب کو اطلاع دے دی۔تمام شکایت دہندگان میرے دفتر میں

جمع ہوگئے۔ خدشات کے باوجود جب ہم رابرٹ کے دفتر کی جانب روانہ ہوئے تو ایک دوسرے کے ساتھ ہونے کی وجہ سے ہم بہت طاقت محسوس کررہے تھے۔

رابرٹ کا رویہ سردمہری کا تھا اور وہ کسی حد تک زچ نظر آرہا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ اس کا صرف ایک نکاتی ایجنڈا تھا اور وہ تھا 'رازداری'۔ وہ اپنی میز پر آگے کی جانب جھکا اور ہم سب کو آنکھیں سکیڑ کر دیکھنے لگا۔ ''ہم سب کو اس معاملے کو چھپا کر رکھنا ہے۔''

''اس سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔'' میں نے فوری طور پر کہا۔

رنسے نے اتفاق کرتے ہوئے کہا ''دوسرا فریق ہماری شہرت کو تباہ کرنے کے لیے افواہوں کی مہم چلا رہا ہے۔''

نبیلہ بیچ میں بولی ''اگر ہم اپنے عملے کو یہ بتادیں کہ جنسی طور پر ہراساں کرنے کی رپورٹ ہوئی ہے تو اس میں کیا نقصان ہے؟ اگر آپ یہ نہیں بتانا چاہتے کہ کس نے کس کے خلاف شکایت کی ہے تو ٹھیک ہے لیکن لوگوں کو یہ تو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ افواہیں ایک شکایت کے بعد ردعمل کے طور پر پھیلائی جارہی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں ایسی کہانیوں کی وضاحت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔''

میں نے اس کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا ''یہ ہمارے ساتھ ناانصافی ہے۔ بہتر ہوگا کہ لوگوں کو پتہ ہو کہ ہم نے عملے کے ایک رکن پر جنسی طور پر ہراساں کرنے کا الزام لگایا ہے اور اس کی تحقیقات ہورہی ہیں۔''

ہم نے اسے یہ بتانے کی کوشش کی کہ اگر ہم سے کوئی اس معاملے پر کچھ پوچھتا ہے تو ہم اسے یہ نہیں کہہ سکتے کہ کچھ نہیں ہوا ہے۔ ہم انھیں کم سے کم معلومات دے سکتے ہیں اور فریقین کی شناخت کو مخفی رکھ سکتے ہیں لیکن ہمیں کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی ہوگا۔ ہم نے کہا کہ ہم پہلے ہی لطیفے اور افواہیں سن رہے ہیں۔ میں نے اسے بتایا کہ میں نے اقوامِ متحدہ کی ایک دوسری ایجنسی میں اپنے کیس کے متعلق یہ بھی سنا ہے کہ ''یو این ڈی پی کی خواتین کے ساتھ زنا ہوا ہے۔''

ہم اس بات پر اصرار کرتے رہے کہ رابرٹ سرکاری طور پر اس کا اعلان کرے لیکن وہ مزاحمت کرتا رہا۔ بالآخر طویل بحث کے بعد لمبی سانس لے کر اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا ''ہوسکتا ہے کہ ہم آفس کے کچھ سینئر لوگوں کو اس کی اطلاع دیں۔'' اس کے ساتھ ہی وہ اٹھا اور کہا ''خواتین آپ کا بہت بہت شکریہ۔ بس اتنی ہی بات تھی۔'' ہم سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اس کے دفتر سے نہایت غیر مطمئن واپس لوٹے۔ اس نے ہماری صورت حال کو بالکل ہی نہیں سمجھا۔ اس نے رازداری کا بوجھ بھی ہم پر ڈال دیا۔

افواہوں کی پہلی مہم ذرا تھمی تو ہم نے سمجھا کہ یہ ختم ہوگئی ہیں۔ ہم اپنے کاموں میں مصروف تھے لیکن ہمارے ذہن مسلسل اپنے کیس پر لگے ہوئے تھے۔ ہم ایک دوسرے کو ٹیلی فون کر کے خیریت دریافت کرتے

رہے۔ہم نے جینڈر یونٹ کے باقی لوگوں کو بھی اس بارے میں بتایا۔سعدیہ اور میں نے رعنا، سلطان اور حسن کو اپنے کیس کے متعلق بتایا تاکہ وہ تمام باتوں کو سمجھ سکیں۔

جنوری کے اواخر میں ماسا کو کی ایک دوست نے یو این کی دوسری ایجنسی سے فون کیا اور بتایا کہ اس کے دفتر میں دو خواتین آئی تھیں اور چاہتی تھیں کہ وہ ایک ایسی درخواست پر دستخط کر دے جس میں کہا گیا تھا کہ طارق ایک مہذب آدمی ہے۔اس نے بتایا کہ اس نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ماسا کو نے صدمے میں آ کر آس پاس کے تمام لوگوں کو یہ بات بتائی۔نبیلہ کو اتنا غصہ آیا کہ وہ رابرٹ کو گالیاں دینے لگی۔اس نے اپنا چہرہ رابرٹ کے دفتر کی جانب کیا اور زور سے کہا کہ ''یا تو رابرٹ دوسری پارٹی کو رازداری کا درس دینا بھول گیا یا رازداری صرف ایک فریق کے لیے تھی'' رابرٹ کا دفتر بہت دور تھا اس لیے آواز وہاں تک جانے کا کوئی احتمال نہیں تھا لیکن ماسا کو اور سعدیہ نے اسے چپ رہنے کو کہا۔ان سب نے اس مہم کی تفصیلات معلوم کرنے کی کوشش کی۔

ہمیں معلوم ہوا کہ طارق نے کچھ لوگوں کو جمع کر کے ایک مہم شروع کرنے کو کہا تھا۔اس مہم میں طارق کی دوست کوثر، جو کمیونیکیشن یونٹ میں نائب سپر وائزر تھی، کے علاوہ ٹیلی فون آپریٹر ماریہ، طارق کا خاص آدمی نواز، اس کا سیکریٹری علی اور اسٹاف ایسوسی ایشن کا صدر اکبر (جسے طارق نے بہت سی مراعات سے نوازا تھا) شامل تھے۔اس نے یو این کے ورلڈ فوڈ پروگرام کی ایک پشتون خاتون شاہدہ کو بھی اس گروپ میں شامل ہونے کی دعوت دی تھی۔یہ سب مل کر ہمارے خلاف انتقامی کارروائیوں اور افواہیں پھیلانے میں مصروف تھے۔

چونکہ ماریہ یو این کی ٹیلی فون آپریٹر تھی اس لیے ٹیلی فون ایکسچینج کو اس نے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔اس نے اس عمارت میں موجود اقوام متحدہ کی مختلف ایجنسیوں جن کی تعداد سات سے زیادہ تھی، میں کام کرنے والی خواتین کو فون کرنے شروع کر دیے۔اس نے ان سے پوچھا کہ کیا کبھی طارق نے ان کے ساتھ بدتمیزی کی تھی۔اس کے بعد ماریہ نے ان خواتین کو بتایا کہ کچھ "پاگل عورتوں'' نے طارق کے خلاف شکایت درج کرائی ہے۔اس طرح اس نے طارق کی حمایت میں انھیں اس درخواست پر دستخط کرنے کے لیے قائل کرنے کی کوشش کی۔جب کوئی عورت دستخط کرنے کو تیار ہو جاتی تو پھر ماریہ، کوثر اور شاہدہ کو اطلاع دیتی تاکہ وہ اس عورت کے پاس جا کر اس سے دستخط کروالیں۔

نبیلہ کو اچانک خیال آیا کہ ہوسکتا ہے کہ رابرٹ کو اس بارے میں خبر ہی نہ ہو۔یہ سوچ کر کہ وہ ہماری حمایت کرے گا وہ ترنت اس کے آفس پہنچ گئی۔حمایت کرنے کے بجائے رابرٹ نے ناراضی سے کہا کہ دونوں پارٹیاں ایک ہی طرح کا رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔نبیلہ نے یہ بات ہمارے گروپ کو بتائی اور کہا ''کیا تم یہ سوچ سکتی ہو کہ ہم اس طرح سے کھلے عام مہم چلا سکتے ہیں جس طرح طارق چلا رہا ہے؟ رابرٹ ہمیں تباہ کر دے گا۔''

کچھ دنوں بعد کوثر نے یو این میں کام کرنے والی خواتین کے ایک بڑے گروپ کے لیے عشائیہ کا اہتمام کیا۔ اس نے لوگوں کو ریستوران تک لانے اور واپس لے جانے کے لیے ایک بڑی وین کا انتظام کیا جس طرح سیاسی لیڈر اپنے ووٹروں کو ووٹ ڈالنے کے لیے پولنگ بوتھ تک لے جانے کے لیے کرتے ہیں۔ عشائیے کے بعد اس نے طارق کے ساتھ ہونے والی زیادتی کے متعلق بات کی اور ان خواتین سے طارق کی حمایت میں لکھی گئی درخواست پر دستخط کرنے کو کہا۔ میڈیا سے تعلقات کو استعمال کرتے ہوئے اس نے ایک اُردو اخبار میں تمام خواتین کی تصویر چھپوائی جس میں لکھا تھا" کوثر مظہر کی جانب سے یو این کی خواتین کے اعزاز میں عشائیہ''

اس عشائیے میں تیار ہونے والی درخواست رابرٹ کو دی گئی۔ اسے طارق کے عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی شہادت کے طور پر استعمال کیا گیا۔ بعد ازاں ابتدائی تحقیقات کے لیے آنے والے پینل نے بھی اس درخواست پر غور کیا۔ ہمیں کئی مہینے بعد اس کی نقل حاصل ہوئی۔ اس عرضداشت پر 21 خواتین کے دستخط تھے جن میں زیادہ تر سیکریٹری اور ریسپشنسٹ تھیں۔ اس میں لکھا تھا:

''محترم جناب انگلینڈ!

''ہم زیرِ دستخطی، عملے کی خواتین ارکان، آپ کی توجہ اس معاملے کی جانب دلانا چاہتے ہیں جس پر ہمیں نہایت تشویش ہے۔ ہمیں پتہ چلا ہے کہ پچھلے چند دنوں سے عملے کی کچھ خواتین ارکان سے بالواسطہ یا بلاواسطہ رابطہ کیا گیا ہے اور ان پر عملے کی خواتین ارکان کے ایک گروپ میں شامل ہونے کے لیے دباؤ ڈالا گیا ہے تا کہ وہ یو این ڈی پی پاکستان کے قائم مقام ڈپٹی نمائندہ برائے آپریشنز، جناب طارق خان پر لگائے گئے ہراساں کرنے کے الزام کو ثابت کر سکیں۔

ہم دو وجوہات کی بنیاد پر شدید احتجاج کرنا چاہتی ہیں۔ اول تو یہ کہ ان خواتین کو کس نے یہ حق دیا ہے کہ وہ طارق خان کے خلاف ایسا گھناؤنا الزام لگائیں اور ان کی کردار کشی کریں۔ طارق خان نہ صرف یہ کہ عملے کے ارکان، خاص طور پر خواتینِ کی بہت مدد کرتے ہیں بلکہ انتہائی خوش اخلاق بھی ہیں۔ ہم یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتے ہیں کہ جناب طارق خان انتہائی انصاف پسند منیجر ہیں اور ان پر خواتین کی آزادی کے نام پر دباؤ ڈالنے کی کوشش پریشان کُن ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ خواتین ہم تک غلط اطلاعات کیوں پہنچا رہی ہیں جب کہ ہم طارق خان کے حُسنِ سلوک کے شاہد ہیں اور ہمیں ہماری رائے رکھنے کی آزادی ہونی چاہیے۔ ہم اس تمام معاملے کو ایک انتہائی مستعد اور معقول منیجر کے خلاف سازش تصور کرتی ہیں۔''

تسنیم کو یو این ڈی پی کی اسٹاف یونین کے عہدے داروں کی جانب سے دھمکی آمیز ٹیلی فون آنے شروع

ہو گئے۔ اسے دھمکیاں ملنے لگیں کہ طارق کے خلاف شکایت کر کے تُم نے عقل مندی نہیں کی۔ یاد رکھو طارق تمھیں کبھی یو این کی کسی دوسری ایجنسی میں داخل نہیں ہونے دے گا۔ تمھیں نوکری کی ضرورت ہے۔ تم جن خواتین کی پیروی کر رہی ہو، تم ان کی طرح امیر نہیں ہو۔ اگر تم اپنا نام اس کیس سے نکلوا لو تو ہم طارق سے تمھیں معاف کرنے اور ملازمت پر دوبارہ رکھ لینے کی درخواست کریں گے۔ اگر تم ایسا نہیں کرتی تو نہ جانے طارق غصے میں کیا کر بیٹھے۔ تم اپنا نام اس مشترکہ شکایت سے نکال لو۔ ہم تمھیں اس کا اچھا صلہ دیں گے۔ جو لوگ غداری کرتے ہیں طارق انھیں معاف نہیں کرتا۔''

تسنیم بہت خوف زدہ تھی۔ اس کی اپنے سسرال میں صورت حال مخدوش تھی۔ اس نے صرف اپنے شوہر کو بتایا تھا کہ اسے غیر مناسب طور پر نوکری سے نکالا گیا ہے یہ نہیں بتایا تھا کہ طارق کا رویہ نامناسب تھا۔ اگر اس کے شوہر کو یہ پتہ چل گیا تو کیا ہوگا؟ اگر اس کی سسرال میں کسی کو اس کیس کے بارے میں پتہ چل گیا تو کیا ہو گا؟ یہ تمام خدشات اسے بہت خوفزدہ کر رہے تھے۔ اسے طلاق کا ڈر تھا اور اپنے بچوں سے بچھڑ جانے کا خوف بھی۔ اسے معلوم تھا کہ اس کا شوہر اور سسرال بچے کبھی اس کے حوالے نہیں کریں گے۔ جب اسے بچوں سے بچھڑنے کا خیال آتا تو وہ بچوں کو گلے لگا کر بیٹھ جاتی۔ اس کی بیٹی چھ سال کی تھی اور بیٹا صرف چند ماہ کا تھا۔

تسنیم کو یاد آیا کہ ہم نے اپنے گروپ میں اس بات پر اتفاق کیا تھا کہ جب بھی ہمیں کوئی خوف محسوس ہوگا یا خود کو کمزور محسوس کریں گے تو دوسروں کو ٹیلی فون کر کے بتائیں گے۔ اس نے مجھے ٹیلی فون کیا۔ ہم نے کچھ دیر بات کی اور میں نے پوری طرح اس کی حمایت کی۔ پریشان ہونے کے باوجود میں اس کی آواز میں اعتماد محسوس کر سکتی تھی۔ اس کے خدشات میں بھی اس کا عزم جھلک رہا تھا کہ وہ اس شخص کو کیفرِ کردار تک پہنچائے گی جس نے اس کے ساتھ ناانصافی کی تھی۔

پاکستان میں اقوام متحدہ کے دفاتر کے مرد سیکریٹریوں میں افواہیں پھیلانے کا کلچر موجود ہے۔ طارق کے سیکریٹری عمر نے سیکریٹریوں کے اس نیٹ ورک کو اس کیس کی غلط اور ادھوری معلومات دیں جو بعد میں یو این کی تمام ایجنسیوں میں پھیل گئی اور اس کے بعد اسلام آباد شہر میں بھی سنی گئیں۔ یو این کے بہت سارے ساتھیوں نے اس پر نامناسب ردِعمل دکھایا۔ عام طور پر بااخلاق سمجھے جانے والے ایک آدمی نے ہم سے کہا کہ ''اب تو ہم سب جینڈر یونٹ جانے سے ڈرتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہم پر بھی جنسی طور پر ہراساں کرنے کا الزام لگا دیا جائے۔'' کچھ دوستوں کی خاموشی بھی میرے لیے تکلیف دہ تھی۔ انھیں ہمارے معاملے کی خبر تھی لیکن وہ لوگ کبھی ہماری حمایت میں ایک لفظ بھی کہنے کے لیے ہمارے پاس نہیں آئے۔ بلکہ میں نے محسوس کیا کہ وہ ہمیں میٹنگز میں نظر انداز کرنے لگے تھے۔

طارق نے آپریشنز ڈویژن کے تمام لوگوں کو ہم سے انتقام لینے کے لیے استعمال کیا۔ اس نے ہماری

ادائیگیاں روکنی شروع کر دیں۔ عملے کو ہدایت کی گئی کہ ہمارے سارے انتظامی کام روک دیے جائیں۔ ڈرائیوروں کو ہماری نقل وحرکت پرنظر رکھنے کی ہدایت دی گئی۔ ماریہ ہمارے فون سننے لگی۔ صفائی کرنے والوں سے کہا گیا کہ وہ ہماری ڈسٹ بن میں پھینکے گئے کاغذات کو بھی چیک کریں۔

رابرٹ کی بیوی سینڈرا نے یواین کلب کی ایک محفل میں کہا کہ طارق ایک انتہائی مہذب آدمی ہے۔ اس جیسے بااخلاق آدمی سے وہ کبھی نہیں ملی۔ رابرٹ میٹنگز میں طارق کی تعریف کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتا تھا۔ رابرٹ اور طارق ہمیشہ ایک ساتھ نظر آتے تھے اور وہ طارق کے مشوروں کو سنجیدگی سے لیتا تھا۔ اس کا ہمارے ساتھ غصہ اور سرد مہری کا رویہ اس کی ان ہدایات کے خلاف تھا جو اس نے ہمیں دی تھیں کہ اس کیس کے متعلق بات نہ کی جائے۔ عملے کے لوگوں کو صاف نظر آرہا تھا کہ رابرٹ کس کے ساتھ ہے۔ اس لیے باقی سارے لوگ بھی طارق کا ساتھ دے رہے تھے۔

جب ہارومی چھٹیوں سے واپس آیا تو میں اسے اپنے یونٹ کے کاموں کی مکمل بریفنگ دینے کے لیے گئی۔ میں نے آخر میں اسے بتایا کہ ہم ان تمام کاموں کے علاوہ اس کیس کی وجہ سے شدید دباؤ میں رہے ہیں۔ اس نے فوری طور پر منہ پھیر لیا اور کہا کہ میں اس بارے اس سے بات نہ کروں۔ میں بہت پریشان ہوئی اور میں نے اس سے پوچھا کہ میں اس کیس کے بارے کیوں نہ بات کروں جب کہ جینڈر یونٹ کی چار خواتین اس کیس میں شامل ہیں۔ اپنے اس شک کو یقین میں بدلنے کے لیے کہ وہ رابرٹ کی ہدایات پر عمل کر رہا ہے میں نے اس سے پوچھا کہ کیا رابرٹ نے اس کیس کے بارے میں اسے پہلے ہی بریف کر دیا ہے۔ اس نے صرف اپنا سر ہلایا اور مزید کچھ کہنے سے انکار کر دیا۔ مجھے سخت تکلیف پہنچی۔ مجھے پتہ تھا کہ رابرٹ ایک ایسا سرد مہر بیوروکریٹ ہے جو یہ معلوم کرنے کی بجائے کہ خواتین کو ہراساں کیا گیا ہے یا نہیں، اس معاملے کو رفع دفع کرنا چاہتا ہے۔ تاہم مجھے امید تھی کہ ہارومی اس سے مختلف رویہ اختیار کرے گا۔

میں اپنے دفتر واپس آئی اور میز پر سر رکھ کر بیٹھ گئی۔ کام کا بوجھ، رمضان کے اوقات، گھر میں میری شادی کی تیاریاں اور اس کے ساتھ پال اور میرے گھر کی تزئین وآرائش اور اس شکایت کا دباؤ میرے لیے سخت تناؤ کا باعث بن گئے تھے۔

شکایت کنندگان کے مختلف سپروائزر کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ دفتری اوقات میں ہم اپنی میٹنگز نہ کر سکیں۔ ہم نے دفتر کے بعد ملنا شروع کر دیا۔ حقیقت میں ہمیں ایسا کرنے سے فائدہ ہوا اور ہم نے اپنی دیگر تین اراکین شیبا، تسنیم اور نگین جواب یواین ڈی پی میں نہیں تھیں، کو بھی ان میٹنگز میں شامل کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ مجھے شدید احساس تھا کہ ہمارے معاملے کا تعلق ہمارے دفتری کام سے تھا لیکن ہم نے کسی کے سپروائزر سے جھگڑا مول نہیں لیا۔ صاف نظر آرہا تھا کہ وہ سب لوگ ہمارے خلاف اکٹھے ہو گئے

ہیں اور ہمیں یا این کی چڑیلیں سمجھتے ہیں۔

اس تمام دباؤ کے باوجود ہمارا گروپ ہر چند روز کے بعد باقاعدگی سے ملتا رہا تاکہ ہم اپنے آپ کو ذہنی طور پر مستعد رکھتے ہوئے تحقیقات کی تیاری کر سکیں۔ میں نے سب سے کہا کہ وہ مستقبل قریب میں پہنچنے والے تحقیقاتی پینل کے لیے اپنے تفصیلی بیان کی تیاری کریں۔

باب:37

گوناگوں مصروفیات

میں عید کے بعد صنف کے موضوع پر ایک بڑی علاقائی کانفرنس کی تیاری کر رہی تھی۔ ہارومی کی سفارش پر جینڈر یونٹ ایشیا بھر سے یو این ڈی پی کے صنفی ماہرین کو مدعو کر رہا تھا۔ شادی کی تاریخ قریب آنے کے باوجود میں چاہتی تھی کہ اپنے صنفی پروگرام کو اجاگر کرنے کے لیے بہت محنت سے کام کروں۔ اس لیے میری تمام ٹیم اس کی تیاریوں میں مصروف تھی۔ انتظامیہ، خصوصاً طارق کی ٹیم کی طرف سے، مسلسل حملوں سے نمٹنے میں میری تمام جسمانی، ذہنی اور جذباتی توانائیاں صرف ہو رہی تھیں۔ ہم روز طارق کو نظر انداز کرنے اور اپنا کام جاری رکھنے کی حکمت عملی بناتے۔

ایک طرف یہ تمام سرگرمیاں اپنے عروج پر تھیں تو دوسری طرف قریبی رشتہ داروں نے ہمارے گھر پہنچنا شروع کر دیا تا کہ شادی کی تیاریوں میں مدد دے سکیں۔ شادی کی تقریبات 12 سے 15 فروری کے دوران چار راتوں تک مسلسل ہونا تھیں۔ ان تمام سرگرمیوں کی وجہ سے میرے شب و روز تھکا دینے والے تھے۔ اداس ہونے، خوش ہونے یا کسی سے خفا ہونے کا وقت بھی نہیں تھا۔ میں سارا وقت کام میں لگی رہتی تھی۔ جنسی طور پر ہراساں کرنے کے کیس کی وجہ سے بہت تناؤ بڑھ رہا تھا۔ ہمارے ساتھ کام کرنے والوں کا رویہ انتہائی تکلیف دہ تھا۔ وہ اب ہم سے بات تک نہیں کرتے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ مجھے یو این ڈی پی میں اپنے 'گیارہ کے گروپ' کو تقویت دینی تھی، ہارومی کا مزاج ٹھنڈا رکھنا تھا تا کہ وہ مزید پریشانی نہ پھیلائے، طارق کی جانب سے رکاوٹیں کھڑی کرنے پر جینڈر یونٹ کا غصہ کم کرنا تھا اور شادی کے لیے آنے والے مہمانوں کے سامنے خوش رہنا تھا۔ یہ تمام جذبات حقیقی تھے لیکن ان کی وجہ سے مجھ پر دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔

میں نے رابرٹ، ہارومی اور دوسرے رفقائے کار کے رویے کے بارے میں غصہ دبا دیا۔ آنے والے برسوں میں طارق کے خلاف غصہ پینے کی صلاحیت تو مجھ میں پیدا ہو گئی لیکن انتظامیہ اور عملے کے کچھ لوگوں کے برتاؤ کی تکلیف بڑے عرصے تک میرے ساتھ رہی۔ اس تمام مصروفیت میں ہم نے یہ سنا کہ طارق نے اپنا جواب جمع کرا دیا ہے اور رابرٹ اس کی ایک نقل ہمیں دے گا۔ راشیل نے اس خبر کی تصدیق کی اور ہم سب کے

دماغ تناؤ کی وجہ سے سن ہو کر رہ گئے۔ ہم سب نے ایک دوسرے کو فون کیا اور فیصلہ کیا کہ جواب ہم سب اکٹھے غزالہ کے گھر پر پڑھیں گے۔

طارق کا جواب 68 صفحات پر مشتمل تھا جس میں 23 صفحات اس کے بیان کے تھے اور 45 صفحات کے ضمیمے ساتھ تھے۔ ان سب پر نمبر لگے ہوئے تھے اور دستاویز بڑے سلیقے سے پیش کی گئی تھی۔ جب مجھے یہ جواب موصول ہوا تو میں نے اس کا بیان تھوڑے ہی وقت میں پورا پڑھ لیا اور ضمیمے نہیں پڑھے۔ یہ جواب پڑھنے کے بعد مجھے حیرت انگیز طور پر اطمینان محسوس ہوا۔ ہمیں پتہ تھا کہ طارق نے رابرٹ کے مشورے پر یو این کے مشیروں اور وکیل سے اس خط کو لکھنے میں قانونی مدد لی تھی۔ ہم توقع کر رہے تھے کہ وہ تباہ کن دلائل دے گا۔ تاہم اس کا خط پڑھنے کے بعد میرا پہلا تاثر یہ تھا کہ اس کے جھوٹ بالکل غیر معقول تھے اور اس قدر واضح دکھائی دے رہے تھے کہ انھیں بے نقاب کرنا مشکل نہیں ہوگا۔ مجھے ابھی یہ پتہ نہیں تھا کہ اسکینڈل بنانے والے کا جھوٹ کا وزن سچ سے زیادہ ہوتا ہے اور انتظامیہ کی حمایت ٹھوس شہادتوں سے زیادہ اہمیت پاتی ہے۔

اس نے اپنے جواب میں سب سے پہلے جو بات لکھی وہ یہ تھی کہ اس پر حملہ یو این کے نظام پر حملہ ہے اور خاص طور پر رابرٹ انگلینڈ کی اہلیت پر حملہ ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ ہم یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ رابرٹ کو اپنے دفتر میں ہونے والے واقعات کا کچھ علم نہیں۔ نیز یہ کہ رابرٹ یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کے منیجر اپنے عہدوں کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے دفتر کی خواتین کو ہراساں کرتے ہیں۔ اس حکمت عملی سے اس نے اس بات کو یقینی بنایا تھا کہ وہ پوری طرح انتظامیہ کے ساتھ ہے اور اپنے دفاع میں انتظامیہ کو بھی ایک فریق بنا لیا تھا۔

دوسری دلیل اس نے یہ دی کہ ''جنسی طور پر ہراساں کرنے کا جھوٹا الزام'' میری اختراع تھا کیونکہ میں اس کی جانب سے دفتری معاملات پر تنقید سے پریشان تھی۔ اب میں اس سے انتقام لے رہی تھی اور خواتین کو متحرک کر کے جنسی طور پر ہراساں کرنے کا کیس بنا رہی تھی۔ اس نے ان واقعات کی ایک لمبی فہرست دی جو یہ ظاہر کرتے تھے کہ میں دفتر کے طریقہ کار کی خلاف ورزی کرتی ہوں نیز یہ کہ طارق کی طرف سے ان امور کی نشان دہی پر میں ناراض ہو گئی۔ علاوہ ازیں اس نے حیرانی کا اظہار کیا کہ دوسری خواتین بھی میرے ساتھ شامل ہو گئیں حالانکہ ان میں سے چند خواتین اس کی خاص دوست تھیں۔

میں نے اپنے آپ سے پوچھا کہ کون ذی ہوش شخص اس بات پر یقین کر سکتا ہے کہ میں نے یو این ڈی پی کی دس ذمہ دار خواتین کو قائل کر لیا کہ وہ جنسی طور پر ہراساں کیے جانے والے واقعات کی تفصیل تحریر کریں اور میرے ساتھ شکایت پر دستخط کر دیں۔ میں پر اعتماد تھی کہ اس کے سفید جھوٹ کو بے نقاب کرنا مشکل نہیں ہوگا۔ اس نے اپنا پورا جواب میری ذات کے گرد بنایا تھا اور دوسری خواتین کی شکایات کی تفصیلات کو نظر انداز کر دیا تھا۔ پس اگر ہم ایک دفعہ یہ ثابت کر دیتے کہ دیگر خواتین نے اپنی مرضی سے شکایات کی ہیں تو اس کا پورا جواب

تاش کے پتوں کی طرح بکھر جائے گا۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم آئندہ اجلاس میں مستقبل کی حکمتِ عملی بنائیں گے۔ میں نے پیش کش کی کہ میں اگلے اجلاس میں اس کے جواب کا تجزیہ لے کر آؤں گی تاکہ ہم اس کے اہم نکات کا توڑ کرسکیں۔

میں گھر آکر سیدھی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ میرا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ شادی کے لیے آئے ہوئے مہمانوں کے پاس ٹھہروں۔ میری والدہ اور بھائی میرے پیچھے کمرے میں آئے تاکہ معلوم کرسکیں کہ طارق کے جواب میں کیا لکھا تھا۔ وہ دونوں میرے متعلق بہت فکرمند تھے اور مجھے ان کے سامنے اپنا غصہ نکالنے سے بہت سکون ملا۔ ان کی حمایت میرے لیے بہت اہمیت رکھتی تھی۔

ہمارے گروپ کے کچھ لوگ جلد ہی میرے گھر آگئے اور میرے کمرے میں بیٹھ کر طارق کا جواب پڑھنے لگے۔ ہم نے اس جواب میں سے اہم نکات نکالے۔ طارق نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ میں اور وہ اس کے آپریشنز کے سربراہ بننے تک بہت قریبی دوست رہے۔ اس نے یہ دعویٰ کیا کہ جب وہ دفتری طریقہ کار پر میری نگرانی کرنے لگا تو میں زچ ہوگئی۔ پھر اس نے متعدد واقعات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ میں اس کی جانب سے تنقید کو برداشت نہیں کرتی تھی۔ اس نے یہ دلیل دی کہ میں ایسی شخصیت ہوں کہ جب مجھے کسی بات پر ٹوکا جاتا ہے تو میں باغی ہوجاتی ہوں۔ نیز یہ کہ میں خود پر تنقید کی مزاحمت کرتی ہوں۔ اس نے یہ تاثر پیدا کیا کہ جنسی طور پر ہراساں کرنے کی شکایت دراصل ادارے کے ایک فرض شناس اہل کار کی مزاحمت ہے۔

اس نے چند من گھڑت واقعات بیان کیے اور کچھ واقعات کو اس نے سیاق وسباق سے الگ کر کے لکھا تھا۔ اس نے ایک یہ بات بھی لکھی کہ میرے دفتر والوں کو نہیں معلوم ہوتا تھا کہ میں کہاں ہوں اور میں اپنے سفر پر جانے کے لیے باقاعدہ منظوری بھی نہیں لیتی تھی۔ ان کے جوابات دینا آسان تھا اور میں اس کے دستاویزی ثبوت بھی مہیا کرسکتی تھی۔ تاہم کئی دوسرے الزامات ایسے تھے جو واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کر کے بنائے گئے تھے۔ مثال کے طور پر اس نے کہا تھا کہ دس دسمبر کو میں اپنی ٹیم کے ساتھ دفتر کی ایک میٹنگ سے واک آؤٹ کر گئی تھی۔ یہ قطعی جھوٹ تھا۔ اس نے بیان کیا تھا کہ ورکشاپ کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں کیوں چلی گئی تھی تو میں اسے کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دے سکی تھی۔ درحقیقت میں لنچ بریک کے لیے گئی تھی اور پھر واپس نہیں آئی تھی کیوں کہ میں تسنیم سے اپنے دفتر میں بات کر رہی تھی۔ بہرحال یہ کوئی باضابطہ واک آؤٹ نہیں تھا اور نہ ہی اس نے اس کے متعلق مجھ سے کبھی کوئی بات کی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ اس نے اپنے بیان کے لیے گواہ پہلے سے تیار کرلیے تھے تاکہ اس کی من گھڑت کہانیوں کو رد کرنا مشکل ہوجائے۔

اس کے علاوہ اس نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ میں تھوڑی سی پاگل ہوں اور ماضی میں بھی میں نے میڈیکل سنٹر میں ایک دوسرے شخص کی شکایت کی تھی۔ اس لیے میں نفسیاتی مسائل کا شکار ہوں۔ اختتامی

پیرا گراف پر تو ہم سب خوب ہنسے۔اس نے لکھا تھا:

''یہ تمام واقعہ حقیقت میں مجھے (اور یقیناً دوسرے لوگوں کو بھی) ہراساں کرتا ہے کیونکہ منصفانہ اور مساویانہ انداز میں اپنی ذمے داریاں پوری کرنے اور پیشہ ورانہ اختلاف رائے کے نتیجے میں ہم پر جنسی طور پر ہراساں کرنے کا خوفناک الزام لگایا جاسکتا ہے۔اس سے قطع نظر کہ ان لوگوں نے میری روح کو کیا کچو کے لگائے ہیں اور میرے روابط کو کیا غلط رنگ دیا ہے (صرف اس وقت جب کوئی ضابطہ یا فیصلہ ان کے خلاف گیا) میں محسوس کرتا ہوں کہ انھوں نے جذبات میں آ کر یہ اقدام کیا ہے۔ میں ہمیشہ سے صنفی برابری اور اصناف کے درمیان توازن کا پُر زور حامی رہا ہوں اور رہوں گا۔''

جب میری سہیلیاں چلی گئیں تو میں نے خاموشی سے بیٹھ کر وہ جملے دوبارہ پڑھے جو اس نے میرے متعلق لکھے تھے۔

"بغیر کسی ہچکچاہٹ کے میں کہنا چاہتا ہوں کہ یو این ڈی پی پاکستان کی جینڈر یونٹ کی سربراہ مس فوزیہ سعید ہی وہ قوت ہے جو دیگر خواتین پر جذباتی طور پر اثر انداز ہوئی ہے اور انھوں نے جنسی طور پر ہراساں کرنے کی یہ مشترکہ شکایت کی ہے۔اس کی مخالفت مئی میں شروع ہوئی جس سے پہلے نہ صرف یہ کہ وہ میرے ساتھ کام کرنے والی اچھی دوست بلکہ ذاتی قریبی دوست بھی تھی۔اس کے بعد جینڈر ٹیم کی سربراہ فوزیہ اور میرے درمیان ایک لائن کھینچ گئی اور فوزیہ نے مجھے اپنے طریقے سے کام کرنے کی راہ میں رکاوٹ سمجھا۔"

مجھ پر ایک عجیب سی اداسی چھا گئی۔ میں نے دعا کی کہ اس قسم کا سطحی جواب تحقیقاتی پینل کو دھوکہ نہ دے پائے۔ میں نے آنکھیں بند کیں اور اللہ سے اس شیطان سے لڑنے کی طاقت عطا کرنے کی دعا مانگی۔اچانک میرے کمرے کا دروازہ کھلا اور شادی کے لیے آنے والے مہمانوں نے مجھے گھیر لیا۔میری زندگی میں خوشیوں کی اس یاددہانی نے میرے مایوس لمحوں کو جھٹک کر دور کر دیا۔ میں ایک دفعہ پھر اپنی شادی کی خوشیوں کو محسوس کرنے لگی۔

باب:38

میری خوشیاں سیاست کی نذر

میں نے پال سے کہا کہ چاند رات کو وہ ہمارے ساتھ بازار چلے۔ میرے دوستوں، رشتہ داروں کا تقریباً پندرہ افراد کا گروپ شاپنگ کے لیے بازار جا رہا تھا۔ ہم خوشی منانا چاہتے تھے اور بازار ہمارے لیے ملاقات کی جگہ تھی اور ہم نے چٹ پٹے پکوان کھانے، عید کے کپڑوں کے ساتھ پہننے کے لیے کانچ کی چوڑیاں خریدنے اور مہندی لگوانے کا پروگرام بنایا ہوا تھا۔ میں چاہتی تھی کہ پال میرے اور سعدیہ کے لیے چوڑیاں خریدے۔ رسم ورواج کے مطابق بھائی یا قریبی رشتہ دار اپنے خاندان کی خواتین کے لیے رنگین چوڑیاں خریدتے ہیں۔ وہ حیران ہو رہا تھا کہ ایک ڈالر میں اتنی ڈھیر ساری چوڑیاں آ گئیں۔ میں مسکرائی اور اپنی کہنی سے اسے ٹھوکا لگایا اور کہا کہ رسم ورواج کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔

ہمارے ہاں گروپ کی شکل میں رہنے کا جو رواج ہے اس کی وجہ سے مجھے اور پال کو اکیلے میں ایک دوسرے سے ملنے کا موقع بہت کم ملتا تھا۔ ہم نگاہوں ہی نگاہوں میں اور ایک دوسرے کو محسوس کر کے اپنے جذبات ایک دوسرے تک پہنچاتے رہے۔ کبھی کبھی میں دیکھتی کہ پال عید اور ہماری شادی کی روایات کی بھرپور تیاریوں سے کوفت محسوس کر رہا ہے۔ اگرچہ وہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ لطف اندوز ہو رہا ہے، میں جانتی تھی کہ وہ صرف میری خاطر اپنے اردگرد میرے دوستوں کے جمگھٹے کو برداشت کر رہا تھا۔ البتہ میں ہر لمحے سے لطف اندوز ہو رہی تھی اور اسے بھی یہ معلوم تھا۔

میرے گھر پر اس مرتبہ عید کی تقریبات ہمیشہ کی نسبت کہیں زیادہ تھیں۔ میرے خاندان کے بہت سارے لوگ عید کے موقع پر آ گئے اور ان کا ارادہ عید کے بعد شادی کی تقریبات تک ٹھہرنے کا تھا۔ عید اور شادی کی تقریبات یکجا ہو گئیں۔ گانا اور ناچ ہماری شادی کی تقریبات میں شامل تھا جو عید کی شام ہی کو شروع ہو گیا اور اگلے دو ہفتے تک ہر رات جاری رہا۔

اسی دوران دفتر میں طارق اپنی پوری کوشش کر رہا تھا کہ رابرٹ کی ناک کے بالکل نیچے وہ اپنے آپریشن کے عملے کی مدد سے جینڈ ریونٹ کا ہر کام روک دے۔ ہاروی کی کمزوری نے اسے "طارق۔ رابرٹ ٹیم" میں

شامل کر دیا اور طارق ہمیں ہراساں کرنے کے لیے جو بھی بحران پیدا کرتا تھا ہارومی اسے ہوا دیتا تھا۔ شاید اسے اپنے باس کی دوستی اور انتظامیہ کے گروپ میں شامل ہونا پسند آ رہا تھا۔

حالانکہ ہم سب نے خود کو اچھی طرح تیار کر لیا تھا لیکن پھر بھی ہم اس وقت حیران رہ گئے جب طارق نے ہمارے خلاف ایک نئی جنگ چھیڑ دی اور اس مرتبہ اسے انتظامیہ کی مکمل حمایت حاصل تھی۔ نواز نے ہماری اس درخواست میں ٹائپنگ کی ایک غلطی پکڑ لی جو ہم نے جینڈر یونٹ کی چار رپورٹوں کی چھپائی کے لیے لکھی تھی۔ ہم نے کئی پرنٹنگ پریس سے کوٹیشن مانگی تھی جو کہ معمول کا طریقہ کار تھا اور تجویز کیا تھا کہ سب سے کم کوٹیشن دینے والے پریس کو اس کام کے لیے خریداری کا آرڈر جاری کیا جائے۔ ہم نے آپریشنز کو یہ درخواست جائزے اور فیصلے کے لیے بھیج دی۔ حالانکہ کوٹیشن وغیرہ لینا آپریشنز کا کام تھا۔ لیکن ہم نے اپنا کام جلدی کرنے کے لیے انھیں یہ کام کر کے دے دیا تھا۔ دفتر کے ایک خط میں ٹائپنگ کی معمولی غلطی سے تاریخ غلط لکھی گئی جس کو ''بدانتظامی اور جعل سازی'' کا ایک بڑا کیس بنا دیا گیا۔

نواز یہ مسئلہ سعدیہ کو ایک ٹیلی فون کال کر کے حل کر سکتا تھا لیکن اس نے طارق کو یہ بات بتائی تا کہ اسے ہمارے خلاف کچھ مزید نکات مل سکیں۔ طارق اسی قسم کا بہانہ ڈھونڈ رہا تھا تا کہ وہ ہمارے خلاف کوئی تحقیقات شروع کر سکے۔ اس نے اس چھوٹی سی بات پر پورا کیس بنا کر ہارومی اور رابرٹ کو اس مشورے کے ساتھ بھیج دیا کہ یو این ڈی پی کے رولز کے تحت سزا دی جائے۔ ہارومی نے سعدیہ اور صنف کے یونٹ کے دیگر لوگوں کو متنبہ کیا کہ ''کسی کی ملازمت جا سکتی ہے''۔ میں نے اپنے گروپ کو بتا دیا تھا کہ یہ ہمیں ڈرانے کا حربہ ہے لیکن میں انھیں مطمئن نہ کر سکی۔

پرنٹنگ پریس والوں نے ہمیں فون کیا اور بتایا کہ طارق کا عملہ ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ ہم نے جو قیمت کوٹیشن میں دی ہے اس سے کم کوٹیشن دیں جس کے بدلے انھیں آئندہ بھی طباعت کا کام دیا جائے گا۔ طارق ہماری کوٹیشن سے کم کوٹیشن اسی پریس سے لینا چاہتا تھا تا کہ رابرٹ کو بتا سکے کہ ہم اپنے کام میں کوئی گڑبڑ کر رہے ہیں۔ سارے پرنٹنگ پریس والے کنفیوز ہو گئے تھے۔ طارق رابرٹ کو غلط تفصیلات بتا تا رہا لیکن رابرٹ بجائے اس کی تنبیہ کرنے کے ایسا ظاہر کرتا رہا کہ طارق کے پاس اچھا مواد آ گیا ہے جس کی بنا پر ہمیں اپنی شکایت واپس لینے کے لیے ڈرایا دھمکایا جا سکتا ہے۔ پورا جینڈر یونٹ تناؤ کا شکار تھا، خاص طور پر سعدیہ کو اپنی ملازمت ختم ہونے کا ڈر تھا اور رابرٹ اور ہارومی نے طارق کے خط کو ہم لوگوں میں افراتفری اور پریشانی پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا۔

اس کے باوجود ہم نے یو این ڈی پی کے ایشیائی دفاتر کے جینڈر افسروں کی کانفرنس کی تیاری جاری رکھی۔ میں عید کے روز بھی دفتر میں تھی اور اپنی ٹیم کے ساتھ کچھ کام سمیٹ رہی تھی۔ کانفرنس سے صرف ایک روز پہلے

ہارومی نے اچانک یہ خبر سنائی کہ کانفرنس ملتوی کر دی جائے گی۔ تمام شرکا نے اپنے سفری منصوبے بنا لیے تھے اور ہم ان کے آنے کی معلومات حاصل کر رہے تھے لیکن اب ہمیں ان سب کو رک جانے کا پیغام دینا پڑا اور کہنا پڑا کہ وہ اپنی انتظامیہ سے کانفرنس ملتوی ہونے کے نوٹس کی بابت رجوع کریں۔ ہارومی نے کہا کہ رابرٹ نہیں چاہتا کہ اس وقت جب کہ دفتر میں 'اتنا بدنما ہنگامہ' ہے یہ کانفرنس منعقد کی جائے۔ ان کی نظر میں ہمارا کیس ایک بدنما ہنگامہ تھا۔ میں بہت پریشان تھی اور میں نے اسے کہا کہ انھیں اس کا فیصلہ پہلے کرنا چاہیے تھا تا کہ میری ٹیم اس کی تیاریوں میں اتنا وقت ضائع نہ کرتی۔ میں نے پوچھا کہ ان لوگوں نے ہمارے کیس کو اپنی شہرت کے لیے کیوں خطرہ بنا لیا اور اس کیس کے بارے میں شرمندگی کا احساس کیوں رکھتے ہیں۔ دفتر میں جنسی طور پر ہراساں کرنا ان کے لیے باعثِ شرم ہونا چاہیے نہ کہ اس کی شکایت درج کرانا۔

پال اور میں نے فیصلہ کیا کہ ہم اپنی شادی پر یو این ڈی پی سے ابتدائی منصوبوں کی بجائے صرف چالیس کے قریب لوگوں کو مدعو کریں گے جنھیں ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ شادی کا دعوت نامہ بہت خوب صورت تھا اور چار دنوں کی تقریبات کے لیے الگ الگ دعوت نامے تھے۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ یہ دعوت نامے دفتر میں اتنا بڑا مسئلہ بن جائیں گے۔

طارق اور اس کی ٹیم نے دفتر میں یہ معلوم کرنا شروع کر دیا کہ کس کو دعوت نامے موصول ہوئے ہیں اور یہ اس بات کی نشان دہی تھی کہ ''کون کون ہمارا ساتھ دے رہا ہے۔'' انھوں نے عملے پر دباؤ ڈالا کہ جو بھی میری شادی میں جائے گا اسے 'نتائج' کا سامنا ہوگا۔ اقوام متحدہ کا ایک ڈرائیور میرے پاس آیا اور اس نے میری اور پال کی شادی پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ چاہے دفتر میں اس کی زندگی جہنم بنا دی جائے وہ شادی میں ضرور شرکت کرے گا۔ اس وقت مجھے دفتر کے لوگوں پر طارق کے دباؤ کا احساس ہوا۔

بہت سارے لوگ شادی کی مبارکباد دینے میرے دفتر آئے اور معذرت کی کہ وہ دفتر کے حالات کی وجہ سے شادی میں شرکت نہیں کر سکیں گے۔ طارق نے آپریشنز کے کچھ لوگوں کو جاسوسی کرنے کے لیے میری شادی میں آنے کی اجازت دی تا کہ وہ معلوم کر سکیں کہ شادی میں کس کس نے طارق کے منع کرنے کے باوجود شرکت کی۔ پال خاصا پریشان تھا کہ ہماری شادی میدان جنگ بن گئی تھی۔

باب:39

ہماری شادی

شادی سے چند روز قبل دولھا اور دلھن کو عام دنیاوی کاموں کے دباؤ سے ہٹانے کے لیے ان کے لیے خاص رسومات کا انتظام کیا جاتا ہے۔قریبی رشتہ دار گھر آتے ہیں اور شادی کی تقریبات میں عام زندگی کے کام نہیں کیے جاتے اور دولھا دلھن کے لیے ایک اطمینان بخش اور خوشی کا ماحول پیدا کیا جاتا ہے۔اس رسم کو مایوں کہتے ہیں۔ان دنوں میں دولھا دلھن کو گھر سے باہر نہیں جانے دیا جاتا تا کہ روزمرہ کی باتیں ان پر اثر انداز نہ ہوں۔جس روز مایوں کی رسم شروع ہوتی ہے ایک بڑی دعوت کی جاتی ہے۔یہ رسم تقریباً ایک مہینے تک جاری رہا کرتی تھی۔ ان غیر معمولی تقریبات کے اختتام پر، جو زندگی میں اس بڑی تبدیلی کے لیے تیاری کی خاطر ترتیب دی گئی ہیں،نو بیاہتا جوڑا اپنی آئندہ زندگی سکون سے شروع کر پاتا ہے۔

اپنی دفتری ذمے داریوں کی وجہ سے میں اس رسم سے صرف پانچ روز لطف اٹھا سکی۔ میں نے پیلا جوڑا پہن لیا اور اسے شادی کے روز تک مجھے نہیں اتارنا تھا اور اس کے بعد میں نے شادی کا جوڑا ہی پہننا تھا۔ پال اس بات سے خوش تھا کہ مجھے چند دن تو روزمرہ کی مصروفیات سے بچنے کا موقع مل گیا لیکن اس سے یہ توقع کرنا زیادتی تھی کہ ان تمام رسومات میں پوری طرح شرکت کرے گا جو اس کے لیے بالکل نئی تھیں،اس لیے اس نے اپنی چھٹیاں شادی کے بعد کے لیے بچا کر رکھ لی تھیں۔

میں نے اور میرے بھائی نے امریکہ، ترکی، برطانیہ اور پاکستان کے دیگر شہروں سے آنے والے مہمانوں کو ایئر پورٹ سے جا کر لانے کا انتظام کیا۔ پال کے والد کی طبیعت خراب تھی اس لیے اس کی والدہ کو بھی ان کی تیمارداری کے لیے گھر پر ٹھہرنا پڑا لیکن اس کی بہن ڈیب امریکہ سے آ گئی۔ میری والدہ نے تقریبات کے ہر روز کے لیے اس کے لیے پاکستانی جوڑا تیار کروا رکھا تھا۔ پال کے لیے یہ بہت اچھی بات تھی کہ کم از کم اس کی بہن اس وقت اس کے ساتھ موجود تھی۔اس کے دیگر رشتہ داروں نے اسے فون پر مبارکباد دی۔ میری کچھ سہیلیاں مینی سوٹا سے آئیں جس سے ان تقریبات کا لطف دو چند ہو گیا۔ مجھے اس بات پر بہت فخر محسوس ہوا کہ میری سہیلیاں میری خوشی میں شرکت کے لیے اتنی دور سفر کر کے آئیں۔

باقاعدہ شادی کا دن آ پہنچا۔ تقریباً چھ سو لوگ جمع ہوئے۔ انھوں نے گانے گائے اور رقص کیا۔ پنجاب کے روایتی علاقائی گانے بجائے گئے اور رنگ برنگے چمکیلے کپڑوں میں ملبوس میرے دوست مردوں اور خواتین نے ڈھول کی تھاپ پر بھنگڑے ڈالے۔ بہت بڑے باغیچے میں شامیانے لگائے گئے اور اس پوری جگہ کو سرخ گلابوں اور سرخ رنگ کی سجاوٹی روشنیوں سے سجایا گیا۔ یہ ماحول بہت روایتی تھا سب لوگ فرش پر بیٹھے تھے۔ صرف چند کرسیاں ایک جانب لگا دی گئیں تھیں تاکہ جو لوگ زمین پر نہیں بیٹھ سکتے وہ وہاں بیٹھ جائیں۔

میں نے پیلے رنگ کی شلوار قمیص پہنی اور پیلے ڈوپٹے سے اپنا سر ڈھانپا ہوا تھا۔ میرے ڈوپٹے پر ڈھیر سارا کڑھائی کا کام کیا ہوا تھا اور موتی ستارے لگے ہوئے۔ عام طور پر اس روز دلھن کسی سے بات نہیں کرتی اور رسم کے مطابق اسے مہمانوں کے سامنے لایا جاتا ہے اور اس کا سر جھکا ہوا ہوتا ہے اور وہ خاموش بیٹھ جاتی ہے۔ اسے ان تمام تقریبات میں شامل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی اور نہ وہ گا سکتی ہے اور نہ ناچ سکتی ہے۔ میں نے اس رسم کو بالکل دوسری طرح سے منایا۔ میں نے ہمیشہ رسم اور آزادی کا امتزاج کیا ہے۔ میں نے اس ماحول میں وہی پہنا جو رواج کے مطابق تھا لیکن میں نے پنڈال میں گھوم پھر کر اپنے دوستوں سے باتیں کیں۔ کئی بار میں پال کے پاس سے بھی گزری اور ہم نے ایک دوسرے سے محبت کے چند الفاظ بھی کہے۔ میرا خیال ہے کہ پال کے لیے اتنی دیر تک اتنے سارے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا رہنا بہت دشوار تھا لیکن اس نے پوری کوشش کی کہ وہ واقعی خوش نظر آئے۔

اسٹیج پر ایک گلوکار گا رہا تھا اور سب ناچ رہے تھے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ پارٹی زوروں پر تھی تو اس وقت گلوکار نیچے اترا اور لوگوں کے درمیان اس نے پال کے لیے گانا گایا۔ بہن اس خوشی کے اس موقع پر اپنے بھائی کی نظر اتارتی ہے۔ رسم یہ ہے کہ اس وقت بہن اٹھتی ہے اور دولھا کے سر پر کچھ پیسے وار دیتی ہے۔ اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس نے اپنے بھائی کے اوپر سے بلاؤں کے سائے دور کر دیے۔ بعد میں وہ پیسے گانے بجانے والوں کو دے دیے جاتے ہیں۔ جیسے ہی یہ گانا شروع ہوا سعدیہ نے کچھ پیسے پال کے سر پر رکھے اور اس کے بعد ساری دوستوں نے یہی کیا اور گانے والا وہ پیسے لیتا رہا۔ ڈیب کو بھی اس رسم میں شامل ہونا پڑا کیوں کہ میرے بہت سارے رشتہ داروں نے بھی پال کے سر پر پیسے رکھنے شروع کر دیے تھے۔

میری شادی کی یادوں میں ہمیشہ جنسی ہراسیت کے معاملے میں پیدا ہونے والی تلخیاں بھی شامل رہیں گی۔ سب سے نمایاں واقعہ نکاح کے روز پیش آیا۔ بالآخر رابرٹ نے عملے کو یہ بتانے کا فیصلہ کیا کہ ایک شکایت درج ہوئی ہے اور انتظامیہ اس سے نمٹ رہی ہے۔ مجھے سخت غصہ آیا کہ اس نے یہ کام اس وقت نہیں کیا جب میں اسے کہتی تھی اور عین میری شادی کے دن اسٹاف کا اجلاس بلایا۔ مجھے معلوم تھا کہ مجھے وہاں حاضر ہونا ہے تاکہ پتہ چلے کہ یہ بات کس طرح کی جا رہی ہے۔

تیرہ فروری کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے صبح ساتویں منزل پر کانفرنس روم عملے کے تقریباً سو لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ کچھ لوگ کرسیوں پر بیٹھے تھے اور کچھ نیم دائرہ بناتے ہوئے دیوار کے ساتھ لگے کھڑے تھے۔ رابرٹ کمرے میں داخل ہوا اور مکمل کنٹرول میں نظر آیا۔ طارق اور ہارومی اس کے دائیں بائیں تھے۔

جب جینڈر یونٹ کی ٹیم کمرے میں داخل ہوئی تو تقریباً دو سو آنکھوں نے ان کا پیچھا کیا۔ میں ان لوگوں کے ساتھ نہیں تھی۔ طارق اور اس کے وفادار حامیوں کی نظریں مجھے پریشان کر دیتی تھیں۔ بہت سے لوگ ہمدردی سے انھیں دیکھتے رہے۔ لیلیٰ اور راشیل پہلے ہی سے کمرے میں موجود تھیں اور جب سعدیہ، غزالہ، نبیلہ، رنسے اور ماسا کو کمرے میں داخل ہوئیں تو لیلیٰ اور راشیل ان کے ساتھ بیٹھنے کے لیے ان کے پاس چلی گئیں۔ وہ سب ساتھ رہنے میں اطمینان محسوس کرتی تھیں۔

رابرٹ بات شروع کرنے ہی والا تھا کہ پال کمرے میں داخل ہوا۔ حالانکہ وہ چھٹیوں پر تھا اور شادی کے انتظامات میں مصروف تھا لیکن اس نے فیصلہ کیا کہ جینڈر یونٹ اور گیارہ کے گروپ کی حمایت کے لیے وہ اس اجلاس میں شرکت کرے گا۔ کمرے میں 'اوہو' کی گونج سنائی دی کیوں کہ آج اس کے وہاں ہونے کی توقع نہیں کی جا رہی تھی۔ وہ سامنے کی قطار میں بیٹھ گیا اور اس کی موجودگی ہمارے گروپ کی خوشی کا باعث بنی۔ انھیں اس بات کی ضرورت تھی کہ جب رابرٹ بات کرے تو سامعین میں ان کا کوئی دوست موجود ہو۔ حالانکہ انھیں پتہ تھا کہ سامعین میں بہت سے لوگ طارق کی بربادی کے لیے دعا کر رہے تھے لیکن پال کا مقام مختلف تھا۔ رابرٹ بھی پال کی موجودگی میں بات کرنے میں احتیاط کرے گا۔

رابرٹ ایک لمبی سانس لے کر کھڑا ہو گیا۔ جب میں اپنے زرد لباس اور گوٹا لگے زرد ڈوپٹے میں داخل ہوئی تو اس وقت رابرٹ اس اجلاس کا مقصد بیان کر رہا تھا۔ میرے داخل ہونے پر زیادہ زوردار 'اوہو' کی آواز گونجی۔ ایک خاتون نے زور سے کہا ''کیا ہو رہا ہے۔ پہلے دولھا کمرے میں داخل ہوتا ہے اور اب دلھن آ گئی ہے۔ یہاں کیا ہو رہا ہے؟'' میں مکمل اعتماد کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے میں نے رابرٹ کی آنکھوں میں دیکھا اور اس کے بعد طارق اور ہارومی سے نظریں ملائیں۔ اس کے بعد میں نے حاضرین کو دیکھا جو سب مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ میں سیدھی اپنے گروپ کے لوگوں کی جانب گئی جو اب بہت پرجوش تھے کہ اب ہماری ٹیم مکمل ہو گئی۔ ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور ہلکے سے مسکرائے اس احتیاط کے ساتھ کہ کوئی دیکھ نہ لے۔ ہماری آنکھوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ہم ایک دوسرے کی حمایت سے کتنی طاقت محسوس کرتے ہیں چاہے ہمیں یہ محسوس ہو رہا ہو کہ ہم مگرمچھوں کے درمیان گھرے ہوئے ہیں۔

میں اس اجلاس سے غیر حاضر نہیں ہو سکتی تھی۔ میں دکھانا چاہتی تھی کہ ہمارا سارا گروپ ایک ساتھ ہے اور

میں ہر صورت میں ان کے ساتھ کھڑی ہوں۔ میں ہر وہ لفظ نوٹ کرنا چاہتی تھی جو رابرٹ اس کیس کے بارے میں کہنا چاہتا تھا۔ جب وہ بات کر رہا تھا اس کی آنکھیں مجھے دیکھ رہی تھیں۔ میں بھی اس کی طرف اس کی تقریر کے دوران گھور کر دیکھتی رہی۔ مجھے یقین ہے کہ اگر میں وہاں نہ ہوتی تو وہ اس سے زیادہ لمبی تقریر کرتا۔ وہ بولنے سے پہلے اپنا ہر لفظ تول رہا تھا کیوں کہ میں نے اس بات کو یقینی بنایا تھا کہ وہ دیکھ لے کہ میں اس کی باتوں کے نوٹس لے رہی ہوں۔

اس نے کہا ''میں جانتا ہوں کہ ہر کسی کو ہمارے دفتر کے موجودہ بحران کا پتہ ہے۔ مجھے حیرت ہوگی کہ اگر کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔''

میں سوچنے لگی کہ 'بحران' طارق کا رویہ ہے یا اس رویے کی شکایت یا یہ بات کہ رابرٹ کو اس شکایت سے نمٹنا پڑ رہا ہے۔ رابرٹ نے بات جاری رکھی ''بہت سی افواہیں گردش کر رہی ہیں۔ میں ایسا نہیں ہونے دینا چاہتا۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ لوگوں کے ایک گروپ نے ایک شخص کے خلاف شکایت کی ہے۔'' اس نے ارادتاً 'جنسی ہراسیت' بلکہ 'ہراساں کرنے' کے الفاظ سے بھی گریز کیا۔ ہمارے دفتر میں ہر کسی کو اس الزام کے بارے میں معلوم تھا لیکن وہ اپنے دوست طارق خان سے وفاداری کا مظاہرہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے طارق خان یا ہمارا نام نہیں لیا۔ اس نے کہا کہ وہ چاہتا ہے کہ ہر شخص اپنے کام پر توجہ مرکوز رکھے اور اس کیس سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ اس نے مزید کہا 'میں نہیں چاہتا کہ آپ کسی کی طرف داری کریں۔ صرف چند لوگوں کو تفصیلات کا علم ہے اس لیے اگر کوئی اس بارے میں بات کرتا ہے تو یاد رکھیں کہ یہ افواہ پھیلانے کے مترادف ہے۔'

میں نے سوچا کہ اگر رابرٹ چاہتا ہے کہ کوئی بھی اس کیس سے تعلق نہ رکھے تو پھر ہمیں شہادت کس طرح سے مل سکتی ہے۔ اس نے 'انصاف' کا کوئی ذکر نہیں کیا یا سچ معلوم کرنے کے متعلق بھی کوئی بات کی۔ اس نے یہ اعلان کیا کہ اس معاملے کی تحقیقات ایک پینل کرے گا۔ اجلاس برخاست کر دیا گیا۔ کسی کے قریب آنے سے قبل ہی میں کمرے سے نکل گئی۔

میرے خاندان کے سوا کسی کو میری غیر حاضری کا علم نہیں تھا۔ اجلاس صبح سویرے تھا اور جب میں واپس آئی تو مہمانوں کی اکثریت اس وقت بھی سو رہی تھی۔ نکاح کی تقریب دن چڑھے منعقد ہونا تھی۔ شادی کی یہ مذہبی رسم بہت سادہ سی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ باقی ساری رسومات بہت ہلے گلّے والی ہوتی ہیں جو پاکستان کے ثقافتی رسم و رواج کا حصہ ہیں۔

اسی روز صبح میری والدہ اور میرے ماموں نکاح کے بعد تقسیم کی جانے والی مٹھائی کی تیاری کر رہے تھے۔ میرا بھائی نکاح خواں کو لینے جا چکا تھا۔ میں ابھی بھی زرد جوڑا زیبِ تن کیے ہوئے تھی لیکن اس کے اوپر گوٹا لگا ہوا لال ڈوپٹہ پہنا ہوا تھا۔ تقریباً ساٹھ قریبی رشتہ دار اور دوست جمع تھے۔ تقریباً گیارہ بجے گھر کے دروازے

کی گھنٹی بجی تو ساٹھ لوگوں کے شور میں وہ آواز کسی کو سنائی نہ دی۔گھنٹی دوبارہ بجی۔اقوامِ متحدہ کا ایک ڈرائیور گھر کے دروازے پر تھا۔اس نے گھر کے اندر باہر جانے والوں سے کہا کہ مجھے بھیجیں۔ایک شخص نے دوسرے کو یہ پیغام دیا اور یہ پیغام کہیں گم ہو گیا۔اس دوران میں کچھ دیر کے لیے اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔بالآخر کسی نے مجھے بتایا کہ اقوامِ متحدہ کا ایک ڈرائیور میرے متعلق پوچھ رہا ہے۔میں لوگوں کے درمیان سیڑھیاں اور ہال سے گزرتی ہوئی گھر کے صدر دروازے تک پہنچی۔

وہ رابرٹ کا ڈرائیور تھا۔اس نے مجھے خط دیا اور اس کی رسید پر میرے دستخط لیے اس وقت میں نے شادی کا جوڑا پہنا ہوا تھا اور میرے ہاتھوں میں مہندی لگی ہوئی تھی۔میں نے ڈرائیور کے چہرے پر شرمندگی کے آثار دیکھے کہ اسے شادی کی تقریبات کے دوران ایک دلھن کو یہ خط دینا پڑ رہا ہے۔یہ خط پرنٹنگ پریس والے معاملے کے متعلق تھا۔طارق کے الزامات کو آگے بڑھاتے ہوئے رابرٹ نے مجھے یہ خط بھیجا تھا جس کا عنوان تھا ''بدانتظامی کے الزامات''۔اس میں مجھے مطلع کیا گیا تھا کہ اس معاملے کی تحقیقات کے لیے ایک سینئیر مینیجر کو مقرر کیا گیا ہے جس کی رپورٹ نیویارک میں تحقیقاتی پینل کو بھیجی جائے گی۔

غصے سے میرا خون کھول رہا تھا۔طارق کو صورت حال کو استعمال کرنے کا موقع دینے، ہمارے خلاف ایک جھوٹا کیس بنانے کے لیے عملے کا وقت اور دفتر کی گاڑیاں استعمال کرنے کی اجازت دینے کے بعد اس نے طارق کی طرف سے لگائے گئے تمام الزامات پر سرکاری مہر لگا دی تھی اور بڑی چالاکی سے اسے جنسی طور پر ہراساں کرنے کے معاملے کی تحقیقات سے جوڑ دیا تھا۔ان دونوں کیسوں میں کوئی بات مشترک نہیں تھی۔رابرٹ پیشہ وارانہ پروٹوکول اور ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کر رہا تھا۔یہ خط میرے دفتر بھیجا جانا چاہیے تھا۔وہاں قائم مقام ٹیم لیڈر اسے وصول کر سکتی تھیں یا ہارومی کو بھیجا جا سکتا تھا۔اس کی بجائے اس نے یہ خط براہ راست مجھے پہنچانے کا فیصلہ کیا اور وہ بھی عین میرے نکاح سے ذرا پہلے۔مجھے پتہ تھا کہ وہ خوف و ہراس پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے جیسے کوئی بہت بڑی بات سامنے آگئی ہے اور وہ نیویارک میں پینل کے سامنے مجھے نامعتبر بنا دے گی۔

جب کامران نکاح خواں کو لے کر آیا تو میرے چہرے پر پریشانی دیکھ کر میرے پاس آیا کہ کیا ہوا ہے۔میں نے اسے بتایا کہ رابرٹ نے شادی کے موقعے پر کیا تحفہ بھجوایا ہے اور کہا ''گھبراؤ نہیں۔میں لوہے کی بنی ہوئی ہوں۔میں ان چالاکیوں سے ہار نہیں مانوں گی۔آؤ چلتے ہیں۔ہمیں شادی میں شرکت کرنی ہے۔'' کامران نے مجھے گلے لگایا اور دلاسہ دیا۔خط دیکھنے کے بعد پال نے بھی مجھے دلاسہ دیا اور میں شادی کے ہال میں واپس آگئی لیکن میں نے خود سے یہ کہا کہ میں رابرٹ کو طارق کی طرف داری کرنے پر کبھی معاف نہیں کروں گی۔

پال اپنی بہن ڈیب اوراپنے شہ بالے رومن کے ساتھ آیا۔ میرے والد، بھائی اور بہن میرے ساتھ بیٹھ گئیں۔ میرے ماموں میری شادی کے گواہ تھے۔ میں نے پوری کوشش کی کہ اپنی بہن اور ایک بہت قریبی خاتون دوست کو نکاح کی گواہ بناؤں۔ میرے بھائی نے بھی میری طرف سے دلائل دیےلیکن نکاح خواں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ مذہبی لوگ قرآن اور حدیث کی تشریح اپنے انداز سے کرتے ہیں اور شاذ و نادر ہی عورت کو گواہ بننے کی اجازت دیتے ہیں۔ اس کے باوجود میں چاہتی تھی کہ ایک عورت میرے نکاح نامے پر میری گواہ کی حیثیت سے دستخط کرے اور اس کے لیے میرا وکیل دوست بھی موجود تھا تاکہ وہ نکاح خواں کو ملک کے قوانین اور مذہبی قوانین دونوں سے یہ بات بتائے کہ عورت کی گواہی جائز ہے۔ آخر میں میرے خاندان والوں نے اور دوستوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں یہ بات جانے دوں اور میں نے ان کا مشورہ مان لیا۔ پال نے میری طرف مسکرا کر دیکھا شاید وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اس کی ہونے والی جنگجو بیوی اپنی زندگی کے ہر قدم پر اپنے حق کے لیے لڑتی رہے گی۔

ہم نے ایک دوسرے کو میاں اور بیوی کی حیثیت سے قبول کرنے کے بعد نکاح نامے پر دستخط کیے۔ پال اور میں نے ایک دوسرے کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ اب ہم میاں بیوی تھے۔ ہمارے ایک دستخط سے ہماری زندگیاں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ گئی تھیں۔

میرے والد نے شوہر اور بیوی کے لیے اچھے اخلاق پر ایک چھوٹا سا خطبہ دیا۔ چھوہاروں کی تقسیم کے ساتھ ہی نکاح کی رسم ختم ہو جاتی ہے۔ ہمارے نکاح کے موقع پر ملک کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے سازندے موجود تھے۔ انھوں نے ہمارے باغیچے میں ساز بجانے شروع کر دیے اور اچانک ہی کمرہ مبارکباد کی آوازوں سے بھر گیا اور لوگ ایک دوسرے سے بغل گیر ہونے لگے۔

شام کے وقت شادی کی رسمیں جاری رہیں۔ ابھی وقت نہیں ہوا تھا کہ میں شادی کا پورا جوڑا پہن کر پال کے ساتھ چلی جاتی۔ رشتہ دار اور دوست مہندی کے تھال لے کر شام کو مہندی کی رسم کے لیے آ گئے۔ بہت بڑا مجمع تھا اور روایتی موسیقی اور رقص عروج پر تھے۔ زرد رنگ آج کا رنگ تھا۔ ہم نے زرد شامیانے اور زرد قالین کا انتظام کیا ہوا تھا۔ زرد پھول اور سنہری روشنیاں تھیں۔ عام طور پر دونوں خاندانوں کی سات سہاگن عورتیں دلھن اور دولھا کے ہاتھ میں مہندی لگاتی ہیں لیکن میں نے اس میں اپنی مرضی کے مطابق تبدیلی کی اور نہ صرف شادی شدہ عورتوں بلکہ طلاق یافتہ عورتوں کے علاوہ اگر کوئی مرد بھی اس میں حصہ لینا چاہتا تھا تو اسے بھی اس رسم میں حصہ لینے کی اجازت دی۔

پال اب اس توجہ کا عادی ہو گیا تھا اور لطف اندوز ہو رہا تھا۔ جب یہ رسم شروع ہوئی تو وہ اور میں ایک چھوٹے سے سٹیج پر بیٹھے جسے زرد پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ جب ہمارے دوست ہمارے ہاتھوں پر مہندی

لگانے، ہمارے بالوں پر تیل چھڑ کنے اور ہمیں میٹھا کھلانے کے لیے آئے تو سب نے بہترین اور خوشگوار شادی شدہ زندگی کی دعاؤں اور خواہشات کا اظہار کیا۔

کامران اور میرے کزنز نے شاندار ڈانس کیا۔ جینڈر یونٹ کی ٹیم نے بھی ایک رقص کی تیاری کی تھی اور وہ بھی یہ رقص دکھانے کے لیے بے چین تھے۔ سعدیہ نے پوری زندگی میں کبھی رقص نہیں کیا تھا اور ماسا کو کے لیے بھی پاکستانی رقص کرنے کا یہ پہلا موقع تھا۔ انھیں رقص کرتا دیکھ کر ہم بہت محظوظ ہوئے۔ انھوں نے میرا دل گرما دیا۔ اس تقریب کے آخر میں جب سب لوگ رقص کر رہے تھے تو میں اور پال بھی اس میں شامل ہو گئے۔ سینکڑوں لوگوں کے ساتھ رقص کرتے ہوئے ہمیں بہت مزا آیا۔ مزے کی بات یہ تھی کہ اب ہم میاں بیوی بن چکے تھے لیکن ابھی ایک دوسرے کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتے تھے۔ رقص جاری رہا۔ یہاں تک کہ اس تقریب کا اختتام ہو گیا۔

اگلے روز میں شادی کی آخری اور اہم تقریب کے لیے تیار تھی جب دولھا دلھن کو اپنے نئے گھر جانا ہوتا ہے۔ اس روز بہت ساری رسومات ہوتی ہیں۔ صبح کو دیر سے میں نے غسل کیا۔ ہمارے ہاں کی رسم کے مطابق میرے ماموں مجھے باتھ روم سے میرے بستر تک لائے کہ میرے پاؤں زمین پر نہ لگیں پھر انھوں نے کچھ پیسے ہاتھ میں رکھ کر میرے سر پر گھمائے تاکہ بدروحیں دفع ہو جائیں اور بعد میں یہ پیسے غریبوں میں بانٹ دیے۔

میں نے اپنے شادی کا گہرے سرخ رنگ کا لباس پہنا۔ سونے کے زیورات اور کانچ کی لال چوڑیاں پہنیں۔ پال نے روایتی پاکستانی جوڑا پہنا جو دولھا پہنتے ہیں اور سر پر بڑی سی سفیدی مائل پگڑی پہنی۔ ہم ایک ساتھ سجے سجائے اسٹیج پر بیٹھے۔ شیطانی روحوں کو بھگانے کے لیے بہت سی رسومات ادا کی گئیں۔ یہ رسومات ہمارے درمیان محبت بڑھانے، ہمیں ایک دوسرے کی زندگی کو قریب لانے اور والدین کی دعائیں ہمارے ساتھ رہنے کے علاوہ اللہ تعالی کی امان میں رکھنے کے لیے ادا کی جاتی ہیں۔ ایک رسم ایک ہی گلاس سے دودھ پینے کی ہے اس کے علاوہ تحفے میں پیسے ملتے ہیں۔ خاص کپڑے پہنائے جاتے ہیں۔ تقریباً سب نے ہمارے سروں پر پیسے گھما کر انھیں غریبوں میں بانٹا آخر میں مجھے قرآن کے سائے میں پال کے ساتھ اس کے گھر بھیج دیا گیا۔

ہمارے شادی کے دن روایتی رقاصوں نے رنگ دار کپڑے پہن کر رقص کیا۔ یہ لوگ مختلف دیہی علاقوں سے آئے تھے اور ہمارے سامنے مستقل رقص کر رہے تھے۔ جب ہم جانے لگے تو اسٹیج سے لے کر اپنی سجی سجائی کار تک پہنچنے میں ہمیں بہت وقت لگا۔ رقاص بہت ہی آہستگی کے ساتھ ہمیں آگے جانے دے رہے تھے۔ ہوٹل کے باہر وہ ہماری کار کے سامنے رقص کر رہے تھے۔ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ میرے ماموں نے انھیں کار کے سامنے سے ہٹایا تاکہ ہم گزر سکیں۔ یہ دیہاتی رقاص پورے ملک میں رقص کرتے ہیں۔ یہ سب

اس لیے آئے تھے کہ جب میں لوک ورثہ میں تھی تو میرا ان سے بہت قریبی رابطہ رہتا تھا۔ مجھے علاقائی رقص بہت پسند ہے۔ اس بات کو میں خاطر میں نہ لائی کہ ہمارا معاشرہ پیشہ ور رقاصوں کے ساتھ رقص کرنے کی اجازت نہیں دیتا لیکن میں نے کئی مرتبہ ان لوگوں کے ساتھ رقص کیا تھا تا کہ انھیں معلوم ہو سکے کہ میں فن کی کتنی عزت کرتی ہوں۔ ان لوگوں نے میری شادی میں رقص کرنا اپنے لیے باعث عزت سمجھا تھا۔

پال اور میں اپنے نئے گھر میں ایک دوسرے کے لیے محبت اور احترام کے جذبے کے ساتھ داخل ہوئے۔ ہم لوگ بہت خوش اور پر اعتماد تھے کہ ہمارا مستقبل خوش وخرم اور خوبصورت ہو گا۔ سعدیہ میرے ساتھ میرے نئے گھر میں آئی۔ پال کے کچھ قریبی دوست بھی آئے۔ پال انھیں بڑے اخلاق سے یہ سمجھاتا رہا کہ اب وہ گھر جائیں اور ہمیں اکیلا چھوڑیں لیکن ان کے جاتے جاتے بھی بہت دیر ہو گئی تھی۔

اس وقت سے لے کر اگلی شام تک یو این ڈی پی کا کیس میرے ذہن میں نہیں آیا۔ کئی ہفتوں میں یہ پہلا موقع تھا کہ اتنی دیر تک مجھے اس کیس کا خیال نہیں آیا۔ جینڈر یونٹ کی ساتھیوں نے میرے وقت کا احترام کیا اور مجھے میرے گھر میں ملنے نہیں آئیں۔ درحقیقت یہ اتوار کا دن تھا اس لیے دفتر سے کوئی نیا حملہ ہمارے اوپر نہیں ہوا۔ رواج کے مطابق میرے خاندان والے میرا ناشتہ لے کر صبح آئے۔ پال اس رسم سے آگاہ نہیں تھا۔ وہ ان سے بہت سرد مہری سے پیش آیا۔ میرے بھائی بہن اور کزنز بہت ہنسے کہ پال اگلی صبح اپنے سسرال والوں کو دیکھ کر خوش نہیں ہوا۔ پال چاہتا تھا کہ سب لوگ ہمیں علیحدہ چھوڑ دیں۔ جب میں نے دیکھا کہ پال انھیں گھر کے اندر آنے کو نہیں کہہ رہا تو میں دروازے پر گئی اور انھیں اندر لائی۔

رابرٹ شادی میں اپنی بیوی سینڈرا کے ساتھ آیا۔ اس وقت دوست احباب اسٹیج پر ہم سے ملنے اور نیک خواہشات کا اظہار کرنے کے لیے آ رہے تھے۔ رابرٹ بھی ہم سے ملنے ہمارے پاس آیا۔ پہلے اس نے کہا ''شادی کے پہلے دو دنوں کے بارے میں کچھ غلط فہمی تھی۔ کچھ لوگوں نے سمجھا کہ میں بالکل ہی شریک نہیں ہوا لیکن میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے جو دعوت نامہ ملا تھا وہ صرف آخری دو دنوں کا ہی تھا۔ میں خاص طور پر اس لیے آیا ہوں کہ اپنی غیر جانبداری ظاہر کر سکوں۔'' یہ کہہ کر اس نے ہاتھ ہلایا اور پنڈال میں گھومنے لگا تا کہ یو این ڈی پی کے ساتھیوں کو اپنی حاضری دکھا سکے۔

یہ بہت مکروہ لمحہ تھا۔ میرا دل چاہا کہ کہوں 'اب جب کہ تم نے آ کر اپنی غیر جانبداری دکھا دی ہے، تم جا سکتے ہو'۔ یہ ہماری شادی تھی لیکن رابرٹ کے لیے دفتری سیاست تھی۔ جب وہ اسٹیج سے نیچے اترا تو میں نے پال سے کہا ''تو وہ اپنی غیر جانبداری دکھانے آیا تھا'' پال نے مسکراہٹ سے ردّعمل ظاہر کیا ''فکر مت کرو۔'' یہ اندازِ گفتگو بہت دنوں تک ہمارے ساتھ رہا۔ میں بہت غصے میں آ جاتی اور جذباتی ہو جاتی تھی لیکن پال ہمیشہ پرسکون رہتا تھا اور مجھے واقعات کا دوسرا تناظر دکھاتا اور میرے خیالات میں توازن پیدا کرتا تھا۔

شادی کی تقریبات کا آخری دن ولیمہ ہوتا ہے۔جس میں تقریباً آٹھ سو لوگ ہماری خوشیوں میں شریک ہونے کے لیے آئے۔ پٹیالہ گھرانے کے نامور فنکار حامد علی خان نے ہماری خوشیوں کو دوبالا کرنے کے لیے ایک محفلِ موسیقی سجائی۔ سب لوگ ان کے گانوں پر جھومتے رہے۔ یو این ڈی پی کے پروگرامز کے بہت سارے ساتھی شرکت کے لیے آئے لیکن آپریشنز کے لوگوں میں چند بہادر ہی آسکے۔ بیداری کے دوستوں نے بھرپور شرکت کی اور شادی کی اس تقریب میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جس کے میز بان میں اور پال تھے۔

ولیمے سے اگلے روز پال اور میں ہنی مون منانے چلے گئے۔ پال نے ہنی مون کے مقام کو ہر کسی سے پوشیدہ رکھا، یہاں تک کہ مجھ سے اور میرے والدین سے بھی۔اسے ڈر تھا کہ جینڈر یونٹ یا یو این ڈی پی والے مجھے ڈھونڈ لیں گے اور اور خوف و ہراس پھیلانے کے لیے وہاں بھی سرکاری فیکس کرنا شروع کر دیں گے۔ جب میں نے یہ سنا کہ تحقیقاتی پینل فلاں تاریخ کو آرہا ہے تو میرا دل چاہا کہ میں اپنا سفر ملتوی کر دوں تا کہ میں اپنے گروپ کے ساتھ اس کی تیاری کروں اور پرنٹنگ پریس والے کیس کی تحقیقات کے دوران یہاں موجود رہوں۔ پال نے مجھے اس بات پر قائل کیا کہ ہمیں اپنی زندگیوں کا کنٹرول ان لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں دے دینا چاہیے۔ہنی مون پر جانے سے قبل میں نے اپنے گروپ کو ہدایت کی کہ وہ پرنٹنگ پریس والے جعلی کیس میں خود کو زیادہ نہ الجھائیں بلکہ جنسی طور پر ہراساں کرنے والے کیس کے لیے اپنے بیانات مکمل کرنے پر اپنی توجہ مرکوز رکھیں۔ میں انھیں کہتی رہی کہ وہ الگ الگ واقعات کے متعلق سوچیں۔ تمام تفصیلات بتائیں۔ گواہوں کے متعلق سوچیں۔سعدیہ نے میری طرف دیکھا اور کہا ''فوزیہ ہم یہ کر لیں گے۔بس تم جاؤ۔''

اگلے روز میں نے خود کو بہت پرسکون محسوس کیا۔ پال کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر ساحل سمندر پر چہل قدمی کی اور اپنے پیروں سے پانی کی چھینٹیں اڑائیں۔ پال نے میری آنکھوں میں دیکھا اور بولا'' مجھے ابھی تک یقین نہیں آتا کہ وہ سارے لوگ پیچھے رہ گئے ہیں اور ہم اکیلے ہیں۔ مجھے یہ ڈر تھا کہ وہ لوگ ہمارے پیچھے آجائیں گے کہ کوئی رسم رہ گئی ہے یا یو این ڈی پی کا گروپ تمھیں فون کر کے تم سے مشورہ چاہے گا۔'' میں شرمندگی سے ہنسی۔ہم فلپائن میں بوراکے کے جزیرے پر خوبصورت تفریحی مقام پر تھے۔ہم نے اپنی زندگیوں کے اس نئے موڑ پر پہنچنے اور اپنے ملاپ کی خوشی ایک اور ہی دنیا میں منائی۔ ہمارے اردگرد پام کے سرسبز درخت تھے، سفید ریتلا ساحل تھا، کھپریل کے گھروندے تھے اور نیلگوں سمندر تھا۔اس جگہ کی خوبصورتی کو آنکھوں میں سمونا ممکن نہیں تھا۔اس سفر میں ہم نے جو سرور محسوس کیا، وہ ہماری زندگی میں اب تک ہمارے ساتھ ہے۔

حصہ پنجم

انصاف کے حصول کی کوشش

باب:40

تحقیقات کا آغاز

جب میں اسلام آباد واپس پہنچی تو مجھے پتہ چلا کہ پرنٹنگ کیس کی تحقیقات کو انتظامیہ کی طرف سے جینڈر یونٹ کے ریکارڈ میں چھوٹی چھوٹی باتیں تلاش کرنے کی ایک پوری مہم بنا دیا گیا ہے تاکہ شکایت کنندگان کو نامعتبر قرار دیا جاسکے۔ مجھے اداراتی سطح پر اعلیٰ ترین عہدیداروں کی طرف سے اس طرح ہراساں کیے جانے پر سخت غصہ آیا۔ تحقیقاتی افسر نے کہا کہ اسے ہدایت کی گئی ہے کہ ہمارے سارے ریکارڈ کی، یہاں تک کہ گزشتہ برسوں کے ریکارڈ کی بھی، جانچ پڑتال کرے اور کسی بھی قسم کی بے قاعدگی کی نشان دہی کرے۔ اس نے تینوں چھاپا خانوں کا بھی دورہ کیا اور ان کی فائلوں میں اصل لیٹر بھی دیکھے۔ اس نے دبے دبے لفظوں میں بتایا کہ اس نے وہی کیا ہے جو رابرٹ نے اس سے کہا تھا لیکن اسے کوئی بے قاعدگی نظر نہیں آئی۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اس کے خیال میں کسی اور یونٹ کی فائلیں اس سے زیادہ ترتیب میں نہیں ہوں گی۔

جب یہ تحقیقات مکمل ہوگئیں تو میں نے اصرار کیا کہ مجھے اس رپورٹ کی ایک کاپی دی جائے۔ مجھے دفتری زبان پوری طرح سمجھ میں نہیں آرہی تھی اس لیے میں جلدی سے یو این کی ایک اور ایجنسی میں اپنے جاننے والے آپریشنز آفیسر کے پاس گئی اور پوچھا کہ ہمیں بے قاعدگی سے بری قرار دے دیا گیا ہے یا نہیں۔ اس نے تیزی سے وہ رپورٹ پڑھی اور بتایا کہ تحقیقاتی افسر نے ہمارے یونٹ کو بری کیا ہے۔ وہ اس بات پر حیران تھا کہ ایک بہت ہی معمولی سے معاملے کو ایک بڑے کرپشن سکینڈل کا رنگ دے دیا گیا تھا۔ اس نے وہی بات دہرائی جو پہلے میں اپنی ٹیم سے کہتی رہی تھی کہ یہ کسی معاہدے کا معاملہ نہیں تھا یہ صرف ایک دفتر کے اندر بھیجا جانے والا داخلی میمو تھا۔ اگر اس میں کچھ غلطی تھی بھی تو اس سے ادارے کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔

اگرچہ طارق نے تحریری طور پر یہ الزامات لگائے تھے لیکن رابرٹ نے ہمیں تحریری طور پر بری نہیں کیا حالانکہ میں نے اس پر اصرار بھی کیا۔ چنانچہ طارق اور اس کی ٹیم نے ہمارے خلاف افواہیں پھیلانے کا سلسلہ جاری رکھا کہ جینڈر یونٹ میں بڑے پیمانے پر مالیاتی بے قاعدگی کے مسائل ہیں......رابرٹ نے اسے روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔

یو این ہیڈ کوارٹر نے تحقیقاتی پینل کے پہنچنے کی تاریخ 9 مارچ مقرر کی۔ ہم نے پرنٹنگ کی تحقیقات کو اپنے ذہنوں سے باہر نکالا اور اپنے اصل کیس پر توجہ دینا شروع کی۔ ہم نے تیزی سے اپنے ذاتی بیانات کو اور طارق کے بیان کے جواب کو مکمل کرنا شروع کیا۔

میں اس بات کا بہت خیال رکھ رہی تھی کہ اس دباؤ کی صورت حال میں ہمارے گروپ میں کوئی دراڑیں بھی پڑ سکتی ہیں۔ راشیل نے طارق کے بیان پر ہمارے جواب میں رابرٹ کے بارے میں تبصروں پر اعتراض کیا۔ وہ چاہتی تھی کہ ہم طارق پر اپنی توجہ مرکوز رکھیں اور رابرٹ کو چھوڑ دیں۔ میں نے اسے بتایا کہ طارق کا بیان رابرٹ سے شروع ہوتا ہے اور رابرٹ ہی پر ختم ہوتا ہے۔ نبیلہ نے بھی راشیل سے کہا کہ اگر وہ پرنٹنگ پریس والے کیس کو سمجھ نہیں سکتی، اور یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ رابرٹ نے کس بری طرح ہمیں انتقام کا نشانہ بنایا ہے تو پھر وہ کچھ بھی نہیں سمجھ سکے گی۔ مجھے لگا کہ وہ اب بھی رابرٹ کے سحر میں ہے۔ اس نے اعتراف کیا کہ رابرٹ نے اس کیس کے بارے میں اس سے بہت تفصیلی بات کی اور قسم کھا کر کہا کہ اس کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔ رابرٹ نے راشیل کو قائل کرنے کی کوشش کی کہ اگرچہ وہ طارق کی حمایت نہیں کرتا مگر اسے طارق پر ترس آتا ہے کیونکہ اپنے دفتر کے سوا طارق کی کوئی زندگی نہیں۔ گروپ نے ہر ممکن کوشش کی کہ راشیل ہمارے مشترکہ بیان کو قبول کرلے لیکن میں نے اصرار کیا کہ ہم میں سے ہر ایک کو اس جواب سے متفق ہونا چاہیے، چاہے ہمیں راشیل کی خاطر اسے کسی حد تک نرم بھی کرنا پڑے۔ میرے نزدیک اپنے گروپ میں اتفاق رائے قائم رکھنا بے حد اہم تھا۔

پینل کے یہاں آنے سے کچھ دن پہلے پال بیرونِ ملک چلا گیا تھا اس لیے میری دوستوں نے جواب کی تیاری میں باری باری میری مدد کی۔ ہم نے اپنا بیان لکھنے کے لیے گھر پر پال کے کمپیوٹر کو خوب استعمال کیا اور ان دنوں میں شاید ہی کچھ دیر سوئی ہوں گی۔ ویک اینڈ پر ہم نے فیصلہ کیا کہ دوپہر کا کھانا گھر پر کھائیں۔ گروپ والوں نے کھانا لیا اور ہمارے باغیچے میں آ کر بیٹھ گئے۔ کھانے کے بعد سب اپنے کام میں لگ گئے۔ ہم نے مسودے کو دوبارہ سے دیکھنا شروع کیا۔ تسنیم اپنے دفتر سے اپنا لیپ ٹاپ ساتھ لے آئی تھی۔ ہم پال کا کمپیوٹر کھانے کی میز پر لے آئے۔

میں نے دفتر کی عمومی فضا کے بارے میں کچھ بیان لکھنا شروع کیا۔ میں جانتی تھی کہ کوئی یہ بات پوچھ سکتا ہے کہ ''اگر آپ لوگوں کو ایک عرصے سے یہ مسئلہ درپیش تھا تو اس کے بارے میں شکایت پہلے کیوں نہ کی گئی؟'' میں چاہتی تھی کہ پینل ان واقعات کے گرد موجود اختیارات کے اس پُر پیچ جال کو سمجھے جن کی ہم شکایت کر رہے ہیں۔ ماسا کو میرے پاس ٹھہری اور جو کچھ میں نے لکھا تھا اس پر مزید مشورے دیتی رہی۔ ہم دونوں صبح کے تین بجے تک کام کرتے رہے۔

طارق نے اپنی تیاری بالکل مختلف انداز میں کی۔ جیسے فوجی جرنیل جنگ کے لیے اپنے دستوں کو تیار کرتے ہیں، اس نے اپنے ہرکارے اہم جگہوں پر لگا دیے۔ اس کے فرنٹ مین نواز نے پیشکش کی کہ وہ پینل کے لیے سارے انتظامات کرے گا۔ ہم چاہتے تھے کہ رابرٹ کچھ عقل سے کام لے اور پینل کے دورے کے تمام انتظامات طارق کے دست راست کے ہاتھ میں نہ دے لیکن اس نے ایسا ہی کیا۔ ہمیں سخت غصہ آیا۔

ماریہ اور ٹیلی فون ایکسچینج کی ایک اور انچارج آپریٹر کی ذمے داری لگائی گئی کہ وہ جینڈر یونٹ سے کی جانے والی ہر فون کال پر نظر رکھیں اور بعد میں تمام گواہوں سے فون پر بات کریں۔ طارق کے آپریشنز یونٹ کے دو آدمیوں کی ذمے داری تھی کہ وہ جینڈر یونٹ کی تمام سرگرمیوں کی رپورٹ پہنچائیں۔ خود طارق رابرٹ کے قریب وقت گزارتا تھا اور یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ آپریشنز کے چیف کی حیثیت سے مکمل تعاون کر رہا ہے اور پورے معاملے سے نمٹنے میں مدد دے رہا ہے۔ وہ خود اس تحقیقات کا مرکزی کردار تھا اور اس کا عملہ پینل کے لیے انتظامات پر مامور تھا یہ انتہائی غیر معقول تضاد تھا لیکن بظاہر رابرٹ اور نیویارک کے دفتر کی توجہ اس طرف نہیں گئی تھی۔

اچانک ہمارے دفتر میں ایک سنسنی سی پھیل گئی۔ گواہوں کے ملنے کے لیے دو مقامات رکھے گئے تھے: ایک اس ہوٹل میں جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے اور دوسرے ورلڈ فوڈ پروگرام کے کانفرنس روم میں جو ہماری یو این بلڈنگ میں چوتھی منزل پر تھا۔ کوٹر اور یو این کی دوسری ایجنسیوں میں طارق کے چند اور حامیوں نے یہ افواہ پھیلا دی کہ انٹرویو کی جگہوں پر طارق ریکارڈنگ کے آلات لگا رہا ہے۔ اس طرح وہ جان سکے گا کہ کس نے پینل کے سامنے کیا کہا۔ ہمیں یہ محسوس ہوا کہ ریکارڈنگ کے بارے میں یہ افواہ اس لیے پھیلائی گئی ہے کہ وہ لوگ جنھیں طارق اپنی طرف سے گواہوں کے طور پر پیش کر رہا ہے وہ پینل کے سامنے علیحدگی میں اپنا بیان تبدیل کر کے ہمارے موقف کی تائید نہ کر دے۔ دفتر میں تناؤ برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔ طارق یو این کی کسی دوسری ایجنسی سے انتظامات کرنے کے لیے کہہ سکتا تھا جو زیادہ غیر جانبدارانہ طریقہ ہوتا۔ جب ہم نے اس سے اس بارے میں رابطہ کیا تو اس نے فوراً ہی ہماری تشویش کو مسترد کر دیا۔ صورتِ حال یہی رہی کہ نواز نے سارے انتظامات کیے جن میں پینل کے ارکان کی رہائش اور انٹرویو کے کمرے کے انتظامات بھی شامل تھے۔

راشیل خوفزدگی کے عالم میں بھاگتی ہوئی ہمارے کمرے میں آئی۔ اس کی ای میلز کا ایک فولڈر غائب ہو گیا تھا۔ سعدیہ نے بھی شکایت کی کہ اس کی بھی کچھ اہم ای میلز غائب ہو گئی ہیں۔ آئی ٹی کے عملے کے ایک جونیئر رکن نے ہمیں بتایا کہ کسی کے پاس LAN سسٹم کا پاس ورڈ موجود ہے اور اس نے ہمارے کمپیوٹرز کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی ہے۔ ہم پرسنل یونٹ کے کمپیوٹرز میں اپنا ریکارڈ بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ وہاں کے جونیئر سٹاف نے کہا کہ ہماری فائلیں محفوظ رکھنے کے لیے دوسری جگہ منتقل کر دی گئی ہیں۔ شیبا نے اپنے سفری کلیمز کا

ریکارڈ، جسے وہ اپنے بیان کے ساتھ ثبوت کے طور پر استعمال کرنا چاہتی تھی، حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ دوستوں نے ہمیں بتایا کہ ماریہ جینڈ ریونٹ کی ٹیلی فون کالوں کو ایکسچینج میں ایک سپیکر پر لگا دیتی ہے۔

ہمیں احساس ہوا کہ ہم دشمن کے علاقے کے بہت اندر جا کر کام کر رہے ہیں۔ ہم دفتر کے فون آزادی کے ساتھ استعمال نہیں کر سکتے تھے، جب کرتے تو کوڈ الفاظ استعمال کرتے تھے۔ بعض اوقات کسی اہم پیغام کو پہنچانے کے لیے ہم کسی دوسرے کا فون استعمال کرتے تاکہ آپریٹروں کو چکر دے سکیں۔ ہم ای میل کے ذریعے آزادانہ رابطے نہیں کر سکتے تھے۔ ہمیں اسلام آباد یا نیو یارک میں اپنے ساتھیوں سے کوئی بھی مشورہ چاہیے ہوتا تو ہم اپنے ذاتی فون استعمال کرتے۔ ہم نے بازار سے فون اور فیکس کا استعمال کرنا شروع کر دیا تھا مگر اس کے لیے ہمیں دفتر کے اوقات ختم ہونے تک انتظار کرنا پڑتا تھا۔ دفتر کے اوقات میں ہم باہر کے لوگوں سے زیادہ رابطہ نہیں رکھ سکتے تھے کیونکہ طارق کا جاسوسی نیٹ ورک ہم پر نظر رکھے ہوئے تھا۔

بالآخر تحقیقاتی پینل آن پہنچا۔ درمیانے قد اور گھنگھریالے بھورے بالوں والا ایک امریکن، مسٹر جوزف ٹوچن، اس ٹیم کا سربراہ تھا۔ دیکھنے سے لگتا تھا کہ اس کی عمر ساٹھ کے آس پاس ہوگی اور ہمیں بتایا گیا کہ وہ ریٹائر ہونے سے پہلے نیو یارک میں یو این ڈی پی کے لیگل سیکشن کا سربراہ تھا۔ دوسری رکن ایک دبلی پتلی افریقی امریکن، کرسٹین روتھ تھی، جو یو این ڈی پی نیو یارک میں کام کرتی تھی۔ تیسری رکن اسلام آباد میں یو این کے مہاجرین کے دفتر کی لاطینی امریکا سے تعلق رکھنے والی خاتون تھی۔ اس کے سیاہ بال چھوٹے کٹے ہوئے تھے، رنگت گوری تھی اور وہ شوخ رنگوں کے کپڑے پہنتی تھی۔ دیکھنے سے وہ ذہین اور ٹیم کے دوسرے افراد کی نسبت زیادہ مطمئن نظر آتی تھی۔ رابرٹ نے اپنی پہلی میٹنگ میں ان لوگوں کو شکایت سے متعارف کرایا۔ اس کے بعد ان کے رویے سے یہ صاف ظاہر تھا کہ رابرٹ نے ہمارے موقف کو مسترد کرنے والی باتیں کیں اور طارق کا اچھا تاثر بنانے کی کوشش کی۔ پینل طارق کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں سے بے حد متاثر نظر آیا اور یہ بات ان کی بعد میں پیش کی جانے والی رپورٹ سے بھی ثابت ہوئی۔

اس سے پہلے کہ وہ ہارومی سے ملتے۔ میں اس کے پاس گئی اور کہا کہ ''ہارومی، میں تمھیں اپنا گواہ بنانا چاہتی ہوں۔'' ''تمھیں یاد ہے کہ میں نے تمھیں طارق کے رویے کے بارے میں ستمبر میں بتایا تھا۔ اس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا ''ہاں، ہاں، مجھے یاد ہے، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے!''

ہمیں پینل کے طریق کار کے بارے میں ایک بریفنگ دی جانی تھی اور اس کے بعد انفرادی بیانات ہونا تھے۔ سارا گروپ میرے دفتر میں جمع ہو گیا۔ رعنا، سلطان اور حسن نے نیک خواہشات کے ساتھ ہماری ہر طرح سے مدد کی۔ کئی گھنٹے انتظار کرنے کے بعد ہمیں پتہ چلا کہ میٹنگ منسوخ کر دی گئی ہے۔ ہمیں یہ بھی پتہ چلا کہ پینل کے ارکان نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ ہر شکایت کا انفرادی حیثیت میں جائزہ لیں گے اور ہراساں کیے

جانے کی درخواست کو ایک مشترکہ شکایت کے طور پر نہیں دیکھیں گے۔ ہم بہت پریشان تھے کیونکہ اس سے طارق کو فائدہ پہنچتا تھا۔ ہمیں محسوس ہوا کہ وہ ہمیں آپس میں توڑنا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے تھے کہ وہ ساری شکایتوں میں موجود ایک مماثلت کو دیکھیں۔ ہم نے کہا کہ اگر وہ گیارہ شکایات کو الگ الگ دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں ایک دوسرے کے لیے گواہ کے طور پر پیش ہونے کی اجازت دی جائے۔ ہم میں زیادہ تر لوگوں نے گروپ کے دوسرے ارکان کو ہراساں کیے جانے کے کم از کم ایک واقعے کے بارے میں اسی وقت بتایا تھا جب وہ پیش آیا تھا۔ مثلاً جب طارق نے تسنیم کے ساتھ انتہائی برا رویہ اختیار کیا تو وہ روتی ہوئی راشیل کے پاس گئی۔ سعدیہ کو جب طارق کی طرف سے ڈرانے دھمکانے کی کوشش کی گئی تو اس نے لیلیٰ کو اس بارے میں بتایا اور پھر بعد میں مجھے بھی بتایا۔ ہمارے موقف کے منطقی ہونے سے قطع نظر پینل نے ہمیں ایک دوسرے کے گواہ ماننے سے انکار کر دیا۔

ہماری زندگیوں کے اگلے تین روز ناقابل فراموش گزرے۔ غزالہ نے ہم سب کو ایک ایک کاغذ کا ٹکڑا دیا جس پر قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ اس نے کہا میں نے ہر کسی کے لیے اس کی فوٹو کاپی کروالی ہے۔ ''اسے ہاتھ میں پکڑے رکھو یا اپنے دل کے قریب اڑس لو۔ اللہ ہمارا ساتھ دے گا۔'' سعدیہ نے بتایا کہ اس نے ہر صبح ایک قرآنی آیت کا سو مرتبہ ورد کرنا شروع کر دیا اور ایک اور دعا بھی ہر روز پڑھتی ہے۔ اس نے غزالہ کو بتایا کہ ''ہاں اللہ ہمارے ساتھ ہے اور جھوٹا اپنے اصل انجام تک ضرور پہنچے گا۔'' پھر اس نے میری طرف دیکھا اور کہا، ''مجھے پختہ یقین ہے کہ ہم حق پر ہیں اور ہم کامیاب ہوں گے۔''

جب پہلی لڑکی اپنا بیان دینے کے لیے اندر گئی تو باقی سب اس کی واپسی تک ایک ایک منٹ گنتے رہے۔ جوں ہی وہ بیان دے کر باہر نکلی ہم سب اسے گھیر کر بیٹھ گئے۔ پینل نے گروپ کے ارکان سے کہا کہ وہ بیان کی تفصیلات دوسرے ارکان کو نہ بتائیں اس لیے ہم نے ایسا ہی کیا، لیکن ہمیں دوسری تفصیلات کے بارے میں بڑا تجسس تھا۔ کیا انھوں نے بیان ریکارڈ کیا؟ کیا انھوں نے نوٹس لیے؟ کیا شہادت کے کمرے کے دروازے کے قریب کوئی اور لوگ بیٹھے ہوئے تھے؟ کیا انھوں نے تمھاری بات پر اعتبار کیا؟ کیا انھوں نے بہت سے سوالات پوچھے؟ کیا ان کا رویہ ہمدردانہ تھا؟

اصولی طور پر پینل کی ترتیب درست تھی کہ اس میں دو عورتیں اور ایک مرد تھا۔ لیکن مسٹر ٹوچن نے سربراہی کا درجہ سنبھالا اور آخر تک اس کے انچارج بنے رہے۔ ہر کسی نے بتایا کہ 90% فیصد سوالات انھوں نے ہی پوچھے۔ ہر انٹرویو کے اختتام پر وہ دونوں عورتوں سے پوچھتے کہ کیا وہ کچھ مزید پوچھنا چاہتی ہیں۔ ہمارا خیال تھا کہ عورتوں کو زیادہ سوالات پوچھنے اور نتائج اخذ کرنے میں زیادہ فعال حصہ لینا چاہیے تھا۔ بعد میں ہمیں اندازہ ہوا کہ یہ تحقیقات کس قدر ناقص تھیں۔ مثلاً تسنیم نے ہمیں بتایا کہ اس نے مسٹر ٹوچن سے کہا کہ وہ یہ معلوم کریں

کہ کیا طارق کے اچانک اسے نوکری سے نکال دینے سے پہلے کبھی اس کے سپروائزر نے اس کے بارے میں کوئی منفی بات لکھی تھی یا اسے کبھی اس کی 'نالائقی' کی وجہ سے کبھی کوئی انتباہ کیا گیا تھا۔ بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ انھوں نے یہ جاننے کی کوئی کوشش نہیں کی۔

مجھے احساس ہو گیا کہ وہ پہلے سے ہی میرے بارے میں جانبدارانہ رویہ رکھتے تھے کیونکہ طارق کی تمام تر دفاعی لائن میرے ہی خلاف کام کر رہی تھی۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہی تھی کہ یہ سارا مسئلہ میں نے پیدا کیا ہے۔ مجھے محسوس ہوا کہ طارق اور رابرٹ نے پینل کی رائے پر اثر انداز ہونے کے لیے مجھے ہی نشانہ بنایا تھا۔ پینل رابرٹ انگلینڈ کے بارے میں کچھ بھی سننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ مسٹر ٹوچن باقاعدہ میری بات کاٹ دیتا اور اپنا اگلا سوال شروع کر دیتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ میں نے اپنا بیان لکھ کر صحیح فیصلہ کیا تھا اور اس کی نقل ان لوگوں کو بھی دے دی تھی۔ مسٹر ٹوچن مجھے اپنی بات پوری کرنے کا موقع ہی نہیں دے رہا تھا خاص طور پر جب میں انتظامیہ کے بارے میں کچھ کہنے کی کوشش کرتی۔

میں پینل کو ان کے ہوٹل کے کمرے میں ملی۔ میں نے یہ مقام اس لیے چنا کہ میں یو این بلڈنگ میں موجود طارق کے ہرکاروں کی نظر سے بچ سکوں۔ میرے بیان کے بعد مسٹر ٹوچن ہوٹل کی لابی تک مجھے چھوڑنے آئے۔ لابی میں میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ طارق اپنے سب سے چھوٹے بچے کو گود میں لیے وہاں موجود تھا۔ اس نے مسٹر ٹوچن کو ہیلو کہا۔ میرا منہ لٹک گیا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ پینل کے لوگوں پر اپنا کیا تاثر بنانے کو کوشش کر رہا ہے۔ اب وہ کوشش کر رہا تھا کہ خود کو ایک 'اچھے باپ' کے طور پر دکھائے۔ جب میں نے گروپ کو اس بارے میں بتایا تو وہ سب حیران رہ گئے۔ ماسا کو نے کہا کہ اسے کسی بھی صورت میں انٹرویو کی جگہ کے آس پاس موجود ہونے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے تھی۔

پینل کے آنے سے ایک روز پہلے ایک کمپیوٹر کنسلٹنٹ کو، جو ہمارے دفتر میں کام کر رہا تھا، کئی بڑے سینئر لوگوں کے کمپیوٹرز پر فحش ویب سائٹس کے پتے ملے۔ اس نے مجھے بہت سے پرنٹ کیے گئے کاغذ بھی دیے جن پر فحش قسم کے لطیفے لکھے تھے اور جنھیں آئی ٹی کے شعبے کا سربراہ باقاعدگی سے دفتر کے کئی ساتھیوں کو بھجوایا کرتا تھا جن میں طارق بھی شامل تھا۔ یہ لطیفے یو این ڈی پی کے سرکاری کاغذوں پر پرنٹ کیے گئے تھے اور ان میں کچھ حال ہی کی تاریخوں میں بھیجے گئے تھے۔ پریشان ہو کر اس کنسلٹنٹ نے کہا کہ ان مردوں پر ذرہ برابر بھی اس بات کا اثر نہیں ہوا کہ ان کے دفتر میں جنسی طور پر ہراساں کرنے کا ایک بڑا کیس چل رہا ہے۔

میں نے یہ کاغذ اپنے گروپ کو دکھائے۔ پریشانی اور کراہت کے احساس کے ساتھ ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم یہ کاغذ مسٹر ٹوچن کو دیں گے اور بتائیں گے کہ طارق بھی اس کے وصول کرنے والوں کی فہرست میں شامل ہے اور یہ کہ اس نے کبھی اس قسم کے مواد کی یو این ڈی پی کے سرکاری نام والے کاغذات پر ترسیل پر

اعتراض نہیں کیا۔

جب میں نے اپنا بیان مکمل کرلیا تو مسٹر ٹوچن نے پوچھا کہ کیا میں کچھ مزید کہنا چاہتی ہوں۔ میں کچھ دیر خاموش رہی اور پھر کاغذوں والا وہ لفافہ اس کے سامنے کر دیا۔ شرمندگی سے میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ مجھے اپنے ساتھ کام کرنے والوں پر بہت شرمندگی محسوس ہوئی۔ بہر حال ٹوچن ایک باہر کا آدمی تھا اور میں اسے اپنے دفتر کا گند دکھلا رہی تھی۔ تاہم اس کے اس کو معمولی سمجھنے اور رد کرنے کے رویے سے مجھے بے حد دکھ پہنچا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس طرح کے واقعات ہمارے دفتروں میں بہت ہوتے ہیں۔ اس طرح لوگوں کو پکڑنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس نے لفافہ ایک طرف رکھ دیا اور جہاں تک مجھے معلوم ہے اس نے یہاں کی انتظامیہ کو اس بارے میں بتایا تک نہیں۔

جہاں تک میرے کیس میں گواہوں کا تعلق تھا، مجھے یو این ڈی پی میں کوئی بھی ایسا نہیں مل سکا جو میرے بارے میں چند چھوٹے چھوٹے الزامات، مثلاً دفتر کے قواعد ضوابط پر نہ چلنا، کچھ میٹنگز میں شریک نہ ہونا وغیرہ، کو غلط کہہ سکے۔ حالانکہ یہ شہادتیں بالکل سادہ تھیں۔ کوئی ساتھ کام کرنے والا یہ کہہ دے کہ میں فلاں فلاں میٹنگ میں موجود تھی۔ کسی میں اتنی جرأت ہی نہیں تھی کہ گواہ بن سکے۔ میرے بھائی نے مسٹر ٹوچن سے طارق کی ان فون کالز کی شہادت دینے کے لیے بات کی جو اس نے گھر میں سنی تھیں۔ میری والدہ نے بھی اسی طرح کا ایک بیان دستخط کر کے دیا۔ اس کے علاوہ دو افراد نے جو کچھ عرصہ پہلے یو این ڈی پی چھوڑ چکے تھے، مجھ سے رابطہ کیا۔ انھوں نے کہا کہ انھیں کچھ نقصان نہیں پہنچے گا اور وہ پینل کے سامنے یہ بات کرنے کے لیے تیار ہیں کہ طارق کس قسم کا آدمی ہے، کس طرح اس نے مستقل نمایندے کو اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلایا اور پھر دفتر کا کنٹرول خود سنبھال لیا اور جاگیرداروں جیسا رویہ اختیار کرلیا۔ ان کی طرف سے پینل کے سامنے شہادت دینے کے بعد جیسے ہی وہ گھر پہنچے انھیں ماریہ کی طرف سے دھمکیاں ملیں۔

پینل نے مجھے دوبارہ بلایا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ میرے گروپ کے کئی ارکان سے بات کر چکے ہیں اور طارق اور رابرٹ سے کم از کم دو مرتبہ دوبارہ بات کر چکے ہیں۔ اگر چہ میں مسٹر ٹوچن کے اپنے خلاف تعصب کو دیکھ کر اس کے رویے سے مایوس ہو چکی تھی لیکن اس مرتبہ اس نے مجھے حیران کر دیا۔ اس نے مجھ سے اس طرح بات کی جیسے کسی مجرم پر اقبالِ جرم کرنے کے لیے دباؤ ڈالنے کے لیے کی جاتی ہے۔ اس نے میز پر مکے مارے، میرے منہ کے سامنے انگلی اٹھائی اور مجھ پر چلایا ''تمھیں صاف صاف مجھے سب کچھ بتانا ہوگا۔ ابھی اور اسی وقت مجھے سچ سچ بتاؤ۔''

اس نے چیخ کر کہا بہت سے لوگوں نے مجھ سے کہا ہے کہ تمہارا طارق کے ساتھ معاشقہ چلتا رہا۔ مجھے بے حد غصہ آیا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا یہ جھوٹ ہے۔ میں نے کہا کہ شروع میں میرا خیال تھا

کہ طارق دوستانہ رویہ رکھنے والا آدمی ہے لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اپریل 1995ء کے بعد میں نے کبھی اس پر اعتبار نہیں کیا۔ میں نے اسے بتایا کہ ہمارے کلچر میں کسی غیر شادی شدہ عورت کے لیے، جیسا کہ میں اس وقت تھی، کسی ایسے شخص کے ساتھ دیکھا جانا جو پہلے بھی دو شادیاں کر چکا ہے، سماجی خودکشی کے سوا کچھ نہیں۔ اس کے علاوہ میں نے کہا کہ طارق کے خلاف شکایت درج کرانا میرا اپنا فیصلہ تھا۔ اگر کبھی میرا اس کے ساتھ معاشقہ رہا ہوتا تو مجھے اپنے خلاف اس سارے سکینڈل کو بے نقاب کرنے کی کیا ضرورت تھی، خاص طور پر اس وقت جب میری شادی ہونے والی تھی۔

آخر میں کرسٹین روتھ اپنی کرسی پر آگے کو جھکی اور مجھ سے پوچھا، ''کیا تمھیں کوئی ایسی بات یاد ہے جو تم نے کی ہو اور اس سے طارق نے یہ سوچا ہو کہ تم اس کی قریبی دوست ہو؟''

مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا سن رہی ہوں۔ میں اس کی طرف مڑی اور اس سے پوچھا ''کیا آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ میں نے اس کی حوصلہ افزائی کی؟ یہ 1998ء ہے۔ خدا کا خوف کریں میں سمجھتی تھی کہ ہم ان باتوں سے بہت عرصہ پہلے نجات حاصل کر چکے ہیں۔''

وہ اپنی بات سے پیچھے ہٹ گئی اور بولی ''میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تمھاری بات کا اعتبار نہیں کر رہی، بس ذرا سوچو کہ کوئی ایسا رویہ جس سے غیر ارادی طور پر اس نے سوچا ہو کہ وہ تم سے بے تکلف ہو سکتا ہے یا تمھارے بارے میں سوچ سکتا ہے کہ تم اس کے لیے دوست سے کچھ زیادہ بڑھ کر ہو۔''

''نہیں، مجھے کوئی ایسی بات یاد نہیں!'' میں نے جواب دیا۔

پینل اسلام آباد سے چلا گیا اور واضح طور پر کہہ گیا کہ اب دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی نئی شہادتیں یا معلومات نہیں پیش کر سکتا۔ 20 مارچ سے پہلے موصول ہونے والی شہادتوں ہی پر کیس چلے گا۔ مجھے ایک ناخوشگوار سا احساس ہوا۔ مجھے لگا کہ پینل نے بہت بے حسی کا مظاہرہ کیا۔ ہمیں پتہ چلا کہ وہ اپنی رپورٹ ایک ماہ کے اندر اندر پیش کریں گے۔ سو اب ہمارا انتظار شروع ہو گیا۔

باب:41

اخباروں میں خبریں چھپ گئیں

تحقیقاتی پینل کا دو ہفتے کا دورہ یو این بلڈنگ اور اسلام آباد میں ایک بڑا واقعہ تھا۔ پانچ لاکھ کی آبادی کے اس شہر میں سماجی حلقے محدود ہیں اور اپنے اپنے حلقے میں ہر شخص دوسرے کو جانتا ہے۔ تحقیقات کی خبر بڑی تیزی سے پھیلی اور اس نے سفارتی اور سماجی ترقیاتی حلقوں میں بہت ارتعاش پیدا کیا۔

دارالحکومت اسلام آباد میں کام کرنے والے صحافی یا تو حکومت اور سیاستدانوں کی خبریں اکٹھی کرتے ہیں یا سفارتی حلقوں کی جو سفارت خانوں سے متعلق ہوتی ہیں یا یو این جیسی ایجنسیوں کی۔ صحافی سفارتی حلقوں کے اردگرد منڈلاتے پائے جاتے ہیں اور تقریباً ہر شام سفارت خانوں کے استقبالیوں میں شریک ہوتے ہیں۔

ہمارے کیس کی خبر بڑی زوردار تھی۔ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ خبر پہلے نیویارک کے اخباروں نے اٹھائی یا اسلام آباد کے لیکن یو این بلڈنگ ہل کر رہ گئی جب اخباروں میں یہ شہ سرخیاں لگیں: ''اقوام متحدہ کے افسر پر جنسی طور پر ہراساں کرنے کا الزام''۔ خبر میں صرف اتنا کہا گیا تھا کہ گیارہ شکایت کنندگان نے یو این کے ایک افسر کے خلاف شکایت درج کرائی ہے اور آخر میں کہا گیا تھا کہ یو این نے اس کے بارے میں کوئی تفصیلات نہیں بتائیں۔ تحقیقات کے بارے میں ایک خبر اخباروں میں پہنچ گئی اور پھر اپنی رفتار سے پھیلتی گئی۔ پہلی خبر تمام قومی اخباروں میں چھپی اور ہمارے گروپ کے کچھ لوگ خوفزدہ بھی ہو گئے۔ اگلی خبر نے مجھے سخت مجروح کیا حالانکہ میں بڑی خوداعتمادی اور سکون کے ساتھ اپنا کام کر رہی تھی۔

یہ خبر اتوار کی صبح چھپی۔ میں اخبار اٹھانے کے لیے باہر نکلی تو یہ دیکھ کر شدید دھچکا لگا کہ نصف صفحے پر ہمارے کیس کے بارے میں خبر چھپی ہوئی تھی۔ میں جلدی جلدی پوری خبر پڑھتی گئی۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میرے احساسات کیا ہیں۔ میں گھر کے داخلی دروازے پر بت بنی کھڑی تھی اور میری آنکھیں اخبار پر جمی ہوئی تھیں۔ آخر میں خبر کے اس حصے پر پہنچی جو ہمارے یعنی شکایت کنندگان کے بارے میں تھی۔ اگرچہ اس خبر میں ہمیں برا نہیں کہا گیا تھا لیکن مجھے وہ انداز پسند نہیں آیا جس طرح ان جوابی الزامات کو پیش کیا گیا تھا جو طارق نے

مجھ پر لگائے گئے تھے۔ مجھے ڈر تھا کہ لوگ اسے محض ایک سکینڈل کی خبر کے طور پر دیکھیں گے اور اس کے اصل مضمون پر غور نہیں کریں گے جو ہمارے حق میں تھا۔ میں بہت دکھی تھی اور آنسو میرے گالوں پر بہہ رہے تھے۔ سیڑھیوں سے اوپر جاتے ہوئے میں نے دیکھا کہ پال ابھی تک سو رہا ہے اس لیے میں نے جلدی سے کپڑے بدلے، اپنی گاڑی کی چابیاں اٹھائیں، واپس نیچے اتری اور سیدھی اپنی والدہ کے گھر کی طرف چل پڑی۔

میری والدہ اپنے روز کے معمولات میں مصروف تھیں۔ انھوں نے میرے چہرے کی طرف دیکھا اور پوچھا ''کیا بات ہے؟''

میں دوڑ کر بیٹھک میں قالین پر بیٹھ گئی۔ والدہ اور کامران تیزی سے میرے پیچھے آئے۔ میں نے کچھ کہے بغیر اخبار کھول کر رکھ دیا اور اس مضمون کی طرف اشارہ کیا۔ ان دونوں نے جلدی سے وہ مضمون پڑھا۔ جب وہ اس حصے تک پہنچے جو میرے بارے میں تھا تو میں نے کہا ''کیا آپ لوگ اس پر یقین کر سکتے ہیں؟ طارق نے یہ باتیں اپنے جوابی الزامات میں کہیں اور اب وہ پوری دنیا کو بتا رہے ہیں کہ میری شخصیت میں کچھ الجھاؤ ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ ہر کوئی مجھے ہراساں کر رہا ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے اس سے پہلے ایک اور سینئر منیجر کے بارے میں بھی شکایت کی تھی۔''

کامران نے کہا کہ ''اصل میں یہ خبر تمھارے خلاف نہیں۔ مجموعی طور پر اس کی توجہ طارق پر ہے۔'' ان دونوں نے مجھے گلے لگایا۔ میری بھانجی نے میری آواز سنی تو وہ بھی جلدی سے اپنے کمرے سے باہر نکل آئی۔ جب اسے سمجھ آئی کہ کیا ہوا ہے تو اس نے بھی مجھے گلے لگایا۔

کچھ اعتماد بحال ہوا تو میں اپنے گھر واپس گئی اور پال کو جگایا۔ اس نے خبر پڑھی اور خاموش رہا۔ میں اس کے چہرے سے سمجھ سکتی تھی کہ وہ فکر مند ہے۔ اس آرٹیکل میں ہم دو لوگوں کا ذکر تھا۔ میں اتنی پریشان تھی کہ دوبارہ رونے لگی۔ پال نے مجھے تسلی دی اور کہا ''کم از کم تم دو لوگوں کے نام تو موجود ہیں۔ تم لوگ بہادر ہو۔ کیا تم سوچ سکتی ہو کہ باقی لوگوں کو کیسا محسوس ہوتا اگر سب لوگوں کے نام چھپ گئے ہوتے؟''

پال کی بات درست تھی۔ اگرچہ اس خبر میں باقی لوگوں کے نام نہیں تھے لیکن اس کا اثر ایسا ہوا جیسے کوئی بڑا بھونچال آ گیا ہو۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ غزالہ نے سب سے پہلے اس خطرے کو محسوس کیا۔ اس نے سوچا کہ شاید اسے یو این کو جلد چھوڑنا پڑے اس سے پہلے کہ حالات قابو سے باہر ہو جائیں۔ اسے اپنے شوہر اور اپنے خاندان کے بارے میں بہت تشویش تھی۔ میرا خیال ہے کہ اس کا شوہر بھی یہی چاہتا تھا کہ اس کی بیوی اس سارے معاملے سے باہر نکل آئے۔ اسے ڈر تھا کہ کیس کا فیصلہ ہوتے ہوتے بہت وقت گزر جائے گا اور یہ کیس سکینڈل کی شکل اختیار کر جائے گا۔

سعدیہ اس سے بھی زیادہ خوفزدہ تھی۔ اس نے اپنے خاندان کو کچھ بھی نہیں بتایا تھا؛ اگر انھیں اخبار سے یہ

پتہ چل گیا تو اس کے لیے شدید مسئلہ کھڑا ہو جائے گا۔ تسنیم نے کہا کہ اس نے اس کیس کے بارے میں اپنے شوہر کو بتا تو رکھا ہے لیکن زیادہ نہیں اور وہ نہیں چاہے گی کہ اس کا نام اخباروں میں چھپے کیونکہ پھر اس کا شوہر اس پر دباؤ ڈالے گا کہ وہ اس سے باہر نکل جائے۔ اس نے ہمیں یقین دلایا کہ وہ ہمارے ساتھ رہے گی۔ رنسے، ماسا کو اور راشیل کے خاندان یہاں نہیں تھے لیکن وہ دوسری خواتین کے بارے میں بے حد فکر مند تھیں۔ میں چاہتی تھی کہ ہم ہر کچھ دنوں بعد میٹنگز کرتے رہیں تا کہ مل جل کر اپنے خوف کا اظہار کر سکیں۔

جس دن خبر اخبار میں چھپی اس کے اگلے دن مجھے کم از کم ایک سو فون آئے۔ دوسرے شہروں سے دوستوں، رشتہ داروں اور ملنے والوں نے کیس کے بارے میں جاننے کے لیے فون کیے۔ مجھے کچھ پتہ نہیں تھا کہ میں کیا بتاؤں۔ سہ پہر ہونے تک پال نے مجھ سے کہا کہ میں فون سننا بند کر دوں۔ میں تھکن سے بے حال ہوتی جا رہی تھی۔

ہارومی نے اگلے دن مجھے کسی اور کام کے سلسلے میں بلایا لیکن اخبار کی خبر کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ پورے ہفتے اس نے مجھ سے نہیں پوچھا کہ میرا کیا حال ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اس نے انسانیت کا راستہ ترک کر دیا ہے۔ یوں لگتا تھا کہ وہ اس مہم پر تھا کہ مجھے اور میرے گروپ کو زیادہ سے زیادہ کام دیا جائے تا کہ ہم پریشان رہیں۔

اگلے دو ماہ بڑے ہی شورش آمیز گزرے۔ اخبار نویس مسلسل خبریں حاصل کرنے کے لیے یو این ڈی پی کی انتظامیہ کا پیچھا کرتے رہے۔ مارچ اور اپریل کے مہینے میں تمام اخباروں نے خاص طور پر اسلام آباد کے اخباروں نے اس معاملے پر خبریں چھاپیں۔ عام طور پر پاکستان میں انگریزی اخبارات کے صحافی بڑے ذمے دار ہوتے ہیں۔ اب وہ زمانہ نہیں کہ یہ بتایا جائے کہ عورت نے کیا پہنا ہوا تھا جب اسے جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا۔ زیادہ تر خبروں میں شکایت کنندگان کی تضحیک نہیں کی گئی تھی بلکہ جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کے مسئلے پر توجہ دی گئی تھی۔

تاہم رابرٹ کو بعض اخبارات نے نشانہ بنایا کیونکہ اس نے اپنی رعونت سے انھیں ناراض کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ دفتر کی خبروں سے ہمیشہ توثیق ہوتی تھی کہ وہ طارق کو بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ رابرٹ اور اخباری نمائندے بلی چوہے کا کھیل کھیل رہے تھے۔ عام طور پر وہ ان سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتا تھا اور اگر کبھی وہ اسے پکڑ ہی لیتے تو کم سے کم بات کرتا اور کوئی تفصیلات نہ بتاتا۔ اس رویے سے صحافی چڑ گئے اور کہنے لگے کہ رابرٹ معلومات کو دبانے کی کوشش کر رہا ہے۔

اخبارات نے یو این سسٹم کو نشانہ بنایا اور جن سماجی مسائل پر یو این والے کام کر رہے تھے ان کے بارے میں ان کے خلوصِ نیت پر سوالات اٹھائے۔ خاص طور پر عورتوں کو بااختیار بنانے کے یو این کے پروگرام پر

سوالات اٹھے۔ ہمیں محسوس ہوا کہ اس قسم کی تشہیر سے ہمارے جینڈر یونٹ کی حاصل کردہ کامیابیوں کی اہمیت کم ہو رہی ہے۔ انھوں نے الزام لگایا کہ یو این منافقانہ پالیسی رکھتا ہے اور خود اپنے معاملات صحیح طور پر نہیں چلاتا۔ یہ حقیقت کہ جس شخص پر ہراساں کرنے کا الزام تھا وہ یو این کی انتظامیہ کا ایک اعلیٰ افسر تھا اور دوسرے اعلیٰ افسران اس بارے اس طرح خاموشی اختیار کیے ہوئے تھے، یہ بات صحافیوں کی ناراضی کا باعث بنی۔

ذاتی طور پر میں سمجھتی ہوں کہ انتظامیہ کی رازداری کی پالیسی نے الٹا اثر دکھایا۔ اچھا ہوتا اگر یو این ڈی پی لوگوں کو معلومات فراہم کرنے کے سلسلے میں معقولیت سے کام لیتی اور ان افواہوں کا راستہ روک دیتی جن کا ہمیں سامنا کرنا پڑا۔ ہر خبر کے چھپنے کے بعد ہمارا گروپ میرے دفتر میں یا کسی ممبر کے گھر میں ملتا اور اس پر بات کرتا۔ اخباروں میں اتنی تشہیر کے بعد میں سمجھتی تھی کہ ہمارے لیے یہ بہت اہم ہے کہ ایک دوسرے سے ملتے رہیں اور اپنی پریشانیوں پر بات کریں۔

کراچی کے ایک رپورٹر محسن سعید نے انگریزی زبان کے ایک قومی اخبار دی نیوز میں یو این ڈی پی کے کیس کے بارے میں سلسلہ وار مضامین لکھے۔ اس کا مضمون شہر بھر میں مشہور ہو گیا۔ ہر اتوار کی صبح لوگ اخبار کھولتے تو اس کے مضمون کو تلاش کرتے۔ اس کے ان مضامین نے اسے اسلام آباد کے کئی حلقوں میں ہیرو کا درجہ دلا دیا۔ لوگ سرگوشیوں میں ایک دوسرے سے پوچھتے ''یہ باہمت شخص کون ہے؟'' ایسا لگتا تھا کہ ہمارے دفتر کے وہ لوگ جو پہلے طارق کے غلط کاموں کے بارے میں بات کرنے سے ڈرتے تھے اب اخبار والوں کو مختلف ٹھیکوں اور مالیاتی مسائل پر چپکے سے معلومات دے رہے تھے۔ رابرٹ نے اپنی سیکرٹری کو خاص طور پر ہدایت کی کہ محسن سعید سے ہر قیمت پر بچا جائے۔

ان تمام دشواریوں کے بیچ کبھی کبھی ہنسی کے لمحے بھی آ جاتے تھے۔ ایک رپورٹر نے طارق کی گرل فرینڈ کوثر سے بات کی اور اپنی رپورٹ میں لکھا کہ کوثر کہتی ہے ''میں تو صرف یہ جانتی ہوں کہ طارق صاحب بے حد اچھے انسان ہیں۔ انھوں نے کبھی مجھ سے بدتمیزی نہیں کی۔'' کوثر نے طارق کی بھرپور حمایت کی اور اس کے اعلیٰ خاندانی پس منظر کے بارے میں بھی بتایا۔ اس نے کہا کہ ''کیا ہوا اگر اس نے دو مرتبہ شادی کی ہے؟ اسلام تو مرد کو چار شادیوں کی اجازت دیتا ہے۔ کیا ہو گیا اگر اس کے ماضی میں کسی عورت سے تعلقات رہے اور اس کی وجہ سے اس کا کورٹ مارشل کرنے کا آرڈر ہوا؟ یو این نے اسے نوکری دی اور اس نے اپنے آپ کو اس عہدے کے قابل ثابت کیا۔'' کچھ ہمدرد دوست اس شام میرے گھر آئے اور ہم ان باتوں پر خوب ہنسے۔

بالآخر نیویارک نے ایک نیا ڈپٹی آپریشنز اس اسامی کو پُر کرنے کے لیے بھیجا جو فیوی کے جانے سے خالی ہوئی تھی۔ رچرڈ ڈکٹس نے وہ عہدہ سنبھالا جس پر پچھلے ایک سال سے طارق براجمان تھا اور خدا بنا بیٹھا تھا۔ طارق واپس اپنے پرانے عہدے پر چلا گیا یعنی ایڈمنسٹریشن کا سربراہ ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب وہ

رابرٹ سے دو درجے دور تھا کیونکہ وہ رچرڈ کے ماتحت تھا اور رچرڈ رابرٹ کے۔

دفتر میں لوگوں کے لیے رچرڈ ڈکٹس امید کی ایک کرن تھا لیکن طارق اب بھی چیزوں پر حاوی نظر آتا تھا۔ کسی نے بھی یہ جرات نہیں کی کہ رچرڈ سے براہ راست بات کرے۔ طارق کا پیغام ہر طرف پہنچایا جا رہا تھا کہ ''یہ غیر ملکی آتے جاتے رہتے ہیں۔ ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ہمیں یہیں رہنا ہے!'' شروع میں لوگوں کا خیال تھا کہ رچرڈ اتنا سمجھدار ہوگا کہ طارق کو اپنی اوقات میں رکھے لیکن جلد ہی حالات بڑے دلچسپ انداز میں تبدیل ہوتے گئے۔

پاکستان میں دوسروں پر اثر انداز ہونے کے مختلف طریقے رائج ہیں۔ جب کوئی شخص اپنی ملازمت میں نیا ہو اور کمزور پوزیشن میں ہو، وہی صحیح وقت ہوتا ہے کہ اس پر احسان کر کے اسے بے حد شکر گزار بنا لیا جائے۔ بعد میں اگر آپ کوئی غلطی بھی کرتے ہیں، خواہ نادانستہ ہو یا دانستہ، وہ شخص آپ سے جواب دہی کرنے میں بہت مشکل محسوس کرے گا۔

یہ تصور خاصا قدیم ہے۔ جاگیر دار اپنے کارکنوں کو بطور احسان قرضے دیا کرتے تھے اور ان کے بدلے کام کرنے والوں کو عمر بھر کے لیے خرید لیتے تھے۔ انتظامی شعبے میں یہ عام بات ہے کہ لوگ کسی کو رشوت دیتے ہیں کہ وہ ان کے لیے قواعد وضوابط میں لچک پیدا کر دے۔ جب آپ کوئی احسان لے لیتے ہیں تو آپ استعارۃً کانے ہو جاتے ہیں۔

لوگ مذاق سے کہا کرتے تھے کہ طارق نے رابرٹ پر اتنی مہربانیاں کی ہیں اور اسے اس قدر وی آئی پی درجہ دیا ہے کہ رابرٹ ایک سے نہیں، دونوں آنکھوں سے اندھا ہو گیا ہے۔ طارق نے رچرڈ سے بھی اسی طرح کا سلوک کرنے کی کوشش کی، لیکن رچرڈ اتنا سمجھدار تو نکلا کہ اس بات کو سمجھ گیا اور اس کے جال میں نہ پھنسا۔ رچرڈ نے قواعد وضوابط اور فائلوں کو دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ طارق کو رچرڈ کو سدھانا تھا اس سے پہلے کہ وہ اسے اور رابرٹ کو بالکل علیحدہ کر دے۔

جب کوئی فرد مہربانیاں قبول کرنے کو تیار نہ ہو تو ایسی صورت حال پیدا کی جاسکتی ہے جس میں اگلا فرد مدد مانگنے پر مجبور ہو جائے اور پھر احسان مند محسوس کرے۔ پاکستانی فلموں میں اکثر ہیرو اپنے دوستوں سے کہتا ہے کہ وہ بدمعاش بن کر سامنے آئیں اور اس کی محبوبہ کو ڈرائیں۔ پھر ان کے ساتھ جھوٹ موٹ کی لڑائی لڑ کر ہیرو اپنی محبوبہ کا دل جیت لیتا ہے۔ اسی طرح بااثر لوگ اپنے تعلقات کے ذریعے کسی کو گرفتار کروا سکتے ہیں اور پھر ساری برادری کے سامنے تھانے جا کر اس کی رہائی کا انتظام کرتے ہیں اور پوری برادری ان کے احسان تلے دب جاتی ہے کہ گرفتار ہونے والے کی عزت بچا لی گئی ہے۔

یو این ڈی پی میں بھی ایک ایسا ہی منصوبہ بنایا گیا۔ سٹاف ایسوسی ایشن ہمیشہ طارق کی جیب میں ہوتی

تھی۔ عملے کے کچھ لوگوں نے ایک تقریب کی جس میں رچرڈ نے دفتر میں اچھا طرز عمل اپنانے کے بارے میں ایک تقریر کی۔ ایک سٹاف میٹنگ میں عملے کے اراکین رابرٹ سمیت سب لوگوں کی موجودگی میں رچرڈ پر برس پڑے اور کہا کہ اسے ہماری ثقافتی روایات کا احساس نہیں ہے اور وہ بے حد بدتمیز ہے۔ ردِعمل اتنا سخت تھا کہ رچرڈ کو معافی مانگنا پڑی۔ اس پر اسے شرمندگی ہوئی۔ ایک ایسے دفتر میں جہاں لوگ کبھی اپنے مینیجرز پر سوال نہیں اٹھاتے، یہ شدید حملہ بری طرح محسوس کیا گیا۔ ان لوگوں نے بڑی اونچی اور غصے بھری آواز میں بات کی۔ رچرڈ کی پوزیشن بہت عجیب سی ہوگئی۔ اس کے باس کے سامنے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ اس نے غلطی کی ہے اور اپنے سٹاف کو کنٹرول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ آخر کار طارق نے مداخلت کی، ان لوگوں کو چپ کرایا اور رچرڈ کو مشکل سے نکالا۔ ہمیں نظر آ رہا تھا کہ رچرڈ بہت گھبرا گیا تھا۔

اس کے بعد رچرڈ کا رویہ بہت بدل گیا۔ ایسا لگتا تھا کہ اسے یہ سمجھ میں آ گیا ہے کہ وہ اس دفتر میں اپنی مرضی کا نظام لا کر یہاں کے حالات درست نہیں کر سکے گا بلکہ اسے یہاں پہلے سے موجود شخصیات پر مبنی نظام سے خود کو جوڑنا پڑے گا۔ اسے پتہ چل گیا کہ طارق کو کنٹرول کرنا آسان نہیں ہوگا اور یہ کہ یہاں اپنے آپ کو بچانے کے لیے اسے طارق اور رابرٹ کے ساتھ مل کر رہنے کی ضرورت ہوگی۔ میرا خیال ہے کہ اسے اس ڈرامائی واقعے میں طارق کا ہاتھ نظر نہیں آ سکا لیکن اس کی آپریشنز پر تنقید بہت دھیمی پڑ گئی۔ اسے پتہ چل گیا تھا کہ اس دفتر کے پیچیدہ انتظامی ڈھانچے میں اپنے آپ کو بچانے کے لیے افسر کے ساتھ وفاداری ضروری ہے نہ کہ قواعد وضوابط کے۔

جیسے جیسے وقت گزرتا گیا، میں نے دیکھا کہ کیسے یواین ڈی پی کا اسلام آباد آفس اور رابرٹ انگلینڈ کی انتظامیہ کسی بھی شخص کو طارق میں بدل سکتی تھی۔ جب رچرڈ نے رابرٹ سے وفاداری کا مظاہرہ کیا اور جینڈر یونٹ کی درخواستوں پر عمل درآمد کی رفتار کم کر دی تو اسے بھی طارق جیسی آزادی مل گئی۔ اس جاگیردارانہ نظام کے آگے جھک جانے پر اسے اپنے لیے آزادی ملی اور آہستہ آہستہ اسے اپنی مرضی کے فیصلے کرنے کی آزادی بھی مل گئی۔

اس نے قواعد وضوابط کے ہدایت نامے اٹھا کر پھینک دیے اور ضوابط کی اپنی مرضی کی تشریح کرنے لگا۔ ہر چیز کا انحصار اس کے مزاج پر ہوتا تھا اور اس نکتے پر کہ سوال کون کر رہا ہے۔ رابرٹ نے کبھی اس پر تنقید نہیں کی کہ وہ اس نئے آفس مینوئل کی خلاف ورزی کر رہا ہے جو ہمارے ہاں نافذ تھا۔ وہ جینڈر ٹیم کے ہر ممبر کے ساتھ کنٹریکٹ پر بات چیت خود اکیلے کرتا تھا۔ اس نے کبھی مجھ سے یا ہارومی سے کوئی مشورہ نہیں کیا۔ وہ جینڈر یونٹ کی مرضی کے بغیر کسی کا کنٹریکٹ ختم کر دیتا یا کسی کے کنٹریکٹ میں توسیع کر دیتا۔ ایک مرتبہ اس نے اپنے ایک پسندیدہ فرد کی تنخواہ میں بہ یک جنبش قلم 80 فی صد اضافہ کر دیا۔ رچرڈ کسی کو جنسی طور پر ہراساں نہیں کرتا تھا

لیکن رابرٹ نے اسے اتنی کھلی چھوٹ دے رکھی تھی کہ وہ اپنے اختیارات کے ذریعے کچھ بھی تباہی مچا سکتا تھا۔

رابرٹ کی حکمت عملی اور خواہش کے مطابق اس نے مجھے ہر قسم کے رابطے سے الگ کر دیا اور جب بھی میں اس سے بات کرنے جاتی تو وہ انتہائی مختصر بات کرتا۔ سینئر انتظامیہ نے ہمارے کام میں رکاوٹ ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ نیا ڈپٹی ہو یا پرانا، ہمارے لیے صورتِ حال میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ اب وہ طارق نہیں تھا جو ہم پر اپنا غصہ اتار رہا ہوتا تھا بلکہ اب اس کی جگہ رابرٹ تھا۔

باب:42

میرا ادھورا حل

غزالہ نے ہمیں بتایا کہ وہ مزید طارق کا اپنے آس پاس ہونا اور مسلسل یہ خوف برداشت نہیں کر سکتی کہ جانے وہ کب کیا کر ڈالے۔ جب اس نے ہمیں اپنے فیصلے کے بارے میں بتایا تو اس کی آواز کانپ رہی تھی۔ اس نے کہا ''میں نے کسی سے سنا ہے کہ طارق کہتا ہے کہ وہ ہم سب کو گیارہویں منزل سے نیچے پھینکوا دے گا۔'' جب میں نے کہا کہ وہ صرف اپنی ٹیم کا حوصلہ بڑھانے کے لیے ایسا کہہ رہا ہوگا تو سب نے میری طرف عجیب نظروں سے دیکھا اور مجھے یاد دلایا کہ وہ اپنی بیوی کو پیٹتا رہا ہے اور اس پر اقدامِ قتل کا الزام بھی لگا ہے اور بظاہر اسے جواب دہی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ انھوں نے یاد دلایا کہ یہ پاکستان ہے اور رسوخ کی بنیاد پر آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ میں ان لوگوں کے خوف میں اضافہ نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے میں نے غزالہ کے مستقبل کے منصوبوں کے بارے میں بات کرنا شروع کر دی۔

میں غزالہ کے فیصلے پر حیران تھی کیونکہ غزالہ خاصی مضبوط عورت تھی اور کئی برسوں سے یواین ڈی پی میں کام کر رہی تھی۔ وہ مجھ سے کہیں زیادہ عرصے تک طارق کے ساتھ نمٹتی رہی تھی۔ اس دن اس کا انداز ویسا نہیں تھا جیسی مضبوط عورت میں اسے سمجھتی تھی۔ مجھے لگا کہ اس کے فیصلے کی وجہ اس کے شوہر کی تشویش ہے۔ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ اس نے ہم سب کی طرف دیکھا اور کہا میں نہیں چاہتی کہ طارق میری شادی شدہ زندگی برباد کر دے۔ میرے لیے میرا شوہر اور میرا خاندان بہت اہم ہیں۔ میرا شوہر ایک بہت اچھا آدمی ہے اور میں نہیں چاہتی کہ میں اس کے لیے بدنامی اور شرمندگی کا باعث بنوں۔ میں کیس سے الگ نہیں ہو رہی لیکن میں یواین ڈی پی چھوڑنا چاہتی ہوں۔'' ہم سب نے اس کی طرف دکھ کے ساتھ دیکھا اور خاموش رہے۔ اس نے نیچے دیکھتے ہوئے اپنی انگلیاں چٹخاتے ہوئے کہا ''میں اپنے خاندان کا دباؤ برداشت نہیں کر سکتی''۔ وہ رو پڑی اور سر جھکا لیا۔ ''میں نہیں چاہتی کہ طارق مجھے روزانہ انتقام بھری نظروں سے دیکھے۔ میں اب یہ مزید برداشت نہیں کر سکتی۔'' یواین ڈی پی چھوڑنے سے پہلے اس نے دفتر اور دفتر کے ساتھیوں کے بارے میں بہت مثبت باتیں کہیں۔ اسے انتظامیہ کے غصے کے بارے میں تشویش تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ اسے

اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔

میں دو ہفتوں کے لیے امریکہ جانے والی تھی۔ میری یونیورسٹی نے گزشتہ دس سال کے دوران میری سرگرمیوں کے پیش نظر مجھے غیر ملکی فارغ التحصیل طلبا میں سب سے نمایاں طالبہ منتخب کیا تھا اور مجھے یونیورسٹی کیمپس میں ایک باقاعدہ تقریب میں مدعو کیا تھا۔ اتفاق سے یہ تقریب انھیں دنوں میں تھی جب پال کے خاندان والے ان کے والدین کی شادی کی پچاسویں سالگرہ کے لیے اکٹھے ہو رہے تھے۔ پال چاہتا تھا کہ اس موقع پر میں اس کے خاندان کے باقی لوگوں سے بھی ملوں۔ اس لیے ہم مِنی سوٹا جا رہے تھے اور اس کے بعد فلوریڈا جانا تھا جہاں پال کے والدین رہتے تھے۔

میں جینڈر ٹیم سے ملی اور نبیلہ کو انچارج مقرر کیا۔ میں چاہتی تھی کہ اگلے چند ماہ کے دوران سٹاف کے لوگ باری باری انتظامی ذمہ داریاں اٹھائیں تاکہ وہ انتظامی معاملات سے واقفیت حاصل کر سکیں۔ میرے لیے یہ بات اہم تھی کہ وہ یہ تجربہ حاصل کریں۔ میں امریکہ کے لیے روانہ ہوئی تو یہ سوچ رہی تھی کہ میری واپسی تک تحقیقاتی پینل کی رپورٹ مکمل ہو چکی ہوگی۔ ہمیں توقع تھی کہ اپریل میں یہ مکمل ہوگی۔

مِنی سوٹا جانا میرے لیے ہمیشہ بڑا زبردست تجربہ ہوتا ہے۔ مجھے یہاں سب لوگ، گلیاں، عمارتیں، سچ تو یہ ہے کہ ہر چیز اپنی اپنی سی لگی۔ میرے دوستوں نے ہمارے لیے شادی کے استقبالیے کا اہتمام کیا تھا۔ ہر کسی کو یہ اشتیاق تھا کہ وہ اس شخص کو دیکھے جس سے میں نے شادی کی ہے۔ وہ سب پال کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور انھیں یہ بھی اندازہ ہوا کہ میں اس کے ساتھ کتنی خوش ہوں۔ یہ سب باتیں خوش کن تھیں لیکن میرا دماغ پاکستان ہی میں رہا۔

لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ میرا یو این میں کام کیسا جا رہا ہے مگر مجھے پتہ نہیں تھا کہ میں انھیں کیا بتاؤں۔ کیا میں فخر سے اپنے کیے ہوئے اچھے کاموں کے بارے میں بتاؤں، ان پراجیکٹس کے بارے میں بتاؤں جو میں نے پاکستان کی عورتوں کو بااختیار بنانے کے لیے شروع کیے ہیں یا میں انھیں یہ بتاؤں کہ ایک عورت ہونے کے ناطے میں یو این سسٹم میں کتنی گھٹن کا شکار ہوں صرف اس وجہ سے کہ میں نے اپنے ساتھ ہونے والی بدسلوکی کی شکایت کرنے کی جرأت کی۔ پال کا بطور ایک دوست اور بحیثیت شوہر، جسے ساری صورتِ حال کا علم تھا، میرے ساتھ ہونا میری ہمت افزائی کا باعث تھا۔ وہ میری ذہنی صورت حال کو سمجھتے ہوئے بہت ہمت دلاتا تھا۔ ایوارڈ کی تقریب کیمپس پر ایک آرٹ میوزیم میں ہوئی۔ میرے بعض بہت عزیز پروفیسر اور ایڈوائزر میرے سامنے بیٹھے تھے۔ میں نے ایوارڈ ملنے کے بعد اپنی تقریر میں ان سب کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے میری سوچ اور میری شخصیت کی تعمیر میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کی طرف سے میری صلاحیتوں کے اعتراف اور مجھے اپنا ایک اثاثہ سمجھنے نے میرے دل پر اثر کیا تھا۔ میں اپنے ہاں کی سینئر انتظامیہ کی طرف سے

روزانہ بدسلوکی سے تھک چکی تھی۔

فلوریڈا میں پال کے والدین میری آمد پر بے حد خوش تھے۔ مجھے اپنا آپ بے حد خوش قسمت لگا کہ میں اس قدر مشفق خاندان کا حصہ ہوں۔ اس کے والدین بہت خیال رکھنے والے تھے اور ان کی حسِ مزاح بھی بہت خوب تھی۔ میں اپنے نئے خاندان اور رشتہ داروں سے ملی۔ پال نے یہ بات نوٹ کی کہ میں کتنی جلدی رشتوں کو سمجھ گئی۔ وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ وہ ایک جنوبی ایشیائی خاتون سے یہ پتہ رکھنے میں مقابلہ نہیں کر سکتا کہ کس کا کس سے کیا رشتہ ہے۔

اسلام آباد میں بحران جاری رہا۔ اس مرتبہ رچرڈ ڈکٹس نے فرنٹ مین کا کردار ادا کیا۔ اس نے یہ تاثر دیا کہ وہ، رابرٹ اور طارق ایک ٹیم ہیں اور باقی تمام سٹاف ان کا حامی ہے، جبکہ ہم سب عورتیں 'بری' ہیں۔ نبیلہ اور ماسا کو مجھے اطلاعات بھیجتی تھیں۔ میں یہ سن کر سکتے میں آ گئی کہ رچرڈ نے تسنیم کو تقریباً 5000 ڈالر کی رقم دینے کی پیشکش کی اگر وہ یہ لکھ کر دینے کو تیار ہو جائے کہ وہ اپنے ملازمت سے نکالے جانے کے بارے میں الزامات پر اصرار نہیں کرے گی اور یہ کہے گی کہ اس کی ملازمت سے علیحدگی باہمی رضامندی سے ہوئی۔ میں نے یہ بھی سنا کہ سٹاف ایسوسی ایشن کا صدر، اکبر، تسنیم کے گھر پر یہ دباؤ ڈالنے کے لیے فون کرتا رہا کہ وہ اس بیان پر دستخط کر دے جو رچرڈ نے تجویز کیا ہے۔ ہم سب رچرڈ، رابرٹ اور اکبر پر بہت ناراض تھے کہ وہ اکٹھے ہو کر تسنیم پر دباؤ ڈال رہے تھے تا کہ ہمارے گروپ میں پھوٹ ڈال دیں۔

رچرڈ نے بظاہر رابرٹ والی پالیسی اپنائی اور راشیل کے ساتھ بے حد دوستانہ رویہ اختیار کیا۔ ہمارے گروپ کا اندازہ تھا کہ وہ راشیل کو یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ وہ سینئر منیجمنٹ کی ساتھی ہے اور وہ سب اس پر اعتماد کرتے ہیں۔ منیجر اس سے ہمارے کیس سے متعلق بات چیت کرتے رہے اور ہمارے گروپ کو یہ خدشہ ہونے لگا کہ رازداری قائم نہیں رہ سکے گی۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ رابرٹ راشیل کو اس کی لاعلمی میں معلومات لینے کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ رچرڈ نے رنسے کے ساتھ بھی اپنی ڈچ قومیت کو ایک مشترکہ رشتہ بناتے ہوئے دوستانہ تعلق بنانے کی کوشش کی۔ وہ پھوٹ ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے، دباؤ کے ذریعے بھی اور عنایات کے ذریعے بھی۔

میرے ساس سسر کی شادی کی پچاسویں سالگرہ بڑے شاندار انداز میں منائی گئی۔ بڑی اچھی اچھی تقریریں ہوئیں اور رقص بھی۔ پال نے بتایا کہ کس طرح اس کے والدین نے اچھی اقدار اپنے بچوں تک منتقل کیں۔ میں اس کی تصدیق کر سکتی تھی کیونکہ پال مجھے زندگی بھر میں ملنے والے بہترین لوگوں میں سے ایک تھا۔ دفتر کے جھنجھٹ سے الگ ہو کر رہنا بہت اچھا لگ رہا تھا حالانکہ میں کہہ نہیں سکتی کہ میں کس حد تک اس سے دور رہی۔ میرا دماغ مسلسل اسلام آباد کی طرف کھنچتا تھا لیکن وقت میں دس گھنٹے کا فرق ٹیلی فون پر بار بار رابطوں کو

ناممکن بنا دیتا تھا۔

جب میں واپس اسلام آباد پہنچی تو مجھے پتہ چلا کہ تسنیم نے رچرڈ کی پیشکش پر سودے بازی کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس نے گروپ کو یقین دلایا کہ وہ ان سب کے ساتھ رہے گی۔ رابرٹ اور طارق دونوں کا اصرار تھا کہ اس گروپ کی لیڈر میں تھی۔ شروع میں طارق نے یہ کہانی اس لیے گھڑی تھی کہ اس کھلی حقیقت کو جھٹلا سکے کہ گیارہ عورتوں نے اس کے خلاف شکایت دائر کی ہے۔ بعد میں وہ خود اس پر یقین کرنے لگے۔ شاید وہ اس جھوٹ کو تسلیم کر کے تمام گزشتہ باتوں سے انکار کرنا چاہتے تھے۔ ایک بار بار گرما گرم بحث کے دوران رابرٹ اٹھ کر کھڑا ہو گیا، میری طرف اشارہ کیا اور بولا ''اس گروہ کی سرغنہ تم ہو۔ تم کڑکتی ہوئی بجلی ہو، سب کچھ تمھارے ارد گرد ہو رہا ہے''۔ اسے پکا یقین تھا کہ اگر وہ کسی طرح سے مجھے نکال باہر کرے تو باقی گروہ اپنے آپ بکھر جائے گا۔ طارق کی طرح رابرٹ نے بھی مجھے ہی اپنے انتقام کا ہدف بنایا۔ میں نے اس کیس کو آگے بڑھانے کی حکمت عملی بنانے میں اہم کردار تو ادا کیا تھا لیکن گروپ کی ہر ممبر کی شکایت داخل کرانے کی اپنی وجوہات تھیں اور ان سب کو اس حکمت عملی پر یقین تھا اور نہ وہ اس دباؤ کو برداشت نہ کر پاتیں جو رابرٹ نے ہر ایک کو علیحدہ کرنے کے لیے ڈالا تھا۔

ایک شام میں اور پال ٹیلی ویژن پر ایک فلم دیکھنے بیٹھے مگر اسے بند کرنا پڑا کیونکہ میں مسلسل یہ گلہ کیے جا رہی تھی کہ انتظامیہ ہمارے جینڈر پروگرام کے ساتھ کیا سلوک کر رہی ہے۔ ''وہ ہمیں ڈرانا چاہتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ ہم پیچھے ہٹ جائیں اور باز آ جائیں، وہ ہمیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہم ان کے خلاف کھڑے نہیں ہو سکتے، وہ ہمیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ ہر اس شخص کو کچل کر رکھ دیں جو ان کے خلاف کوئی مسئلہ اٹھائے گا۔'' میں نے پال کو بتایا کہ جس طرح رابرٹ نے تسنیم کو دھمکایا ہے اس پر مجھے کتنا غصہ آیا۔ اس نے کوشش کی کہ وہ اسے اس کاغذ پر دستخط کیے بغیر کمرے سے باہر نہ نکلنے دے۔ اسے شدید دباؤ کا احساس ہوا۔

میں نے اپنی بات جاری رکھی، ''یہ بات حیران کن ہے کہ وہ بے شرمی سے پورے نظام کو ہمارے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ جیسے اس شخص کے ساتھ کام کرتے رہنا جس کے خلاف ہم نے شکایت درج کرائی ہے کافی نہیں تھا کہ پورا دفتر ہم سے اس طرح ملتا ہے جیسے ہم کوڑھ کے مریض ہوں۔'' پال نے یہ کہانی بہت بار سنی تھی، لیکن وہ میری بات سنتا رہا جیسے یہ سب پہلی مرتبہ سن رہا ہو۔ ''انہوں نے میرے پروگرام کو منجمد کر دیا ہے۔ وہ اس قدر بے شرم ہیں کہ پیشہ ورانہ تہذیب کا بھرم بھی قائم نہیں رکھنا چاہتے۔ انھیں معلوم ہے کہ وہ ہمیں اذیتیں دینے کے لیے آزاد ہیں کیونکہ کوئی بھی ان سے جواب طلبی نہیں کرے گا۔ ہم جو بھی درخواست آپریشنز یونٹ کو بھجواتے ہیں رچرڈ ڈکنس اس پر عجیب عجیب اعتراضات لگاتا ہے۔''

میں بولتی گئی مگر پال نے کچھ زیادہ بات نہیں کی۔ میں نے اسے بتایا کہ رابرٹ نے کس طرح خاموشی سے

ایک انٹرنیشنل جینڈر ایڈوائزر رکھنے کا انتظام کیا تا کہ میری اہمیت ختم ہو جائے۔ یہ ایک انگریز خاتون، این کیلنگ تھی جو پہلے ہی اسلام آباد میں برطانوی سفارت خانے میں کام کر رہی تھی۔ وہ مجھے اچھی طرح جانتی تھی۔ اگر چہ وہ ہراساں کیے جانے کی شکایت کے بارے میں جانتی تھی لیکن اس نے بظاہر خود کو رابرٹ کی اتحادی بنالیا اور مجھ سے رابطہ تک نہیں کیا۔ میں نے کسی طرح اس کے ذمے لگائے جانے والے کاموں کی تفصیل حاصل کر لی اور اس کو بہتر بنانے کے لیے ہارومی کو کچھ مشورے بھیجے۔ انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن آئندہ کے لیے اس بات کو یقینی بنایا گیا کہ میں اس آسامی کے بارے میں کسی قسم کا کوئی کاغذ نہ دیکھ سکوں۔

پال حیران ہوا کیونکہ بظاہر وہ ایک اچھی اور بااخلاق ملازمت پیشہ خاتون دکھائی دیتی تھی۔ پال حیران تھا کہ وہ کس طرح اس گندی سیاست بازی کے ماحول میں گزارا کر سکے گی۔ ''مجھے صرف اتفاقاً پتہ چل گیا'' میں نے دکھ کے ساتھ کہا۔ ''انہوں نے ہم میں سے تین لوگوں کو پہلے ہی باہر نکال دیا ہے اور باقیوں کو اذیتیں دے رہے ہیں۔ سب سے بری بات یہ ہے کہ وہ میرے جینڈر پروگرام کو برباد کر رہے ہیں۔ میرے لیے یہ پروگرام سب سے اہم ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ اس کو تباہ کر دیں۔''

پال نے محبت بھرے لہجے میں پوچھا، ''کیا ہوا اگر تم ابھی استعفیٰ دے دو؟ تمھارا کنٹریکٹ تو ویسے بھی ستمبر میں ختم ہو رہا ہے۔''

میں ایک لمحے کے لیے خاموش ہوگئی۔ پھر اچانک مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے کاندھوں سے کوئی بھاری بوجھ اتر گیا ہے۔

میں نے پال کی طرف دیکھا اور بولی ''میں نے یہ کیوں نہیں سوچا؟ وہ مجھے تباہ کرنے کی کوشش میں جینڈر پروگرام کو تباہ کر دیں گے۔ میں انھیں ایسا کیوں کرنے دوں؟ مجھے یقین ہے اگر میں نکل جاؤں تو وہ یونٹ کو اس طرح نشانہ نہیں بنائیں گے جیسا وہ ابھی کر رہے ہیں۔''

میرے لیے اپنی ٹیم کو اس فیصلے کے بارے میں بتانا بہت مشکل تھا۔ ہم سب میرے دفتر میں ملے اور میں نے ان کے سامنے صورت حال کی وضاحت کی۔ میں نے ان سے کہا کہ بجائے اس کے کہ میں اپنی نوکری کو بچانے اور اپنے پروگرام کو بچانے اور جنسی طور پر ہراساں کرنے کے کیس سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کرتی، میں نے سوچا ہے کہ میں اپنی نوکری چھوڑ دوں گی لیکن اس کیس کی پیروی جاری رکھوں گی۔ میں نے توقع ظاہر کی کہ جب میں چلی جاؤں گی تو وہ لوگ مجھے نقصان پہنچانے کی خاطر پروگرام کو سبوتاژ کرنا بند کر دیں گے۔ یہ جینڈر ٹیم کے لیے بہت بڑا دھچکا تھا۔ انھوں نے مجھے قائل کرنے کی بہت کوشش کی کہ میرا مستعفی ہونا گروپ کی شکست اور انتظامیہ کی کامیابی کے طور پر دیکھا جائے گا۔ میں نے انھیں سمجھایا کہ اگر میں استعفیٰ دے کر پروگرام کو بچالوں اور کیس کی پیروی بھی جاری رکھوں تو یہ موجودہ صورت حال میں سب سے بہتر راستہ ہوگا۔

اگلی صبح رابرٹ نے مجھے میٹنگ کے لیے بلایا اور پوچھا کہ ہمارے کام میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے۔ میری ہنسی چھوٹ گئی۔ نہ صرف یہ کہ وہ خود ہمارے کام کو روک رہا تھا بلکہ رچرڈ کو یہ اجازت بھی دے رکھی تھی کہ جس طرح بھی ہو ہمارے کام میں رکاوٹیں کھڑی کرے۔ اب وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ کام آگے کیوں نہیں بڑھ رہا۔ میں مسکرائی اور کہا ''لگتا یہ ہے کہ یو این ڈی پی نہیں چاہتا کہ میں کسی کام کو آگے بڑھاؤں۔ میرے یونٹ کی طرف سے بھیجی گئی کسی بھی درخواست پر کام نہیں ہوتا۔ چاہے ہم کچھ بھی کریں، ہمارے کام کو روکنے کے لیے نئے قواعد وضوابط بنا لیے جاتے ہیں۔ اور اب تم مجھ پر تنقید کر رہے ہو کہ کوئی نتائج نظر نہیں آ رہے!''

ایک مرحلے پر رابرٹ نے مجھ سے پوچھا کہ ''ہم کس طرح زخموں کو مندمل کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔'' مجھے محسوس ہوا کہ وہ اپنے لہجے میں نرمی پیدا کر رہا ہے لیکن مجھے یقین نہیں تھا کہ وہ ایسا اس لیے کر رہا ہے کہ مجھے کیس سے دستبردار ہونے اور سمجھوتہ کرنے کا موقع دے یا یہ کہ تحقیقاتی رپورٹ کے موصول ہونے کے بعد وہ تعلقات بہتر بنانا چاہتا تھا۔ میں نے جواب دیا کہ زخموں کو مندمل کرنے کا عمل اس وقت تک شروع بھی نہیں ہو سکتا جب تک کیس کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ پھر میں نے اسے بتایا کہ میں نے استعفیٰ دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ وہ بڑبڑایا اور مجھ سے کہا کہ میں دوبارہ کہوں جو میں نے ابھی کہا ہے۔ واضح طور پر اس کو یقین تھا کہ مجھے توڑنا ان کے لیے سب سے دشوار ہوگا۔ میں نے کہا، مجھے امید ہے کہ جب میں چلی جاؤں گی تو جینڈر یونٹ کا کام آگے تیزی سے بڑھنے لگے گا اور نئی جینڈر ایڈوائزر اس کی اچھی دیکھ بھال کر سکے گی۔

وہ لوگ جو یو این سسٹم کو ہمیں بدنام کرنے اور اذیتیں دینے کے لیے استعمال کر رہے تھے انھوں نے میرے استعفے کو اپنی بڑی کامیابی سمجھا۔ وہ یہ جنگ جیت گئے تھے اور مجھے یقین ہے انھوں نے اس کا جشن بھی منایا ہوگا، لیکن ہمارے لیے یہ صرف انصاف کے حصول کی طویل جدوجہد کا ایک حصہ تھا۔

باب:43

سمجھوتے کے لیے کوششیں

ایک دن میں اپنی والدہ کے گھر میں تھی کہ مجھے ایک خاتون نے فون کیا اور اپنا تعارف طارق کی بیوی سمیرا کے نام سے کرایا۔ میں ہکا بکا رہ گئی۔ جب میں نے خود کو سنبھالا اور شائستگی کے ساتھ ہیلو کہا تو ساتھ ہی ہاتھ کے اشارے سے اپنی والدہ کو پاس بلا لیا۔ میں نے فون کی طرف اشارہ کیا اور آواز نکالے بغیر ہونٹوں کے اشارے سے کہا "طارق کی بیوی"۔ وہ میری بات نہ سمجھ سکیں اس لیے میں نے ریسور پر ہاتھ رکھ کر انھیں بتایا کہ "یہ طارق کی بیوی بول رہی ہے، صدف سے کہیں کہ وہ جلدی سے اپنا ٹیپ ریکارڈر لے آئے۔

کیونکہ میں اپنی بھانجی کو یہ بتانے میں مصروف تھی کہ ٹیپ ریکارڈر کو کیسے لگائے اس لیے شروع میں سمیرا کی بات نہیں سن سکی۔ مجھے ڈر تھا کہ طارق مزید چالیں چلے گا اور اس کے لیے تیار رہنا چاہتی تھی۔ جو کچھ میں اس کے فون کے پہلے پانچ منٹ کی بات چیت سے سمجھ سکی وہ یہ تھا کہ سمیرا چاہتی ہے کہ میں اس سے اور طارق سے ملوں اور ہراساں کیے جانے والے کیس پر بات کروں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم دونوں میں طلاق نہیں ہوئی تو اس نے کہا کہ زندگی کے اس بحران نے ان دونوں کو دوبارہ سے قریب تر کر دیا ہے۔ مہلت لینے کے لیے میں نے اس سے کہا کہ میں اپنے گروپ کے لوگوں سے بات کیے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتی۔ یہ بات بہرحال سچ تھی کیونکہ ہم تمام اہم اقدامات اکٹھے ہو کر طے کرتے تھے۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ مجھے اگلے روز دوبارہ کال کرے۔

میں نے صدف اور پال سے کہا کہ اس کال کے لیے ریکارڈنگ کا انتظام کر دیں۔ مجھے افسوس تھا کہ میں نے پچھلی بہت سی کالیں ریکارڈ نہیں کیں۔ مجھے یہ بھی ڈر تھا کہ شاید طارق اپنی بیوی کو بات چیت شروع کرنے کے لیے استعمال کر رہا ہو اور بعد میں خود فون لے لے اور مجھے دھمکیاں دینا شروع کر دے۔ میں پوری طرح تیار رہنا چاہتی تھی۔ جب سمیرا نے فون کیا تو مجھے بات چیت کچھ عجیب سی لگی لیکن اس کی طرف سے شاید یہ ایک بیوی کی حیثیت سے طارق اور ہمارے درمیان اختلافات دور کرانے کی ایک مخلصانہ کوشش ہو۔ اس نے بات اس یقین دہانی کے ساتھ شروع کی کہ اس نے تمام عورتوں میں سے مجھ سے بات کرنے کا فیصلہ اس لیے کیا کہ

وہ سمجھتی ہے کہ میں گروپ میں سب سے زیادہ سمجھدار ہوں اور جو وہ کہنا چاہتی ہے اسے سمجھ سکوں گی۔ بنیادی طور پر وہ یہ کہہ رہی تھی کہ ہمیں اپنا غصہ چھوڑ دینا چاہیے اور زندگی میں آگے چلنا چاہیے۔ جب لوگوں کے پاس عقلی دلائل ختم ہو جاتے ہیں تو وہ دباؤ بڑھانے کے لیے مذہبی حوالوں کا سہارا لیتے ہیں۔ اس نے بھی یہی کیا ''اللہ تعالیٰ بھی انسانوں کو غلطیاں کرنے کی چھوٹ دے دیتا ہے'' اس نے کہا۔ ''وہ انھیں گرنے دیتا ہے تاکہ وہ سبق سیکھیں اور پھر وہ انھیں معاف کر دیتا ہے۔'' اس نے مجھے یقین دلایا کہ طارق نے سبق سیکھ لیا ہے اور اب مجھے اس کو معاف کر دینا چاہیے۔ میں نے یہ سمجھنے کی بڑی کوشش کی کہ وہ مجھے کس بات پر رضامند کرنا چاہتی ہے۔ میں سوچ رہی تھی کہ کیا وہ یہ یقین دہانی چاہتی ہے کہ میں نے طارق کو معاف کر دیا ہے اور اب میں اس کیس کی مزید پیروی نہیں کروں گی۔

پھر اس نے کہا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کو مارکیٹ میں چھیڑتا ہے تو ان پڑھ عورت خوب شور مچاتی ہے اور سب لوگوں کی توجہ اپنی طرف کرا لیتی ہے، لیکن پڑھی لکھی عورت خاموش رہتی ہے کیونکہ اسے پتہ ہے کہ شکایت کرنے سے خود اس پر ہی الزام لگے گا۔

''تو کیا آپ یہ کہہ رہی ہیں کہ ہمیں شکایت نہیں کرنی چاہیے تھی؟'' میں نے پوچھا۔ اس نے فوراً پینترا بدلا اور بولی کہ اسے ڈر ہے کہ اس سارے سلسلے میں ہم پر بھی ضرب لگے گی۔

میرے پاس کوئی وجہ نہیں تھی کہ میں اس سے بات کروں لیکن مجھے عورت کے ساتھ عورت والا ناتا محسوس ہوا۔ میں ماضی میں اس سے ہمدردی محسوس کرتی تھی حالانکہ میں اسے جانتی نہیں تھی۔ ہم دونوں ایک ہی مرد کی زیادتیوں کا شکار تھے، ایک گھر میں اور دوسری دفتر میں۔ اس نے یقیناً مجھ سے کہیں زیادہ مصیبتیں جھیلی تھیں اور ستم ظریفی یہ کہ اب وہی اپنے ساتھ زیادتی کرنے والے کو بچانے کے لیے آگے آئی تھی۔ بغیر کچھ سوچے میں نے اچانک کہا ''کیا آپ کو ہماری باتوں پر یقین ہے؟''

اس نے فوراً کہا ''ہاں، مجھے آپ لوگوں کی باتوں پر یقین ہے۔ اگر میں آپ کی جگہ ہوتی تو میں بھی ایسا ہی کرتی۔ میں یہ نہیں کہہ رہی کہ آپ لوگ اپنی شکایت واپس لے لیں اور کہیں کہ آپ غلطی پر تھے، نہیں! آپ لوگوں کو چاہیے کہ اس سارے عمل کے تمام مراحل کو مکمل کریں۔ اسے قرار واقعی سزا ملنی چاہیے لیکن اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ کسی شخص کو اتنا ہی جھٹکا دینا چاہیے جس سے اس کے سنبھلنے کی گنجائش باقی رہے۔''

فون کال بند ہونے کے بعد بڑی دیر تک میں بیٹھی رہی اور یہ سمجھنے کی کوشش کرتی رہی کہ یہ ہو کیا رہا ہے؟ رابرٹ کا یہ کہنا کہ زخموں کو مندمل کرنے کا سلسلہ شروع ہو سکتا ہے، سمیرا کا یہ التجا کرنا کہ پینل کا فیصلہ آجانے کے بعد میں اس کیس کی مزید پیروی نہ کروں، اس کی یہ درخواست کہ ہم طارق کو معاف کر دیں اور آگے چلتے جائیں۔ میں نے یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔ کیا وہ یہ توقع کر رہے ہیں کہ پینل

کی رپورٹ ہمیں صاف بری کردے گی؟ کیا وہ ہمیں منانے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ ہم مزید اقدام کے بارے میں اصرار نہ کریں؟ مجھے معلوم تھا کہ کچھ نہ کچھ تیاری ہو رہی ہے۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے پیٹ میں بل پڑ رہے ہیں۔

بعد میں جب میں نے اپنے گروپ کو یہ ریکارڈنگ سنوائی تو ہم نے یہ سوچا کہ یہ شہادت کے طور پر کارآمد نہیں ہوگی کیونکہ اس میں طارق نے بات نہیں کی بلکہ اس کی بیوی اس کی حرکتوں کا اعتراف کر رہی تھی۔ چنانچہ ہم نے اسے ایک طرف رکھ دیا۔

پال یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اب میرے ساتھ نئے خطّوں میں جانے کا وقت ہے۔ ہم اپنے مستقبل کی منصوبہ بندی کرتے رہے اور فلپائن جانے کے بارے میں بات چیت کرتے رہے۔ مجھے اس علاقے کا کچھ کچھ اندازہ تھا کیونکہ ہم نے اپنے ہنی مون کے دن وہاں گزارے تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ جگہ پاکستان سے بہت مختلف ہے۔ یہاں جس مکان میں ہم رہتے تھے اس کا کنٹریکٹ اپریل میں ختم ہو رہا تھا اور ہم اس کی مدت مزید ایک سال کے لیے بڑھانا نہیں چاہتے تھے کیونکہ ہمیں فلپائن چلے جانا تھا۔ جس گھر کی ہم مرمت و تزئین کرا رہے تھے وہ مکمل نہیں ہوا تھا لیکن ہم نے فیصلہ کیا کہ اس مختصر مدت کے لیے اس گھر میں چلے جائیں۔ اس گھر میں منتقل ہونے کے بعد ہم نے دیکھا کہ میں اور پال صرف ایک کمرے میں محدود ہو کر رہ گئے ہیں جس میں چاروں طرف سامان کے ڈبے رکھے ہیں۔ صرف ہمارا سونے کا کمرہ مکمل ہوا تھا باقی تمام کمروں میں ابھی بہت سا کام باقی تھا۔ ہم نہ تو ان ڈبوں کو کھول سکتے تھے جو ہمیں فلپائن لے کر جانے تھے نہ ان کو جو اس گھر کے لیے تھے۔ میں نے احتیاط کی کہ اس کیس سے متعلق تمام فائلیں علیحدہ رہیں تاکہ میں انھیں اپنے ہاتھ میں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا سکوں۔ مجھے یہ اندازہ تھا کہ یہ کیس میری زندگی کے آئندہ بہت سارے مہینوں تک میرے ساتھ رہے گا۔

اس دوران رابرٹ اور رچرڈ کو یہ فکر لاحق تھی کہ ان کے پاس میرا باقاعدہ استعفیٰ موجود نہیں ہے۔ رابرٹ تشویش کا وہ دکھاوا بھی قائم نہ رکھ سکا جو وہ میرے جانے کے بارے میں ظاہر کر رہا تھا۔ بے تابی میں اس نے مجھے یاد دلانے کے لیے لکھا کہ اسے میرا استعفیٰ تحریری شکل میں چاہیے۔ رچرڈ نے بھی فون کر کے مجھ سے پوچھا کہ کہیں میں نے اپنا ارادہ بدل تو نہیں لیا۔ ان دونوں کو میرے جانے کا شدت سے انتظار تھا۔

جینڈر یونٹ کی ٹیم ایک الوداعی پارٹی کا اہتمام کرنا چاہتی تھی۔ میں نے انھیں بتایا کہ مجھے اپنے ساتھ انتظامیہ کے رویے پر بہت دکھ ہے اور ایسا کوئی موقع نہیں چاہتی جس پر انھیں میرے لیے اچھے الفاظ کہنے پڑیں۔ جو کچھ ہو رہا تھا اس میں مجھے کسی طرح کی منافقانہ باتوں کی قطعاً ضرورت نہیں تھی۔ میں نے انھیں تجویز دی کہ جو بھی تقریبات وہ لوگ کرنا چاہتے ہیں وہ انفرادی طور پر گھروں میں کریں نہ کہ دفتر میں۔ میں نے کہا

کہ رابرٹ مجھ سے کہہ چکا ہے کہ وہ ایک بڑی تقریب کرنا چاہتا ہے جس میں وہ ہمارے تمام حکومتی اور پراجیکٹ کے ساتھیوں کو مدعو کرے گا تا کہ یہ دکھا سکے کہ میں اچھے انداز میں یواین ڈی پی چھوڑ رہی ہوں اور ان لوگوں کو چاہیے کہ یواین ڈی پی کے ساتھ اپنا اشتراک اسی جذبے کے ساتھ جاری رکھیں۔ میں نے اپنی ٹیم سے کہا کہ ابھی خاموش رہیں۔ میں دیکھنا چاہتی تھی کہ رابرٹ واقعی مجھ سے الوداعی تقریب کے سلسلے میں رابطہ کرتا ہے یا نہیں۔

رعنا نے مجھے اسلام آباد کلب میں بہت اچھا ڈنر دیا جس میں اس کے والدین بھی شریک تھے۔ دفتر میں ہر طرح کی کشمکش کے بعد اپنی جینڈر ٹیم کے ساتھ مل کر آرام سے بیٹھنا اور ہنسی مذاق کی باتیں کرنا مجھے بہت اچھا لگا۔ نبیلہ نے اپنے گھر پر ڈنر کیا۔ ہم نے رات دیر تک گانے گائے اور ہم میں سے کئی نے رات اس کے ہاں ہی گزاری۔ مختلف پراجیکٹس کے عملے کے بہت سے لوگوں نے جب یہ سنا کہ میں جا رہی ہوں تو انھوں نے بھی الوداعی تقریبات شروع کر دیں۔ میں لاہور گئی تو وہاں ہمارے ''آزادیٔ نقل و حرکت پراجیکٹ'' کی ساتھی اکٹھے کھانا کھانے کے لیے ولیج ریسٹورنٹ جمع ہو گئیں۔ ان میں سے ہر ایک نے یہ عہد کیا کہ وہ اپنی ملازمت کے سلسلے میں خواہ کہیں بھی چلی جائیں، عورتوں کی آزادیٔ نقل و حرکت کے لیے کام جاری رکھیں گی۔ عمومی طور پر میری جینڈر ٹیم کے لوگوں نے میرے آخری ماہ کے دوران دفتر میں بھی زیادہ تر وقت اکٹھے گزارنے کی کوشش کی۔

جینڈر ٹیم اس بات پر بہت ناراض تھی کہ نہ سٹاف ایسوسی ایشن نے نہ ہی سینئر انتظامیہ نے کسی باقاعدہ الوداعی تقریب کا اہتمام کیا۔ دوسرے یونٹوں کے لوگوں میں سے کسی نے اس بات کا ذکر بھی نہیں کیا کہ میں چھوڑ کر جا رہی ہوں حالانکہ یہ پورے یواین ڈی پی میں گرما گرم موضوع گفتگو تھا۔ میرے جانے میں ایک ہفتہ رہتا تھا تو میرے منع کرنے کے باوجود میری ٹیم نے یونٹ میں چائے کی دعوت کا اہتمام کر دیا جس میں ہر کسی کو دعوت عام تھی کہ یہاں آئے اور مجھے خدا حافظ کہے۔ لوگ میری الوداعی پارٹی میں شرکت سے گھبرا رہے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے رابرٹ اور طارق کی نظروں میں میرے دوست کی حیثیت سے پہچانے جائیں۔ آپریشنز اور پروگرامز کے شعبے سے کچھ لوگ اس میں شرکت کے لیے آئے۔ ہم اپنے دفتر کے سامنے کھلی جگہ میں کھڑے تھے اور ہماری گول کانفرنس ٹیبل پر چائے اور کھانے کی اشیا رکھی تھیں۔ میری پوری ٹیم وہاں موجود تھی۔ سعدیہ نے میرا بازو دبایا اور محبت سے میری طرف دیکھا۔ رعنا سماجی تعلقات کی ذمے داری نبھا رہی تھی اور ہر آنے والے کو خوش آمدید کہہ رہی تھی۔ رنسے چائے کے انتظامات اور نشستوں کی ترتیب میں سلطان اور حسن کی مدد کر رہی تھی۔ نبیلہ اور ماسا کو کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ہمارے دفتر والے اس قدر کمینے بھی ہو سکتے ہیں کہ تقریب سے دور رہیں۔ میں نے اپنی ٹیم کی خاطر خوش اخلاقی اور دوستانہ پن کا لبادہ اوڑھے رکھا۔

رعنا نے میری طرف دیکھا اور اشارہ کیا کہ وہ بولنا شروع کر رہی ہے۔ اس نے تقریب کا اعلان کیا اور

میرے لیے کچھ بہترین الفاظ کہے۔ ہماری ٹیم کے بہت سے لوگوں نے الوداعی کلمات کہے۔ اپنی پوری کوشش کے باوجود کہ ہمیں جذباتی نہیں ہونا ہے، ہم میں سے اکثر اپنے آنسو نہ روک سکے۔ نبیلہ نے کہا کہ جب وہ پاکستان میں دوسری جگہوں پر کام کر رہی تھی اس وقت بھی وہ بحیثیت جینڈر کی ماہر کے میری بے حد معترف تھی اور اس کے یو این ڈی پی میں کام کرنے میں سب سے بڑی کشش یہی تھی کہ اسے میرے ساتھ کام کرنے کا موقع ملے گا۔ اس نے کہا سماجی مسائل اور ایک پروفیشنل کے کردار کے بارے میں اس کا نقطہ نظر میرے ساتھ کام کرنے کے بعد بالکل تبدیل ہو گیا ہے۔ وہ بھی اپنے آنسو نہ روک سکی حالانکہ میں اس سے التجا کرتی رہی۔ سعدیہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن نہ کہہ سکی۔ وہ میری طرف آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے دیکھتی رہی۔ اپنے مخبروں کے ذریعے یہ خبریں سننے کے بعد، طارق نے ان باتوں کو ہمارے کیس کی حتمی ساعت کے دوران میرے خلاف استعمال کیا۔ اس نے کہا کہ جینڈر یونٹ کا عملہ مجھ سے ضرورت سے زیادہ متاثر تھا اور اسی لیے اس کیس میں شامل ہوا تھا کہ میں نے ان سے کہا تھا کہ وہ میرا ساتھ دے۔

گروپ نے مجھ سے کہا کہ میں کچھ بات کروں۔ میں محض سطحی اور بناوٹی باتیں نہیں کہہ سکتی تھی۔ میں نے بے دھڑک انداز میں ''یو این ڈی پی فیملی'' کے الفاظ کے استعمال پر اعتراض کیا۔ میں نے کہا کہ پاکستان میں خاندان بہت قربت رکھتے ہیں اور ہر طرح سے مدد کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے ان الفاظ کا یو این ڈی پی کے لیے استعمال میرے نزدیک لفظ خاندان کی بے حرمتی ہے۔ میں نے کہا کہ دفتر کو ایک مستعد، مؤثر اور محترم ادارہ ہونا چاہیے۔ دفتر کو خاندان سے مختلف ہونا چاہیے۔

ہم بے حد حیران ہوئے کہ پارٹی کے آخر میں طارق بھی آ پہنچا۔ وہ میرے پاس آیا اور کچھ تعریفی الفاظ کہے۔ اس نے کہا کہ اس کی بہن منیلا میں رہتی ہے اور اگر مجھے کوئی ضرورت ہو تو میں اس سے رابطہ کروں۔ بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ اس کے وکیل نے اسے یہ مشورہ دیا تھا کہ اسے یہ تاثر دینا چاہیے کہ وہ تعلقات کو معمول پر لانا چاہتا ہے اور بات ختم کر کے آگے چلنے کو تیار ہے۔

دو افراد جن کا ٹیم انتظار کر رہی تھی، رابرٹ اور ہارومی، وہ نہیں آئے، نہ ہی کوئی پیغام بھجوایا کہ وہ شریک نہیں ہو سکتے۔ اگر وہ آتے تو مجھے یقین ہے کہ اس کا مقصد صرف دکھاوا ہوتا، لیکن میری ٹیم کے لیے یہ بات اہم ہوتی۔ وہ اس بات سے تھک چکی تھیں کہ ان کے ساتھ ''یو این کی چڑیلوں'' جیسا سلوک کیا جاتا رہا۔

باب:44

سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

میرے لیے اپنی سالگرہ کا دن ہمیشہ بہت اہم رہا ہے۔اس دن میں اپنی ذات کا جائزہ لیتی ہوں، زندگی میں اپنی سمت کو مزید واضح بناتی ہوں اور اپنے لیے، گھر والوں کے لیے اور اپنے دوستوں کے لیے جشن مناتی ہوں۔ پال کو اندازہ تھا کہ دفتر میں مجھے کس قسم کے تناؤ سے واسطہ ہے اس لیے وہ چاہتا تھا کہ اس بار میری سالگرہ کو میرے لیے اور بھی زیادہ خاص بنا دے۔ وہ چاہتا تھا کہ میں سکون کا ایک وقفہ لوں۔ یو این ڈی پی میں اپنے کام کو ختم کرنے، اپنے مکان کی تعمیر کو مکمل کرانے، فلپائن لے جانے کے لیے سامان کو پیک کروانے اور اپنے شکایت کنندگان کے گروپ سے ملاقاتیں کرنے میں میرے پاس کوئی وقت نہیں بچتا تھا۔ پال ہمیشہ اپنی تشویش، پیار اور شفقت کو الفاظ میں نہیں بلکہ عمل سے ظاہر کیا کرتا ہے، اس نے نیپال کے ایک مختصر سفر کا پروگرام بنالیا۔ وہ چاہتا تھا کہ میں ان سب پریشانیوں سے دور ہٹ جاؤں اور کچھ دن آرام سے گزاروں۔

یو این ڈی پی میں اپنی ملازمت کے آخری دن ہم نیپال کے لیے روانہ ہو گئے۔ کھٹمنڈو بڑا خوبصورت شہر ہے جہاں قدیم روایات اور جدید دور کی ترقی ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ موجود ہیں۔ یہاں ہر طرف عبادت گاہیں ہیں، قدیم محلات ہیں اور روایتی لباس میں ملبوس لوگ ہیں۔ وہاں جا کر مجھے ایسا لگا کہ میں کسی اور زمانے میں پہنچ گئی ہوں۔ ہم پال کے دوستوں، کرن اور انوپم، کے گھر ٹھہرے۔ یہ دونوں میاں بیوی ہندوستان سے تعلق رکھنے والے بڑے ذہین اور خوشدل لوگ تھے اور کٹھمنڈو میں اپنے دو پیارے پیارے بچوں کے ساتھ رہ رہے تھے۔ پال پاکستان آنے سے پہلے یو این کی ملازمت کے سلسلے میں پانچ سال تک نیپال میں رہ چکا تھا، اس لیے کھٹمنڈو اس کے لیے دوسرا گھر تھا۔

اگرچہ ہم نے یہاں بہت مختصر مگر بھرپور وقت گزارا۔ ہم پال کے پرانے دوستوں سے ملے، کھٹمنڈو کی تنگ تنگ گلیوں میں گھومے، روایتی ریستورانوں میں کھانے کھائے، خوبصورت روایتی رقص دیکھے، کھٹمنڈو سے باہر دیہات کا نظارہ کرنے گئے اور لوگوں سے ملے۔

جب ہم پال کے یو این ڈی پی کے پرانے دوستوں سے ملے تو ان سب نے ہارومی کے بارے میں

پوچھا۔ نیپالی ٹیم نے ہمیں بتایا کہ کس طرح ہارومی عملے سے گھما پھرا کر رابطے کرتا اور یہ بتانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ پاکستان میں کیسے کام کر رہا ہے۔ ایک آدمی نے مجھے یہ بتایا کہ نیپال میں ہارومی کے آخری دنوں میں صورت حال اتنی خراب ہو چکی تھی کہ یو این ڈی پی کا کام بالکل رک گیا تھا۔ ہیڈ آفس کی ایک ٹیم کو الزامات اور جوابی الزامات کی تحقیقات کے لیے بھیجا گیا تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ ان کے لیے بہت مشکل دور تھا۔

پال اور میں یو این ڈی پی کے قصوں سے بچ کر کھٹمنڈو شہر کی بل دار گنجان گلیوں میں نکل گئے۔ یہاں عبادت گاہوں کی تعداد خاصی زیادہ تھی۔ ہمیں ایک لڑکا ملا جو سیاحوں کی تلاش میں تھا جنھیں وہ گائیڈ بن کر مندروں کی سیر کرائے۔ ہم نے سوچا کہ اس کے کاروبار کو موقع دینا چاہیے۔ یہ سیر بہت پُر لطف رہی۔ وہ ہمیں بہت ہی تنگ گلیوں اور محراب دار دروازوں سے گزار کر پرانے شہر میں لے گیا۔ اس نے ہمیں ایک بڑا سٹوپا دکھایا جس پر گوتم بدھ کے نقش بنے ہوئے تھے اور چھوٹے چھوٹے مندر دکھائے جن میں کرشنا کی مورتیاں تھیں۔ لوگ اپنی نیاز چڑھانے کی تیاری، اگر بتیوں کو جلانے اور مندروں کے سامنے رنگ رنگ کی پینٹنگز بنانے میں مصروف تھے۔ یہ عبادت گاہیں ان لوگوں کے گھروں سے بھی اتنی ہی قریب تھیں جتنی ان کے دلوں سے۔

میں نے زندگی میں کئی مرتبہ دیکھا کہ جب میں اپنے مقصد کے بارے میں یکسو ہو کر پوری دیانتداری اور لگن کے ساتھ کوشش کرتی ہوں تو میرے سامنے راستے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ میں اس میں بے حد سکون محسوس کرتی ہوں۔ کٹھمنڈو میں بھی مجھے ایسا ہی تجربہ ہوا۔ میری توجہ ایک چھوٹے سے مندر پر جم گئی اور مجھے معلوم ہوا کہ یہ کالی دیوی کا مندر تھا۔ کالی دیوی ایک بہت پیار کرنے والی ماں بھی سمجھی جاتی ہے اور ایک خوفناک جنگجو شخصیت کے طور پر بھی۔ میں نے ایک ایسا مقام چنا جہاں سے میں کالی کو واضح طور پر دیکھ سکتی تھی اور وہاں کھڑی ہو گئی۔ جتنی دیر ہمارا گائیڈ لڑکا پال کو اس بارے میں سمجھا تا رہا میں کالی کی مورتی کو مسلسل نظریں جمائے دیکھتی رہی۔ میرے ذہن میں یہ خیال تھا کہ میں کس طرح ان مردوں کے سامنے کھڑی ہو گئی جو خود کو خداؤں جیسا سمجھتے ہیں۔ میرے دل میں ایک عجیب سا احساس پیدا ہوا اور میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ میں وہاں بڑی دیر تک کھڑی رہی۔ یہ دکھ کے آنسو نہیں تھے بلکہ ان میں مضبوطی کا احساس تھا۔

پھر اگلے دن اس سے بھی بڑھ کر دل کو چھو لینے والا واقعہ پیش آیا۔ اگلی صبح سویرے ہی، ابھی میری آنکھیں بھی پوری طرح نہیں کھلی تھیں کہ پال مجھے رائل نیپال ایئر لائن کی خصوصی پیشکش سفاری پرواز پر لے گئے۔ یہ طویل پرواز کوہ ہمالیہ کے پہاڑی سلسلے کی سیر کراتی ہے۔ میں نے ایک کے بعد ایک بلند و بالا چوٹیاں دیکھتے ہوئے پال کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے رکھا۔ صبح کی نرم روشنی میں برف سے ڈھکے پہاڑ سحر انگیز منظر پیش کر رہے تھے۔ آخر ہم ایورسٹ تک پہنچے، جسے نیپالی لوگ ''ساگر ماتا'' یعنی ''سمندر کی ماں'' کہتے ہیں۔ یہ ملکۂ عالیہ کبھی

کبھار ہی بادلوں کی اوٹ سے باہر آتی ہیں لیکن آج انھوں نے ہمیں ہیلو کہنے کے لیے ذرا دیر کے لیے جھلک دکھائی۔ یہ بڑا ہی شاندار منظر تھا۔ پال نے میرے کان میں دھیرے سے کہا ''سالگرہ مبارک ہو''۔ مجھ پر وجد طاری تھا۔ یواین ڈی پی کے سارے بُرے منیجر مجھے زمین پر رینگتے ہوئے چھوٹے چھوٹے کیڑے لگے۔ دنیا اس قدر خوبصورت ہے مگر ہم انسان اسے گھٹیا اور فساد کی جگہ بنا دیتے ہیں۔

نیپال سے واپس آتے ہوئے ہم نے کوہستانوں کی صاف وشفاف فضا کو پیچھے چھوڑا اور یواین ڈی پی اسلام آباد کی بوجھل اور بیمار فضا میں آ پہنچے۔ اگرچہ میں اب دفتر نہیں جارہی تھی، مجھے رابرٹ کی منافقت اور زیادتیوں کی خبریں مل رہی تھیں۔ انھوں نے میرے دیکھنے کے لیے بے کار قسم کی فائلوں کے پلندے جمع کر رکھے تھے۔ کئی اور بے مقصد معاملات تھے جن کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ ان پر میرے تبصروں کی ضرورت ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ وہ اب بھی میرا پیچھا کیوں کر رہے تھے جبکہ میں پیشہ ورانہ طریقے سے معاملات کو بند کر کے دفتر کو چھوڑ چکی تھی۔ یہ واضح طور پر ہراساں کرنے کی ترکیب تھی۔ جلد ہی مجھے یہ پتہ چل گیا کہ وہ اس بات پر شدید پریشان ہیں کہ میں نے دفتر سے تو استعفیٰ دے دیا ہے لیکن ہراساں کیے جانے کے کیس کو نہیں چھوڑا۔

گھر میں ہم پہنچے تو ہمارے گھر کی تعمیر و تزئین کا کام زور شور سے جاری تھا اور لگتا تھا کہ یہ کبھی ختم نہیں ہو گا۔ کتابوں کے ڈھیر ہماری طرف دیکھ رہے تھے اور منتظر تھے کہ ہم انھیں الگ الگ کریں اور پیک کر کے ایک طرف رکھیں۔ میرا دل چاہا کہ یہ سب چیزیں کہیں غائب ہو جائیں اور مجھے وہی سکون مزید کچھ لمحوں کے لیے مل جائے جو میں نے نیپال کے پہاڑوں اور عبادت گاہوں میں محسوس کیا تھا۔

اسی ہنگامہ خیزی کے دوران ہم نے منیلا کے لیے پرواز کی بکنگ کرائی۔ ہمیں 13 جون کو روانہ ہونا تھا۔ پاکستان سے روانہ ہونے سے صرف ایک دن قبل میں نے اتفاقاً نیویارک میں اپنی ایک دوست کو فون کیا تو اس نے بتایا کہ تحقیقاتی پینل کی رپورٹ کچھ عرصہ پہلے جاری کی جا چکی ہے اور ان کے دفتر میں اس پر بحث مباحثہ جاری ہے۔ مجھے شدید دھچکا لگا کیونکہ ہم مسلسل رابرٹ سے پوچھتے رہے تھے اور اس نے ہمیں کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔ بالآخر ہم نے شام کو سٹیو فرینکل کو فون کیا اور اس نے اس خبر کی تصدیق کی۔ ہم سب کو بڑی اذیت پہنچی کہ کس طرح ہم سے یہ بات چھپائی گئی۔

گروپ والوں کا خیال تھا کہ مجھے فلپائن نہیں جانا چاہیے کیونکہ وہ پہلے ہی اپنے آپ کو بہت کمزور محسوس کر رہے تھے اس لیے کہ ہم میں سے کئی لوگ یواین کو چھوڑ کر جا چکے تھے۔ جو لوگ باقی رہ گئے تھے وہ اپنے آپ کو حملوں کے خطرات میں گھرا ہوا محسوس کرتے تھے۔ ان کے لیے اب بھی یہ تسلیم کرنا مشکل تھا کہ میں اب یواین میں نہیں ہوں۔ یہ سوچ کر ان کی پریشانی اور بھی بڑھ جاتی تھی کہ اس اہم مرحلے پر میں یہاں سے دور چلی

جاؤں گی۔ پال نے اور میں نے صورتِ حال پر ایک مرتبہ پھر غور کیا۔

پال کو فلپائن میں یو ایس ایڈ کے ایک بڑے پراجیکٹ کے سربراہ کے طور پر اپنے نئے عہدے پر پہنچنا تھا۔ اس کے فلپائن بھر کے دوروں کا پروگرام پہلے سے ہی تیار کیا جا چکا تھا، اس لیے وہ اپنی روانگی کو ملتوی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ میں اسلام آباد میں ٹھہر جاؤں اور بعد میں جتنی جلد ممکن ہو، فلپائن پہنچ جاؤں۔ رپورٹ کا انتظار شروع ہو گیا۔ ہمارا اب بھی یہ خیال تھا کہ رپورٹ ہمارے کیس کے حتمی نتیجے کا تعین کرے گی۔ ہمیں ہرگز یہ اندازہ نہیں تھا یہ تو ایک طویل عمل کا محض پہلا مرحلہ ہے۔

تین دن گزر گئے لیکن ہمیں رپورٹ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا۔ نہ صرف یہ کہ طارق نے اسے دیکھ لیا تھا بلکہ یو این ڈی پی میں ایک چھوٹا سا گروپ اس کے لیے حکمت عملی کی تیاری میں بھی مصروف تھا۔ اس کے بارے میں خبریں تھوڑی تھوڑی کر کے باہر آ رہی تھیں۔ ایک اخبار نے یہ رپورٹ چھاپی کہ تحقیقاتی رپورٹ آ چکی ہے مگر یو این ڈی پی نے ابھی تک اس کا اعلان نہیں کیا۔ نبیلہ نے رابرٹ کو فون کیا مگر اس نے کہا کہ اسے اس بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔ رابرٹ نے کہا کہ وہ جلد ہی گروپ کا اجلاس بلائے گا۔ راشیل کو اس نے سرسری طور پر بتایا کہ اس کا خیال ہے کہ ہمارا گروپ اس رپورٹ پر خوش نہیں ہوگا۔ اس بات سے ہم بہت پریشان ہو گئے۔ وہ راشیل کے ذریعے ایسے پیغامات بھجوا کر ہمارے گروپ کو پریشان کرنے میں خاصا تیز تھا۔

آخر کار رابرٹ نے گروپ کی ایک میٹنگ بلائی۔ جب میں گروپ کے دوسرے لوگوں کے ساتھ وہاں پہنچی تو رابرٹ حیران رہ گیا۔ اس نے میٹنگ کا وقت سوچ سمجھ کر ایسا رکھا تھا کہ میں فلپائن جا چکی ہوں گی۔ بالکل اسی طرح جیسے اس نے سٹاف میٹنگ میری شادی والے دن رکھی تھی ایک بار پھر اس نے یہ سمجھنے میں غلطی کی کہ میرا عزم اس کیس کے بارے میں کتنا مضبوط ہے۔ اس نے جلد خود کو سنبھالا اور کہا: ''میں نے آپ لوگوں کو یہاں یہ بتانے کے لیے بلایا ہے کہ تحقیقاتی رپورٹ مجھے مل چکی ہے۔ رپورٹ کے متعلقہ حصے آپ لوگوں کو علیحدہ علیحدہ لفافوں میں بھیج دیے گئے ہیں، اس لیے میں یہ رپورٹ اس وقت آپ لوگوں کو نہیں دوں گا۔ یہ آپ لوگوں کو آج شام آپ کے گھروں پر مل جائے گی۔'' بے حسی کے اس انداز پر ہر کسی کو سخت غصہ آیا۔

ہم میں سے ہر ایک نے احتجاج کیا۔ نبیلہ نے پوچھا کہ کیا طارق نے رپورٹ دیکھی ہے تو رابرٹ نے کہا ہاں۔ ''ہم سے وہی سلوک کیوں نہیں کیا گیا؟'' اس نے سوال کیا۔ اس نے جواب دیا کہ ایسا سیکورٹی وجوہات کی بنا پر کیا گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ یہ بات عجیب تھی کہ وہ شخص جو زیادتی کا مرتکب ہوا تھا اور ماضی میں اقدامِ قتل کا بھی ملزم تھا، وہ تو سیکورٹی کے لیے خطرہ نہیں تھا لیکن ہم جو کہ زیادتی کا شکار ہوئے تھے سیکورٹی کے لیے خطرہ تھے۔ میرے نزدیک یہ صرف ہم سب کو یہ دکھانے کا ایک طریقہ تھا کہ طارق تو

ادارے کے اندر کا آدمی ہے اور ہم سب باہر سے آئے ہوئے ہیں۔ اس طرح سے ایک بار پھر جتلایا گیا تھا کہ ہم نے یہ شکایت درج کرا کے غلطی کی تھی۔ اس طرح دفتر کے ماحول کو مزید معاندانہ بنایا گیا تھا۔

ماسا کو اٹھ کھڑی ہوئی اور بولی، ''آپ کی وجوہات کچھ بھی ہوں، میں اسی وقت دفتر سے جا رہی ہوں اور رپورٹ اپنے ساتھ لے جانا چاہوں گی۔''

رابرٹ نے کہا، ''اگر میں مان جاؤں تو کیا تم سیدھے گھر جاؤ گی؟'' جب رابرٹ نے دیکھا کہ ہم میں سے کچھ لوگ خاصے جذباتی ہو گئے ہیں تو اس نے ماسا کو اور رنسے کی طرف اشارہ کر کے کہا ''ٹھیک ہے، تمھیں اور...... تمھیں تمھارے لفافے پارکنگ کی جگہ پر، آفس کی عمارت سے باہر، پکڑا دیے جائیں گے، اور تم سیدھے گھر جاؤ گی۔'' میں حیران تھی کہ اسے کس بات کا ڈر تھا۔

میں اب دفتر میں کام نہیں کرتی تھی اس لیے اس کے پاس یہ کہنے کا کوئی بہانہ نہیں تھا کہ وہ مجھے لفافہ وہیں پر نہیں دے سکتے لیکن پھر بھی اس نے کہا کہ لفافہ شام کو میرے گھر بھجوا دیا جائے گا۔ میں نے اس سے کوئی بحث نہیں کی، لیکن اپنے دل میں میں نے کہا، ''رابرٹ انگلینڈ، میری دعا ہے کہ تم ہمارے ساتھ ایسا سلوک کرنے پر جہنم کی آگ میں جلو''۔ جو کچھ رابرٹ نے کیا وہ ناقابلِ معافی ہے۔ یو این کا کوئی قانون، کوئی ضابطہ اس امتیازی سلوک اور غیر انسانی رویے کا جواز نہیں بن سکتا۔ ہم لوگ زیادتی کا شکار ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ ہی مجرموں جیسا سلوک کیا جا رہا تھا۔ آخر وہ ہمارا سپروائزر تھا، اسے ہمارے ساتھ کچھ تو ہمدردی کا سلوک کرنا چاہیے تھا۔ اس روز اس کا ہمارے خلاف رویہ انتہائی انتہائی غیر انسانی تھا۔ میں نے دعا کی کہ کاش کبھی یو این کو یہ احساس ہو پائے کہ ان کے نظام میں کیسے بد اخلاق لوگ موجود ہیں۔

صرف رابرٹ اور طارق کو مکمل رپورٹ دی گئی۔ باقی ہم سب کو صرف وہ متعلقہ حصے فراہم کیے جو ہر ایک کے اپنے کیس کے بارے میں تھے۔ رات آٹھ بجے کے قریب ہم سب اکٹھے ہوئے تا کہ اپنے اپنے حصے کی رپورٹوں کو یکجا کریں اور پوری رپورٹ جان سکیں۔

رپورٹ میں یہ نتیجہ نکالا گیا تھا کہ کل گیارہ میں سے چار کیس ایسے تھے جن میں پینل کو جنسی طور پر ہراساں کرنے کے کافی شواہد ملے۔ یہ چار غزالہ، راشیل، سعدیہ اور میں تھے۔ ماسا کو اور نگین کے بارے میں پینل نے کہا کہ جنسی طور پر ہراساں کرنے کی جو تشریح یو این ڈی پی کے پاس موجود ہے اس کے مطابق شواہد نہیں ملے۔ تاہم یہ کہا گیا کہ ملزم کا رویہ نامناسب تھا۔ چند کیسز میں پینل نے کہا کہ ہراساں کرنے کے واقعات نہ تو شدید نوعیت کے تھے اور نہ ہی بار بار پیش آئے۔ اس میں تسنیم کا کیس بھی شامل تھا جس کے بارے میں میرا ہمیشہ خیال رہا کہ یہ سب سے مضبوط کیس ہے۔ ہم کچھ خوش اور کچھ مایوس تھے۔ بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ جنسی طور پر ہراساں کرنے کا اگر ایک واقعہ بھی تحقیق سے ثابت ہو جائے تو یہ ملزم کے خلاف اقدام کے لیے کافی ہوتا

ہے۔ ہمارے کیس میں کیونکہ پورا نظام ملزم کے حق میں کام کر رہا تھا اس لیے وہ اس نتیجے پر نہیں پہنچا۔

پینل کی تحقیقات میں پانچ مشترکہ نکات سامنے آئے تھے۔ اول یہ کہ انھوں نے ہماری شکایت کی مدت کو کم کر کے ایک سال کر دیا تھا اور اس بات پر زور دیا تھا کہ اس عرصے میں طارق شدید ازدواجی مسائل کا شکار تھا۔ دوسرے، انھوں نے کہا کہ اس نے عورتوں سے اس لیے رابطے کیے کہ وہ اپنے ازدواجی مسائل کا حل ڈھونڈنا چاہتا تھا اور اس کے لیے اس نے اپنے ساتھ کام کرنے والے مردوں سے بھی رابطے کیے۔ تیسرے انھوں نے کہا کہ اس نے عورتوں کو ان کے گھروں میں فون کیے لیکن ان سے کہا کہ یہ ان سے ''اعتماد میں لے کر بات کرنے کے لیے'' کر رہا ہے۔ چوتھے، انھوں نے اس کی کارکردگی کے شاندار ریکارڈ کا حوالہ دیا اور کہا کہ اسے ریزیڈنٹ ریپریزنٹیٹو کی مکمل حمایت حاصل ہے۔ پانچویں، انھوں نے ہچکچاہٹ کے ساتھ کہا کہ پینل کو چار کیسز میں ہراساں کیے جانے کے ایسے عناصر ملے ہیں جو یواین کی پالیسی میں دی گئی تشریح کے مطابق جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کے زمرے میں آتے ہیں۔

تحقیقات کے نتائج میں نہ صرف طارق کے روّیے کا جواز پیش کیا گیا تھا بلکہ اس کے خاندانی مسائل کو اجاگر کرتے ہوئے شروع میں ہی اس کے لیے ہمدردانہ رویہ اختیار کیا گیا اور پھر اس کی شاندار کارکردگی کا حوالہ دیتے ہوئے یہ جواز پیش کیا گیا کہ اس کا یہ عجیب رویہ اس کے ذاتی مسائل کا نتیجہ تھا۔ ہمارے ساتھ اس کے رابطوں کے بارے میں انھوں نے ''بات چیت کی''، ''اعتماد میں لے کر کہا'' اور ''رابطہ کیا'' کے الفاظ استعمال کیے۔ ہم حیران تھے کہ پینل کا اس کے فحش جسمانی اشاروں، عورتوں کو اپنے ساتھ رات گزارنے کے لیے کہنے اور اپنی گرل فرینڈز کے ساتھ جنسی تعلقات کی تفصیلات بتانے کے بارے میں کیا خیال تھا۔ رپورٹ نے ہمارے ہر ایک کیس کو انفرادی حیثیت دے کر اس تسلسل کو مسترد کر دیا تھا جس کی طرف ہم نے توجہ دلائی تھی۔ تفصیلی رپورٹ میں مکمل طور پر طارق پر توجہ مرکوز رکھی گئی تھی اور ہمارے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا گیا تھا کہ ہم کون ہیں اور طارق کے رویے سے ہم پر کس طرح اثر پڑا۔

نبیلہ سخت دلبرداشتہ تھی۔ اچانک اس نے پوچھا کہ ''ان الفاظ کا مطلب ہے 'زیادہ شدید نہیں' اور 'زیادہ تسلسل سے نہیں'؟'' ہم سب، اپنے تناؤ کو کم کرنے کی کوشش میں زور سے ہنس پڑے۔

تسنیم نے کہا کہ ''اگر کسی عورت کو اس کا باس جنسی ترغیب دلاتا ہے تو اسے کم از کم بیس مرتبہ ترغیب دلانی چاہیے تب کہیں جا کر عورت اس بارے میں رپورٹ کر سکتی ہے اگر اس کو کوئی اصل کیس پیش کرنا ہے''۔

راشیل نے مذاق سے کہا، ''یہ لوگ عورتوں کو یہ بتا رہے ہیں کہ انھوں نے رپورٹ کر کے غلطی کی۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ رویہ ''نامناسب'' تھا اس لیے ہمیں انتظار کرنا چاہیے تھا کہ رویہ مزید برا ہوا اور پھر ہم اس کی شکایت کریں!'' ہم سب خوب ہنسے۔

رنسے نے اپنی پیش رو ''میری لو'' کو یاد کیا۔ اس کے ساتھ گیسٹ ہاؤس میں ایک بیرے نے جنسی زیادتی کرنے کی کوشش کی تھی۔ میری کا کہنا تھا کہ جب اس نے طارق اور ولیم ڈکنز سے اس کی شکایت کی تو انہوں نے جواباً اسے ہراساں کیا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کے بعد اس نے محسوس کیا کہ یہ دونوں سمجھتے ہیں کہ وہ اچھے کردار کی مالک نہیں اور انھوں نے اس کے ساتھ دست درازیاں شروع کر دیں۔ رنسے نے کہا کہ میری لو کے مقدمے میں ریپ کرنے کی کوشش کو بھی اہم واقعہ نہیں مانا گیا۔ وہ آج بھی اس واقعے پر دکھی ہے۔''

میں خاموش ہوگئی اور سب نے میری طرف دیکھا۔ میں نے ان کی توجہ ایک پیراگراف کی طرف دلائی جس میں کہا گیا تھا کہ رابرٹ انگلینڈ اور ہارومی ساکاگوچی دونوں نے یہ بتایا کہ کسی بھی شکایت کنندہ نے کبھی غیر رسمی طریقے سے جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کی شکایت نہیں کی۔ اس تمام عرصے میں میں یہ سوچ رہی تھی کہ ہارومی نے پینل کے سامنے اس بات چیت کا ذکر کیا ہوگا جو میں نے اس سے ستمبر کے مہینے میں کی تھی اور جس میں میں نے تفصیل سے بتایا تھا کہ مجھے کس طرح سے ہراساں کیا جا رہا ہے اور سعدیہ کو طارق کے ساتھ کس قسم کے واقعات پیش آئے ہیں۔ ''اس نے جھوٹ بولا۔ وہ ایسا کیسے کر سکتا ہے؟'' میں نے بے تابی سے کہا۔ میں نے اس سے پوچھا تھا کہ کیا تمھیں یاد ہے ہماری کیا بات چیت ہوئی تھی اور اس نے کہا 'ہاں، ہاں''، میں مایوس ہو کر بول رہی تھی۔ ہر کسی نے مجھے تسلی دینے کی کوشش کی مگر میں ہارومی کے رویے پر اس قدر مایوس ہوئی کہ میرا سارا جسم دکھنے لگا۔ مجھے یوں لگا جیسے منوں وزن مجھ پر اچانک آ گرا ہے۔ ''کیا ہم آئندہ کسی پر بھی کسی بھی معاملے میں بھروسہ کر سکتے ہیں؟'' میری آواز کانپ رہی تھی۔ میں دیر سے گھر پہنچی۔ مجھے رپورٹ کے بارے میں دکھ تھا لیکن سب سے زیادہ مایوسی مجھے ہارومی کے رویے سے ہوئی۔

اگلے تین ہفتے میرے لیے بہت دشوار تھے۔ میں ہارومی سے اس قدر مایوس تھی کہ مجھ سے کوئی کام نہیں ہو پاتا تھا۔ مجھے اتنا غصہ نہیں تھا جتنا دکھ تھا۔ میں اکثر دیکھتی تھی کہ وہ نالائق اور فیصلہ سازی میں سست ہے لیکن میں نے ہمیشہ اس کا انسان دوستی کے حوالے سے احترام کیا۔ میرا خیال تھا کہ اس کے اندر ایک اچھا انسان ہے جو مجھے رابرٹ کے اندر کبھی نظر نہیں آیا۔ کبھی کبھی وہ بچوں کی سی باتیں کرتا تھا۔ کبھی وہ ہماری کامیابیوں پر پانچ سال کے بچے کی طرح خوش ہو جایا کرتا تھا۔ مجھے وہ سارے اچھے لمحات یاد آئے جو گزشتہ دو سال میں ہارومی اور ہماری ٹیم نے مل کر گزارے تھے۔ کوئی شخص کیسے اپنے دل کو اتنا سخت کر لیتا ہے کہ صرف اپنے باس کو خوش کرنے کے لیے جھوٹ بول دے؟ اگر یو این ڈی پی میں طارق کے علاوہ کوئی فرد سچ جانتا تھا تو وہ ہارومی تھا۔۔ اور اس نے جھوٹ بول دیا۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ بہت سے اور لوگ بھی طارق کے بارے میں سچ جانتے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی اپنی گردن پھنسوانا نہیں چاہتا تھا۔ جو بات وہ اس وقت نہیں جانتے تھے وہ یہ تھی کہ یہ انتہائی جانبدارانہ رپورٹ بھی پورے سسٹم کو ہلا سکتی تھی۔

باب:45

رپورٹ پر ہمارا جواب

اگلی صبح اخباروں میں ہمارے کیس کے متعلق ایک مختصر سی خبر چھپی ہوئی تھی۔ مجھے سخت حیرانی ہوئی کہ اس میں کہا گیا تھا کہ طارق کو پوری تنخواہ کے ساتھ چھٹی پر بھیج دیا گیا ہے۔اس سے بھی زیادہ حیرانی کی بات یہ تھی کہ اس میں کہا گیا تھا کہ طارق کو کئی دن پہلے گھر بھیج دیا گیا تھا۔ہم میں سے کسی کو اس بارے میں کچھ پتہ نہیں تھا۔ میں نے جلدی جلدی دوسروں کو بتایا۔ جو لوگ ابھی تک دفتر میں کام کر رہے تھے انھوں نے بھی اس بارے میں کچھ نہیں سنا تھا۔ جب راشیل نے رابرٹ سے اس بات کی تصدیق کرنے کی کوشش کی تو اس نے لاپروائی سے کہا ''اوہ، میں نے تمھیں بتایا نہیں تھا؟''

ہیڈکوارٹر نے طارق کو پوری تنخواہ کے ساتھ چھٹیوں پر بھیج دیا تھا، مگر بغیر کسی نقصان کے، کیونکہ تحقیقاتی پینل کی رپورٹ ایسی ہی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ اقدام بڑی خاموشی کے ساتھ کیا گیا۔ جلد ہی رابرٹ نے دفتر سے کمپیوٹر، فیکس، پرنٹر اور ٹیلی فون اس کے گھر پر مہیا کر دیا تاکہ وہ آسانی سے اپنے وکیل سے رابطے کر سکے۔ یو این کی گاڑی بھی اسے حسبِ ضرورت مہیا کر دی جاتی تھی۔

ہم نے نیویارک میں لیگل سیکشن کے ساتھ ایک کانفرنس کال کا انتظام کیا۔ ہماری بات لارئیٹ نامی ایک شخص سے ہوئی، جس کا رویہ خاصا سرد معلوم ہوتا تھا۔ ہم نے شکایت کی کہ تمام تر عمل میں ہمیں معلومات سے بے خبر رکھا گیا، لیکن اس نے ہماری شکایت پر بالکل کان نہیں دھرا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ طارق سے کہا گیا ہے کہ وہ اس رپورٹ کا جواب داخل کرائے۔ ہم حیران ہوئے اور پوچھا کہ کیا ہمیں بھی جواب داخل کرانا چاہیے۔ ایسا لگا کہ یہ سوال اس کے لیے غیر متوقع تھا، لیکن اس نے ہچکچاتے ہوئے ہاں میں جواب دیا۔

قطع نظر اس کے کہ لیگل سیکشن نے ہم سے جواب مانگا تھا یا نہیں، ہم نے مشترکہ طور پر رپورٹ کا جواب تیار کیا۔ میں گروپ کے ساتھ روزانہ میٹنگ اور اس کے بعد رات دیر تک نبیلہ اور ماسا کو کے ساتھ کام کرتے کرتے تھک کر نڈھال ہو جاتی۔ تاہم میرا مسئلہ صرف کام کا بوجھ نہیں تھا بلکہ وہ غصہ بھی تھا جو میرے اندر مسلسل پک رہا تھا۔ وہ کچھ ہفتے میری زندگی کے بدترین دن تھے جب میں ہارومی کے جھوٹ بولنے پر اس قدر دکھی اور

ناراض تھی کہ مجھ سے کوئی کام معمول کے مطابق نہیں ہو پاتا تھا۔

اس کے علاوہ، گیارہ کا گروپ ہونے کی وجہ سے ایک چھوٹی سی ای میل بھیجنے کے لیے بھی کئی کئی دن درکار ہوتے تھے کیونکہ ہماری کوشش ہوتی تھی کہ بھیجے جانے والے خط کے مندرجات سے گروپ کے تمام ارکان مطمئن ہوں۔ گیارہ ارکان میں مکمل اتفاق رائے قائم کرنا بعض اوقات خاصا مشکل ہو جاتا تھا کیونکہ مختلف لوگوں کی رائے مختلف ہوتی تھی۔ راشیل ہمیشہ ہمارے لیے آخری امتحان ہوتی تھی۔ کوئی بھی بات جو رابرٹ کے بارے میں ذرا بھی تنقید کا پہلو رکھتی اس پر وہ اَڑ جاتی۔ وہ بحث کرتی اور مراسلے پر دستخط کرنے میں دیر کرتی۔ سارا گروپ اس کے ساتھ بات چیت کرتا رہتا حتیٰ کہ وہ اس کے مضمون سے متفق ہو جاتی۔ ہر بار، گروپ کو کچھ الفاظ تبدیل کرنے پڑتے تاکہ راشیل اس سے متفق ہو جائے۔ باقی ہم سب اچھی طرح سمجھتے تھے کہ انتظامیہ ہمیں کس طرح دھوکہ دے رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ راشیل بھی سمجھتی تھی کہ رابرٹ کس طرح ہمیں دھوکے میں رکھ رہا ہے اور اس کے رویے کو جائز قرار نہیں دے سکتی تھی لیکن پھر بھی اس کے بارے میں تنقیدی خط پر دستخط کرنے کو رابرٹ سے غداری سمجھتی تھی۔

یو این ڈی پی کے آپریشنز کے شعبے کے کچھ لوگ میرے گھر آئے اور مجھ سے کہا کہ وہ طارق کے غلط کاموں کے بارے میں سرِعام نہیں بول سکتے، لیکن ہماری کامیابی کے لیے دعا گو ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم عورتوں نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا ہے کہ طارق جیسے راسپوٹین کے خلاف کھڑی ہوئیں اور اس سے بھی بڑھ کر بہادری یہ ہے کہ یہ کام راسپوٹین کے زار رابرٹ انگلینڈ کے ہوتے ہوئے کیا۔ ان کو ڈر تھا کہ اگر ہم کیس ہار گئے تو طارق ناقابلِ شکست بن جائے گا۔

آخر کار ہم نے تحقیقاتی پینل کی رپورٹ کا جواب مکمل کر لیا۔ ہم سب نے گروپ کی میٹنگز کے لیے میری والدہ کے گھر کی بیٹھک کو استعمال کیا۔ ہم اس کام کے مکمل ہونے پر بہت فخر محسوس کر رہے تھے۔ باہر بارش ہو رہی تھی جس سے ہمارا موڈ اور بھی اچھا ہو گیا۔ جب خط مکمل ہوا تو میں نے ایک گہرا سانس لیا۔ راشیل نے اپنی خدمات پیش کیں کہ وہ اسے سب کو پڑھ کر سنائے گی۔

ہم نے آغاز تحقیقاتی پینل کے کام کے بارے میں تعریفی الفاظ سے کیا اور کہا کہ رپورٹ کے کچھ نکات پر ہمیں تشویش ہے۔ ہم نے لکھا:

”جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کو ثابت کرنا ایک پیچیدہ معاملہ ہے۔ زیادہ تر صورتوں میں یہ ایک فرد کا دوسرے فرد کے خلاف بیان ہوتا ہے۔ تاہم ہمارے کیس میں جو چیز اجاگر نہیں ہو پائی وہ یہ تھی کہ یہ ایک فرد کے خلاف گیارہ افراد کا بیان تھا۔ پینل کو اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے تھا کہ مدعا علیہ کا واقعات یا تعلقات کے بارے میں نقطہ نظر مدعیان کے نقطہ نظر سے بالکل مختلف تھا۔ لیکن وہ اہم نقطہ جو تمام کیسوں میں سے اخذ کیا جانا چاہیے تھا، وہ یہ تھا کہ مدعا علیہ نے یو این ڈی پی میں ساتھ کام کرنے والی سولہ میں سے گیارہ خواتین کے ساتھ

تعلقات کے بارے میں غلط رائے قائم کی۔ ظاہر ہے کہ وہ تمام خواتین جن کے ساتھ اس نے ''راز داری کے ساتھ'' بات چیت کی وہ اس قدر ناراض ہوئیں کہ انھیں اس شخص کے خلاف تحریری شکایت بھیجنا پڑی۔ ان کیسوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر کے دیکھنا گمراہ کن ہوسکتا ہے۔ اس لیے یہ بے حد اہم ہے کہ تمام شکایات میں موجود ایک یکساں طرزِ عمل کو مدنظر رکھا جائے''۔

پھر ہم نے اپنے کیسوں میں موجود مشترک چیزوں کو نمایاں کیا، مثلاً ہمارے گھروں پر رات گئے فون کرنا، کسی گرل فرینڈ کو فون کرنا اور اس کے ساتھ ہماری موجودگی میں جنسی گفتگو کرنا، شراب کے نشے میں دھت ہونا، فحش زبان استعمال کرنا، اپنی تنہائی کا ذکر کرنا اور جنسی پیش قدمی کرنا۔ جو عورتیں اس کے مطالبات کو نہ مانیں ان کو سزا دینا بھی ہم میں سے پانچ کے معاملے میں ایک مشترک بات تھی۔

دوسری چیزوں کے علاوہ ہم نے طارق کی اچھی کارکردگی کو نمایاں کر کے پیش کرنے پر اعتراض کیا، جس سے یہ لگتا تھا کہ اس کے بُرے طرزِ عمل کو جواز فراہم کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ رپورٹ میں مدعا علیہان کے بارے میں کچھ نہیں درج تھا اس لیے ہم نے یہ تجویز دی کہ شکایت کنندگان کے بارے میں درج ذیل پیراگراف شامل کیے جائیں:

''گیارہ شکایت کنندگان میں آٹھ پاکستانی اور تین بین الاقوامی عملے کی ارکان شامل ہیں۔ ان کی عمریں 28 سے 50 برس تک ہیں۔ وہ سب ایک ہی یونٹ سے نہیں ہیں اور نہ ہی ایک سپروائزر کے ماتحت کام کرتی ہیں۔ ان کا تعلق مختلف پروگرام یونٹوں سے اور انتظامی شعبے سے ہے۔ ان کے سپروائزروں میں ریزیڈنٹ ریپریزنٹیٹو سے لے کر پروگرام افسران تک شامل ہیں۔ انھیں عمومی طور پر محنتی اور باصلاحیت خواتین مانا جاتا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ انھیں جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کی وجہ سے اور پھر اس کے خلاف شکایت کرنے کی وجہ سے بے انتہا دباؤ برداشت کرنا پڑا۔''

آخر میں ہم نے اس بات پر زور دیا کہ ہم نے ایک ایسے شخص کی شکایت دائر کر کے بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے جسے ریزیڈنٹ ریپریزنٹیٹو کے بہت قریب سمجھا جاتا ہے۔ ''ہمیں مسلسل دباؤ کا سامنا ہے اور ہم سخت جدوجہد کر رہے ہیں کیونکہ جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کی شکایت کرنا عام واقعہ نہیں ہے۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ تحقیقات کا عمل منصفانہ ہوگا۔ اگر ممکن ہو تو ہم خود ذاتی طور پر پیش ہو کر متعلقہ کمیٹی یا اتھارٹی سے بات کرنا چاہیں گے۔''

راشیل پڑھ چکی تو میں نے زور سے کہا ''مجھے تو بالکل ٹھیک لگا''۔ سب کے چہروں پر اطمینان نظر آیا۔ ہم سب نے خط پر دستخط کیے۔ میں نے گروپ کو بتایا کہ نیویارک والے اگر چاہیں تو ہمیں الگ الگ کر سکتے ہیں، لیکن ہم نے ایک مشترکہ درخواست دائر کی ہے اس لیے جو خط بھی ہم انھیں بھیجیں گے اس پر سب کا نام ہوگا۔ اگر کوئی اپنے دستخط کرنے کے لیے موجود نہ ہو تو بھی ہم اس کی رضامندی حاصل کریں گے اور اس کا نام لکھیں گے۔

باب:46

کا گا سب تن کھا ئیو......

تحقیقاتی پینل کی رپورٹ کا جواب نیویارک بھجوانے کے بعد میں بس یہ چاہتی تھی کہ پال کے پاس منیلا پہنچ جاؤں۔ وہ ایک ماہ سے وہاں اکیلا رہ رہا تھا۔ہم دونوں ای میل کے ذریعے روزانہ ایک دوسرے سے رابطہ رکھتے تھے لیکن میں اس کے بغیر اداس تھی۔ میں سیدھی اپنے ٹریول ایجنٹ کے پاس گئی اور جولائی کے مہینے میں جو سب سے پہلی فلائٹ مل سکتی تھی وہ بک کرالی۔ میرے گھر والے میرے اچانک سفر کرنے کے ارادے پر حیران تھے کیونکہ پچھلے ایک ماہ کے اندر انھوں نے مجھے شاید ہی دیکھا ہو۔ تاہم وہ میرا ساتھ دیتے رہے اور سفر کی تیاری میں ہر طرح میری مدد کی۔ میں فوراً جہاز میں سوار ہو کر پال کے پاس پہنچنا چاہتی تھی۔

میں فلپائن پہنچی تو مجھے اطمینان ہوا۔ پال پچھلے ایک ماہ سے منیلا کے وسط میں ایک ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔ میں نے دل میں سوچا ہوا تھا کہ یو این کے کیس کے بارے میں کوئی بات نہیں کروں گی لیکن میں جوں ہی زبان کھولتی تو وہی قصے نکلتے چلے جاتے۔ میرے پہنچنے کے کچھ ہی دنوں بعد پال مجھے اپنے پہلے دفتری دورے میں اپنے ساتھ مندناؤ لے گیا۔ ایک رات وہ نیپال سے اپنے پرانے دوستوں جاک اور میجلین بیکر کے ہاں ٹھہرا جو جنرل سانتوس سٹی کے قریب رہتے تھے۔ جاک یو این میں کام کرتا تھا مگر اس نے ڈول کے انناس کے باغات کے پاس اس آبادی میں مکان کرائے پر لے رکھا تھا جہاں ڈول کے سینئر منیجر رہتے تھے۔ جو کچھ جینڈر یونٹ کے ساتھ ہو رہا تھا میں اس پر اب بھی سخت پریشان تھی اور پال کے لیپ ٹاپ کو پاکستان میں اپنے لوگوں سے رابطے کے لیے استعمال کرتی تھی۔ مجھے جینڈر یونٹ سے کچھ خبریں ملیں کہ یو این کے لوگ اب بھی اس ٹیم کے لیے دشواریاں پیدا کر رہے ہیں۔ مجھے بڑی مایوسی ہوئی کیونکہ میرا خیال تھا کہ میرے چلے جانے کے بعد جینڈر یونٹ سے مخاصمت کچھ کم ہو جائے گی۔

اتوار کا دن پُرسکون تھا، میں اور پال صنوبر کے اونچے درختوں میں گھرے رہائشی علاقے میں پیدل لمبی سیر پر گئے اور ظاہر ہے کہ ہم نے یو این کے کیس پر بھی باتیں کیں۔ میں اس بارے میں باتیں کرنے سے رک ہی نہیں سکتی تھی لیکن پال ہمیشہ میری بات سننے کے لیے تیار تھا۔ شام کے وقت مجھے سعدیہ کی طرف سے ایک

پیغام ملا۔ سعدیہ ان دنوں یو این کیس سے متعلق معاملات سے نمٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے کہلوایا کہ میں ماسا کو اور نبیلہ سے رابطہ کرلوں جو اس وقت جینڈر کے موضوع پر ایک کانفرنس کے سلسلے میں بنگلہ دیش میں تھیں۔ یہ وہی کانفرنس تھی جو پہلے اسلام آباد میں ہونی تھی مگر میری شادی سے ذرا پہلے اسے منسوخ کر دیا گیا تھا۔ میں نے کوشش کی مگر ان سے رابطہ نہ ہو سکا۔

اگلے روز ہم واپس ''جنرل سانتوزسٹی'' پہنچ گئے۔ پال نے شہر میں جو کچھ ملاقاتیں طے کر رکھی تھیں ان کے بعد ہم نے پال کے دوستوں کے ساتھ قریبی قصبے میں جانے کا پروگرام بنا رکھا تھا۔ سفر کے لیے روانہ ہونے سے ذرا پہلے، میں نبیلہ اور ماسا کو سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ ڈھاکہ میں لوگوں نے ان دونوں سے غیر سرکاری طور پر ہمارے کیس کے بارے میں پوچھا۔ ان سے کہا گیا کہ وہ اس موضوع پر ایک چھوٹے گروپ کے خصوصی اجلاس کی رہنمائی کریں۔ وہ چاہتی تھیں کہ میں ان کے لیے اہم نکات کا ایک خاکہ لکھ دوں اور ان سے اس موضوع پر بات کرلوں۔

یہ پیغام ملنے کے بعد میں کداپاون تک پورے راستے یہ سوچتی گئی کہ اس پریزنٹیشن کے لیے بہترین خاکہ کیا ہوگا۔ پال کے دوستوں نے محسوس کیا کہ پال کی بیوی کسی قدر خاموش طبع ہے مگر پال نے اس کمی کو پورا کیا۔ وہ جانتا تھا کہ میں اپنے خیالوں میں گم ہوں۔ کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے میں سوچ رہی تھی کہ ہمارا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے۔ ان دنوں میری توجہ اس کیس پر مرکوز رہتی تھی اور میں اس کے ہر پہلو پر بڑی تیزی سے کام کرلیا کرتی تھی۔ مجھے احساس تھا کہ اس طاقتور افسر شاہی کے مقابلے میں حکمتِ عملی سوچ سمجھ کر بنانا ہوگی۔

جب ہم اپنے ہوٹل پہنچے تو میں نے اپنے نوٹس پر مبنی ایک فیکس تیار کیا، ایک قریبی مارکیٹ تک گئی اور مقامی زبان تگالوگ کا ایک لفظ بھی بولے بغیر ایک فون سنٹر ڈھونڈ لیا جہاں بین الاقوامی ٹیلی فون لائنز اور فیکس مشین موجود تھی۔ خوش قسمتی سے ماسا کو اور نبیلہ مجھے اپنے کمرے میں مل گئیں۔ ہم ایک دوسرے کی آواز سن کر بہت خوش ہوئے۔ وہ باری باری فون ایک دوسرے کو دیتیں اور اس طرح انھوں نے مجھے سب کچھ بتایا کہ کیا ہو رہا ہے۔ ہم سرگوشیوں میں بات کر رہے تھے جیسے طارق یا رابرٹ اب بھی ہماری بات چیت سن سکتے ہوں گے۔ ہم سب بہت خوش تھے کہ ہمیں اس کیس کے بارے میں اپنی بات کہنے کا ایک موقع ملا ہے۔ جیسے ہی فون بند کیا میں نے فوراً پریزنٹیشن کے لیے نکات ان کو فیکس کر دیے۔

اس کے اگلے دن انھوں نے مجھ سے رابطہ کیا۔ وہ بے حد خوش تھیں کہ خاکہ اور گفتگو کے اہم نکات سے انھیں سننے والوں تک اپنی بات مؤثر انداز میں پہنچانے کا موقع ملا۔ مجھے بھی یہ جان کر ایک اچھا احساس ہوا کہ ہمیں کچھ حمایت حاصل ہے اور ہم اس ادارے میں کام کرنے والے کچھ لوگوں تک اپنی بات پہنچا سکے۔ اب تک ہم یہ محسوس کرتے رہے تھے کہ ہمیں یو این سسٹم میں الگ تھلگ کر دیا گیا ہے۔ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ ہم

اس کیس کے بارے میں بات کریں گے کیونکہ رابرٹ ہم سے ظالمانہ انتقام لے رہا تھا۔ بہرحال اب ہمیں پتہ چلا کہ اس معاملے پر کھلی بحث کی جاسکتی تھی کیونکہ تحقیقاتی پینل کی رپورٹ آ چکی تھی۔ نبیلہ اور ماسا کو ڈھاکہ میں یہ بھی پتہ چلا کہ جب رابرٹ سری لنکا میں یواین ڈی پی کا سربراہ تھا تو وہاں پر بھی جنسی طور پر ہراساں کرنے کی ایک بڑی شکایت کی گئی تھی، لیکن اس نے یہ شکایت آگے بھجوانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ ہمیں ہراساں کیے جانے کی شکایات کو جبراً دبانے کے رابرٹ کے مستقل طرزِ عمل کے بارے میں جان کر بے حد حیرانی ہوئی۔

کداپاون میں قیام کے دوران میں ای میل لکھ رہی ہوتی تھی یا پھر ٹیلی فون کے دفتر میں پائی جاتی تھی۔ پال مجھ سے کہتا رہا کہ میں اس کے اور اس کے دوستوں کے ساتھ دوپہر کا یا رات کا کھانا کھاؤں بلکہ یہ بھی کہ ورکشاپ کے کچھ حصے میں شرکت کروں مگر میں بے حد مصروف تھی۔ جب بھی ممکن ہوتا میں اس کا ساتھ دیتی لیکن میرا ذہن کہیں بہت دور ہوتا تھا۔ میں پال کی سرگرمیوں میں شریک نہیں تھی مگر وہ میرے مسائل پر ہر دم میرے ساتھ تھا اور پوچھتا رہتا تھا کہ کوئی بڑی پیش رفت ہوئی یا نہیں۔

مندناؤ کے سفر کے دوران میں نے اس بات کو یقینی بنایا کہ میں جینڈر ٹیم کے تمام لوگوں سے رابطے میں رہوں۔ میں نے تازہ ترین اطلاعات کے لیے ڈھاکہ میں نبیلہ اور ماسا کو سے اور اسلام آباد میں رعنا سے رابطہ رکھا ہوا تھا۔ رعنا اب جینڈر ٹیم کی لیڈر کے طور پر کام کر رہی تھی اور این کیلنگ کی متوقع آمد کا انتظار کر رہی تھی۔

جب میں اور پال واپس منیلا پہنچے تو میں یواین ڈی پی کیس کے بارے میں ایک زیادہ تفصیلی بیان کی تیاری میں لگ گئی۔ میں نے زیادہ منظّم انداز میں کام کرنا شروع کیا اور ان لوگوں سے رابطے کیے جو میری حمایت میں بیانات دے سکتے تھے۔ میں نے جیار جینا کو، جس نے پچھلے سال ہمارے جینڈر پروگرام کا جائزہ لیا تھا، خط لکھا کہ وہ ہمارے لیے گواہی دے کہ اس نے اسلام آباد کے دورے کے دوران طارق کے رویے کو نوٹ کیا تھا اور اس نے رابرٹ سے طارق کے رویے کے متعلق میں اپنے مشاہدات پر بات چیت بھی کی تھی۔ نیویارک سے خبر آئی کہ طارق نے تحقیقاتی پینل کی رپورٹ پر اپنا جواب جمع کرا دیا ہے اور جلد ہی ہمیں اس کی کاپی مل جائے گی۔ اس روز میں بہت پریشان تھی اور سو بھی نہیں پا رہی تھی۔ اچانک پال بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس وقت اندھیرا تھا میں اسے بیٹھا دیکھ کر حیران ہوگئی۔ میں خود بھی اٹھ کر بیٹھ گئی اور پوچھا کہ کیا بات ہے اس نے پوچھا کہ کیا میں معاملات کو خود سنبھالنے کے لیے اسلام آباد جانا چاہتی ہوں۔ میں اس کی اس پیشکش پر خوش بھی ہوئی مگر اس کے ساتھ ساتھ شرمندہ بھی تھی کہ ابھی مجھے منیلا آئے صرف ایک ماہ ہی گزرا تھا۔ میں نے پوچھا ''کیا تم اس بات سے تھک گئے ہو کہ میں سارا وقت اس مسئلے میں الجھی رہتی ہوں؟'' اس نے جواب دیا ''نہیں، میں چاہتا ہوں کہ تم آزادی سے اس پر کام کر سکو جس بارے میں تم پریشان ہو اور تمھیں اس بات کی فکر نہ ہو کہ

تمھیں یہاں رک کے رہنا ہے تا کہ نئے گھر کو ترتیب دے سکو۔ یہ کام میں خود کر سکتا ہوں اور تم وہ کام سمیٹ لو جو اسلام آباد میں باقی رہ گیا ہے۔

میں نے کچھ دیر اس پر سوچا لیکن پھر فیصلہ کیا کہ میں نہیں جاؤں گی۔ یو این کا مسئلہ کوئی مہینے دو مہینے میں حل ہونے والا نہیں تھا۔ پہلے بھی میں ایک ماہ پال سے الگ اس کیس کے سلسلے میں گزار چکی تھی۔ میں نے خود سے کہا کہ مجھے کچھ توجہ اپنی شادی شدہ زندگی پر بھی دینی چاہیے۔ پال کو کوئی گلہ نہیں تھا لیکن مجھے خود سارا وقت کمپیوٹر سے چپکے رہنے پر شرمندگی تھی۔ میں نے اپنے کام کو ترتیب دینا شروع کیا تا کہ میں ای میل اور خط لکھنے اور اپنی آئندہ حکمت عملی کے بارے میں نوٹس بنانے کا کام دن کے دوران کروں گی تا کہ جب پال دفتر سے واپس آئے تو میں اس کے ساتھ وقت گزار سکوں۔

پال کا پیشرو اگلے ایک ہفتے میں روانہ ہونے والا تھا۔ ہم نے انتظام کیا کہ اس کا مکان لے لیں۔ یہ مکان ایک پرسکون رہائشی علاقے میں تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اندرون شہر کی رونقوں سے بھی زیادہ دور نہیں تھا جہاں بہت سے شاپنگ مال، سینما گھر اور بنک ہیں اور یہیں دنیا کے مشہور ٹریفک جام دیکھنے میں آتے ہیں۔ ہم اپنے ہوٹل کے کمرے سے اس مکان میں جولائی کے آخر میں منتقل ہوئے۔

اگست کے اوائل میں میں نے نیا گھر سجا لیا تھا۔ اس میں ایک بڑا دالان اور کھانے کا کمرہ تھا اور بہت سے کشادہ کمرے تھے، اور سب سے اہم چیز ایک بڑا سوئمنگ پول تھا، جس نے مجھے تیراکی سیکھنے کی ترغیب دی۔ پاکستان میں عورتوں کو تیراکی میں حصہ لینے کا موقع بہت کم ملتا ہے۔ یہاں تک کہ دیہات میں بھی مرد اور لڑکے تو نہروں میں نہاتے نظر آتے ہیں لیکن لڑکیاں نہیں......اور میری طرح کی بڑی عورتیں تو بالکل بھی نہیں۔ یہاں مجھے موقع ملا کہ میں یو این ڈی پی کی پریشانیوں سے دھیان ہٹا سکوں۔

باب:47

جرس گل کا آسرا لے کر......

میں اور پال موسم گرما کے اواخر میں کچھ دنوں کے لیے اسلام آباد آئے۔ یواین ڈی پی میں تناؤ کی کیفیت اپنے عروج پر تھی۔ میں نے لیلیٰ، ماسا کو اور سعدیہ سے بہت سی شکایات سنیں۔ جب میں اپنے گروپ سے ملنے یواین کے دفتر گئی تو مجھے خود بھی بہت خوف کا سامنا کرنا پڑا۔ دروازے پر گارڈ نے مجھ سے بہت سے سوالات پوچھے۔ میرے جسم اور بیگ کی تلاشی لی گئی، حالانکہ اس دور میں عورتوں کی تلاشی لینے کا رواج نہیں ہوا تھا۔ مجھے بغیر کسی نگران کے دفتر کے اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی حالانکہ مہمانوں کے لیے یہ عمومی طریقہ کار نہیں تھا۔

یواین ڈی پی میں داخل ہوتے ہی مجھے عامر ملا۔ اس نے دوستانہ انداز میں کہا کہ مجھے یواین ڈی پی نہیں آنا چاہیے کیونکہ لوگوں کو 'تشویش' ہو جاتی ہے۔ اس پڑھے لکھے آدمی کو اس وقت کبھی تشویش نہیں ہوئی تھی جب اس کے ساتھ کام کرنے والی گیارہ خواتین کو بے عزت کیا جاتا تھا۔ اسے کوئی تشویش نہیں ہوئی تھی جب شکایت کیے جانے کے بعد بھی طارق اسی دفتر میں کام جاری رکھے ہوئے تھا اور ہمیں اذیت پہنچا رہا تھا۔ ہاں مگر اسے اس بات پر تشویش تھی کہ میں دفتر آؤں اور دوسری شکایت کنندگان سے ملوں۔ جب میں نے اس سے پوچھا کہ اس بات کا کیا مطلب ہے تو اس نے کہا کہ ''دراصل رچرڈ ڈکٹس کو بہت تشویش ہے۔'' اپنی ساتھیوں کو ملنے کی اجازت لینے کے لیے مجھے رابرٹ سے ملنا پڑا اور اسے وضاحت سے بتانا پڑا کہ میری ملاقات صرف اور صرف کیس پر بات چیت کے لیے ہوگی۔ جب اس نے کوئی اعتراض نہ کیا تو میں نے اس سے کہا کہ اپنی سینئر مینجمنٹ کو بھی اس بارے میں مطلع کر دو تا کہ وہ مجھے ڈرانا دھمکانا بند کر دیں۔

ایک بار پھر رابرٹ نے میرے ملک سے جانے کا انتظار کیا اور جس روز مجھے اسلام آباد سے روانہ ہونا تھا اس دن گروپ کو تحقیقاتی پینل کی رپورٹ پر طارق کے جواب کی کاپی فراہم کر دی گئی اور ہم سے کہا گیا کہ اس کا

جواب دیں۔ ہمیں کچھ اطمینان ہوا مگر بہت تھوڑی دیر کے لیے۔ اس کا جواب پینل کی تحقیقات کا جواب کم تھا اور ہماری طرف سے کی جانے والی شکایت کے جواب میں اس نے جو کچھ کہا تھا اسی کا اعادہ زیادہ تھا اور اس میں بہت سے نئے جھوٹ، مضحکہ خیز توجیحات، اور ایک نئی قسم کے دلائل بھی شامل کر لیے گئے تھے۔

ہم سب ماسا کو کے گھر پر ملے۔ لیلیٰ کسی غضبناک شیرنی کی طرح آگے پیچھے ٹہل رہی تھی، ''انھوں نے اسے کہانی تبدیل کرنے کی اجازت کیسے دی؟ یاد ہے مسٹر ٹوچن نے کیا کہا تھا، 'پینل کے اسلام آباد سے روانہ ہونے کے بعد یو این ڈی پی کو ایک کاغذ بھی مزید نہیں بھیجا جا سکتا'۔ طارق نے کیسے ایک بالکل نئی کہانی جھوٹی شہادتوں کے ساتھ پیش کر دی؟''

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سب لوگ اس سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے کہ اس کے جواب کا کچھ مطلب سمجھ سکیں۔ رنسے نے کہا کہ ''طارق نے یہ کہنے کی کوشش کی ہے کہ وہ چاروں عورتیں جن کی شکایت کو یو این ڈی پی کے پینل نے سماعت کے لیے منظور کیا ہے، اس کے عشق میں مبتلا تھیں۔'' سعدیہ کو اس خیال سے ہی جھرجھری آ گئی اور وہ شرمندگی کے ساتھ کمرے سے باہر چلی گئی۔

''تم درست کہہ رہی ہو۔'' راشیل نے کہا۔ ''وہ ہمیں اپنی خاص دوست کہتا ہے''۔ طارق کے بیان کو دیکھتے ہوئے اس نے اپنے بھاری برطانوی لہجے میں بات جاری رکھی۔ ''وہ یہ اشارہ دے رہا ہے کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتی تھی''، طنزیہ ہنسی ہنستے ہوئے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ ''اس حرامزادے کو دیکھو، یہ کہہ رہا ہے کہ جب اس کے اپنی بیوی کے ساتھ تعلقات دوبارہ ٹھیک ہو گئے تو میں مایوس ہو گئی۔'' اس نے اپنے سر کو جھٹکا اور ہم سب کی طرف دیکھا اور پھر اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔ ''مگر سب سے زیادہ کریڈٹ وہ فوزیہ کو دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جب اس نے فوزیہ کی محبت کو ٹھکرا دیا تو اس نے مایوس ہو کر دوسری عورتوں کو اس کے خلاف شکایت کے لیے اکٹھا کر لیا''۔ اس نے مجھے چھیڑا اور زور سے ہنسی، ''اس کا زیادہ تر جواب اب بھی تمھارے بارے میں ہے، فوزیہ!''

طارق نے کہا تھا کہ پینل کی تحقیقات کے نتائج کے برعکس یہ ثابت کرنے کے لیے کافی شواہد موجود ہیں کہ 1996ء کے آخر تک میں اس کی 'قریبی ذاتی دوست تھی'۔ میرے 'قواعد وضوابط سے نفرت' کی دلیل غائب ہو چکی تھی۔ پہلے دی گئی مثالوں میں سے کوئی بھی اب کارآمد نہیں تھی کیونکہ اس نے چھ نئے واقعات پیش کر دیے تھے جن سے ثابت کیا تھا کہ میرے 'اس کے ساتھ قریبی رومانوی تعلقات تھے'۔ تجسس کی بات یہ تھی کہ یہ تمام واقعات 1995ء کے تھے تو پھر میں نے 1997ء کے آخر تک ان کی شکایت کرنے کے لیے انتظار

کیوں کیا۔

اس نے کہا کہ میں نے اسے اپنے گھر پر کئی مرتبہ مدعو کیا۔ یہ بات جزوی طور پر درست تھی۔ مجھے یو این ڈی پی میں کام کرتے ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ میں نے اسے اپنے گھر کھانے کی دعوت پر بلایا تھا اور اس کے بعد ایک بار پھر اپنے سپروائزر نکولس کے لیے الوداعی پارٹی پر بھی بلایا تھا۔ پھر اس نے کہا تھا کہ میں نے اس سے اس کی گاڑی کئی بار مانگی۔ میں نے اس کی گاڑی ایک مرتبہ استعمال کی تھی لیکن اس سے گاڑی اس کی گرل فرینڈ کوثر نے مانگی تھی۔ میں تو صرف ڈرائیور تھی۔ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ہمارے تعلقات کتنے قریبی تھے اس نے یہ بھی کہا کہ اس نے ایک شخص سے جو خود کو پولیس کا ملازم ظاہر کر رہا تھا میرا یو این کا شناختی کارڈ واپس دلوانے میں بھی مدد کی تھی۔ اس نے کچھ ایسی سرگرمیوں کا ذکر کیا جن میں وہ خود شریک نہیں تھا۔ ان واقعات کے بارے میں جو تھوڑا بہت اسے معلوم تھا، اس نے توڑ مروڑ کر اسے اپنے لیے استعمال کیا۔ میں نے کہا کہ اس طرح کے کمزور شواہد سے بھلا کون یہ یقین کرے گا کہ میرا اس کے ساتھ معاشقہ تھا؟

''یہ بات صرف اس صورت میں قابل فہم ہے اگر آپ یہ مان لیں کہ کوئی شخص اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے واقعی بے تاب ہے'' راشیل ماساکو کے کندھے پر جھکتے ہوئے بولی اور پھر دونوں خوب ہنسیں۔

ماساکو مسکرائی اور بولی ''میرا نہیں خیال کہ نیویارک طارق کو نئے دلائل پیش کرنے کی اجازت اس لیے دے رہا ہے کہ اس کی مدد کی جا سکے۔ میں سمجھتی ہوں کہ وہ ایسا اس لیے کر رہے ہیں کہ رابرٹ نے پہلے ہی انھیں یقین دلا دیا ہے کہ طارق بے گناہ ہے اور یہ عورتیں کچھ دوسری وجوہات کی بنا پر اس سے انتقام لے رہی ہیں۔ اگر طارق کو سزا ہو جاتی ہے تو رابرٹ کی ساکھ بھی بری طرح مجروح ہو گی......''

''رابرٹ کو صرف طارق پر ترس آتا ہے'' راشیل نے طارق کے بیان پر سے نظریں اٹھا کر ہم سب کی طرف دیکھا۔ پورا گروپ ایک دم اس پر جھپٹ پڑا اور مجھے ان کو ٹھنڈا کرنا پڑا۔ ہم حیران تھے کہ جب ہم پہلے ہی رپورٹ پر اپنے جواب بھجوا چکے ہیں تو پھر ہم سے یہ کیوں کہا جا رہا تھا کہ ہم طارق کے جوابی بیان پر جواب بھیجیں۔ وہ اصل میں کس کو مجرم سمجھ رہے ہیں، ہمیں یا طارق کو؟

چند دن بعد ہم نے ماساکو کے گھر سے نیویارک میں لیگل سیکشن کے مسٹر لارئیٹ سے کانفرنس کال پر بات کی۔ حسب معمول ہم نے بات چیت کو ریکارڈ کرنے کے لیے ٹیپ ریکارڈر تیار کر رکھا تھا۔ ہم سب اس کے سپیکر فون کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ یہ کال بھی ایک عجیب تجربہ تھی۔ مسٹر لارئیٹ نے اس طرح بات کی جیسے وہ پہلے

ہی طارق کے حق میں فیصلہ کر چکے ہیں اور اب محض ضابطے کی کارروائی پوری کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے ہمیں بتایا کہ طارق نے کافی شواہد پیش کیے ہیں اور کیس پر مزید کوئی پیش رفت نہیں ہوسکتی جب تک کہ ہم ان دلائل کا جواب پیش نہ کریں۔ یہ سن کر پریشانی کے عالم میں میں نے پوچھا کہ کیا پینل کی رپورٹ میں دیے گئے نتائج کا ان کے فیصلے پر کوئی اثر ہوگا۔ اس نے کہا کہ اگر ملزم نے قابل اعتبار وضاحتیں پیش کر دیں تو اس پر الزام عائد نہیں کیا جائے گا۔ اس نے کہا کہ یہ معاملہ ابھی تحقیقات کے ابتدائی مراحل میں ہے لیکن اب تک ایسی معقول وجوہات نہیں ملیں کہ اس پر الزام عائد ہو سکے۔

میں نے سپیکر پر آگے کو جھک کر مضبوط لہجے میں کہا کہ وہ اگر چاہے بھی تو ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ تحقیقاتی پینل نے چار کیسوں میں طارق کو مجرم پایا تھا اور اگر ایک بھی جرم تحقیقات میں سامنے آچکا ہو تو ایسے شخص کو الزام عائد کیے بغیر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ میں نے ایک بار پھر اونچی آواز میں کہا'' آپ کے پاس کیس کو آگے لے جانے کے سوا کوئی اور راستہ نہیں!'' لاریئٹ میری خود اعتمادی پر سکتے میں آ گیا۔ شاید اس کے دماغ میں پاکستانی خاتون کا تصور ٹوٹ رہا تھا۔ اسے آہستہ آہستہ احساس ہو رہا تھا کہ وہ ہم سے آسانی سے جان نہیں چھڑا سکتا۔

ہم نے اس سے پوچھا کہ وہ کس بنیاد پر طارق کے جواب کو ٹھوس سمجھتا ہے۔ اس نے کہا کہ اس کے پاس ہماری اصل شکایت ہے اور پینل کی رپورٹ ہے۔ ہم سب حیران رہ گئے۔ پینل رپورٹ میں تو ہمارے لیے صرف چند جملے تھے۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کے پاس وہ بیانات نہیں ہیں جو ہم نے پینل کو دیے تھے، نہ ہی اس کے پاس ثبوت کے طور پر دی گئی دستاویزات، گواہوں کے بیانات یا پینل کی سماعت کی روداد تھی جس میں پینل نے طارق کی طرف سے لگائے گئے الزامات پر ہم سے سوال جواب کیے تھے۔

جب میں نے یہ سنا تو میرا دم گھٹنے لگا۔ ہمارے گروپ کے سب لوگوں کا رنگ زرد ہو گیا۔ خاموشی چھا گئی، یہ ایک زبردست دھچکا تھا کہ اس کے پاس وہ تمام دستاویزات نہیں ہیں جو ہم نے پانچ ماہ پہلے فراہم کی تھیں اور وہ ہم سے کہہ رہا ہے کہ طارق نے ٹھوس دلائل پیش کیے ہیں اور وہ ہمارے کیس کو خارج کرنے والے ہیں!

ہماری پُر زور اور تفصیلی شکایات سننے کے بعد لاریئٹ نے کہا کہ جو کچھ بھی ہم اسے دو ہفتے کے اندر اندر بھیج سکے اس پر وہ غور کرے گا۔ پھر ہم نے اس سے کہا کہ ہمیں اپنے بیانات کو دوبارہ سے ترتیب دینے کے لیے قانونی مدد کی ضرورت ہے لیکن اس نے مبہم سا جواب دیا۔ جب ہم نے زیادہ زور دیا تو اس نے کہا کہ ہم اسے ہی اپنا وکیل سمجھ سکتے ہیں۔ ہم سب نے پھر کہا کہ ہمیں اپنے بیانات کی تیاری کے لیے کسی کی مدد چاہیے۔ ہم

سمجھتے ہیں کہ ہمارے نئے بیانات پینل کے سامنے پیش کیے گئے دلائل سے زیادہ جامع ہونے چاہئیں۔اب ہمیں طارق کی طرف سے پیش گئے بالکل مختلف دلائل کا جواب دینا تھا۔ہم نے اسے یہ بھی یاد دلایا کہ طارق کو دو وکلا کی خدمات حاصل ہیں۔

ہمارے لیے وکیل کا حصول بھی ایک دشوار کام ثابت ہوا۔ہمیں کوئی مدد حاصل نہیں تھی۔ پہلے ہمیں نیو یارک کے وکلا کے پینل کی سربراہ کی طرف سے ہمدردانہ کلمات موصول ہوئے تھے۔ وہ ہمارے لیے مناسب وکیل کی تلاش کے سلسلے میں ہماری حمایت کر رہی تھی مگر پھر اچانک اس کے ای میل اور فیکس آنا بند ہو گئے۔

یو این ڈی پی میں کام کرنے والی ساتھیوں کے لیے کام کا ماحول روز بروز خراب ہوتا جا رہا تھا۔اگرچہ طارق کو تنخواہ سمیت چھٹی پر بھیجا جا چکا تھا لیکن اس کی موجودگی دفتر میں پہلے سے کہیں زیادہ محسوس کی جا رہی تھی۔اس کے وفادار کارکن جنھیں اس نے اپنی عنایات سے نوازا تھا اس موقع کو اپنے باس کو بچانے اور اپنے لیے مستقبل میں اونچے عہدوں کے حصول کے لیے استعمال کر رہے تھے۔اس کے پاس جاسوسوں کا ایک نیٹ ورک تھا جو ہم میں سے ہر ایک کے بارے میں ہر طرح کی معلومات اکٹھی کر رہا تھا۔شام کو گھر پر ہونے والی میٹنگ کے بارے میں اس کا ہر ایجنٹ دوسرے سے بڑھ کر خبر لانے کی کوشش کرتا۔

اسی اثنا میں مجھے پتہ چلا کہ عورتوں کے حقوق کی ایک سرگرم کارکن نے رابرٹ کے سامنے میرے بارے میں ایک شرانگیز خط پیش کیا ہے۔ وہ خواتین کی ایک مشہور تنظیم کی مستقل وکیل تھی اور بیداری کے اندر حال ہی میں دوبارہ اٹھنے والی کشمکش میں شریک تھی۔ وہ مجھے بیداری کے ان لوگوں کا ساتھ دینے کی سزا دینا چاہتی تھی جنھیں بیداری میں اس کے کچھ دوستوں کے ہاتھوں ایک تکلیف دہ صورت حال کا سامنا تھا۔میں اس درپردہ حملے اور مجھے اپنے حلقے میں بدنام کرنے کی مہم پر حیران رہ گئی۔ یہ خط رابرٹ کے عملے کے لوگوں نے دیکھ لیا اور اس کی ایک کاپی چپکے سے مجھ تک پہنچا دی۔انتظامی عملے میں اب بھی کچھ لوگ موجود تھے جو سمجھتے تھے کہ ہم ایک جابر شخص کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔ وہ کھلم کھلا حمایت کیے بغیر چھوٹے چھوٹے معاملات میں مدد کرتے رہتے تھے۔

نواز، کوثر اور اکبر دفتر کے ہر کمرے میں شکاری کتوں کی طرح بو سونگھتے پھرتے تھے۔ ماریہ تمام ٹیلی فون کالیں سنتی تھی اور اس سے بچنا ناممکن تھا۔ماریہ نے سعدیہ، نبیلہ، اور ماساکو کے فون کو اس طرح پروگرام کر لیا تھا کہ وہ کوئی بھی نمبر ملاتیں، خواہ وہ دفتر کے اندر کی کوئی ایکسٹنشن ہی ہوتی تو وہ سیدھے آپریٹر کو مل جاتی تھی۔ان

دنوں موبائل فون زیادہ عام نہیں ہوئے تھے۔ جینڈر یونٹ کے پاس صرف ایک ڈائریکٹ لائن تھی جس سے بیرون ملک کال کی جا سکتی تھی۔ یونٹ والے اسی لائن کو اندرون ملک کالوں اور فیکس کے لیے استعمال کیا کرتے تھے کیونکہ یہ نسبتاً محفوظ تھی۔ اچانک وہ لائن بھی ہم سے لے لی گئی مبینہ طور پر اس کی وجہ یہ تھی کہ کسی اور یونٹ نے یہ شکایت کی کہ ان کے پاس ایسی کوئی لائن نہیں ہے۔ اس طرح وہ کام کے دنوں کے دوران ہماری رابطہ کاری کی صلاحیت کو تقریباً ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

اس کے بعد رچرڈ نے اعلان کیا کہ عملے کے لوگوں کے لیے لازمی ہے کہ وہ ہر دفعہ بیرون ملک کال کرنے یا خط بھیجنے سے پہلے اپنے سپروائزر سے اجازت لیں۔ اس طرح ہماری ٹیم کو مجبور کر دیا کہ وہ بیرون ملک کال یا فیکس بھیجنے کا کام اپنے خرچ پر بازار سے کرائیں۔

ان تمام باتوں کے علاوہ، جو شکایت کنندگان ابھی تک یو این ڈی پی میں کام کر رہے تھے ان کے سپروائزرز نے ان کا کام حد سے زیادہ بڑھا دیا۔ ہارومی نے ماسا کو، نبیلہ اور سعدیہ کو غیر ضروری کام کے بوجھ سے بے حال کر رکھا تھا۔ رابرٹ بھی اس بارے میں بے حسی کا مظاہرہ کر رہا تھا کہ راشیل کو اس اہم مرحلے پر کیس پر توجہ دینے کی بھی ضرورت ہے۔ اضافی کام کی وجہ سے اس پر بہت دباؤ تھا اور اسے لیگل آفس کو بھجوانے کے لیے مواد اکٹھا کرنے میں بہت مشکل پیش آ رہی تھی۔

ایک طرف سینئر انتظامیہ نے یو این ڈی پی میں موجود شکایت کنندگان کو جان بوجھ کر زیادہ کام میں الجھا دیا تھا تو دوسری طرف طارق کے پاس سارا وقت تھا کہ وہ اپنے کیس پر توجہ دے اور اسے پوری تنخواہ بھی مل رہی تھی۔ اسے دو وکلا کی خدمات حاصل تھیں اور اس کے علاوہ اسے مفت بیرون ملک فون اور فیکس کی سہولت بھی حاصل تھی اور دفتر کا کمپیوٹر بھی اس کے استعمال میں تھا۔ اس نے اپنی مبینہ دوست کوثر کو رچرڈ کی سیکرٹری مقرر کروا لیا تھا اور اس طرح ہر وقت یہ خبریں ملتی تھیں کہ کون رچرڈ سے ملا اور کون رابرٹ سے۔ اب رچرڈ ڈکنس وہ فرنٹ مین تھا جسے ہمارے گروپ کی ان خواتین کی زندگی کو جہنم بنا دینے کی ذمے داری دی گئی تھی جو ابھی تک یو این میں کام کر رہی تھیں۔

ایک دن ہمیں ایک دوسرے ملک میں یو این کے ایک افسر سے مشورہ کرنے کے لیے کچھ کاغذات بھجوانا تھے۔ ہم نے سوچا کہ سب سے بہتر طریقہ یہ ہوگا کہ ہم یو این کی ڈپلومیٹک ڈاک کا استعمال کریں۔ نئے قواعد و ضوابط کے مطابق ہمیں اپنے سپروائزر سے اجازت لینی تھی اس لیے سعدیہ ہارومی کے دفتر میں گئی اور اس سے کہا کہ ہمارے کیس سے متعلق ایک خفیہ پیکٹ بھجوانا ہے۔ اس نے ایک شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ سعدیہ کی طرف

دیکھا اور بولا کہ وہ پیکٹ لے آؤ۔ وہ گھبرا گئی کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ہارومی کو یہ پتہ چلے کہ ہم کس سے رابطہ کر رہے ہیں۔ مگر اس نے نام پڑھا اور اسے اپنے پاس نوٹ بھی کر لیا۔ تاہم جب اس نے لفافے کو کھولنے کی کوشش کی تو سعدیہ نے آگے بڑھ کر وہ اس سے چھین لیا۔ اس نے حماقت آمیز ہنسی کے ساتھ سعدیہ کی طرف دیکھا اور کہا ''میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس لفافے کے اندر کیا ہے۔''

میں نے تمھیں بتایا ہے کہ یہ ہمارے کیس سے متعلق ہے اور یہ خفیہ ہے۔

کسی شرارتی بچے کی طرح مچلتے ہوئے ہارومی نے اصرار کیا ''میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں''۔

سعدیہ نے پیکٹ کو مضبوطی سے اپنے سینے سے چمٹا لیا اور اس کے کمرے سے نکل آئی۔ ہارومی نے زور زور سے ہنسنا شروع کر دیا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ ''چڑیلوں کو ستانے'' کے کھیل سے خوب لطف اندوز ہو رہا تھا۔

تسنیم سخت ناراض ہوئی۔ وہ پریشان تھی کہ ہارومی اس کیس میں شامل ہے یا اس سے باہر ہے۔ میں نے یہ بات زور دے کر کہی کہ اگر یو این ڈی پی صرف ایک کیس کو قبول کرنے پر تیار ہو تب بھی ہم سب آپس میں ملتے رہیں گے اور مل کر کاغذات تیار کریں گے۔ وہ ایک فرد ہمارے سب کے کیس کی نمائندگی کرے گا۔ اس فیصلے سے ہر کسی کو بہت اطمینان محسوس ہوا۔

ہم غزالہ کو اس بات پر قائل کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ وہ نیویارک کو اپنی طرف سے کچھ جواب بھجوا دے اور وہ اس پر غور بھی کر رہی تھی۔ ہر صورت میں ہم اسے ساری سرگرمیوں سے مطلع کرتے تھے۔ اس طرح ہم اب بھی گیارہ ہی رہے۔

باب:48

'اس کا مقدمہ بہت مضبوط ہے'

جب میں پاکستان سے واپس لوٹی تو پال نے میری پوری مدد کی کہ میں منیلا میں آرام سے رہ سکوں۔ اس نے کوشش کی کہ میرا دھیان کسی حد تک کیس سے ہٹ جائے۔ اس نے مجھے تیراکی کی تربیت دینا شروع کر دی اور مجھے سوئمنگ پول میں قلا بازی لگانا سکھانے کا فیصلہ کیا تاکہ میں پانی کے اندر تھکن اتارنا اور کھیلنا سیکھ جاؤں۔ اس پر بہت بحث مباحثہ رہا کیونکہ میں ماسک اور سنارکل کو، جو پال نے میرے لیے خریدا تھا، مضبوطی سے پکڑ کر صرف پول کے کم گہرے حصے میں ہی رہنا چاہتی تھی۔ اس نے ہر کوشش کر ڈالی، مگر مجھے اس کیس کے بارے میں بولتے رہنے سے نہ روک سکا، یہاں تک کہ میں پانی کی سطح سے نیچے چلی گئی۔

میں نے پال سے پوچھا''لیگل سیکشن کی ذمے داری ہے کہ وہ جذبات کی بنیاد پر نہیں بلکہ شواہد کی بنیاد پر فیصلے کرے، کیا میں ٹھیک کہہ رہی ہوں!''

پال ہنسا اور بولا''میرا تو یہی خیال ہے!''

پھر مسٹر لارئیٹ طارق کے دلائل سے اس قدر قائل کیوں ہو گئے؟ مجھے تو اس کے بیان میں لگائے گئے الزامات کے لیے کوئی شواہد یا وضاحتیں نظر نہیں آتیں۔ جو بات میری سمجھ سے باہر ہے وہ یہ ہے کہ وہ طارق کے جھوٹے دلائل کو مان لینے پر اس قدر مائل کیوں ہے؟ وہ بار بار وہی بات کہتا ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔''

میرا غصہ کم کرنے کے لیے پال نے پانی کے اندر قلابازی لگائی۔ میں نے تالیاں بجائیں اور کہا''میرا خیال ہے کہ میں یہ نہیں کر سکوں گی!''

''اچھا تو پھر ادھر آؤ''اس نے مسکراتے ہوئے مجھے وہاں آنے کا اشارہ کیا جہاں پر وہ خود تھا۔

''اچھا، لیکن، پہلے میری بات سنو۔ طارق کہتا ہے کہ میں آپے سے باہر ہو گئی کیونکہ اس نے مجھے چھوڑ دیا اور پھر یہ کہتا ہے کہ میں اس پر جنسی طور پر ہراساں کرنے کا الزام اس سے بدلہ لینے کے لیے لگا رہی ہوں اور اس کے لیے میں نے پوری دنیا کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ بھلا میں اس سے بدلہ لینے کے لیے دو سال تک انتظار کیوں کرتی رہی؟ وہ اپنی جھوٹی کہانی کو مکمل کرنے کے لیے کچھ نہیں کہتا۔ اس کے پاس 1995ء میں کی گئی فون

کالز کا کچھ ریکارڈ ہے جس کو یہ دکھانے کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے کہ میرا اس کا معاشقہ تھا اور پھر وہ اس دلیل کو کھینچ تان کر یہاں تک لانا چاہتا ہے کہ میں نے 1997ء کے اواخر میں شکایت کیوں کی۔ کیا یہ حد نہیں ہوگئی؟‘‘

پال نے کہا، اچھا اب تم کوشش کرو۔ اپنے پاؤں نیچے رکھو اور سر کو آگے کی طرف کرو!‘‘

میں نے گہرا سانس لیا اور کوشش کی۔ میں نصف دائرہ بھی نہیں بنا سکی اور کچھ پانی گلے سے اندر چلا گیا۔ یہ مجھے بہت ہی برا لگتا تھا۔ شدت سے کھانستے ہوئے میں نے اپنا توازن بحال کیا اور باتیں کرتی گئی۔ ’’وہ اس کی کوئی معقول وجہ نہیں بتاتا کہ ساری عورتیں میرے ساتھ کیوں مل گئیں۔‘‘

پال نے مجھ سے اتفاق کیا۔ ’’ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ وہ مسلسل سعدیہ اور اس کے بیداری کے ساتھ تعلق کا حوالہ دیتا ہے، لیکن اس بارے میں کچھ نہیں کہتا کہ راشیل اس کے خلاف انتقام میں کیوں شامل ہوگئی۔ وہ کہانی تو سناتا ہے لیکن اس کو شواہد سے ثابت نہیں کرتا۔‘‘

میں نے اس بات سے اتفاق کیا اور کہا ’’اور ماسا کو اور نبیلہ...... ایک طرح سے اس نے پورے جینڈر ریونٹ کا ذکر کیا ہے کہ وہ سب کی سب مجھے بہت پسند کرتی تھیں اور مجھ سے متاثر تھیں۔‘‘

میرے پاؤں اور جسم کو ایک بار پھر قلابازی کی کوشش کے لیے تیار کرتے ہوئے پال نے کہا، ’’دوسروں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ وہ تو جینڈر ریونٹ میں نہیں تھیں۔ وہ تمھیں اپنا لیڈر کیوں مان گئیں اور اپنے دفتر کے ساتھی کے خلاف جھوٹی شکایت کیوں کی؟‘‘

’’اس نے ان کے مقاصد کے بارے میں تو کوئی بھی بات نہیں کی۔ یوں لگتا ہے کہ اس نے یہ کہانی جلد بازی میں تیار کی اور اس میں موجود سقم دور کرنے کے لیے تفصیلات پر نہیں سوچا‘‘ میں نے اپنے آپ کو اسی پوزیشن میں لانے کی کوشش کی جس طرح پال مجھے بتا رہا تھا۔

’’اچھا اب بولنا بند کرو ورنہ پھر پانی تمھارے منہ میں چلا جائے گا‘‘ پال نے میرے سر کی پوزیشن درست کرتے ہوئے کہا۔ تمھارا جسم خود بخود اس طرف نہیں جائے گا تمھیں اسے اس سمت میں دھکیلنا ہوگا۔ اپنے جسم کو اپنے سر کے پیچھے حرکت دو۔ اپنی ٹھوڑی کو اندر کی طرف کرو۔

میں نے نیم دلی سے ایک اور کوشش کی اور پانی زور سے اچھلا۔ میں نے اپنی آنکھیں جھپکائیں اور فخر سے کہا ’’میں کافی سیکھ گئی ہوں!‘‘ پال مسکرایا اور مجھے گلے سے لگا لیا۔ میں نے جلدی سے کہا ’’پال، اس سے کہا جانا چاہیے کہ وہ اپنی کہانی کو ثابت کرنے کے لیے کچھ توضاحتیں پیش کرے، ٹھیک؟‘‘

پال نے کہا، ’’بہرحال یہ وہ چیزیں ہیں جنھیں پینل یا لیگل سیکشن یا جو کوئی بھی حتمی ہدایات تیار کرتا ہے اسے سوچنی چاہئیں۔‘‘

پانی میں آہستہ آہستہ اوپر نیچے ہوتے ہوئے میں نے کہا ''یہی بات تو مجھے حیران کرتی ہے۔ لیگل سیکشن ان متضاد باتوں سے کس طرح اتنا متاثر ہے کہ انھوں نے ابھی سے ہم سے ایسا سلوک کرنا شروع کر دیا ہے جیسے ہم جھوٹے ہیں۔ وہ اتنے قائل ہو چکے ہیں کہ وہ کیس کو آگے لے جانے میں ہچکچا رہے ہیں اور اسے ختم کرنے کے لیے وجوہات تلاش کر رہے ہیں۔ لارئیٹ نے تو ہم سے کہا بھی ہے کہ ''اس کا کیس بہت مضبوط ہے!''

''اچھا اب ایک بار پھر کوشش کرو، مجھے غور سے دیکھو کہ میں کس طرح کرتا ہوں۔'' پال نے آہستہ آہستہ پوزیشن لی تا کہ میں تمام تفصیل دیکھ سکوں اور پھر اس نے قلابازی لگائی۔ جب وہ اوپر آیا تو اس نے کہا ''بچے تین سال کی عمر میں یہ سیکھ جاتے ہیں۔''

''اونہہ، یہ کوئی حوصلہ افزا بات نہیں'' میں نے کہا۔

پال زور سے ہنسا اور کہا ''اچھا، کوشش جاری رکھو''۔

پہلے میری بات سنو، میں نے مطالبہ کیا۔

''میں سن رہا ہوں'' پال نے کہا اور آرام کرنے کی پوزیشن میں پانی پر لیٹ گیا۔

''میرے اور تمھارے درمیان اتنا خوبصورت تعلق تھا اس وقت۔ اس کی کہانی میں یہ بات کہاں آتی ہے؟''

پال تیرتا ہوا میرے قریب آیا اور مجھے گدگدی کرتے ہوئے بولا ''خوبصورت تعلق تھا...... معاف کیجیے گا!''

میں ہنسی، ''نہیں! میرا مطلب ہے جن برسوں کی وہ بات کر رہا ہے۔ میں نے ان کو تمھارے خط دیے ہیں......'' میں اس کے قریب ہو گئی اور دھیمی آواز میں کہا، ''تمھیں پتہ ہے؟ میں نے پینل کو بتایا کہ اگر کسی عورت کا کوئی تعلق رہا بھی ہو تو وہ اسے اپنی شادی سے چند دن پہلے سامنے نہیں لائے گی۔ بھلا میرا کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ میں اپنی شادی کے اعلان اور شادی کی تقریب کے درمیان اپنے سابقہ بوائے فرینڈ سے لڑائی شروع کر دوں؟ وہ طارق کے دلائل کو منطقی انداز میں نہیں دیکھ رہے۔ اس میں اتنے نمایاں جھول ہیں۔''

''اچھا، کیا ہم صرف ایک منٹ کے لیے توجہ کر سکتے ہیں۔ پال نے مجھے قلابازی کے لیے درست پوزیشن میں پکڑا اور کہا کہ اب گہرا سانس لو اور چل پڑو!''

میں پوری گھومتی ہوئی پانی کے اندر گئی اور ذرا سے خراب توازن کے ساتھ اوپر آئی۔ میں نے اونچی آواز میں کہا ''ہو گیا، ہو گیا!''

پال نے مجھے گلے سے لگایا اور کہا بس اتنی بات تھی۔ دیکھا یہ سادہ اور مزیدار بات ہے۔ اس کیس کے

علاوہ بھی دنیا میں بہت کچھ ہے۔''

میرے لیے منیلا میں کسی کل وقتی ملازمت کے لیے کوشش کرنا یا کسی اور چیز پر کام کرنا ممکن نہیں تھا۔ جتنا وقت میں اس کیس پر کام کرتی تھی وہ کسی کل وقتی ملازمت سے دوگنا تھا۔ دن ہو یا رات ہماری گفتگو کا موضوع یہی ہوتا تھا۔ پال پوری کوشش کرتا کہ مجھے سوئمنگ کے لیے لے جائے یا کچھ اور ایسا کرے جس سے یہ بات میرے ذہن سے نکل جائے۔ سارا دن میں لکھتی رہتی یا پاکستان میں اپنے گروپ کے ساتھ رابطے کرتی رہتی۔ ہمارے رابطے اس قدر زیادہ تھے کہ اگر مجھے ایک گھنٹے کے لیے بھی گھر سے باہر جانا ہوتا تو میں انھیں ای میل کے ذریعے مطلع کرتی تھی۔ شروع میں میرے رابطوں کا مرکز جینڈر یونٹ ہوتا تھا کیوں کہ یہاں سے معلومات کے افشا ہونے کا امکان کم تھا لیکن جب این کیلنگ، برطانوی جینڈر ایڈوائزر، آ گئی اور اس نے پروگرام کا چارج سنبھال لیا تو وہ بھی ممکن نہ رہا۔ ہر کوئی اس سے ڈرا ہوا تھا کہ اس پر اعتبار کیا جائے یا نہیں۔ وہ رابرٹ کے بہت قریب تھی اس لیے نبیلہ، سعدیہ اور ماسا کو نے محسوس کیا کہ وہ اس کے ساتھ زیادہ کھل کر بات نہیں کر سکتیں۔ ان کے درمیان رابطے گھروں سے ایک دوسرے کو فون کرنے اور دفتر میں محدود پیمانے پر ای میل کے استعمال تک رہ گئے۔ میں نے مشورہ دیا کہ وہ ہراساں کیے جانے کے کیس کے بارے میں تفصیلات اپنے تک رکھیں لیکن یونٹ کے کام کے بارے میں غیر جانبدار رہیں۔ میں امید کر رہی تھی کہ این جینڈر یونٹ کو پھر سے بھرپور حرکت میں لے آئے گی۔ یونٹ ایک ایسی کشتی کی طرح رکا پڑا تھا جو سمندر کے کنارے ریت میں پھنس گئی ہو۔ ہم چاہتے تھے کہ وہ اسے دوبارہ گہرے پانیوں کی طرف لے جائے۔

میں نے گروپ کے لیے تین کام منتخب کیے تھے۔ ایک تو یہ کہ ہم سب کو طارق کے جواب کی روشنی میں اپنا بیان جامع انداز میں پھر سے لکھنا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ ہم سب کو یاد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ گواہوں نے ہمارے کیس کے بارے میں کیا کہا تھا اور پھر اسے اپنے کیس میں شامل کرنا چاہیے کیونکہ پینل نے گواہوں کے جو بیانات حاصل کیے تھے وہ کسی طرح یو این ڈی پی کی انتظامیہ نے ''گم کر دیے تھے''۔ تیسرے، ان سب کو لارئیٹ سے رابطے کرتے رہنا چاہیے کہ وہ ہمیں مزید وقت دے اور ایک وکیل کا انتظام کرے۔ میں نے اپنے لیے دو اضافی کام بھی رکھے۔ فاصلے کے باوجود میرا ایک اہم ترین کام یہ تھا کہ مسلسل رابطوں کے ذریعے گروپ کو اکٹھا رکھوں۔ میرا دوسرا کام یو این سسٹم کے اندر کچھ ہمدرد لوگوں سے رابطے کرنا تھا تاکہ ہمارے بیانات کے بارے میں فیڈ بیک مل سکے اور ہم پورے کیس کے متعلق کسی بھی پیش رفت سے باخبر رہیں۔

اپنا مکمل بیان لکھنے کے لیے میں نے اسے نئے سرے سے شروع کیا۔ طارق کے جواب کا اسی فیصد حصہ میرے بارے میں تھا جس میں ہمارے 'خاص تعلقات' کی مثالیں دی گئی تھیں اور مجھے ان میں سے ایک ایک کا

جواب دینا تھا۔

طارق نے اپنے بیان میں مزید کچھ اضافے بھی کیے۔ مجھے اس کے بیان سے منسلک دستاویزات میں سے کچھ مل سکیں۔ اس میں اس کے ٹیلی فون کے بل تھے جن سے اس نے 1995ء میں ہمارے رابطوں کا ثبوت پیش کیا تھا۔ میں نے نیویارک والوں کو لکھا کہ مجھے فوراً دوسرے اور تیسرے جواب کے ساتھ پیش کردہ منسلک دستاویزات کا مکمل سیٹ فراہم کریں۔ مگر مجھے اس کا کوئی جواب نہیں ملا۔ مجھے بے حد بیزاری محسوس ہوئی کیونکہ مجھے لگ رہا تھا کہ میرے پاس نامکمل معلومات ہیں۔ میں نے طارق کے بیانات کو بار بار پڑھا۔ اگرچہ اس سے ہر بار میرا بلڈ پریشر بڑھ جاتا تھا لیکن اس کے بیان میں تضادات کی نشان دہی کرنے کے لیے یہ ضروری تھا۔ ہمارے گھر کا لائبریری روم کاغذات کے پلندوں سے بھرا پڑا تھا۔ کاغذ فرش پر بھی پھیلے ہوئے تھے اور میری میز پر بھی۔ آخر میں نے 26 صفحات کا بیان تیار کرلیا جس کے ساتھ 24 منسلک دستاویزات بھی تھیں۔

نیویارک سے ہمیں اپنے وکیل کی تقرری کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں تھی اور انتظار اذیت ناک ہوتا جارہا تھا۔ لارئیٹ کا ہر جواب ہمیشہ کی طرح مبہم ہوتا تھا۔ اسے ہماری پاکستانی انگریزی کی وجہ سے بھی مسائل ہورہے ہوں گے کیونکہ اس کے جواب کبھی ہمارے سوالات سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔ ہم بے تابی سے، مگر ناکام کوشش کررہے تھے کہ نیویارک میں کلیکسٹن سے رابطہ کرپائیں۔ یہ وہ خاتون تھی جو وہاں پر ہمارے لیے وکیل کا انتظام کرنے کی ذمہ دار تھی۔

اکتوبر کی 16 تاریخ آ پہنچی، جو ہمارے لیے جواب بھجوانے کی آخری تاریخ تھی۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم اسلام آباد میں کام کا وقت ختم ہونے تک اس اطلاع کا انتظار کریں گے کہ ہمیں جواب جمع کرانے کی تاریخ میں توسیع دی گئی ہے یا نہیں اور کیا کوئی وکیل مقرر کیا جاچکا ہے۔ جب کوئی خبر نہ آئی تو ہم حرکت میں آ گئے۔ میں منیلا میں تھی، اس لیے اسلام آباد سے تین گھنٹے آگے تھی۔ میں بھاگی بھاگی کورئیر کے دفتر پہنچی تاکہ اس بات کو یقینی بناؤں کہ ہمارے پیکٹ پر پتہ وغیرہ صحیح ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے گھر کے پاس جو کورئیر آفس تھا تو وہ اس روز جلدی بند ہوگیا تھا۔ اب پال مجھے لے کر شہر کے دوسرے سرے تک گئے جہاں پر ایک کورئیر آفس آدھی رات تک کھلا رہتا تھا۔ منیلا کی ٹریفک میں ہمیں اس دفتر تک پہنچتے پہنچتے تین گھنٹے لگ گئے۔ سارے راستے میں نیویارک میں بیٹھے لوگوں کی بے حسی کی شکایت کرتی گئی۔ انھیں چاہیے تھا کہ ہمیں اشاروں کنایوں کی بجائے واضح اطلاع دیتے۔ اگرچہ اس وقت تک مجھے اس کا علم نہیں تھا لیکن ایک اور کھیل اب شروع ہونے والا تھا۔

اگلے دن راشیل نے ماسا کو اور نبیلہ کو بتایا کہ بالآخر لارئیٹ کی طرف سے ایک فیکس آ گیا ہے جس میں ہمارے لیے وکیل کی تقرری کی اطلاع ہے۔ اگرچہ فیکس پر کئی دن پہلے کی تاریخ تھی لیکن ہمارے مقامی دفتر

نے اسے روکے رکھا۔ اس فیکس پیغام میں جواب بھیجنے کی تاریخ بڑھانے کا کوئی ذکر نہیں تھا نہ ہی یہ بتایا گیا تھا کہ مزید کیا اقدامات ہونے چاہئیں، مگر یہ لکھا تھا کہ ہمارے لیے ایک وکیل کا انتظام کر لیا گیا ہے۔ ہمیں پاکستان میں اپنے آفس پر سخت غصہ آیا جو ہم سے اس طرح بدسلوکی کر رہا تھا۔

ہم پچھلے ایک سال سے اپنے طور پر کام کر رہے تھے۔ ہمیں کسی پیشہ ور وکیل کی مدد کا خیال بہت اچھا لگا۔ اس لیے ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم لارئیٹ سے کہیں گے کہ اگر ہمارے بھیجے ہوئے لفافے بغیر کھولے وکیل کے حوالے کر دیے جائیں اور ہمیں واضح طور پر مزید وقت دے دیا جائے تو ہم وکیل کی خدمات لینے کے لیے تیار ہیں۔

آخرکار، گلیکسٹن نے مجھے لکھا کہ جس وکیل کی خدمات ان لوگوں نے ہمارے لیے حاصل کی ہیں وہ بہت ہی قابل ہے اور جلد ہی ہم سے رابطہ کرے گا۔ لارئیٹ نے ہمارے لفافے وکیل کے حوالے کرنے کے بارے میں ہمارے پیغامات کا جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد ہمیں یہ جاننے میں بہت دشواری ہوئی کہ ہماری ڈیڈ لائن کا کیا بنا کیونکہ وکیل اور لیگل سیکشن کے درمیان رابطے شروع ہو گئے اور ہم ایک بار پھر ان رابطوں سے لاعلم تھے۔ ہم اس بارے میں کوئی واضح جواب نہیں حاصل کر سکے کہ کیا ہو رہا ہے۔

میرے والدین مجھ سے ملنے منیلا آ رہے تھے اور میں ان کی منتظر تھی لیکن میں اس بات کو بھی یقینی بنانا چاہتی تھی کہ یو این ڈی پی کیس کے اگلے مرحلے میں جو کچھ کرنا ہے، میں اس کا بھی خیال رکھوں۔ ہمارا ارادہ تھا کہ پلاوان صوبے کے قریب ایک چھوٹے سے جزیرے پر ایک تفریحی مقام پر جائیں گے۔ ہمارے دوست ژاک، مشلین اور ان کے بچے بھی ہمارے ساتھ آ رہے تھے۔ پال تمام انتظامات کر رہا تھا اور یہ خیال بھی رکھ رہا تھا کہ میں منیلا سے باہر جاتے ہوئے، یعنی کمپیوٹر، فون اور ای میل سے ایک ہفتے کے لیے دور جاتے ہوئے، مطمئن ہوں۔

بدقسمتی سے اپنے وکیل مارکو کارمیگنانی کے بارے میں میرا پہلا تاثر اچھا نہیں تھا۔ جب اس نے مجھ سے بات کی تو وہ بہت مختصر تھی۔ مجھے اپنے اندر یہ محسوس ہوا کہ اس کو مجھ پر یقین نہیں آیا۔ میں ٹوٹ کر رہ گئی۔ جب تک میرے گروپ کے لوگوں نے اس کے ساتھ ٹیلی فون پر بات چیت نہیں کر لی اور مجھے یقین نہیں دلایا کہ وہ ایک اچھا سمجھدار آدمی ہے، مجھے اس کے بارے میں اطمینان نہیں ہوا۔ بہرحال میں اس کے بارے میں مشکوک رہی اور اپنے گروپ کو اپنے خیالات سے مطلع کرتی رہی۔

اسی اثنا میں ہمیں پتہ چلا کہ ہماری طرف سے ترمیم شدہ بیانات بھجوانے کے بعد طارق سے ایک بار پھر کہا جائے گا کہ وہ ان کا جواب دے۔ مجھے اس بات پر بالکل یقین نہیں آ رہا تھا۔ یہ تو ایک ڈراؤنا خواب تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ لیگل سیکشن کو خود اپنی تحقیقات کے قواعد وضوابط کا پتہ نہ ہو؟ لارئیٹ نے ہمیں بتایا تھا کہ وہ لوگ ہمارے بیانات جمع کرانے کے بعد فیصلہ کریں گے، اب اس خبر نے مجھے بوکھلا کر رکھ دیا۔ مجھے لگا کہ میں

کسی بری طرح تیار کیے گئے طویل دورانیے کے ڈرامے کا حصہ ہوں جو ختم ہونے میں نہیں آ رہا۔

مارکو اسلام آباد آیا۔ اسے دو دن ٹھہرنا تھا، لیکن اس کی برٹش ائیرویز کی پرواز میں تقریباً بارہ گھنٹے تاخیر ہوگئی۔ وہ صبح سویرے اسلام آباد پہنچا اور گروپ کے لوگ جب دفتر پہنچے تو اسے پہلے سے وہاں پا کر حیران رہ گئے۔ نبیلہ اور ماساکو نے اسے جلدی سے خوش آمدید کہا۔ وہ صرف اس کیس پر توجہ دینا چاہتا تھا۔ اس نے ان کو بتایا کہ وہ صورتِ حال جاننے کے لیے صرف چوبیس گھنٹے کے لیے اسلام آباد میں ہے، اس لیے فوراً کام شروع کرنا چاہتا ہے۔ نبیلہ اور سعدیہ تیزی سے اسے ہیلو کہنے کے لیے پہنچیں۔ اس نے خود کو بیدار رکھنے کے لیے کافی مانگی۔ اس نے جلدی جلدی رابرٹ اور ہارومی سے ملاقات کی اور معلومات حاصل کیں۔ اس نے اپنا زیادہ تر وقت سعدیہ، نبیلہ، ماساکو اور راشیل کے ساتھ گزارا۔ دوسری شکایت کنندگان کے لیے اس نے شام کو ایک میٹنگ رکھ لی۔ میں نے سنا کہ اس نے کافی کا کپ ایک ہاتھ میں پکڑے رکھا اور ایک ہی ساتھ، بغیر کوئی وقفہ لیے، تمام متعلقہ لوگوں سے بات کرتا گیا۔ وہ نوٹس لیتا رہا اور غالباً خود اپنے طور پر کیس کے حقائق کا جائزہ بھی لیا۔ میں نے ماساکو سے کہا کہ وہ اس سے اپنے کیس کے بارے میں بھی بات کرے کیونکہ پینل نے اس کا کیس مسترد نہیں کیا تھا بلکہ کہا تھا کہ اس کے لیے شواہد ناکافی ہیں۔

اس نے سعدیہ اور راشیل سے کئی سوالات پوچھے، ان کا پچھلا بیان پڑھا اور مزید تفصیلات پوچھیں۔ اس نے ان سے پوچھا کہ وہ ایک دوسرے کو کیسے جانتی ہیں، انھیں ایک دوسرے کے مسائل کے بارے میں کیسے پتہ چلا اور انھوں نے مشترکہ شکایت دائر کرنے کا فیصلہ کیوں کیا۔ وہ پوری صورتِ حال کو سمجھنا چاہتا تھا۔ سارے گروپ نے جلد ہی اس کے ساتھ اچھا باہمی رابطہ قائم کر لیا اور بہت کھل کر بات کی۔ شام کو اس نے ان تمام عورتوں سے ملاقات کی جنھوں نے طارق کے خلاف شکایت کی تھی۔ ان میں صرف میں موجود نہیں تھی۔

جب وہ چلا گیا تو ان لوگوں نے مجھے فون کیا۔ میں نے ہر کسی کی بات سنی۔ نبیلہ بہت پرجوش تھی۔ ''وہ بہت اچھا تھا، فوزیہ، میری بات کا یقین کرو۔ اس نے روبوٹ کی طرح کام کیا۔'' میرا مطلب ہے اچھے معنوں میں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ کوئی عام شخص تو میٹنگ کی میز پر ہی سو جاتا۔ ہمیں نظر آ رہا تھا کہ وہ کس قدر تھکا ہوا ہے۔'' راشیل نے اس سے فون کھینچا اور بولی ''مجھے یہ تمام مشق بہت اچھی معلوم ہوئی۔ اگرچہ اس کے پاس بہت کم وقت تھا، اس نے جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اس نے گہرائی تک جائزہ لیا اور بہت اچھے سوالات پوچھے۔''

انھیں میری آواز میں بے یقینی محسوس ہو رہی تھی اس لیے سعدیہ نے مجھے مزید یقین دلانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے فون اپنے ہاتھ میں لے کر مجھ سے بات کی۔ اس نے مجھ سے کہا ''فوزیہ تم مجھ پر اعتبار کرتی ہو، کرتی ہو ناں؟'' میں نے اسے یقین دلایا کہ میں اس پر اعتبار کرتی ہوں۔ ''تو پھر میری بات مان لو کہ مارکو کے بارے

میں تم نے غلط اندازہ لگایا۔ وہ ایک اچھا آدمی ہے۔ تمھیں معلوم ہے جب میں کسی کو 'اچھا' کہتی ہوں تو میرا مطلب ہوتا ہے کہ وہ شخص دل سے اچھا ہے۔ ہم اس سے ملے ہیں، تم نہیں۔''

میری آنکھیں نم ہو گئیں۔ میرا جی چاہا کہ اس کی بات پر یقین کروں۔ ہمیں کسی بھی مدد کی بے حد ضرورت تھی۔ میں نے کہا ''اچھا، میں تمھاری بات مان لیتی ہوں۔ میں بھی چاہتی ہوں کہ وہ اچھا انسان ہو۔''

پھر ماسا کو نے مجھے پوری تفصیل بتائی۔ مجھے یوں لگا جیسے میں بھی مارکو کے ساتھ ملاقاتوں میں ان کے ساتھ تھی۔ گفتگو کے ختم ہونے تک میں مطمئن ہو چکی تھی۔

کچھ دنوں میں مارکو نے اپنے نوٹس یکجا کر لیے اور ہمیں ایک خاکہ بھیجا کہ ہمیں اپنے جوابات کس طرح تیار کرنے چاہئیں۔ اس نے جو بھی مشورے دیے میں نے دل سے ان کو مانا۔ کئی مہینوں کے بعد اب ہمیں پیشہ ورانہ رہنمائی مل پائی تھی۔ مجھے اپنا بیان دوبارہ سے تیار کرنا بالکل برا نہیں لگا اور میں نے اس کی ہدایات کے مطابق کام کیا۔ جس دن میرے والدین منیلا پہنچے، میں نے اپنا بیان مکمل کر لیا اور مارکو کے پاس تبصرے کے لیے بھیج دیا۔

میں نے اپنے والدین کے ساتھ بہت ہی قریبی تعلق رکھا ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ منیلا صرف اس لیے آئے ہیں کہ میں یہ جان سکوں کہ وہ میرا خیال کرتے ہیں۔ وہ مجھے اپنے گھر میں، اپنے شوہر کے ساتھ اور اپنی نئی زندگی میں دیکھنا چاہتے تھے۔ پال کے بھی ان سے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ جلد ہی ہمارے دوست بھی آ گئے۔ میں بہت مطمئن تھی اور اکٹھے سیر کے لیے جانے کے بارے میں بہت پُرجوش تھی۔

ہم ایک بے حد خوبصورت تفریحی مقام ال نائیڈو گئے۔ اس پورے جزیرے پر اور کچھ نہیں ہے بس گہرے نیلے سمندر کے بالکل کنارے پر گھاس کی چھت والی جھونپڑیاں ہیں اور پیچھے سرمئی رنگ کی اونچی چٹانیں ہیں۔ جزیرے کے سامنے ایک چھوٹا سا خوبصورت ریف تھا جو غوطہ خوری کے لیے بے حد مناسب تھا۔ پال اور میرے والد کئی مرتبہ سنارکلنگ کے لیے گئے۔ میں نے تیاری تو کر لی مگر میری ہمت نہیں پڑی۔ میں اور میری والدہ صرف پانی کے کنارے بیٹھ کر لطف اندوز ہوتے رہے اور رنگ برنگی مچھلیوں کو کھانا ڈالتے رہے۔ میں اور پال بعد میں ایک گہری سبز ساحلی جھیل میں کشتی رانی کے لیے گئے۔ جب ہم اس میں آگے بڑھے تو دور ہمیں ایک غار دکھائی دیا۔ پال چاہتا تھا کہ ہم اس کے اندر جائیں۔ ہمیں تقریباً لیٹ کر اس کے اندر داخل ہونا پڑا۔ مگر اندر خاصی کھلی جگہ تھی جس میں خوبصورت سرمئی چٹانیں تھیں۔ پال نے میرا ہاتھ تھام لیا اور ہم بڑی دیر خاموشی سے قدرت کے اس عجوبے کو دیکھتے رہے۔ صرف ایسے مختصر لمحات میں مجھے اپنا کیس یاد نہیں رہتا تھا۔

باب:49

ایں دفتر بے معنی......

میں اپنے کمپیوٹر کی سکرین کو گھورتے ہوئے ای میل کا اسی طرح انتظار کرتی رہی جیسے پاکستانی کسان آسمان کی طرف پُر امید نگاہوں سے دیکھتا ہے اور بادلوں کو تلاش کرتا ہے۔ وقت گزرتا گیا اور میری بے چینی بڑھتی گئی۔ میں مارکو اور ان تمام لوگوں سے رابطے کرتی رہی جن سے میرے خیال میں معلومات حاصل کی جا سکتی تھیں۔ چند ہفتوں بعد مجھے ماسا کو نے فون کیا۔ میں نے کبھی اس کو اس قدر گھبرائے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ انتظامیہ نے طارق کو یہ پیشکش کی ہے کہ وہ مقدمے کا سامنا کرنے کی بجائے خاموشی سے ریٹائرمنٹ لے لے۔ میں فرش پر گرتے گرتے بچی اور بیٹھ گئی، مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ ہماری ساری مصیبتوں اور دکھوں کے بعد یواین بھی اس کے ساتھ وہی کرے گی جو فوج نے کیا۔صرف اس سے لاتعلقی کا اعلان کر دیں اور اسے آزاد چھوڑ دیں کہ وہ کہیں اور اپنی شیطانی حرکتیں جاری رکھے۔اس خبر سے ہمارے گروپ میں طوفان برپا ہو گیا۔ ہر دس منٹ بعد کوئی فون کال، کوئی ای میل یا کوئی فیکس جارہی ہوتی۔ ماسا کو، رنسے اور سعد یہ ادھر ادھر بھاگ رہی تھیں کہ مزید معلومات حاصل کر سکیں۔تسنیم، نگین اور شیبا نے جینڈر یونٹ میں فون کر کے تصدیق چاہی۔ مجھ پر ایک گہری اداسی چھا گئی مگر میں جانتی تھی کہ مجھے اسے جھٹک کر باہر نکلنا ہے۔ہمیں ایسا ہونے کی اجازت نہیں دینا تھی۔

میں نے راشیل کو فون کیا اور کہا کہ وہ رابرٹ سے مزید معلومات حاصل کرے۔اس نے بتایا کہ رابرٹ نے صرف یہ کہا کہ یہ 'ضابطۂ کار' کا حصہ ہے۔ہم میں سے کوئی اس 'ضابطۂ کار' کو سمجھ نہیں سکا۔ہم نے ایک شکایت دائر کی تھی جس کی تحقیقات ہونی چاہیے تھی۔ ہماری توقع یہ تھی کہ آخر کار یواین کہے گا کہ تحقیقات شکایت کی تصدیق کرتی ہیں۔ہم حیران تھے کہ استعفیٰ دینے کا آپشن اس میں کہاں سے آ گیا۔

ہم جلد ہی مطمئن ہو گئے جب ماسا کو نے ہمیں بتایا کہ طارق نے یہ پیشکش قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے کیونکہ اسے پورا اعتماد ہے کہ وہ یہ مقدمہ جیت جائے گا۔میرا دل چاہا کہ کاش کم از کم ایک مرتبہ یواین ڈی پی نے ہمیں مناسب اور پیشہ ورانہ طریقے سے خبریں مہیا کی ہوتیں اور ہمیں اپنے 'ضابطۂ کار' کا جائز فریق تسلیم کیا ہوتا۔

بہر حال ہمیں منظر نامے میں واضح تبدیلی دکھائی دے رہی تھی۔ اب نیو یارک میں صرف چند افراد نہیں بلکہ زیادہ لوگ اس معاملے میں شریک تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ ہیڈ کوارٹر کے دوسرے لوگوں کو بھی اس کے بارے میں بتایا جا چکا تھا اور غالباً ان نئے لوگوں کی وجہ سے اب پلڑا ہمارے حق میں جھک گیا تھا۔ ہمارا وکیل ہماری طرف سے کام کر رہا ہوگا، لیکن اس نے ہمیں کچھ نہیں بتایا۔

اچانک ہمیں یہ خبر ملی کہ اب ہمارے پاس کوئی وکیل نہیں۔ مارکو کارمیگنانی 'ذاتی اور پیشہ ورانہ وجوہات کی بنا پر' ہمارے لیے دستیاب نہیں تھا۔ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس نے ابتدائی طور پر صرف ہمارے بیانات کے سلسلے میں مدد فراہم کرنے پر رضامندی ظاہر کی تھی لیکن کسی نے ہمیں یہ بات بتانے کی زحمت ہی نہیں کی۔

اس بددلی کے عالم میں پال میرا ذہنی دباؤ کم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا۔ اس نے انٹرنیٹ کے ذریعے جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کے ایسے کیسز کا پتہ لگایا جن کی شکایت دنیا کے دوسرے حصوں میں کی گئی تھی۔ میں نے ان کو غور سے پڑھا تا کہ مجھے ضابطہ کار کی کچھ سمجھ آ سکے۔ ان کیسوں کے نتائج کو پڑھنا خاصا مایوس کن تھا کیونکہ ان میں سے زیادہ تر کے نتیجے میں سزا نہیں دی گئی تھی۔ ایک دوست نے مجھے ایک کتاب پڑھنے کے لیے دی جس کا عنوان تھا ''Walking out on the Boys''۔ اس کی کہانی ایک یونیورسٹی ہاسپٹل میں ایک خاتون نیورو سرجن کو جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کے بارے میں تھی۔ میں نے اسے بڑے دھیان سے دو مرتبہ پڑھا۔ میں کسی بھی ذریعے سے معلومات حاصل کرنے کے لیے تیار تھی کہ خود کو کس طرح تیار کروں اور تحقیقاتی عمل کے مختلف پہلو سمجھ سکوں۔

میرا دھیان بٹانے کے لیے پال نے میری حوصلہ افزائی کی کہ میں اپنی کتاب کلنک Taboo کے مسودے کو مکمل کروں جس پر میں پہلے کافی کام کر چکی تھی۔ میں نے کئی برس تک پاکستان میں اس موضوع پر ریسرچ کی تھی لیکن ابھی اسے لکھنا باقی تھا۔ میں نے ایک قریبی یونیورسٹی میں جینڈر اور ترقی کے موضوع پر سیمینار بھی دینے شروع کر دیے۔ ان چیزوں نے مجھے اپنے کمپیوٹر سے دور ہٹنے اور انٹرنیٹ کی اس رگ کو کاٹنے میں مدد دی جس کے ذریعے میں اپنے گروپ کے ساتھ جڑی ہوئی تھی۔ گھر سے باہر کی دنیا سے تعلق بنانا مجھے اچھا لگا۔

پال نے مجھے اپنے پول میں تیراکی سکھانے کی کچھ مزید کوشش کی۔ میں ابھی تک اپنے ماسک اور سنارکل پر انحصار کرتی تھی۔ مجھے پانی کے اندر ہونے کا احساس اچھا لگتا تھا لیکن پول کے گہرے حصے میں جانے پر میں گھبرا جاتی تھی۔ پال نے مجھے الناپڈو میں سطح آب کے نیچے سنگی عجائب دکھائے تھے جس سے مجھے غوطہ خوری (سکوبا ڈائیونگ) میں دلچسپی ہوگئی تھی تا کہ میں سمندر کی تہہ میں موجود دنیا کو دیکھ سکوں۔ یہ میرے لیے یقیناً پول میں تیراکی کرنے سے زیادہ پُرکشش کام تھا، مگر کہیں زیادہ ہمت طلب بھی تھا۔ پال ایک تجربہ کار غوطہ خور تھا اور

سمندر کے نیچے کی دنیا کے بارے میں اس کا علم بہت وسیع تھا۔ جب میں نے کچھ دلچسپی ظاہر کی تو اس نے میرے ساتھ مچھلیوں اور سنگستانوں کے اندر کی زندگی کا کھوج لگانے کی باتیں شروع کر دیں۔ اس نے مجھے غوطہ خوری کی باقاعدہ تربیت حاصل کرنے کے لیے کتابیں اور تربیتی ویڈیو لا کر دیں۔ مجھے یہ سب کچھ پڑھنا پسند آیا اور میں نے ایک انسٹرکٹر کے ساتھ تحریری امتحان بڑی آسانی سے پاس کرلیا۔ اگرچہ کیس کی باتیں جاگتے ہوئے میرے ذہن سے کبھی نہیں نکل پاتی تھیں اور کبھی کبھی تو خواب میں بھی ساتھ رہتی تھیں، ان سرگرمیوں نے مجھے زندگی میں کچھ توازن قائم کرنے میں مدد دی۔

پول میں غوطہ خوری کا پہلا سبق خاصا مشکل تھا کیونکہ ابھی تک مجھے تیرنا نہیں آتا تھا لیکن میں نے پورا سیشن کامیابی سے مکمل کرلیا اور میرے انسٹرکٹر کو مجھے درپیش مسئلے کا احساس نہیں ہوا۔ غوطہ خوری کے لیے مجھے اپنا ماسک، سنارکل اور فِن پہننے پڑتے تھے اور میں بالکل ٹھیک محسوس کرتی تھی۔ میں نے یکے بعد دیگرے تمام پول ٹیسٹ پاس کر لیے۔ میں نے ہدایت نامے میں پڑھ رکھا تھا کہ پانی پر بیس منٹ ٹھہرنا اور 200 میٹر تیراکی اس کورس کو مکمل کرنے کے لیے لازمی شرائط تھیں لیکن میرے انسٹرکٹر نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ عام طور پر جو کوئی بھی غوطہ خوری کی کوشش کرتا ہے وہ پہلے سے تیراکی جانتا ہے اس لیے یہ شرط محض ایک رسمی چیز تھی۔ غالباً انسٹرکٹر یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کی کلاس میں کوئی شخص بغیر تیراکی سیکھے بھی آ سکتا ہے۔

میری بھانجی صدف ہمیں ملنے کے لیے آئی اور اس نے بھی میرا حوصلہ بڑھایا۔ میں نے خوشی خوشی پال کے ساتھ مل کر سفر کے منصوبے بنائے تاکہ ہم اسے فلپائن کی جگہیں دکھا سکیں۔ جن دنوں میں پاکستان میں تھی تو میرے پاس اپنے گھر والوں کے لیے بالکل بھی وقت نہیں تھا۔ اس لیے اب میں اس کے ساتھ وقت گزارنا چاہتی تھی۔

اپنے غوطہ خوری کے کورس کے ایک حصے کے طور پر مجھے انسٹرکٹر کی نگرانی میں سمندر میں پانچ بار غوطہ خوری کرنی تھی۔ صدف اور پال دونوں نے اصرار کیا کہ میں کورس کا یہ حصہ صدف کی موجودگی ہی کے دوران مکمل کر لوں۔ پال مجھے مطمئن دیکھ کر خوش تھا۔ اس نے سوچا کہ یہ مناسب وقت ہے کہ ہم منیلا سے باہر اور یو این کیس سے دور جائیں۔ میرا خیال ہے کہ اندر کہیں وہ بہت فکرمند تھا کہ میں اس کیس کی پریشانی میں اپنی ذہنی صحت نہ خراب کرلوں۔

اپنی شادی کی پہلی سالگرہ کے موقع پر میں، پال اور صدف ویک اینڈ پر سیر کے لیے پورٹو گیلیرا گئے۔ گاڑی میں ایک طویل سفر اور پھر کئی مرتبہ کشتیوں میں بیٹھ کر ہم ایک خوبصورت سیاحتی مقام پر پہنچے جہاں غوطہ خوری کے لیے بہت سے مقامات تھے۔ غوطہ خوری سکھانے والی کمپنی کا دفتر ہمارے ہوٹل سے قریب ہی تھا۔ پال اور صدف مجھ پر ہنس رہے تھے کہ میں اپنے گھر کے تالاب میں تو پانچ فٹ گہرے پانی سے بھی ڈرتی ہوں

اور یہاں گہرے سمندر میں تیرنے کے لیے بے تاب ہوں۔

میں اور صدف ایک دوسرے سے مل کر بے حد خوش تھے۔ ہم نے ساحل پر خوب لطف اٹھایا اور اپنے بال بھی گندھوائے۔ ہم نے زندگی، عورتوں کے مسائل اور میرے کیس کے بارے میں خوب باتیں کیں۔ میں خوش تھی کہ پال کے علاوہ کوئی اور بھی میری یہ باتیں سننے کے لیے موجود ہے۔ پال بھی خوش تھا کہ کچھ دنوں کے لیے صدف میری یہ باتیں سنے گی۔ میں ایک بار انسٹرکٹر کی نگرانی میں غوطہ لگاتی اور پھر دوڑ کر اپنے کمرے میں آ جاتی اور صدف کو بتاتی کہ کس طرح یو این ڈی پی نے ہمیں اس کارروائی میں شریک نہیں کیا۔ چند گھنٹے بعد میں پھر غوطہ خوری کی تربیت کے لیے چلی جاتی۔ اس دوران پال نے فیصلہ کیا کہ وہ جان بچانے والے غوطہ خور کی تربیت حاصل کر لے۔ میرا خیال ہے کہ غوطہ خوری کے بارے میں میری ناپختہ کاری کے باعث وہ کسی ہنگامی صورت حال کے لیے تیار رہنا چاہتا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ مجھے صدف کے ساتھ مصروف پا کر پال نے سوچا ہو کہ اس دوران اسے اپنے لیے کچھ مصروفیت ڈھونڈنی چاہیے۔

ہر دفعہ غوطہ زنی کے دوران میرے سامنے ایک نئی دنیا ہوتی تھی۔ میں ہوا کے سلنڈر اور غوطہ خوری کے سامان سے مطمئن تھی۔ اگلی بار ہم نے ایک تباہ شدہ جہاز کو دیکھنے کے لیے غوطہ لگایا۔ یہ بڑا ہی مسحور کن تجربہ تھا۔ ایک اور تربیتی غوطے کے دوران سکھانے والے نے سمندر کی تہہ میں ریت پر چند چھڑیاں لگا دیں اور مجھ سے کہا کہ ان کے درمیان سے تیر کر گزروں اور پھر ایک جگہ پر رک کر سانس کے ذریعے توازن قائم کروں۔ میں تعجب سے کھلکھلائی جب اس نے سمندر میں 30 فٹ کی گہرائی پر ہوا کی نالیاں بند کر دیں اور مجھے تیر کر سطح سمندر پر جانے کے لیے کہا۔ اوپر جاتے ہوئے مجھے مسلسل سانس باہر نکالنا تھا تاکہ میرے پھیپھڑے اندر ہوا کے دباؤ سے پھٹ نہ جائیں۔

جب میں نے پانچواں غوطہ مکمل کیا اور اوپر آئی تو ہم ساحل پر چلے آئے۔ میرے انسٹرکٹر نے مجھ سے کہا کہ میں غوطہ خوری کا سامان اتار دوں اور کچھ دیر پانی کی سطح پر تیروں۔ میں بہت گھبرا گئی۔ پال نے مجھے سکھایا تھا کہ کس طرح سطح آب پر تیرتے ہیں لیکن میں اس بارے میں خاصی خوفزدہ تھی۔ میں نے کہا کہ میں یہ بعد میں کروں گی لیکن اس نے اصرار کیا کہ میں فوراً تیرنے کے لیے جاؤں۔ پال نے مجھے سمجھایا تھا کہ اگر انسٹرکٹر کہے تو میں پانی پر تیر کر دکھا سکتی ہوں کیوں کہ سمندر کے پانی کی سطح پر رہنا آسان ہوتا ہے۔ میں نے اپنا سامان ساحل پر رکھا اور پانی پر تیرنے کے لیے چلی گئی۔ وہ دس منٹ اس طرح گزرے جیسے دس گھنٹے ہوں۔ جونہی میرا ذہن خالی ہوتا تو دھیان فوراً یو این کے کیس کی طرف چلا جاتا لیکن مجھے ڈر تھا کہ اس کیس کا خیال مجھے اس قدر دباؤ کا شکار کر دے گا کہ میں پتھر کی طرح سمندر کی تہہ میں چلی جاؤں گی۔ اس لیے جتنی دیر مجھے پانی کی سطح پر رہنا تھا، میں بچوں کے گیت گاتی رہی تاکہ رابرٹ اور طارق کا کوئی خیال میرے ذہن میں نہ آنے پائے۔

جب میں نے سطحِ آب پر ٹھہر کر دکھا دیا تو انسٹرکٹر نے ایک کشتی کی طرف اشارہ کیا جو خاصی دور تھی اور کہا ''اچھا، اب وہاں تک تیر کر جاؤ اور واپس آؤ۔'' میں اور بھی پریشان ہوگئی اور ڈرتے ڈرتے بتایا کہ میں ابھی تیراکی سیکھ رہی ہوں اور کچھ دنوں بعد دوبارہ آ کر تربیت کا یہ حصہ مکمل کرلوں گی۔ اس نے سوچا کہ شاید میں محض خوفزدہ ہوں کیونکہ میں نے اس سے پہلے کبھی کھلے سمندر میں تیراکی نہیں کی۔ میں اسے بتاتی رہی کہ میں تیر نہیں سکتی مگر وہ اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ میں کنارے پر چڑھ آئی اور چلنا شروع کردیا۔ وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ میں نے پال سے کہا کہ اسے بتائے کہ میں تیراکی سیکھنے کے بعد یہ کورس مکمل کرنے کے لیے دوبارہ آؤں گی۔

جب میں نے پال اور صدف کو پوری تفصیل کے ساتھ اپنے انسٹرکٹر کے تاثرات اور اپنی گھبراہٹ کا سارا منظر سنایا تو وہ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوگئے۔ صدف کی آنکھوں میں ہنس ہنس کر آنسو آگئے۔ پال بھی خوب ہنسا، ''میں اس سے کیا کہوں؟ ہر شام وہ مجھے بتاتا رہا کہ تم کتنی آسانی سے پانی کے اندر رہ لیتی ہو اور کتنی تیزی سے سیکھ رہی ہو۔'' پال نے اس کو ساری بات سمجھائی۔ کمپنی نے مجھے پرمٹ دے دیا جس پر لکھا تھا کہ میں کسی غوطہ خور کی نگرانی میں ہی غوطہ خوری کرسکتی ہوں۔ انھوں نے کہا کہ جیسے ہی میں اپنی دو سو میٹر تیراکی کی شرط پوری کرلوں وہ مجھے باقاعدہ کارڈ دے دیں گے۔ میں پہلی پاکستانی تھی جس نے اس کمپنی سے تربیت حاصل کی اس لیے وہ کم از کم اس بارے میں تو بے حد خوش تھے۔

جوں ہی میں منیلا میں گھر پہنچی میں فوراً کمپیوٹر سامنے بیٹھ گئی کہ دیکھوں کوئی آفت میرے انتظار میں تو نہیں۔ میں عادی ہوگئی تھی کہ ہر چند گھنٹے بعد نئی تبدیلیوں کا پتہ لگاؤں اور مزید پریشان ہو جاؤں۔ اس بار میرا ان باکس ایسے خالی تھا جیسے وہ بالٹی جس کے پیندے میں سوراخ ہو۔

تقریباً ایک ماہ گزر چکا تھا اور ہمارے کیس کے بارے میں کوئی نئی اطلاع نہیں تھی، لیکن جو کچھ جینڈر یونٹ کے ساتھ ہو رہا تھا اس کی خبریں انتہائی تکلیف دہ تھیں۔ نبیلہ اس سلوک سے تنگ آگئی جو این اور انتظامیہ اس کے ساتھ کررہی تھی چنانچہ اس نے نوکری چھوڑ دی۔ اس نے ملک بھی چھوڑ دیا اور امریکہ چلی گئی۔ اس کی اپنے شوہر سے باقاعدہ علیحدگی ہوگئی تھی اور وہ اپنے بچوں کو کینیڈا سے اپنے پاس لے آئی تھی۔ اس کے پاس کوئی نوکری نہیں تھی لیکن وہ پاکستان اور یو این ڈی پی سے مایوس ہوچکی تھی۔

این کیلنگ، یوں دکھائی دیتا تھا کہ ''تطہیر کے مشن'' پر مامور کی گئی تھی اور حالات تیزی سے خراب ہوتے جا رہے تھے۔ رچرڈ ڈکٹس کی طرح این بھی رابرٹ کی اس ہدایت پر عمل کرتی تھی کہ ہم لوگوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن حربہ استعمال کیا جائے۔ پروگرام کی توجہ کا مرکز تبدیل ہوگیا۔ میرا دل شدت سے چاہتا تھا کہ کاش یو این ڈی پی والے سمجھ سکیں کہ ہمارے پراجیکٹ اس ملک کی عورتوں کے لیے کس قدر دور رس اثرات لیے ہوئے تھے لیکن وہ یا تو پراجیکٹس کو بند کرنے میں مصروف تھے یا پھر انھیں یو این ڈی پی پاکستان

کے روایتی انداز میں ڈھال رہے تھے جس سے پیسہ اور عنایات بانٹی جا سکیں۔

سعدیہ نے مجھے فون کیا اور بتایا کہ شروع میں تو این نے ہم سے بات کی اور یوں لگا کہ وہ ہمارا موقف سمجھتی ہے، لیکن جلد ہی گروپ کے ممبران کو یہ پتہ چل گیا کہ وہ رابرٹ کی طرف دار ہے اور ہمارے ساتھ دوغلی پالیسی پر چل رہی ہے۔ جس طرح جینڈر پروگرام کو تباہ کیا جا رہا تھا وہ میرے لیے بے حد تکلیف دہ تھا۔ ہم نے سنا کہ اس نے نہ صرف ہمارے بہترین پروگراموں کو بند کرنا شروع کر دیا بلکہ عملے کو بھی نکال دیا۔ رابرٹ نے این کو صاف صاف بتا دیا تھا کہ وہ چاہتا ہے کہ تمام شرارتی عناصر کو نکال باہر کیا جائے۔ ہمیں یاد آیا کہ راشیل نے ہمیں بتایا تھا کہ رابرٹ نے اس سے کیا کہا تھا، ''جینڈر یونٹ ایک گندگی ہے جسے صاف کرنے کی ضرورت ہے۔''

جیسے جیسے ایک ایک کر کے گروپ کے ارکان کو نکالا جاتا اور ایک ایک کر کے پراجیکٹ بند کیے جاتے، میں صدف سے اپنے دکھ کا اظہار کرتی۔ وہ مجھے تسلی دیتی اور کہتی کہ جو دور رس اثرات والے پراجیکٹس ہم نے شروع کیے تھے، وہ پہلے ہی اپنی اہمیت بنا چکے ہیں۔ میں نے صدف سے کہا کہ وہ 'کلنک' کے مسودے پر کام کرنے میں میری مدد کرے۔ جب میں نے لکھنا شروع کیا تو وہ اس پر اپنی رائے دیتی لیکن ہر پندرہ منٹ کے بعد میں اس سے یو این کے کیس، جینڈر ٹیم اور اپنے پراجیکٹس کے بارے میں بات کرنا شروع ہو جاتی کہ کیسے ان سب چیزوں کو تباہ کیا جا رہا تھا کیونکہ رابرٹ کو غصہ تھا کہ ہم نے اس کا امیج خراب کر دیا۔ اور اس کی انا کو ٹھیس پہنچائی۔ ہم دونوں مل کر ہنستیں کہ یو این ڈی پی میرے ذہن سے نکل ہی نہیں رہا۔

باب:50

شدید تشویش قائم ہے

بالآخر مارچ 1999ء کے وسط میں ہم نے سنا کہ ہمارا کیس ضابطہ کار کمیٹی کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ سماعت اپریل کے پہلے ہفتے میں اسلام آباد میں ہونا تھی۔ کوئی وکیل دکھائی نہیں دے رہا تھا نہ ہی آئندہ مرحلے کے بارے میں معلومات تک کوئی رسائی تھی۔ جینڈر یونٹ کے لوگ تھک کر بے حال ہو چکے تھے۔ ماسا کو اور سعدیہ امتیازی سلوک کے خلاف مسلسل جدوجہد کر رہی تھیں۔ ماسا کو نے مجھے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وہ اپنے کنٹریکٹ میں توسیع کے لیے نہیں کہے گی۔ وہ دفتر میں ہونے والے ظالمانہ سلوک کی وجہ سے واپس جاپان جانا چاہتی تھی۔ سعدیہ ابھی تک ملازمت پر ڈٹی ہوئی تھی لیکن اسے کچھ پتہ نہیں تھا کہ کب نکال دی جائے۔

ہمارے گروپ کو ایک دوسرے سے ملنے میں بہت دشواری پیش آنے لگی۔ اگرچہ میں ہر کسی سے رابطہ رکھتی تھی اور یو این ڈی پی کی خواتین ایک دوسرے سے ملتی رہتی تھیں لیکن پورے گروپ کی میٹنگز کم ہوتی جا رہی تھیں۔ میں تقریباً چھ ماہ سے اسلام آباد نہیں آئی تھی۔ میں نے سوچا کہ ان حالات میں مجھے ذرا پہلے سے اسلام آباد پہنچ جانا چاہیے تاکہ میں اپنے گروپ کو سماعت کی تیاری میں مدد دے سکوں۔ پال بھی راضی ہو گیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ میرے لیے یہ مرحلہ کتنا اہم ہے۔

جس شام میں اسلام آباد پہنچی سارا گروپ میرے گھر پر اکٹھا ہوا۔ ہمارے لیے سب سے پہلا چیلنج یہ تھا کہ معلوم کریں کہ طارق پر کیا الزامات عائد کیے گئے ہیں۔ ہمیں یوں لگ رہا تھا کہ اس کے بغیر ہم تیاری نہیں کر سکیں گے۔ ہم نے رابرٹ اور لارئیٹ دونوں سے درخواست کی کہ ہمیں الزامات کی ایک کاپی فراہم کی جائے۔ ہمیں محسوس ہوتا تھا کہ ہمیں سارے عمل سے باہر رکھا گیا اور ہم خواہش کرتے تھے کہ کاش یو این ڈی پی کے اعلیٰ عہدیداروں میں سے کوئی ہمارا حامی ہوتا اور ہمیں بتاتا کہ کیا ہو رہا ہے۔ آخر ہم شکایت کنندگان تھے جنھوں نے یہ سارا عمل شروع کیا تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ رابرٹ اور طارق کو تمام تفصیلات کا علم ہو گا۔

میں نے گروپ سے کہا کہ ہمیں صورتِ حال کو اس طرح قبول کرنے سے انکار کر دینا چاہیے۔ ہر کسی نے اس پر اتفاق کیا اور ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم اپنے وکیل کے بغیر سماعت میں شریک نہیں ہوں گے۔ ہم نے نیویارک

میں لیگل سیکشن کو ایک خط لکھا اور انھیں اپنے واضح موقف سے آگاہ کر دیا۔ چند دن بعد، ہم نے سنا کہ لارئیٹ اور اور کچھ دوسرے لوگوں نے فیصلہ کیا ہے کہ مارکو کو اس کی دفتری ذمہ داریوں سے فرصت دی جائے تاکہ وہ ہمیں کیس کے سلسلے میں مدد دے سکے۔ یہ خبر ہمارے لیے بڑی ہمت افزا تھی۔ جس نے بھی اس کے لیے کوشش کی تھی، ہم نے اپنے دلوں میں اس کا شکریہ ادا کیا۔

مارکو کے یہاں آنے کی خبر ملنے کے کچھ ہی دنوں بعد لارئیٹ نے ہمیں بتایا کہ ہمیں معلومات کے دو فولڈر بھیجے گئے ہیں اور یہ معلومات کمیٹی کے ارکان کو پہلے ہی پہنچائی جا چکی ہیں۔ میں اپنی والدہ کے گھر میں مہمان خانے کے قالین پر بیٹھی ہوئی تھی جب یواین ڈی پی کے ڈرائیور نے ایک بڑا سا ڈبہ ہمارے گھر پہنچایا۔ میں تجسس سے چیخ اٹھی جس سے امی ڈر گئیں۔ کامران دوڑا ہوا میرے پاس آیا اور دیکھا کہ میں کسی جنگلی بندر کی طرح اس پیکٹ کو پھاڑ کر کھول رہی ہوں۔ میں طارق کی جھوٹی باتوں کی نئی قسط کے لیے صبر نہیں کر پا رہی تھی۔ جو کچھ مجھے پیکٹ کے اندر ملا اسے میں نے فرش پر پھیلا دیا اور وہ چیزیں ڈھونڈنا شروع کر دیں جنھیں میں فوراً دیکھنا چاہتی تھی۔ کامران نے مدد کی پیشکش کی۔ میں نے کہا ''ہاں ضرور، مگر پہلے مجھے ایک کاغذ ڈھونڈ لینے دو جسے دیکھنے کے لیے میں مری جا رہی ہوں۔ مجھے معلوم ہے وہ یہیں کہیں ہوگا۔'' وہ میرے پاس ہی بیٹھ گیا۔

ایک موٹی سی فائل کاغذوں سے بھری ہوئی تھی: ہمارے بیانات تھے، اس کے بیانات تھے اور بلا شبہ طارق پر الزامات کا سرکاری میمو تھا جس پر مسٹر بروس فرینک کے دستخط تھے۔ میں نے وہ کاغذ کھینچ کر نکالے اور خوشی سے چھلانگ لگائی۔ کامران کو حیران و پریشان دیکھ کر میں نے اسے بتایا کہ اس دستاویز کی کیا اہمیت ہے۔

اس نے حیرانی سے جواب دیا۔ اس پر 5 فروری کی تاریخ درج ہے اور یہ شکایت کنندگان کو آج 19 اپریل کو مل رہی ہے وہ بھی اس پلندے میں جو ضابطہ کار کمیٹی کو بھجوایا گیا۔ کیا یہ انھیں سید ھا تم لوگوں کو نہیں بھیجنا چاہیے، فخر کے ساتھ یہ کہتے ہوئے کہ ''آپ کی شکایت کے جواب میں ہم نے غلطی کرنے والے پر الزام عائد کر دیا ہے۔''

''کیا پتا، وہ یہ سمجھ رہے ہوں کہ پاکستان میں یواین ڈی پی کے سربراہ کی حیثیت سے رابرٹ ہمیں ان باتوں سے باخبر رکھے ہوئے ہے۔ ہیڈ کوارٹر میں بیٹھے سینئر لوگوں کو شاید پتہ ہی نہ ہو کہ رابرٹ طارق کا ساتھی ہے۔'' میں نے کہا اور کاغذات قالین پر رکھ دیے۔ کامران میرے ساتھ بیٹھ گیا اور ہم دونوں انھیں پڑھنے میں لگ گئے۔

''الزامات تمام گیارہ لوگوں کی طرف سے ہیں، صرف چار کی طرف سے نہیں! ہاں، ہاں، وہاں پر کسی آدمی میں کچھ تو سمجھ ہے۔'' میں اچھل پڑی اور ناچنا شروع کر دیا۔ یواین ڈی پی میں اعلیٰ عہدوں پر کچھ عقل مند اور سمجھدار لوگ موجود ہیں۔'' کامران مسکرایا اور مجھے گلے سے لگایا۔

میں نے پڑھنا جاری رکھا۔''......آپ کی طرف سے حالیہ مہینوں میں فراہم کی گئی اضافی وضاحتوں اور جوابات کے باوجود آپ کے طرزِعمل کے بارے میں شدید تشویش قائم ہے۔ افرادی وسائل کا دفتر اس پورے معاملے کا جائزہ لے کر اب اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ آپ کے خلاف درجِ ذیل الزامات کا جواب ملنا ابھی باقی ہے: الف) ہراساں کرنا: آپ کو اپنے ساتھ کام کرنے والی گیارہ عورتوں کو ہراساں کرنے پر، جیسا کہ ان کی متعلقہ شکایات بتاریخ 22 دسمبر 1997ء میں بیان کیا گیا ہے، انتظامی سرکلر ADM/97/17 کے پیراگراف D کی خلاف ورزی کا مرتکب پایا گیا ہے۔ انھیں ہراساں کرنا، ان کی موجودگی میں بار ہا ان کی شخصیت، طرزِعمل یا عقائد پر ناپسندیدہ تبصرے کرنا، ان کے گھروں پر بلاضرورت فون کرنا، ان سے یا ان کی موجودگی میں بے تکلفانہ نجی نوعیت کی گفتگو کرنا، گفتگو میں غیر مہذب الفاظ استعمال کرنا، شامل ہیں۔''

اوہو، انھوں نے 'جنسی طور پر' کے الفاظ حذف کر دیے، لیکن میں بہت خوش ہوں کہ یہ گیارہ خواتین کے لیے ہے۔ ہاں! میں نے کامران کو کاندھوں سے پکڑا تا کہ اس کی پوری توجہ میری بات پر ہو اور کہا، میں تمھیں بتاؤں، یہ لا ریئیٹ کا کام نہیں ہے۔ اس کے نزدیک تو طارق کے جواب بہت معقول تھے اور وہ اس کیس کو آگے بھجوانے کے لیے راضی نہیں تھا۔ دوسرے لوگ اس میں شریک ہوئے ہیں اور خدا کا شکر ہے کہ ایسا ہوا۔''

''آؤ باقی کاغذات بھی پڑھیں۔'' کامران نے بے تابی سے کہا۔

میں نے مزید پڑھنا شروع کیا۔''ب) کام کے لیے مخالفانہ ماحول: ہراساں کیے جانے کے مندرجہ بالا واقعات کی روشنی میں آپ پاکستان کنٹری آفس میں کارکنوں کے حوصلے پست کر کے اور جونیئر خواتین کارکنوں کو امتیازی سلوک کا نشانہ بنا کر کام کے لیے ناسازگار ماحول پیدا کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ یہ طرزِعمل یو این کے چارٹر کے عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک اور کردار، کارکردگی اور صلاحیت کار کے متعلق آرٹیکل 8 اور 101 کی خلاف ورزی ہے۔ ان آرٹیکلز کی پابندی، اپنے فرائض کی بجا آوری، خصوصاً اپنے ماتحت عملے کے ساتھ کام کے دوران، آپ پر لازم ہے۔'' میں پڑھتی جا رہی تھی اور میری آواز بلند ہوتی جا رہی تھی۔

''بہت اچھا، انھوں نے یو این کے چارٹر کا بھی حوالہ دیا ہے۔'' کامران نے خوش ہو کر کہا۔

میں نے جلدی جلدی پڑھنا شروع کیا۔ ج) یو این ڈی پی کے سینئر افسر کے لیے نامناسب طرزِعمل۔ مندرجہ بالا نکات کی روشنی میں آپ پر الزام عائد کیا جاتا ہے کہ آپ اپنے انتظامی فرائض کی ادائیگی اور عملے کے لوگوں سے رابطوں میں، یو این ڈی پی کے مشینی آلات کو غیر قانونی طور پر اپنے ساتھ کام کرنے والوں کو ہراساں کرنے کے لیے استعمال کر کے، نشہ آور چیزوں کے حد سے زیادہ استعمال اور مجموعی طور پر غیر شائستہ، درشت اور خوفزدہ کرنے والا رویہ اختیار کر کے، شدید لاپروائی کے مرتکب ہوئے ہیں۔''

کامران نے کہا ''واہ، یہ تو بہت اچھا ہے! جس کسی نے بھی یہ سب لکھا ہے اس نے بہت اچھا کام کیا ہے۔ یہ کوئی ایسا شخص ہے جو متوازن ذہن کا مالک ہے اور ان لوگوں جیسا جانبدار نہیں ہے جن سے تمھیں اس سے پہلے واسطہ پڑتا رہا۔'' وہ ہنسا اور بولا، ''مجھے یقین ہے اب تم پھر دوڑتی ہوئی اپنے گروپ والوں کے پاس جاؤ گی اور ہم لوگ تمھیں بڑی دیر تک نہیں مل پائیں گے۔''

میں نے کہا ''میں اتنی خوش ہوں کہ مجھے ان سے ملنا ہی پڑے گا۔ میں کم از کم یہ سب ان کو فون پر تو بتاؤں گی اور پھر ہم سب میٹنگ کے لیے کوئی وقت طے کریں گے۔''

کچھ ہی دیر میں ہم سب اکٹھے تھے۔ کام کے اوقات کے دوران ہمارے لیے کچھ اور ممکن نہ تھا سوائے اس کے کہ ہم سعودی پاک ٹاور کی گیارہویں منزل پر ملیں۔ ہم نے الزامات بلند آواز میں پڑھے۔ رنسے ناخوش تھی کہ انھوں نے لفظ ''جنسی طور پر'' کو حذف کر دیا ہے اور صرف ''ہراساں کرنے'' کا ذکر کیا ہے۔ گروپ نے محسوس کیا کہ الزمات بہت نرم کر کے پیش کیے گئے تھے اور اتنے سخت نہیں تھے جیسے ہم لوگ چاہتے تھے۔ رنسے نے یاد دلایا کہ جہاں انھوں نے کئی قسم کی ضابطے کی پالیسیوں کا حوالہ دیا ہے وہاں جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کے خلاف پالیسی کا ذکر نہیں کیا۔ تسنیم نے کہا کہ اسے اس بات کی پرواہ نہیں ہے کہ وہ کس طرح الزامات لگاتے ہیں۔ وہ تو صرف یہ چاہتی ہے کہ وہ طارق کو پکڑیں۔ میں ذاتی طور پر اس بات سے بہت خوش تھی کہ انھوں نے تمام گیارہ ارکان کی طرف سے الزمات لگائے تھے صرف چار خواتین کی طرف سے نہیں۔

راشیل آئی اور ہمیں بتایا کہ ضابطہ کار کمیٹی کی میٹنگ ملتوی کر دی گئی ہے اور اس کی آئندہ کوئی تاریخ نہیں بتائی گئی۔ رابرٹ نے یہ بات اسے یونہی چلتے چلتے بتائی اور ہمیں کوئی باضابطہ اطلاع نہیں دی۔ اس سے گروپ میں مزید بددلی پھیلی۔ میں نے دل میں سوچا کہ پال کو خدا جانے کتنے عرصے تک اپنی بیوی کے بغیر رہنا پڑے گا۔

گروپ کی طرف دیکھنا بند کر کے راشیل ٹیرس پر چلی گئی اور نیچے دیکھنا شروع کر دیا۔ پھر اس نے واپس مڑ کر کہا، ''ہم سب اس پر اتنی سنجیدگی سے بات چیت کر رہے ہیں۔ کیا ہماری بات کی ذرا سی بھی اہمیت ہے؟ وہ لوگ اس کیس کو اسی انداز میں آگے بڑھا رہے ہیں جیسے یہ شروع میں رکھا گیا تھا انھوں نے ہم سے ہماری رائے نہیں مانگی۔ ہم لوگ اس پر بات ہی کیوں کر رہے ہیں؟''

''ہاں اس سے فرق پڑتا ہے'' میں نے اونچی آواز میں کہا۔

''اس سے فرق پڑتا ہے اگر ہم یہ سوچیں کہ اس سے فرق پڑتا ہے۔'' سب لوگ چپ ہو گئے اور میں نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''بہت مرتبہ ایسا ہوا کہ ہمیں ان لوگوں کو سمجھانا پڑا جن سے ہمارا واسطہ تھا۔ پہلے ہمیں یہ بتانا پڑا کہ ہمارے حقوق کیا ہیں اور پھر انھیں اپنے فیصلے کے بارے میں اپنا رویہ تبدیل کرنے پر مجبور کیا۔ ہمیں خود کو بے اختیار نہیں سمجھنا چاہیے۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ سلسلہ بہت طویل ہو گیا ہے اور ہم اپنے آپ کو بے بس

سمجھ سکتے ہیں لیکن ہمیں اپنے پاس موجود راستوں پر نظر رکھنی چاہیے۔''

ہمارے پاس کیا راستے ہیں؟''تسنیم نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

''اگر ہم سب چاہتے ہیں کہ الزام ''جنسی طور پر ہراساں کرنے'' کا ہونا چاہیے تو ہم یہ کہہ سکتے کہ ہماری پریشانیوں اور شکایات کی عکاسی نہیں کی گئی حالانکہ ہم سب ایک دوسرے کے لیے گواہ ہیں۔ ہم اس عمل میں مزید حصہ نہیں بننا چاہتے۔''میں سب کا منہ کھلا چھوڑ کر واپس چل پڑی۔

ان سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ میں نے کہا'' کیوں نہیں؟ اس سے کم از کم یہ بات تو نمایاں ہوگی کہ وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتے رہے ہیں۔ کم از کم ان کو کوئی تو شرم آئے گی کہ وہ ہم سے رابطہ نہیں رکھ رہے۔ لیکن ہمیں ایسا صرف اس صورت میں کرنا چاہیے جب ہم یہ فیصلہ کر لیں کہ یہ بات ہمارے لیے اہم ہے کہ جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کا ہی الزام عائد ہو''، میں نے زور دے کر کہا۔ گروپ کو میری بات سمجھ آ گئی۔ میں نے راشیل سے کہا کہ وہ میمو تیار کرے۔ ہم سب نے اسے ٹھوس دلائل دیے۔ ہم نے طے کیا کہ پہلے ہم مارکو کو لکھیں اور اپنے فیصلے کے بارے میں اس کی رائے حاصل کریں۔ اس کے بعد ہم وہ خط لیگل سیکشن کو بھیج سکتے ہیں۔

راشیل کو جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کے الفاظ استعمال نہ کیے جانے پر سخت اعتراض تھا۔ اس نے بہت اچھے انداز سے میمو تیار کیا۔ ہم نے وہ خط مارکو کو بھجوا دیا اور اس نے اس پر بڑی خوبصورتی سے مداخلت کی۔ ہمارے خط کی بنیاد پر اور اپنی قانونی مہارت کے ساتھ اس نے ضابطہ کار کمیٹی کے چیئر کو لکھا کہ پہلا الزام جو ہراساں کیے جانے کے بارے میں ہے۔ اس میں جنسی طور پر ہراساں کیا جانے کا الزام بھی شامل ہونا چاہیے اور اس میں یو این ڈی پی کی جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کے بارے میں پالیسی اور دوسری متعلقہ پالیسی کا بھی حوالہ دیا جانا چاہیے تا کہ کمیٹی شواہد کی تفتیش کر سکے۔ اس نے اس بات پر زور دیا کہ سات مقدمات جو ان چار کے علاوہ ہیں جس کے لیے ہم بیانات جمع کرا چکے ہیں، ان کو بھی شواہد میں شامل کیا جائے۔ ہم سب اس سے بہت خوش ہوئے اور ایک دوسرے کو مبارک باد دی کہ ہم نے ہمت نہیں ہاری۔

حصہ ششم

سچائی کا لمحہ

S:\GRAPHICS\BOOKS & REPORTS\Books & Covers\Working with Sharks USGS\PDF Launch for 6 March 2014\sharks *g 2/19/2014 11:28 AM PAGE 340 (1,1)

باب:51

شیرازہ بندی کے مرحلے

آخر کار سماعت کی تاریخ کا اعلان کر دیا گیا۔ سماعت جون کے شروع میں نیویارک میں ہونا تھی۔ ایک مہینہ سماعت کی تاریخ، مقام اور سب سے بڑھ کر اس کارروائی میں ہم سب کے کردار کے بارے میں بے یقینی کی حالت میں گزارنے کے بعد میں منیلا واپس پہنچ چکی تھی۔ اب ہمیں کم از کم اپنے کردار کے بارے میں واضح علم تھا۔ ہمیں بتایا گیا تھا کہ سماعت میں دو فریق شامل ہیں: یو این ڈی پی اور طارق۔ یو این ڈی پی نے مجھے، سعدیہ اور راشیل کو گواہوں کے طور پر بلوایا تھا۔ غزالہ نے اپنا حتمی جواب بھیجنے میں دیر کر دی تھی اس لیے اس کا نام گواہوں کی فہرست سے نکال دیا گیا تھا۔

ہمارا پورا گروپ اب بھی متحد تھا اور انصاف کا طلب گار تھا لیکن ہم سب یو این ڈی پی کی مقامی انتظامیہ کے انتقامی اقدامات سے بہت مایوس تھے۔ ہم سب مختلف سمتوں میں جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ ماساکو نے شدید اور مسلسل دباؤ سے بددل ہو کر استعفیٰ دے دیا تھا اور جاپان روانہ ہونے والی تھی۔ وہ اپنا سامان باندھنے اور جاپان میں نوکری تلاش کرنے میں مصروف تھی۔ رنسے پیرو چلی گئی تھی۔ نبیلہ کو نیویارک میں ایک عارضی ملازمت مل گئی تھی۔ وہ اپنی ایک کزن کے ساتھ نیو جرسی میں رہ رہی تھی اور اپنے بچوں کو امریکی معاشرے میں زندگی گزارنے کے قابل بنانے میں مصروف تھی۔ جلد ہی ہم لیما، نیویارک، اسلام آباد، منیلا اور ٹوکیو میں بکھر چکی ہوں گی۔

میں منیلا میں تھی مگر میرا ذہن ہر وقت نیویارک یا اسلام آباد کے بارے میں سوچتا رہتا تھا۔ منیلا میں وقت نیویارک سے تقریباً بارہ گھنٹے آگے تھا اس لیے جب فلپائن میں شام ہوتی تو نیویارک میں دن کا وقت ہوتا اور میں وقفے وقفے سے اپنی ای میل چیک کرتی تاکہ میں مارکو کو فوراً جواب دے دوں۔ اس کے زیادہ تر سوالات ان کالوں کے بارے میں ہوتے تھے جو طارق نے میرے بارے میں اس کے ساتھ تعلقات کے ثبوت کے طور پر پیش کیے تھے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ میں طارق کے اس دعوے کی مزید وضاحت کروں کہ میں اس کی 'خاص دوست' تھی۔ جب بھی مارکو کوئی سوال پوچھتا، مجھے لگتا کہ یہ میری ذمے داری ہے کہ فوراً اسے

جواب دوں اور پوری بات بتاؤں۔ وہی ایک شخص تھا جس نے ہماری مدد کی تھی اور اسے کبھی اندازہ نہیں ہوسکتا تھا کہ ہم اس کی مدد پر کس قدر شکر گزار تھے۔ بعض اوقات مارکو صرف دو لائن کی ای میل میں کچھ پوچھتا تھا۔ میں اس کے جواب میں ایک طویل تفصیلی جواب بھیجتی تھی جس میں ہر بات واضح ہو جائے۔ بعض اوقات میں یہ ای میل آدھی رات کے وقت لکھ رہی ہوتی تھی کیونکہ میں سو نہیں پاتی تھی۔ ای میل بھیجنے سے پہلے میں پال کو سوتے سے اٹھاتی اور کہتی کہ وہ اسے پڑھے تاکہ ایسا نہ ہو کہ میرے دلائل میں کوئی خامی رہ جائے۔ خوش قسمتی سے پال اس پر کبھی جھنجھلاتا نہیں تھا۔

مارکو نے مجھ سے کہا کہ ہمیں اپنی توجہ ملزم پر مرکوز رکھنی چاہیے اور رابرٹ کا ذکر زیادہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس نے کہا کہ رابرٹ کے انتقامی اقدامات کے تذکرے کی اس سماعت میں کوئی جگہ نہیں۔ ہمیں طارق پر اور ان الزامات پر توجہ مرکوز رکھنی چاہیے جو ہم نے 22 دسمبر کو پیش کیے تھے۔ اس لیے میں نے کوشش کی کہ رابرٹ کے خلاف اپنے غصے کو اپنے آپ تک محدود رکھوں۔

ہم نے اسلام آباد میں کچھ مزید شواہد اکٹھے کرنے کی کوشش کی۔ کامران نے امریکہ میں اپنی پی ایچ ڈی کا مقالہ مکمل کر لیا تھا اور واپس اسلام آباد آچکا تھا۔ اس نے اور میری والدہ نے میرے ٹیلی فون بلوں کی کاپیاں حاصل کرنے کی کوشش کی، لیکن ناکام رہے۔ ہاں ہم نے اس پولیس رپورٹ کی کاپی حاصل کر لی جو طارق کے خلاف اس وقت دائر کی گئی تھی جب اس نے اپنی بیوی کے وکیل کو گولی مارنے کی کوشش کی۔ طارق کے وکیل نے رابرٹ کو جو خط لکھا تھا اور رابرٹ نے اس کا جو جواب دیا تھا، ہم نے اس کی نقل بھی حاصل کر لی۔ رابرٹ نے اقدامِ قتل کے اس واقعے کو معمولی بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔

اس دوران طارق لوگوں سے میرے بارے میں جھوٹے بیانات حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا اور ان تمام لوگوں کو خوفزدہ کرتا رہا جو اس کے خیال میں ہماری مدد کر رہے تھے۔ میں نے یہ بھی سنا کہ طارق نے اس پولیس والے سے بھی رابطہ کیا جسے ایک دفعہ میں نے پکڑوایا تھا۔ آپریشنز میں طارق کے ایک جونیئر نے منیلا میں فون کر کے مجھے بتایا کہ طارق نے اس پولیس والے سے وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ میرے خلاف تحریری بیان دینے کو تیار ہو جائے تو وہ اسے جیل سے چھڑوا لے گا۔ میں اس بات پر بے حد حیران تھی کہ طارق اپنے ذاتی فائدے کے لیے نظام کو استعمال کرنے کی کس قدر صلاحیت رکھتا تھا۔

ہمارے معتمد وکیل کا مشورہ تھا کہ ہمیں شواہد کے سلسلے میں اب کوئی نئی بات سامنے نہیں لانی چاہیے۔ دونوں فریقوں پر لازم تھا کہ وہ انھیں شواہد پر بات کریں جو انھوں نے پہلے سے پیش کر دی ہیں۔ چنانچہ ہمارے پاس کافی وقت تھا کہ ہم اپنے جوابی دلائل تیار کر سکیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب ہمارے نیویارک کے لیے روانہ ہونے میں صرف پانچ دن باقی رہ گئے تو مجھے لیگل سیکشن کی طرف سے نئے شواہد پر مبنی کاغذات کا

پلندہ بھیجا گیا۔ان میں طارق کے بھیجے ہوئے جوابات کے وہ بہت سے ضمیمے بھی تھے جو لیگل سیکشن کو چھ ماہ سے بھی زیادہ عرصہ پہلے وصول ہوئے تھے۔

مختلف لوگوں کے ان بیانات کو پڑھتے ہوئے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھے سنگسار کیا جا رہا ہو۔ طارق کی بیوی سمیرا نے ایک تحریری بیان دیا تھا جس میں یہ تاثر دیا گیا تھا کہ اس کی طلاق طارق کے میرے ساتھ معاشقے کی وجہ سے ہوئی۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ میرے خلاف اس طرح کا جھوٹ گھڑ سکتی ہے اور وہ بھی یہ 'سچ بولنے' کے بعد کہ اس کے شوہر نے غلطی کی ہے اور یہ درخواست کرنے کے بعد کہ ہم اسے معاف کر دیں۔نواز کی طرف سے بیان میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ اس نے مجھے کئی مرتبہ طارق کے ساتھ دفتر کے اوقات کے بعد باہر گھومتے دیکھا۔اس کے ایک اور دوست نے لکھا کہ اس نے مجھے طارق کے ساتھ کئی مرتبہ پارٹیوں میں دیکھا جب میں شراب کے نشے میں تھی۔ ماریہ نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ میں نے اسے جنسی طور پر ہراساں کیے جانے والے گروپ کی طرف سے شکایت پر دستخط کرنے پر مجبور کیا لیکن اس نے انکار کر دیا۔

ہماری جاسوسی کرنا یا ہمارے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنا ایک اور بات تھی لیکن اس طرح کا جھوٹ کا پلندہ گھڑ کر پیش کرنے سے مجھے شدید دکھ پہنچا۔ میں ان میں سے بہت سے لوگوں کو ایک عرصے تک اپنا دوست سمجھتی رہی تھی۔ پال بھی مجھے اس طرح کرب میں دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ ماریہ کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے آیا اور مجھے وہ سارا وقت یاد آیا جو ہم نے گانے گاتے، ایک دوسرے کے ساتھ چھوٹے چھوٹے لطیفوں پر ہنستے، اکٹھے گزارا تھا۔

مجھے خواتین کے حقوق کی ایک سرگرم کارکن کی طرف سے ہاتھ سے لکھے ہوئے اس سرٹیفکیٹ کو دیکھ کر شدید صدمہ پہنچا جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ طارق اچھے کردار کا آدمی ہے اور عورتوں کے ساتھ ہمیشہ شائستگی سے پیش آتا ہے۔ یہ سرٹیفکیٹ ہمارے دعوے کی اہمیت کو کم کرنے کے لیے لکھا گیا تھا اور طارق کی درخواست کے ساتھ منسلک کر کے نیویارک کے دفتر کو بھیجا گیا تھا۔ یہ خاتون اس وقت اسلام آباد میں یو این کے تولیدی حقوق پر کام کرنے والے ادارے سے منسلک تھیں۔ یہ نوٹ دیکھ کر مجھے کسی حد تک ان کے اس رویے کی سمجھ آ گئی جو میں نے محسوس کیا تھا۔ان کا رویہ ایسا تھا جیسے اس کیس کی وجہ سے میں بدنام ہو گئی ہوں۔

میں گھر کی سٹڈی میں فرش پر بکھرے ان کاغذوں کے بیچ میں بیٹھی تھی اور رو رہی تھی۔ میرا پورا جسم دکھ رہا تھا۔ پال نے مجھے تھام رکھا تھا۔ایک بیان میں یہ کہا گیا تھا کہ میں ایک پارٹی میں شراب کے نشے میں دھت تھی اور بل ڈکنز کو گلے لگا رہی تھی اور اس کے بوسے لے رہی تھی۔ میں نے پوچھا کہ کوئی بھی پاکستانی عورت ایسا کیسے کر سکتی تھی، کجا یہ کہ میں ایسا کروں جس نے زندگی میں کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا اور جس نے پاکستانی معاشرے میں عورتوں کے حقوق کے حوالے سے کام کر کے اپنی ساکھ قائم کی تھی۔ میں نے پال کو بتایا

کہ مجھے طارق کی بیوی کے بیان سے بے حد دکھ پہنچا ہے۔ میں ایسی گری ہوئی بات کرنے پر اسے کبھی معاف نہیں کر سکوں گی۔ مجھے اپنے آپ پر بھی غصہ تھا کہ میں نے ان ساری جھوٹی باتوں سے اتنا دکھ کیوں محسوس کیا۔ میں بھلا لڑائی کے آخری راؤنڈ تک پہنچنے سے پہلے ہی اتنی تھک کیوں گئی تھی؟

پال نے مجھے کہا کہ میں خود کو انسان ہی سمجھوں اور اپنے آپ پر اتنی سختی نہ کروں۔ ''میں نہیں چاہتا کہ اب تمھیں ان باتوں کی فکر کرنی چاہیے۔ تم اس تمام قصے سے تقریباً گزر چکی ہو۔'' اپنے آنسوؤں کو روکتے ہوئے اور پال کو مضبوطی سے تھام کر میں نے کہا، اس مرتبہ ہمارا ٹیلی فون کا بل خاصا زیادہ ہوگا کیونکہ میں نے ای میل سے زیادہ فون کا استعمال کیا ہے۔ پال ہنس پڑا اور بولا: ''میری جان، جتنی باتیں اس وقت تمھارے ذہن پر طاری ہیں اس میں تمھیں کم از کم ٹیلی فون بل کے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں!''

میں بڑی دیر تک ان کاغذات کے درمیان بیٹھی رہی۔ میں نے اپنے آپ کو تسلی دینے کے لیے سوچا کہ میرے سامنے ابھی بہت سا دشوار راستہ باقی ہے۔ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں ہر اس کتے کے پیچھے دوڑ پڑوں جو مجھ پر بھونکتا ہے۔ مجھے اپنی منزل پر نظریں جمائے رکھنی چاہئیں اور اپنے راستے پر چلتے جانا چاہیے۔

جھوٹے بیانات کے بارے میں مجھے سمیرا کی فون پر اس بات چیت کا خیال آیا جو اس نے مجھ سے کی تھی۔ میں نے مارکو کو فون کیا اور پوچھا کہ کیا سمیرا کی بات چیت کی ریکارڈنگ اس کے تحریری بیان کو رد کرنے کے لیے کام آ سکے گی۔ اس نے کہا کہ میں اس کا ترجمہ اسے بھیجوں۔ میں نے ٹیپ اس ڈبے میں سے نکالی جہاں میں نے سنبھالی ہوئی تھی۔ سعدیہ نے اس بات چیت کو لکھا اور پھر ہم دونوں نے مل کر اس کا ترجمہ کیا اور اسے مارکو کو بھیج دیا۔

اس رات میں نے سعدیہ سے بڑی دیر تک باتیں کیں۔ وہ مجھ سے ناراض تھی کہ میں نے حوصلہ کیوں چھوڑ دیا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ باقی لوگوں میں سے کوئی بھی دکھی، پریشان یا ناراض ہو سکتا ہے مگر میں تو ان سب کے لیے طاقت ہوں اور سب لوگ میری طرف رہنمائی کے لیے دیکھتے ہیں اس لیے مجھے ہرگز دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے۔ دوسری طرف وہ خود بے حد پریشان تھی کہ وہ پاکستان سے باہر پہلی بار تنہا جا رہی ہے۔ اس نے مجھ سے وعدہ لیا کہ میں اسے نیویارک میں لینے آؤں گی۔ وہ چاہتی تھی کہ میرے ساتھ سفر کرے لیکن ظاہر ہے کہ ایسا ہو نہیں سکتا تھا۔ دوسرا بہترین راستہ یہ تھا کہ وہ راشیل کے ساتھ سفر کرے۔ اس نے اس کا انتظام کیا۔ میں نے اسے یقین دلایا کہ میں اسے ایئرپورٹ پر ملوں گی۔

اس رات میں نے دیر تک کام کیا۔ میں اپنی سٹڈی میں واپس گئی تاکہ ان نئے کاغذات کو دیکھ سکوں جو مجھے اب ملے تھے۔ میں نے دیکھا کہ طارق نے ٹیلی فون کالوں کے بارے میں اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لیے جو بل لگائے تھے ان میں اس کے ٹیلی فون کے بل بھی تھے اور میرے بھی۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ

طارق نے نظام کو اپنے لیے استعمال کرتے ہوئے میرے پرانے بل بھی حاصل کر لیے تھے اور اس طرح مجھے وہ معلومات مل گئی تھیں جن کی بنیاد پر میں اس کے الزامات کا جواب اس کے اپنے دیے گئے شواہد سے دے سکتی تھی۔ بالکل، میری کالیں ان کی تاریخیں اور بات کتنی دیر تک ہوئی، سب کچھ اس میں موجود تھا۔ انھیں بس نکال کر ایک جگہ پر اکٹھا کرنا تھا۔

میں نے دن رات کام کر کے اس کی اور میری طرف سے کی گئی ہر کال کو الگ کیا۔ تحقیق کے طریقوں سے متعلق میری تعلیم اس میں میرے بہت کام آئی کیونکہ اس میں ہمیں سکھایا گیا تھا کہ اعداد وشمار اور معلومات میں کسی ایک مسلسل رجحان کا کیسے پتہ لگایا جاتا ہے۔ ایک بڑے سے خاکی لفافے کی پشت پر میں نے ساری کالیں لکھیں اور بات کرنے کا وقت لکھا اور یہ پتا لگایا کہ کتنی بار اس نے مجھے فون کیا اور کتنی مرتبہ میں نے اسے فون کیا۔ میں نے وہ تمام تاریخیں اور مہینے لکھے جب اس نے مجھے زیادہ بار فون کیا تھا اور یہ بھی یاد کیا کہ اس وقت میں کیا کچھ ہو رہا تھا جب اس نے مجھے فون نہیں کیا اور اسی طرح کی دوسری باتیں نوٹ کیں۔

آدھی رات ہونے تک میری آنکھیں سوج چکی تھیں اور میرے لیے جاگنا مشکل ہو رہا تھا۔ میں نے اپنا کام پال کو دکھایا اور پوچھا کہ کیا میں کسی خاص رجحان کا پتہ لگا سکی ہوں۔ اس نے کچھ دیر میری طرف دیکھا اور خوش ہو کر کہا ''بہت اچھا! مجھے خوشی ہے کہ تم اس کے دیے ہوئے 'شواہد' کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کر رہی ہو۔'' میں فخر سے مسکرائی اور پال نے کہا ''تم یہ چیزیں کچھ دیر کے لیے میرے پاس چھوڑ جاؤ اور خود جا کر تھوڑا سا سو لو۔ میں اپنے کمپیوٹر کی طرف دوڑی کہ ایک مرتبہ پھر اپنی ای میل دیکھ لوں۔ پال سر ہلاتے ہوئے مسکرایا۔

میں بہت صبح سویرے جاگ گئی اور دوڑی ہوئی سٹڈی میں گئی کہ اپنی ای میل دیکھوں۔ میں نے دیکھا کہ میری میز پر بہت سے گراف اور بار چارٹ پڑے ہیں۔ پال بھی اٹھ گیا اور میرے ساتھ سٹڈی میں پہنچ گیا۔ اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور مسکرایا ''میں نے تمھارے اعداد وشمار پر کام کیا ہے اور ہمارے پاس ان کو گراف کی صورت میں پیش کرنے کے کئی طریقے موجود ہیں۔''

میں بے حد خوش ہوئی ''اوہ پال! یہ تو اتنا واضح اور قابل فہم دکھائی دے رہا ہے۔'' میں نے مختلف انداز کے گراف دیکھے اور پوچھا ''کیا تم پوری رات جاگتے رہے؟''

''نہیں پوری رات نہیں،'' اس نے نرمی سے کہا ''بس چار بجے تک''۔

''اف میرے خدا'' میں نے اسے گلے لگا لیا۔ ''شکریہ پال، یہ میرے لیے بہت زبردست ہتھیار ہے۔'' اس نے میری طرف دیکھ کر آنکھ دبائی۔

آخری چند راتیں پال بھی میرے ساتھ جاگتا رہا۔ اسے اندازہ تھا کہ میں کس قدر دباؤ کا شکار

ہوں۔اس نے مجھ سے کہا کہ وہ سچ کے لیے آواز اٹھانے پر میری بہت قدر کرتا ہے اور سماعت کے دوران روحانی طور پر میرے ساتھ ہوگا۔ایک رات اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا''کیا تم تصور کرسکتی ہو کہ یہ کیس ختم ہوجائے گا تو ہماری زندگی کیسی ہوگی؟'' ہم دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور زور سے ہنس پڑے۔پال مجھے اتنی اچھی طرح سمجھتا تھا کہ مجھے ہنسا سکتا تھا،میرا غصہ ٹھنڈا کرسکتا تھا اور تیزی سے مجھ میں خوشی کا احساس پیدا کرسکتا تھا۔میں فولادی اعصاب کی مالک ہوا کرتی تھی لیکن یہ کیس اتنا لمبا چلا کہ اب اس کا ذکر بھی مجھے تناؤ کا شکار کردیتا تھا۔جب میں نے اپنے کاغذات اور فائلیں سامان میں رکھیں تو پال میرے ساتھ تھا۔میں تمام اہم چیزیں اپنے ہاتھ میں لے کر جارہی تھی۔وہ میرے محتاط انداز پر مسکرا رہا تھا۔

باب:52

ہیلو امریکہ! پہلا روز

میں نیو یارک کے جان ایف کینیڈی ایئر پورٹ پر اتری، امیگریشن سے گزر کر اپنا سامان اٹھایا اور اسے گھسیٹ کر برٹش ایئرویز کی آمد کے لاؤنج تک لے آئی۔ میں سعدیہ اور راشیل کو ساتھ لیے بغیر شہر نہیں جا سکتی تھی۔ میں نے آس پاس دیکھا تو ایک کونے میں ایک وینڈنگ مشین نظر آئی۔ پال نے میرے بیگ میں کچھ چھوٹے نوٹ اسی کام کے لیے رکھ دیے تھے۔ میں نے وہ پیسے نکالے اور اپنے لیے ایک کولڈ ڈرنک لے آئی۔ آدھی بوتل تو میں نے ایک گھونٹ میں ہی پی ڈالی۔ میں نے اردگرد دیکھا کہ بیٹھنے کی جگہ کہاں خالی ہے، پھر اپنا بیگ گھسیٹتی ہوئی اس جگہ پر جا کر بیٹھ گئی۔ مجھے ڈر تھا کہ مجھے کافی دیر تک انتظار کرنا پڑے گا۔

سعدیہ اس سفر کے بارے میں بہت ڈری ہوئی تھی اور مجھے افسوس تھا کہ میں اس کے ساتھ سفر نہ کر سکی۔ وہ اور راشیل پاکستان سے برٹش ایئرویز کے ذریعے آنا چاہتے تھے تاکہ راشیل لندن میں ایک رات ٹھہر کر اپنے دوستوں سے مل سکے۔ سعدیہ لندن میں ایسے لوگوں کے ساتھ ٹھہرنے سے ہچکچا رہی تھی جنھیں وہ جانتی نہیں تھی لیکن اس سے بھی زیادہ وہ اس بات سے ڈری ہوئی تھی کہ وہ اکیلے سفر کرے اور کسی ایئر پورٹ پر فلائیٹ تک نہ پہنچ پائے۔ برٹش ایئرویز کی شہرت یہ ہے کہ اس کی طویل پروازیں مزید طویل ہو جاتی ہیں۔ بدقسمتی سے ان کی پرواز میں اسلام آباد ہی سے چوبیس گھنٹے کی تاخیر ہو گئی اس لیے انھیں واپس گھر بھیج دیا گیا۔ اس طرح ایک رات لندن میں ٹھہرنے کا امکان ختم ہو گیا۔ اب انھیں لندن سے نیو یارک کے لیے چلنے والی پہلی دستیاب پرواز پر بیٹھنا تھا تاکہ وقت پر نیو یارک پہنچ جائیں۔ راشیل کو مایوسی ہوئی مگر سعدیہ بے حد خوش ہوئی۔

سعدیہ نے بار بار کہا کہ میں اسے ایئر پورٹ پر ملوں اور اس پر بات کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم سب مین ہیٹن میں اپنے ہوٹل میں مل لیں۔ مجھے منیلا سے نیو یارک تک کے 21 گھنٹے کے سفر سے زیادہ تھکاوٹ نہیں ہوئی تھی لیکن ان کی پرواز میں تاخیر اور ان کی اگلی پرواز کے وقت کے بارے میں بے یقینی نے مجھے بے حال کر دیا۔ میرے پاس ان سے رابطے کا کوئی طریقہ نہیں تھا چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ میں لاؤنج میں ہی آرام سے بیٹھ جاؤں اور ان کا انتظار کروں۔ مجھے معلوم تھا کہ مجھے اس دن لندن سے آنے والی برٹش ایئرویز کی ہر فلائیٹ کو

دیکھنا ہوگا۔ آخر مجھے سعدیہ سے اپنا وعدہ پورا کرنا تھا۔

میں منیلا سے آتے ہوئے پرواز کے دوران زیادہ تر وقت سوتی رہی کیونکہ اس سے پہلے میں نے کئی راتیں جاگ کر گزاری تھیں۔ مگر پھر بھی مجھے نیند آ رہی تھی شاید یہ داخلی غصے کے خلاف ایک نفسیاتی دفاع تھا۔ میری شدید خواہش تھی کہ یہ سفر اس سارے تکلیف دہ عمل کا آخری مرحلہ ہو۔ تین دن تیاری کے لیے تھے، دو دن سماعت ہونی تھی اور آخری دن ہم کچھ تفریح کی امید کر رہے تھے۔

میرے دماغ میں مسلسل وہ الزامات اور لوگوں کے جھوٹے بیانات رینگ رہے تھے جو لوگوں نے ہمارے بارے میں لگائے تھے۔ ''میں اپنا دفاع کیسے کروں گی؟'' غصے، دکھ اور تھکاوٹ کے احساسات سے میری آنکھیں بند ہونے لگتی تھیں۔ رابرٹ کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے گھومتا تھا۔ جب ہم سب اپنی شکایت لے کر اس کے پاس گئے تو اس کے تاثرات میری نظروں میں گھوم رہے تھے۔ وہ اس قدر بے حس تھا۔ اگر اس کی بیٹی ہماری جگہ پر ہوتی تو کیا ہوتا؟ اگر اس کی بیٹی گھر آتی اور اسے بتاتی کہ طارق نے اس کے ساتھ وہ سلوک کیا ہے جو اس نے ہمارے ساتھ کیا، پھر اس کا ردِعمل کیا ہوتا؟ اس کی گردن اس قدر اکڑی ہوئی تھی۔ اس کا لہجہ بے حسی سے بھرپور تھا۔ وہ بڑی کوشش سے اپنے تابعدار ماتحت کے خلاف اس قسم کی شکایت کیے جانے پر اپنا غصہ چھپا رہا تھا۔

مجھے یاد آیا کہ کس طرح اس نے فوراً طارق کے لیے وکیل کا انتظام کیا اور خود اسے فون کر کے کہا کہ وہ طارق کے لیے ہر قسم کی مدد کو یقینی بنائے۔ شاید اس نے سوچا ہوگا کہ ہمیں اذیت دینے کی پالیسی سے ہم چند ہفتوں میں بھاگ جائیں گی۔ میں ذرا دیر کے لیے اونگھ گئی۔ مجھے رابرٹ کا چہرہ صاف دکھائی دے رہا تھا اور اس کی آواز آ رہی تھی: ''تم آسمانی بجلی جیسا عذاب ہو!'' اس نے بے حد غصے اور نفرت کے ساتھ کہا۔ رابرٹ مجھ سے بہت کچھ کہتا رہا مگر اس کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آئے۔ میں صرف اس کا ناراض چہرہ اور اس کی میری طرف اشارہ کرتی ہوئی انگلی دیکھ سکتی تھی۔

''برٹش ایئرویز کی لندن سے آنے والی پرواز پہنچ گئی ہے'' ایک تیز آواز آئی جس نے میرے ڈراؤنے خواب کو توڑ دیا۔ لگتا ہے دماغ میں ایک اچھا نظام موجود ہے جو بہت شور والے ماحول میں بھی ضروری بات سن لینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ میں نے اردگرد دیکھا اور اپنی گھڑی دیکھی تو پتہ چلا کہ یہ پرواز کا درست وقت تھا۔ میں اپنا سامان گھسیٹتی ہوئی پرواز سے آنے والے لوگوں کی جگہ پر پہنچی۔ مجھے شلوار قمیص میں ملبوس ایک پریشان پاکستانی خاتون اور ایک ذرا پُر اعتماد مگر نیو یارک میں بالکل اجنبی بھورے بالوں اور گوری رنگت والی برطانوی خاتون کو ڈھونڈنا تھا۔ بہت سے لوگ سامان سے بھری ٹرالیاں لے کر میرے پاس سے گزرتے رہے۔ کچھ لوگوں کو ان کے دوست اور اہلِ خانہ پر جوش طریقے سے خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ کچھ لوگ سپاٹ چہروں کے

ساتھ ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ کچھ لوگ اپنے یا ہوٹل کے نام کی تختی کی تلاش میں تھے۔ میں بے حد مایوس تھی کہ میری سہیلیاں نہیں پہنچیں۔

میں نے اپنے آپ سے کہا کہ مجھے انتظار گاہ میں رات دیر تک بیٹھنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ بہتر ہوگا کہ میں آرام سے بیٹھ کر انتظار کروں۔ ہر رنگ، قد اور جسامت کے لوگوں کو آتے جاتے دیکھنا دلچسپ تھا۔ نیویارک اس بات کے لیے مشہور ہے کہ یہاں طرح طرح کے لوگ رہتے ہیں۔ میں اپنے بیگ وینڈنگ مشین تک گھسیٹی ہوئی لے گئی اور اپنے لیے ایک کوک خریدی۔ پھر میں نے اپنے لیے بیٹھنے کی جگہ ڈھونڈنے کی بے سود کوشش کی۔ آخر میں نے اپنے لیے ایک کونہ تلاش کرلیا اور ٹانگیں پھیلا کر فرش پر بیٹھ گئی۔ میں نے کندھے پر لٹکانے والے بیگ سے ایک فولڈر نکال لیا۔ میں نے یہ خطرہ مول نہیں لیا تھا کہ اپنے کیس سے متعلق دستاویزات کارگو سامان میں رکھوں حالانکہ اس وجہ سے میرا ہاتھ میں اٹھانے والا سامان خاصا بھاری ہوگیا۔ میں نے وقت گزاری کے لیے پیلے رنگ کا فولڈر کھولا اور سوچا کہ میں اپنے پرانے بیانات کو دوبارہ سے پڑھ لوں۔ اس طرح سماعت کے لیے میری تیاری بھی ہوجائے گی۔

مزید پانچ گھنٹے انتظار کے بعد برٹش ایئر ویز کی پرواز میری دونوں ساتھیوں کو نیویارک لے ہی آئی۔ سامان سے لدی درجنوں ٹرالیوں کے بیچ میں نے سعدیہ کو دیکھ لیا۔ شیشے کی دیوار کے پار سے مجھ پر نظر پڑتے ہی اس کے چہرے پر بڑی سی مسکراہٹ آگئی۔ اپنے ہینڈ بیگ اور سامان کے ٹیگ سنبھالتے ہوئے اس نے مجھے ہاتھ ہلا کر سلام کیا۔ راشیل اس کے پیچھے پُر اعتماد طریقے سے چل رہی تھی۔ اس کے سیدھے بال اس کے کندھوں سے نیچے کمر پر جھول رہے تھے۔

ایک دوسرے سے گلے مل کر ہم نے جلدی جلدی ایک دوسرے کا حال پوچھا ''تم ٹھیک ہونہ!'' اور اگلے چیلنج کے لیے تیار ہوگئے۔ انھوں نے مجھے بتایا کہ ان کے پاس صرف ان کے ہاتھ میں اٹھایا ہوا سامان ہے۔ ان کا چیک ان کیا ہوا سامان گم ہو چکا ہے۔ سعدیہ زیادہ پریشان نہیں تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ کیس سے متعلق تمام سامان اپنے ہینڈ بیگ میں لے کر آئی ہے۔ ''میں ان چیزوں کو کسی قیمت پر الگ نہیں کرسکتی تھی۔'' میں نے اسے تسلی دی اور کہا کہ میرے پاس کافی کپڑے ہیں ہم بانٹ کر استعمال کرسکتے ہیں۔ راشیل پریشان دکھائی دے رہی تھی۔ غزالہ کے گواہی بیان کی ویڈیو اس کے سوٹ کیس میں تھی۔ راشیل سامان کے دفتر میں اپنے ہوٹل کا پتہ درج کروانے کے لیے چلی گئی اور ہم دعائیں کرتے رہے۔

شہر جانے کے لیے ہم نے ٹیکسی لی۔ میں اس سے پہلے چند بار نیویارک آچکی تھی اور مین ہیٹن کے علاقے کو کچھ تھوڑا بہت جانتی تھی۔ عمومی طور پر میں امریکہ کے ماحول سے واقف تھی لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ مڈویسٹ میں آٹھ برس گزارنے کے بعد بھی نیویارک شہر کو سمجھنا آسان تھا یا نہیں۔ راشیل نیویارک میں یواین

کے ہیڈ کوارٹر میں دو سال پہلے تعارف کے لیے آ چکی تھی جب اس نے اس ادارے میں ملازمت شروع کی تھی لیکن اس نے کہا کہ اسے شہر کے بارے میں کچھ پتہ نہیں۔ راشیل اور میں چلاتے رہے، ''سعدیہ، یہ عمارت دیکھو، سعدیہ، ان لوگوں کو دیکھو!'' ''سعدیہ تم نیویارک شہر میں ہو!''

ہم اپنے متوسط خرچ والے ہوٹل میں پہنچ گئے جو مین ہیٹن میں 42 سٹریٹ پر تھا اور یواین کی بلڈنگ سے چھ بلاک کے فاصلے پر تھا۔ میں نے اور سعدیہ نے ایک ہی کمرے میں رہنے کا فیصلہ کیا جبکہ راشیل نے ایک الگ کمرہ لے لیا۔

ہم نے جلدی سے مارکو تک اپنے پہنچنے کی اطلاع دی۔ اس نے مختصر بات کی اور ہمیں سمجھایا کہ صبح ہم کس طرح اس کے دفتر پہنچیں۔ میں شہر کو تھوڑا بہت جانتی تھی اس لیے میں نے تجویز دی کہ ہمیں نیویارک میں اپنے پہلے ڈنر کے لیے ٹائم سکوائر جانا چاہیے۔ راشیل اور سعدیہ مان گئیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ ہم واقعی ٹائم سکوائر پہنچ پائے یا نہیں لیکن ہم شہر کے ایک ایسے حصے میں پہنچ گئے جہاں عمارتوں کی دیواروں پر رنگین روشن اشتہارات لگے ہوئے تھے۔ ہمیں مسحور کرنے کے لیے تو یہاں کی سڑکوں کی رنگ برنگی خوبصورت روشنیاں بھی بہت تھیں۔ ہم نے ایک فاسٹ فوڈ ریستوران ڈھونڈ لیا اور مزے سے کھانا کھایا۔ آگے کیا ہوگا اس کی ہمیں خبر نہیں تھی لیکن ہم اپنے آپ کو بہت بہادر سمجھ رہے تھے کہ کئی سمندر پار کر کے دنیا کے مختلف حصوں سے ضابطہ کمیٹی کی سماعت کے لیے نیویارک پہنچ پائے۔

باب:53

مارکو سے ملاقات، دوسرا روز

اگلا دن بے حد خوشگوار تھا۔ نیویارک میں بہار کی ایک صبح! میں، سعدیہ اور راشیل نیویارک کی سڑکوں پر اپنے کیس کی وہ موٹی موٹی فائلیں اٹھائے چلے جا رہے تھے جو ہم اپنے ساتھ لائے تھے۔ ہم نے بڑے جوش سے شہر کو صبح بخیر کہا۔ ہم تینوں کو اپنے کیس کے آخری مرحلے کی تیاری کا آغاز کرتے ہوئے اچھا محسوس ہو رہا تھا۔ میں نے اور سعدیہ نے شوخ رنگوں والے پاکستانی لباس پہن رکھے تھے اور ہمارے ڈوپٹے خوشگوار ہواؤں میں ہمارے پیچھے اڑ رہے تھے۔ راشیل نے اپنا مغربی لباس پہنا جو کل بھی اس نے پہن رکھا تھا اس امید پر کہ ان کا سامان جلد مل جائے گا۔ سڑک پر ہم نے کئی طرح کے لوگ دیکھے۔ اتنی صبح سویرے شہر میں بھیڑ اتنی نہیں تھی جتنی ہم توقع کر رہے تھے۔ بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ یہ چھٹی کا دن تھا اور میموریل ڈے تھا اس لیے زیادہ تر دفاتر اور دکانیں بند تھیں۔

ہم سڑک پر دور تک چلتے گئے اور کئی بلاک گزر گئے۔ جب ہم فرسٹ ایونیو پہنچے تو ہم نے سر اٹھا کر عظیم الشان یو این بلڈنگ کو دیکھا۔ لابی تک پہنچے جہاں حسب توقع ہمارا وکیل موجود تھا۔ یہ میری اس کے ساتھ پہلی بالمشافہ ملاقات تھی۔ اس نے شائستگی سے مگر مختصراً سلام دعا کی۔ مارکو کا رمیگنانی اوسط جسامت، گورے رنگ اور سیاہ بالوں والا جوان شخص تھا۔ اطالوی اور برازیلی نژاد مارکو نہ صرف یو این کا ایک قابل افسر تھا بلکہ تعلیم کے لحاظ سے وکیل بھی تھا اور اس نے ہمارا جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کا کیس اپنی ملازمت کے علاوہ رضا کارانہ طور پر اپنے ذمے لیا تھا۔ ہم اس کے بہت شکر گزار تھے۔

مارکو ہمیں لفٹ میں اوپر کی منزل پر اپنے دفتر میں لے گیا۔ اس بڑے سے دفتر میں بہت سے ڈیسک تھے اور ایک طرف فوٹو کاپی کرنے والا کمرہ تھا۔ یہ بات بہت اچھی رہی کہ اس دن چھٹی کا دن تھا۔ ہم سارا دن مارکو کے ساتھ بغیر کسی مداخلت کے کام کرتے رہے۔ اس نے ہماری تیاری کے لیے منصوبہ بندی کر لی اور ہمیں خبردار کیا کہ ہمیں دیر تک کام کرنا ہوگا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ اسے ہمارے کیس سے متعلق معلومات کو اس طرح مختصر کرنا ہوگا کہ کمیٹی کے ارکان اسے پوری طرح پڑھ سکیں۔ ہمیں اپنی فائلوں کو پڑھ کر اس میں سے ہر کیس

کے متعلق صرف بے حد اہم معلومات کو الگ کرنا تھا جبکہ وہ خود کچھ دوسرے حصوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ ہم سب کے ساتھ الگ الگ بھی بات کرے اور اکٹھے بھی تا کہ سماعت کی تیاری ہو سکے۔ ہم نے اس کی باتیں غور سے سنیں۔

مارکو سے دفتری قسم کی ہدایات کے بعد ہم تینوں محنتی کارکنوں کی طرح جُت گئے جو اس کے معمولی سے اشارے پر بھی کام کے لیے تیار تھے۔ وہ ہم سے ایک کاغذ مانگتا اور ہم تینوں ایک لمحے میں اپنی فائلوں سے اسے نکال لاتے۔ اگلے ہفتے کے دوران مارکو کے لیے ہمارا تشکر مسلسل بڑھتا گیا کیونکہ ہم نے دیکھا کہ وہ ہمارے کیس پر دن میں پندرہ گھنٹے سے زیادہ کام کر رہا تھا۔

بعض اوقات وہ ہمیں سوالات کے جواب دینے کی مشق کراتا:

''ریکارڈ کے لیے کیا آپ اپنا نام بولیں گی؟''

''فوزیہ سعید''

''آپ کی عمر؟''

''39 لیکن یہ......''

''کیا آپ شادی شدہ ہیں؟''

''ہاں''

''آپ کی شادی کب ہوئی؟''

''فروری 1998 میں، ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ ہوا ہے۔''

''آپ نے یو این سسٹم میں کب کام کرنا شروع کیا؟''

''اکتوبر 1994 میں۔''

''کیا آپ مدعا علیہ کو یو این میں کام شروع کرنے سے پہلے جانتی تھیں؟''

''نہیں''

''اس وقت کے لیے بس اتنا'' مارکو نے کہا۔ ''میں آپ لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ وکیل کس طرح سوال کرتے ہیں۔ ہم مزید سوالوں پر بعد میں بات کریں گے۔'' اس نے ہمیں بتایا کہ پورا دفتر ہمارے پاس ہونا ایک بڑی عیاشی ہے جو ہمیں آج میسر ہے اور ہم سے کہا کہ فوٹو کاپی کرنے کا زیادہ سے زیادہ کام آج ہی ختم کر لیں۔ ہم مسلسل اپنے سر ہلاتے رہے اور اس کی اس بات پر شکر گزار ہوتے رہے کہ وہ ہمارا وکیل تھا اور ہمارے لیے سرکاری چھٹی کے دن بھی کام کر رہا تھا۔ سعدیہ اور میں جلد ہی دفتر کے کمپیوٹروں اور فوٹو کاپی مشین کے استعمال کا طریقہ سمجھ گئے۔ مارکو بار بار میرے کیس کو دیکھتا اور مجھ سے مزید سوال کرتا رہا۔ اس کے ساتھ

ساتھ ہم تینوں اپنے گزشتہ ڈیڑھ سال میں جمع کیے گئے معلومات کے پلندے کو مختصر اور جامع بنانے کی کوشش کرتے رہے۔

مارکو ایک آڈیو ٹیپ لے آیا اور مجھ سے کہا کہ اس کے ساتھ چلوں۔ یہ اس گفتگو کی آڈیو ٹیپ تھی جو طارق کی بیوی نے مجھ سے کی تھی۔ وہ مجھے ایک جدید ٹیکنالوجی والے ریکارڈنگ روم میں لے گیا اور مجھ سے کہا کہ میں الفاظ پر جیسے جیسے وہ بولے جا رہے ہیں پنسل چلاتی جاؤں تا کہ وہ پوری طرح سمجھ سکے کہ اس نے کس لفظ پر زور دیا اور کہاں وقفہ لیا۔ اس نے مجھ سے رک جانے کو کہا اور کچھ الفاظ کی وضاحت مانگی۔ جب سمیرا نے دوبارہ کہا کہ ''میرے شوہر نے غلطی کی ہے مگر اسے سبق مل گیا ہے اور اب آپ کو بھی اسے معاف کر دینا چاہیے کیونکہ خدا بھی انسانوں کو معاف کر دیتا ہے'' تو مارکو سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور حیران ہوا کہ وہ اپنے شوہر کے غلط کاموں کا اعتراف کر رہی تھی۔ اس نے پوچھا کہ کیا یہ وہی بیوی ہے جس نے وہ تحریری بیان جمع کرایا ہے کہ اس کی طلاق کی وجہ میں تھی۔ میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

مارکو نے کہا کہ یہ شہادت طارق کے کیس کو پرزہ پرزہ کرنے کے لیے کافی ہے۔ صرف اس ٹیپ سے ہی یہ ثابت ہو جائے گا کہ طارق کے گواہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ اس نے کہا کہ جب وہ یہ ٹیپ لیگل سیکشن کو دے گا تو ہوسکتا ہے کہ وہ اس کیس کی سماعت بھی نہ کریں۔ میں مسکرائی اور خاموش رہی۔ میں جانتی تھی کہ لیگل سیکشن اس ٹیپ کی بنیاد پر کیس ختم نہیں کرسکتا۔ اگر لیگل سیکشن حقیقت جاننا چاہتا تھا تو ہم اپنی ابتدائی تحقیقات ہی میں بہت سا سچ بتا چکے تھے۔ میں نے مارکو کے خلوص کا اعتراف کیا لیکن میں جانتی تھی کہ یو این ڈی پی کبھی بھی اتنی آسانی سے طارق کو غلط قرار دے کر اپنے اعلیٰ ریزیڈنٹ افسر کی بے عزتی نہیں کرے گا۔ وہ جہاں تک ہو سکے گا، رابرٹ کی ساکھ کا تحفظ کریں گے۔

سہ پہر ہونے تک سعدیہ کا رنگ زرد ہو رہا تھا، اسے نیند آ رہی تھی اور بھوک بھی لگی ہوئی تھی۔ راشیل بھی سفر کی تھکن کا شکار تھی۔ میں بہتر حال میں تھی کیونکہ پال نے مجھے سمجھایا تھا کہ جہاز پر میلاٹونن کیسے استعمال کروں کہ جب میں نیو یارک پہنچوں تو وہاں کے وقت کے مطابق جاگ سکوں۔ اس وقت منیلا میں رات کا ایک بجا تھا اور نیو یارک میں دن کا ایک۔ مارکو نے دوپہر کے کھانے کے وقفے کا اعلان کر دیا اور جلدی سے کہا کہ یہ ایک ورکنگ لنچ ہوگا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہم سب سے کیس کے بارے میں معلومات حتمی شکل میں حاصل کر لے۔

چھٹی کی وجہ سے زیادہ تر ریستوران بند تھے لیکن آخر کار ہم نے ایک ریستوران ڈھونڈ لیا جس کے بارے میں مارکو کا کہنا تھا کہ وہاں پر اچھا امریکی کھانا ملتا ہے۔ جتنی دیر ہم میز کے لیے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے مارکو نے مجھ سے میرے کیس کے بارے میں پوچھنا شروع کر دیا۔

''کیا تم طارق کے ساتھ رات کے کھانے پر جایا کرتی تھیں؟''

''کبھی نہیں''

''اس کا کہنا ہے کہ تم نے اس کی کار کئی مرتبہ اپنے مہمانوں کی خاطر تواضع کے لیے استعمال کی۔''

''نہیں، میرے پاس اپنی کار تھی۔ ایک مرتبہ میں نے اس کی کار چلائی تھی لیکن وہ اس کی گرل فرینڈ نے اس سے مانگی تھی۔ میں صرف ڈرائیور تھی۔''

''ان سارے برسوں میں کیا تم نے کبھی اسے فون کیا؟''

صرف کام کے لیے۔ اور صرف 1995ء کی گرمیوں کے اواخر میں۔''

ایک آدمی نے ہمیں کھانے کی میز کی طرف جانے کا کہا۔ ریستوران کی دیواروں پر پرانے نیویارک شہر کے بلیک اینڈ وہائٹ پوسٹر لگے ہوئے تھے۔ مارکو نے ہمیں خبردار کیا کہ جلد ہی ہمارے پاس ایک ضرورت سے زیادہ ہشاش بشاش ویٹرس آئے گی۔ اس نے کہا کہ اس علاقے کے لوگ ہمیشہ بڑے ہشاش بشاش اور دوستانہ انداز والے ہوتے ہیں۔ جلد ہی ایک نوجوان ویٹرس آ گئی اور آتے ہی اونچی آواز میں کہا ''سلام، میرا نام سیلی ہے۔ آپ آج کیسے ہیں؟'' وہ مسکرا رہی تھی اور بڑی ہشاش بشاش تھی۔ ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور مشکلوں سے اپنی ہنسی روکی۔ ہم نے سافٹ ڈرنک کا آرڈر دیا اور مینو سے اندازہ لگانے لگے کہ کون سی ڈش کا ذائقہ کیسا ہوگا۔ سعدیہ کو پریشانی تھی کہ گوشت حلال نہیں ہوگا اس لیے اس نے آلو کی ڈش کا آرڈر دیا۔ میں نے تلی ہوئی مچھلی کا آرڈر دیا اور راشیل نے سلاد منگوالیا۔ یہ مشکل مرحلہ طے ہوا تو ہم واپس اپنی گفتگو کی طرف آ گئے۔

مارکو نے اب راشیل سے بات چیت شروع کر دی۔ اس سے پوچھا کہ اس نے گروپ کی شکایت میں شامل ہونے کا کیوں سوچا۔ میں یہ خیال جانتی تھی کہ میں نے سب لوگوں کو اس شکایت کے لیے متحرک کیا ہے، طارق کے لیے بڑا اہم تھا۔ اس لیے مارکو ہر فرد کے اپنے انفرادی فیصلے کے بارے میں بالکل واضح ہونا چاہتا تھا۔ میں نے خود بھی اس سے پہلے راشیل سے اس بارے میں کچھ نہیں سنا تھا اس لیے میں دلچسپی سے سنتی رہی۔

راشیل نے بڑی تفصیل سے بتایا کہ وہ یو این ڈی پی میں جس جگہ بیٹھتی ہے وہ اس منزل پر ہمارے یونٹ کے دفتر سے بالکل دوسرے سرے پر واقع ہے۔ اس نے بتایا کہ دفتر میں جس طرح کام ہوتا تھا اس میں کوئی بھی ایک دفتر سے دوسرے دفتر تک نہیں جاتا تھا سوائے اس کے کہ کوئی میٹنگ ہو۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ اس کا ہمارے یونٹ کے لوگوں سے کوئی خاص رابطہ نہیں تھا۔ راشیل نے کہا کہ شروع میں تو وہ یہ سمجھتی تھی کہ صرف وہی ہے جس کے ساتھ طارق فلرٹ کر رہا ہے۔ پھر 1997ء کے اواخر میں اس نے ایک نوجوان پاکستانی خاتون شیبا کو یہ کہتے سنا کہ یو این ڈی پی کے ''عجیب وغریب آدمی'' کی ہر وقت اس پر رال ٹپکتی رہتی ہے۔ راشیل نے اس سے مزید جاننے کی کوشش کی تو شیبا نے بتایا کہ اس آدمی نے اس سے کہا ہے کہ اس کی ازدواجی زندگی بڑی تلخ

ہے، اس کی بیوی اس کی تسکین نہیں کر پاتی اور اسے کسی ساتھی کی ضرورت ہے۔ راشیل یہ سن کر ہکا بکا رہ گئی۔ طارق دوسری عورتوں کے ساتھ بھی، حتیٰ کہ پاکستانی عورتوں کے ساتھ بھی، اسی طرح پیش آتا تھا۔ پھر اس نے اپنی دوستوں کو بتایا کہ طارق نے اس پر بھی ڈورے ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

اس کے بعد، غزالہ اور تسنیم نے اسے بتایا کہ طارق ان پر ڈورے ڈال رہا ہے۔ جب طارق نے تسنیم کو نوکری سے نکال دیا تو وہ بوکھلا کر سیدھی راشیل کے کمرے میں گئی اور رونا شروع کر دیا۔ پھر ایک دن غزالہ نے راشیل کو بتایا کہ طارق راہداری میں گزرتے ہوئے اس کے قریب آیا، مڑ کر راشیل کی طرف دیکھا اور کہنے لگا ''اسے تو دیکھ کر ہی میری جنسی جبلت جاگ اٹھتی ہے''۔ راشیل غزالہ سے یہ بات سن کر پریشان ہوگئی اور اس دھچکے سے باہر نکلنے میں اسے کافی دن لگے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی مرد اپنی پروفیشنل ساتھیوں کے بارے میں اس طرح کی بات کہہ سکتا ہے۔

مارکو نے کوشش کی کہ راشیل کو اپنے سوال کی طرف متوجہ کرے ''اچھا تو کب تم نے یہ فیصلہ کیا کہ شکایت کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ؟''

اس نے ایک گہرا سانس لیا اور بولی ''شیبا نے اسے بتایا کہ وہ اب بھی اس سے سخت ناراض ہے اور اس کی شکایت کا یہ موقع ہاتھ سے نہیں جانے دے گی۔ اس کے بعد میں نے اس سے کہا کہ مجھے ان عورتوں سے ملواؤ جو شکایت تیار کر رہی ہیں تاکہ میں ان سے بات کر سکوں۔ میں واقعی بہت حیران ہوئی جب شیبا نے مجھے فوزیہ کا نمبر دیا۔ میں نے اسے ہمیشہ بہت پُر اعتماد اور اپنے ساتھی کام کرنے والوں میں بہت باعزت عورت کے طور پر دیکھا تھا۔'' راشیل ذرا سا رکی اور مارکو نے اسے بات جاری رکھنے کا کہا۔ ''فوزیہ سے بات کرنے کے بعد میں اس پر سوچتی رہی۔ دفتر میں کام کرنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔ میں اب ان چیزوں کو زیادہ واضح طور پر دیکھ سکتی تھی۔ آخر میں نے ہمت جمع کر کے فیصلہ کیا کہ ان کے ساتھ مل جاؤں۔ تسنیم کا نوکری سے نکالے جانا میرے لیے آخری تنکا ثابت ہوا۔''

سعدیہ کھانا نہیں کھا پا رہی تھی اور صرف بیٹھ کر باتیں سن رہی تھی۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے گفتگو میں شرکت کی۔ مارکو نے اس کی حوصلہ افزائی کی کہ وہ بات کرے۔ اس نے کہا ''میں بھی یہ کہوں گی کہ چیزیں ہاتھ سے نکلتی جا رہی تھیں۔ آپریشنز یونٹ کا انچارج ہونے کے ناتے طارق کو یہ گمان تھا کہ وہ کوئی ان داتا ہے اور اس نے ہمارے یونٹ کو زیادہ سے زیادہ انتقام کا نشانہ بنانا شروع کر دیا تھا۔ ہم سب کو شدت سے محسوس ہو رہا تھا کہ جو کچھ ہم نے برداشت کیا وہ غلط تھا اور توہین آمیز تھا لیکن جب فوزیہ شکایت کرنے والوں میں شامل ہوئی تو ہر کسی کو حوصلہ ملا۔ میں خوش ہوں کہ میں نے اس کے خلاف شکایت کا فیصلہ کیا۔ اس کے علاوہ میں آپ کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ یہ میرا اپنا فیصلہ ہے اور میں نے درست کام کیا ہے، لیکن فوزیہ کے بغیر ہمارے لیے اپنی شکایت

کی پیروی کرنا مشکل ہو جاتا۔ انھوں نے ہم پر شدید حملے کیے، صرف طارق نے نہیں، پوری انتظامیہ نے''۔ اس کی آواز جذبات سے کانپ رہی تھی۔ سعدیہ نے ایک وقت میں اتنی بہت ساری انگریزی بولنے کے لیے سخت کوشش کی۔

بعد میں، جب ہم کاغذ کے ایک رومال پر لنچ کے پیسوں کا حساب کر رہے تھے، مارکو نے ہماری طرف دیکھے بغیر کہا'' کمیٹی کے سامنے اپنا بیان دیتے ہوئے آپ لوگوں کو مختصر جواب دینے ہوں گے۔ ان لوگوں کے پاس زیادہ وقت نہیں ہوگا اس لیے ہمیں لازمی معلومات تک محدود رہنا پڑے گا۔'' اس کے ساتھ ہی اس نے اعلان کر دیا کہ ہر ایک کو کتنے پیسے دینے ہیں۔

سعدیہ نے میری طرف دیکھا۔ وہ اس 'غیر شائستہ' حرکت پر حیران تھی۔ پاکستان میں ہم ایسا کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ایک فرد بل لے لیتا ہے جبکہ باقی سب اصرار کرتے رہتے ہیں کہ بل وہ ادا کریں گے۔ اگلی مرتبہ کوئی اور فرد بل دے دیتا ہے اور اس طرح سے بل بانٹ تو لیا جاتا ہے مگر شاید حساب اتنا زیادہ برابر نہ ہوتا ہو۔ وہ اس رقم پر بھی حیران تھی، ''بیس ڈالر، وہ بھی اس بے کار کھانے کے!''

ٹھوس شواہد کے حوالے سے ایسا دکھائی دیتا تھا کہ میرے خیالات مارکو سے نہیں ملتے تھے۔ اس نے مجھ سے گواہوں کے کچھ ایسے بیانات ہٹا دینے کو کہا حالانکہ میں سمجھتی تھی کہ وہ بہت اہم ہیں۔ میرے پاس پال کے وہ خط تھے جن کے لفافوں پر تاریخیں بھی درج تھیں جو پال نے مجھے اس عرصے میں لکھے تھے جب طارق کے بقول میرا اور اس کا معاشقہ چل رہا تھا۔ مارکو نے ان خطوط کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ کمیٹی اس قسم کے قریبی رشتہ داروں کے بیانات کو زیادہ اہمیت نہیں دے گی۔

میں نے بددلی سے دلیل دی کہ وہ شکایت کنندگان کو ایک دوسرے کا گواہ نہیں مانتے حالانکہ شکایت درج کرانے سے پہلے بھی ہم ایک دوسرے کے سامنے طارق کے بارے میں بڑبڑاتے رہے تھے۔ وہ خاندان کے لوگوں اور قریبی دوستوں کی گواہی ماننے کو بھی تیار نہیں ہیں۔ ''کیا آپ کا خیال ہے کہ جب کسی عورت کو ہراساں کیا جائے تو وہ بالکل اجنبی لوگوں کے ساتھ اس کے بارے میں بات کرے گی اور پھر انھیں بطور گواہ پیش کرے گی؟'' مارکو نے میرے تبصرے کو نظرانداز کر دیا۔ میں جانتی تھی کہ وہ ہماری مدد کرنا چاہتا ہے اور مجھے ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے اس کا مشورہ مانا اور شواہد ویسے ہی پیش کیے جیسے وہ کہہ رہا تھا۔

سہ پہر ہم نے اہم کاغذات کی فوٹو کاپیاں بناتے اور مارکو کے ساتھ انفرادی طور پر گفتگو کرتے گزاری۔ جب ہم واپس اپنے ہوٹل پہنچے تو ہمیں استقبالیہ سے یہ اطلاع ملی کہ سعدیہ اور راشیل کے گمشدہ بیگ پہنچ چکے ہیں۔ ہم تینوں نے سکھ کا سانس لیا۔ اب ہم مارکو کو غزالہ کے بیان کی ویڈیو دے سکتے تھے۔

باب :54

غزالہ کا بیان: تیسرا روز

اگلے دن صبح اٹھنا خاصا مشکل محسوس ہو رہا تھا۔ میں نے غلطی کی کہ رات سونے سے پہلے میلاٹونن نہیں لی۔ میرا خیال تھا کہ میں اب جیٹ لیگ سے نکل آئی ہوں۔ میں رات کے تین بجے اٹھ بیٹھی اور پھر بالکل نہ سو سکی۔ سعدیہ خاموشی سے بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور انتظار کر رہی تھی کہ میں پہلے اٹھوں تا کہ اسے اٹھنے کا حوصلہ ملے۔ ہم دونوں نے حقیقت میں اپنے آپ کو بستروں سے گھسیٹ کر باہر نکالا۔ جب میں باتھ روم میں تھی اس دوران سعدیہ نے پاکستان میں ایک دوست کو فون کرنے کی کوشش کی۔ ہمارے پاس ای میل کی سہولت موجود نہیں تھی اس لیے ہم کم خرچ رابطوں سے محروم تھے۔ جب وہاں سے کوئی جواب نہ ملا تو اس نے نیوجرسی میں نبیلہ کو فون کیا۔ جیسے ہی نبیلہ نے فون اٹھایا سعدیہ نے فٹافٹ کھانے کا بل آپس میں تقسیم کرنے کی کہانی سنا ڈالی اور اسے بتایا کہ اسے کھانے کا ذائقہ بہت بُرا لگا۔ میں ٹوتھ برش منہ میں لیے جلدی سے باتھ روم سے نکل آئی اور پوچھا ''کیا یہ نبیلہ سے بات ہو رہی ہے؟ میں اس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔'' میں نے ریسیور سعدیہ سے لے لیا۔

میں نے نبیلہ سے کہا ''میری بات غور سے سنو۔'' میں نے آدھا ٹوتھ پیسٹ نگل لیا اور باقی اپنے منہ میں ایک طرف اکٹھا کر لیا۔ ''ہمارے پاس انٹرنیٹ تک رسائی نہیں ہے۔ ہمارے پاس کوئی لیپ ٹاپ بھی نہیں ہے، اس لیے تمھیں یہ کام ہمارے لیے کرنا ہوگا۔ پورے گروپ کے نام ابھی ابھی ایک پیغام لکھو اور انھیں بتاؤ کہ ہم بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔ ان دنوں ہم بہت زیادہ مصروف ہوں گے۔ مارکو بہت اچھا ہے۔ وہ کیس پر بہت سنجیدگی سے کام کر رہا ہے۔ کیا تم یہ باتیں نوٹ کر رہی ہو؟''

''کیا مجھے نوٹ کرنا چاہیے؟'' نبیلہ نے گھبرا کر پوچھا۔

''ہاں، پلیز'' میں نے اپنی ہدایات جاری رکھیں۔ ''ہاں، مارکو بہت محنت کر رہا ہے۔ ہم نے صبح نو بجے سے لے کر رات گیارہ بجے تک کام کیا۔ مجھے خدشہ ہے کہ اگلے چند دن ہر روز ہمارے کام کے اوقات ایسے ہی ہوں گے۔ میں چاہتی ہوں کہ اسلام آباد میں موجود سب لوگ دعا کرتے رہیں اور تیار رہیں کہ شاید ہمیں ان

سے کسی چیز کی ضرورت پڑ جائے۔ انہیں بتا دو کہ فکر کی کوئی بات نہیں۔ ہمارے حوصلے بلند ہیں۔ اچھا، تم نے سب لکھ لیا؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں فوزیہ'' اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

اسے ابھی بھیج دو۔ وہ سب پریشان ہوں گے کہ ہم کہاں غائب ہو گئے ہیں۔'' نبیلہ نے مجھے یقین دلایا کہ وہ ابھی فوراً یہ پیغام بھیج دے گی۔ میں نے فون بند کیا اور باتھ روم کی طرف دوڑی کہ اپنے منہ میں جمع ٹوتھ پیسٹ سے جان چھڑاؤں لیکن باتھ روم بند تھا اور سعدیہ نہانا شروع کر چکی تھی۔ میں نے دل میں سوچا ٹھیک ہی تو ہوا۔ میں نے بھی تو اس قدر بے صبری دکھائی تھی۔

جب ہم دونوں تیار ہو رہے تھے تو میں نے سوچا کہ کاش ہم گیارہ کے گیارہ شکایت کنندگان یہاں موجود ہوتے۔ ہمیں ایک دوسرے سے حوصلہ ملتا۔ میں نے تصور کیا کہ وہ ہمارے ساتھ ہیں۔ دروازے پر دستک ہوئی اور راشیل اندر داخل ہوئی۔ اس کی آنکھیں کھل نہیں رہی تھیں۔ وہ تیار ہو چکی تھی اور اس کے ہاتھ میں ایک گائیڈ بک بھی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ آج ہم شام پانچ بجے تک کام سے فارغ ہو جائیں گے اور ہمیں شہر کا کچھ حصہ دیکھنے کا موقع مل جائے گا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ یہ ماساکو تھی جاپان سے! ہم خوشی سے اچھل پڑے۔ اس نے کہا آج دوسرا دن ہے کہ اسے ہماری طرف سے کوئی خبر نہیں ملی، اس لیے اس نے نبیلہ کو فون کیا اور اس سے ہمارا نمبر لیا۔ ہم تینوں اس سے بات کرنا چاہتے تھے۔ ہر پانچ سیکنڈ بعد ریسیور کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ اس نے مجھ سے بڑی سنجیدگی سے بات کی، ''میں آپ تینوں کا اپنے سب لوگوں کی طرف سے شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں کہ آپ لوگ وہاں پہنچی ہیں۔'' ہمیں اس کی باتوں سے بہت حوصلہ ملا۔

اس بار پھر مارکو یو این بلڈنگ کے دروازے پر ہمیں لینے آیا۔ آج چھٹی کا دن نہیں تھا اس لیے وہاں بہت بھیڑ تھی۔ ہم نے وہ جگہ دیکھی جہاں پر ہم نے کل کام کیا تھا۔ وہاں پر کم از کم بیس لوگ شہد کی مکھیوں کی طرح کام میں مصروف تھے۔ ہم مارکو کے کمرے میں پہنچے اور اس نے دروازہ بند کر دیا۔ اس کے چھوٹے سے دفتر میں ایک میز تھی اور دو کرسیاں تھیں۔ یہ ناممکن نظر آتا تھا کہ ہم سارا دن وہاں بیٹھیں اور کام کریں۔ ہمیں معلوم تھا کہ مارکو یو این میں اعلیٰ عہدے پر تھا اور حیران تھے کہ اس کا دفتر اتنا چھوٹا سا ہے۔ ہم حیران تھے کہ اتنی چھوٹی سی جگہ میں ہم کس طرح ملیں جلیں گے اور کام کریں گے۔

راشیل نے مارکو کو غزالہ کی گواہی کی ویڈیو پکڑائی تو وہ مسکرا دیا۔ اس نے کہا کہ وہ ہمیشہ اپنی چیزیں جمع کرانے میں تھوڑی دیر کر دیتی ہے۔ اگر اس کا بیان وقت پر مل جاتا تو ہوسکتا تھا کہ وہ ان چار کیسز میں شامل کی جاتی جنھیں نیویارک آ کر پیش ہونا تھا۔ اب اس کا ویڈیو بیان بھی بہت دیر سے پہنچا ہے۔ نئے شواہد پیش کرنے کی تاریخ گزر چکی ہے۔

جب ہم دوسری چیزوں پر کام کر رہے تھے تو میں نے مارکو کو وہ گراف دکھائے جو پال نے میری ٹیلی فون کالز کی معلومات کے بارے میں بنائے تھے۔ میں نے ان کی وضاحت کی۔ ''اس میں اس کی جولائی، اگست اور ستمبر 1995ء میں کی گئی کالوں کو دکھایا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکتوبر میں کالوں کی تعداد گھٹ گئی تھی۔ دوسرے گراف سے اس کی ہر ماہ اور ہر سال میں کی گئی کالوں کا پتہ چلتا ہے۔ اور تیسرے چارٹ میں موازنہ کیا گیا ہے کہ اس نے کتنی بار اور کتنی دیر تک کی کالیں کیں اور میں نے کتنی۔'' مارکو اپنی کرسی سے اچھل پڑا۔ میں نے فخر سے بتایا کہ یہ چارٹ میرے شوہر نے بنائے ہیں۔ مارکو نے کہا کہ میں پال کو مبارک باد دوں اور بتاؤں کہ اس نے وہ معمہ حل کر دیا ہے جو پریشانی کا باعث بنا ہوا تھا۔

مارکو لارئیٹ کے ساتھ ملاقات کی تیاری کر رہا تھا۔ پچھلے چار روز سے وہ اس سے کوئی بات نہیں کر سکا تھا۔ لمبی چھٹی والے ویک اینڈ سے کچھ مشکلات پیدا ہوئی تھیں۔ بہت سی نئی تبدیلیوں پر بات کرنے کی ضرورت تھی۔ کیا سماعت میں غزالہ کی ٹیپ کو شامل کیا جا سکے گا؟ کیا وہ سمیرا کی مجھ سے ٹیلی فون پر بات چیت کی ٹیپ کی بنیاد پر پورے کیس کا نئے سرے سے جائزہ لیں گے؟

ہم نے یو این کے کیفے ٹیریا میں جلدی جلدی لنچ کیا۔ یہاں سے ایسٹ ریور کا نظارہ بڑا خوبصورت تھا۔ ہمیں یہاں جو کھانا ملا وہ قابل برداشت تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سعدیہ کو اپنی مرضی کی چائے مل گئی۔

مارکو نے یو این بلڈنگ سے کچھ فاصلے پر ایک دوسری عمارت میں ایک کمرہ دیے جانے کی درخواست کی ہوئی تھی، جہاں پر ضابطہ کار کمیٹی کا اجلاس ہونا تھا۔ لنچ کے بعد ہم اپنی فائلیں اٹھائے اس بلڈنگ میں چلے گئے۔ مارکو لارئیٹ کے دفتر کے پاس رک گیا جو اسی بلڈنگ میں تھا۔ ہم سب دیکھنا چاہتے تھے لارئیٹ کیسا نظر آتا ہے۔ میرے ذہن میں کچھ ایسا نقشہ تھا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے سینگ ہوں گے، نوک دار کان ہوں گے، دم ہو گی اور نتھنوں سے دھواں نکل رہا ہو گا۔ حقیقت میں وہ بالکل ایسا دکھائی نہیں دیتا تھا بلکہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ اپنے فرانسیسی لہجے میں اس نے ہمارا خیر مقدم کیا اور کہا کہ اگر ہمیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو اسے بتائیں۔ ہم اس کی اسسٹنٹ نتالی سے بھی ملے۔ وہ بھی ایک بے حد خوش مزاج فرانسیسی وکیل تھی۔

ہم اپنے لیے مختص کمرے میں پہنچے۔ اگر یہ سوچیں کہ ہم امریکہ میں تھے تو وہ کمرہ انتہائی مایوس کن تھا۔ اس کمرے میں ایک بڑی سی ٹوٹی پھوٹی کانفرنس ٹیبل اور بارہ کرسیاں تھیں، اور اس کے علاوہ چلنے کے لیے بھی کوئی جگہ نہیں تھی۔ کوئی کمپیوٹر نہیں تھا اور صرف ایک فون تھا جو خراب تھا۔ میں نے فوراً ایک کمپیوٹر کی درخواست کی جسے کم از کم اوقاتِ کار کے بعد ہم استعمال کر سکیں۔ مجھے یقین تھا کہ ہم رات دیر تک کام کرتے رہیں گے اور شام میں ہمیں کچھ نہ کچھ کام کمپیوٹر پر کرنے کی ضرورت ہو گی۔ دفتر میں کمپیوٹر بھرے پڑے تھے لیکن کسی نے ہماری درخواست کا جواب نہیں دیا۔ ہم نے درخواست کی کہ ہمیں ایک فون ایسا دے دیا جائے جو کام کرتا ہو تو

جواب ملا کہ اس فون کو ٹھیک کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ راشیل نے پوچھا کہ ہمیں کافی کہاں سے مل سکے گی تو کہا گیا کہ ہمیں بلڈنگ سے باہر جانا ہوگا جہاں سڑک کے پار کافی کے سٹال موجود ہیں۔

مارکو نے غزالہ کی ویڈیو ٹیپ دیکھنے کے لیے ایک جدید کانفرنس روم میں انتظام کیا۔ یہاں پر ایک بہت بڑی سکرین تھی۔ نتالی نے کہا کہ وہ بھی ہمارے ساتھ موجود ہوگی۔ میں یہ جاننے کے لیے بے چین تھی کہ غزالہ نے کیا کہا ہے۔ پہلے اس نے اپنا تعارف کرایا اور پھر طارق کے بارے میں شکایت کرنے کے متعلق تشویش اور خوف کی بات کی۔ اپنے خاندان کی شہرت کے بارے میں اپنی پریشانی کا بتاتے ہوئے اس نے کہا اس کی ٹیپ کو راشیل کے کیس کے لیے گواہی کے طور پر قبول کیا جائے۔ اس نے وضاحت کی کہ اس نے اپنا تکمیلی بیان کیوں نہیں بھجوایا۔ اس نے بتایا کہ یہ اس کی دوسری شادی ہے اور وہ کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتی۔ اسے اپنے شوہر کو قائل کرنے پر بہت محنت کرنی پڑی کہ وہ اسے اس شکایت کا حصہ بننے کی اجازت دے دے۔ بعد میں جب کیس کی خبریں اخبارات میں چھپنے لگیں تو اس کا شوہر بہت پریشان ہو گیا اور اسے کہا کہ اب وہ مزید اس سلسلے میں کوئی حصہ نہ لے۔ اس نے کہا کہ ''میرے بچے ہیں اور خاندان بھی ہے۔ میرے بہن بھائیوں کے بھی بچے ہیں۔ پاکستان میں اگر آپ اس قسم کے کسی معاملے میں ملوث ہو جائیں تو معاشرہ آپ کو کبھی معاف نہیں کرتا۔ بدنامی کا داغ آپ کے ساتھ رہتا ہے۔ مجھے اپنی زندگی یہیں گزارنی ہے اور میرے بچوں کو بھی اسی معاشرے میں زندہ رہنا ہے۔'' اس نے اپنی پوزیشن واضح کرنے کے لیے اپنے خدشات پر زور دیا۔

اس نے کہا کہ پہلے بل ڈکنز اور پھر طارق نے ایک ہی طرح کی حرکتیں کیں۔ بل ڈکنز اس سے کہا کرتا تھا کہ بستر میں وہ شیرنی جیسی ہوتی ہوگی۔ پہلے جب اس کے لمبے بال ہوتے تھے تو بل ڈکنز کہا کرتا تھا کہ وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنا چاہتا ہے۔ میں نے مارکو کی طرف دیکھا کیونکہ پہلے صرف میں ہی تھی جسے بل ڈکنز سے شکایات تھیں۔ غزالہ نے بہت سے واقعات کا ذکر کیا۔ جب اس نے انٹرا ایجنسی یونٹ میں کام کرنا شروع کیا تو طارق نے اسے شراب کے نشے کی حالت میں فون کیا اور جنسی گفتگو شروع کر دی۔ اس نے ایسے الفاظ استعمال کیے جو جنسی تعلقات والے افراد آپس میں استعمال کرتے ہیں۔ اسے اس رویے سے سخت کراہت محسوس ہوئی اور اس نے طارق سے کئی بار کہا کہ ایسی باتیں اسے بے حد ناپسند ہیں۔ اس نے بتایا کہ طارق نے اس کے ساتھ جنسی قسم کی گفتگو جاری رکھی۔ وہ اس کی شرمندگی سے لطف اندوز ہوتا تھا۔ طارق نے نہ صرف اس پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی بلکہ اس کے سامنے دوسری عورتوں کے بارے میں بھی جنسی نوعیت کے تبصرے کیا کرتا تھا۔ اس نے دوسری عورتوں کے ساتھ اپنے جنسی تعلقات کی تفصیلات اسے بتائیں۔ اکثر اوقات وہ بات چیت کے دوران ہی اس کے دفتر سے اٹھ آتی تھی کیونکہ وہ اس کی التجاؤں پر بالکل کان نہیں دھرتا تھا کہ وہ ایسی باتیں سننا نہیں چاہتی۔

پھر غزالہ راشیل کے کیس پر بات کرنے لگی۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا اور تفصیل سے بات کرنی شروع کہ کس طرح راشیل اور تسنیم اس کے پاس آئیں اور طارق کے رویے کے بارے میں بات کی۔ اس نے طارق کی یہ بات بھی دہرائی کہ ہر دفعہ جب وہ راشیل کو دیکھتا ہے تو اس کی جنسی خواہش بیدار ہو جاتی ہے۔

میں نے راشیل اور سعدیہ کی طرف دیکھا اور ہم تینوں مسکرا دیے۔ اپنی ہچکچاہٹ اور خوف کے باوجود اس نے سب کہہ دیا۔ میں نے دعا کی کہ کمیٹی اس کے بیان کو دیر سے ملنے کے باوجود قبول کر لے اس لیے کہ وہ گواہ کے طور پر شریک ہو رہی تھی۔ میں سمجھتی تھی کہ اگر اس کے بیان کو تسلیم نہ بھی کیا گیا تو بھی مجھے اس پر فخر رہے گا کہ اس نے آگے بڑھ کر ویڈیو کیمرہ کے سامنے ساری بات کہی اور اس کی ٹیپ نیویارک بھجوائی۔ اس نے درخواست کی کہ اس ٹیپ کی کاپی نہ کرائی جائے کیونکہ اسے ڈر ہے کہ طارق اس ٹیپ کو اس کے خلاف استعمال کرے گا۔

اس نے اپنی بات کا اختتام یہ کہہ کر کیا کہ اس نے، راشیل، تسنیم اور نگین نے اس بات پر خاصی بحث اور غور کیا کہ وہ شکایت کنندگان میں شامل ہوں یا نہیں۔ اس نے کہا ''ہم لوگ کئی راتیں اکٹھے بیٹھے۔ ہم نے باتیں کیں، روئے بھی اور خوف بھی محسوس کیا، مگر آخر کار ہم سب نے بات کہہ دینے کا فیصلہ کیا۔ میں نے یہ فیصلہ خود اپنی مرضی سے کیا۔''

مارکو ویڈیو کو بند کرنے کے لیے اٹھا۔ ہم سب خاموش رہے۔ نتالی خاصی متاثر نظر آ رہی تھی۔ یہ لکھی ہوئی رپورٹیں پڑھنے سے کہیں مختلف تھا کہ آپ کسی انسان سے اس کو ہراساں کیے جانے اور اس بارے میں اس کے خوف اور خدشات خود اس کی زبانی سنیں۔ یوں لگتا تھا کہ نتالی نے ہماری بات کا اعتبار کرنا شروع کر دیا تھا۔ ہم تینوں کے جذبات ملے جلے تھے۔ ہم خوش تھے کہ غزالہ کی ٹیپ آ گئی اور ہم اسے پیش کر سکتے تھے لیکن طارق کے بارے میں مزید باتیں سن کر ہم دکھی بھی تھے اور دلبرداشتہ بھی۔ مجھے بہت دکھ تھا کہ غزالہ کو یو این ڈی پی چھوڑنا پڑ گیا۔

ہم اپنے بدصورت کمرے میں واپس آ گئے اور میز کے کونوں میں اپنے اپنے کاغذات پھیلانا شروع کر دیے۔ مارکو نے سعدیہ سے کہا کہ اب اسے اس کے ساتھ کام کرنا ہوگا۔ نتالی بھی ہمارے ساتھ آ گئی۔ لگتا تھا کہ وہ ابھی بھی اس ویڈیو کے اثر میں تھی۔ مارکو نے اس کی طرف دیکھا اور کہا ''طرز عمل میں بہت سی مماثلت ہے۔ طارق سے انھیں جو خوف ہے وہ قابلِ فہم ہے۔''

مارکو نے سعدیہ سے کہا کہ وہ اپنے فولڈر نکال لے اور وہ دونوں ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ نتالی اپنے دفتر چلی گئی اور راشیل نے کھڑکی کے پاس بیٹھ کر اپنی گائیڈ بک پڑھنا شروع کر دی۔ یہ گائیڈ بک ہمارے لیے نیویارک کے بارے میں معلومات کا واحد ذریعہ تھی۔ وہ اس بات پر ڈٹی ہوئی تھی کہ آج رات کے کھانے کے لیے کوئی انڈین یا پاکستانی ریسٹورنٹ ڈھونڈ کر رہے گی۔ وہ چاہتی تھی کہ سعدیہ کم از کم ایک تو مناسب کھانا کھا لے۔

تھوڑی دیر میں سعدیہ واپس آئی اور میرے ساتھ بیٹھ گئی۔ وہ تقریباً رو پڑی جب اس نے بتایا کہ اس کا سیشن بالکل بھی اچھا نہیں رہا۔ وہ مارکو کے کسی بھی سوال کا جواب نہیں دے سکی۔ راشیل نے ان کی بات چیت سن لی تھی۔ وہ بھی ہمارے ساتھ آ کر بیٹھ گئی۔ اس نے پوچھا کہ کیا اسے انگریزی بولنے میں دشواری ہو رہی ہے۔

سعدیہ نے کہا ''نہیں، مجھے معلوم ہے میں ٹھیک ہو جاؤں گی۔ میں نے پینل کو ہر چیز بتائی تھی، بتائی تھی ناں! میں یہ کر سکتی ہوں۔ مگر اس طرح نہیں جیسے میں 'کسوٹی' کھیل رہی ہوں۔'' کسوٹی پاکستان میں ٹیلی ویژن پر ایک کھیل ہوا کرتا تھا جس میں لوگوں کو بیس سوالوں کے ذریعے کسی مشہور شخصیت کا نام بُوجھنا ہوتا تھا۔ وہ صرف سادہ سوالات پوچھ سکتے تھے جن کا جواب ہاں یا نہ میں ہو۔ وہ مارکو کے جلدی جلدی سوال پوچھنے کے انداز کی بات کر رہی تھی۔

راشیل نے پوچھا کیا اسے مارکو کی انگریزی سمجھنے میں کوئی مسئلہ درپیش ہے۔ اس نے کہا ''میں سمجھ لوں گی، لیکن اس طرح نہیں''۔ مجھے اس کے سوال پوچھنے کے بعد وقت چاہیے تاکہ میں اس سوال کو اپنے ذہن میں اردو میں دہرا سکوں اور اس کا جواب سوچ سکوں اور پھر اس کے لیے انگریزی الفاظ سوچ سکوں اور پھر انھیں بولوں۔ میں گھوڑے کی طرح دوڑ نہیں سکتی۔'' وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی۔

ہم نے اسے کہا کہ وہ مارکو سے صاف صاف بات کرے۔ اس کے حواس بحال کرنے کے لیے ہم نے اس سے پوچھا کہ کیا وہ باہر جا کر چائے پینا چاہتی ہے۔ اس پر اس نے مزید شکایت کر دی۔ اس نے کہا یہاں بہت سارے لوگوں کے پاس کافی میکر اور چائے بنانے کا سامان ہے لیکن کسی نے ہمیں اسے استعمال کرنے کی پیشکش نہیں کی۔ سارا وقت یہی کہتے ہیں کہ باہر جاؤ اور وہاں سے خریدو۔ وہ اس بات پر بھی ناراض تھی کہ مارکو اور نتالی اپنے لیے کھانا لے آتے ہیں اور اس کے سامنے بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ سعدیہ کو اس قدر شرمندگی ہوتی تھی کہ وہ ان کی طرف دیکھ بھی نہیں سکتی تھی۔ ''میں حیران ہوں کہ ان کے ماں باپ نے انھیں کچھ سکھایا بھی ہے؟'' اس نے کہا۔ ''انہوں نے ایک بار بھی مجھ سے نہیں پوچھا'' اس نے غصے سے اپنے سر کو جھٹکا۔

میں جانتی تھی کہ وہ اپنے سیشن کے بارے میں ناخوش تھی، اسے اسلام آباد یاد آ رہا تھا اور اسے نیویارک کا اتنا مختلف کلچر پریشان کر رہا تھا۔ میں ہنسی اور اسے گلے لگایا۔ میں نے اسے بتایا کہ یہ لوگ بدتمیز نہیں ہیں بلکہ ان کے ہاں کا رواج ذرا مختلف ہے۔ ہم باہر چلے گئے۔ وہاں سعدیہ کی نظر تحفوں کی ایک دکان پر پڑ گئی۔ وہ رک گئی اور چیزیں دیکھنے لگی۔ میں چاہتی تھی کہ وہ ذرا بہتر محسوس کرے اس لیے میں نے اس سے پوچھا کہ کیا وہ کچھ خریدنا چاہتی ہے۔ اس نے کہا کہ اسے خود اپنے لیے تو کچھ نہیں چاہیے لیکن ہاسٹل کی دوستوں کے لیے نیویارک سے کچھ لے کر جانا ہوگا۔ 'اگر میں ان سے یہ کہوں گی کہ سات دنوں میں مجھے شاپنگ کے لیے ذرا سا بھی وقت نہیں ملا تو وہ میری بات کا یقین نہیں کریں گی۔'' ہم سب ہنس پڑے۔ ہم نے سعدیہ سے کہا کہ وہ اس بلاک

میں تحفوں کی دکانوں پر نظر ڈال لے۔ میں اور راشیل مارکو کے پاس واپس چلے جاتے ہیں کہیں اسے کسی کاغذ وغیرہ کی ضرورت نہ ہو۔ سعدیہ ہچکچاتے ہوئے مان گئی۔

ذرا دیر میں سعدیہ عجیب سا منہ بنائے بغیر کوئی چیز خریدے واپس آگئی کیونکہ اچانک اسے خیال آیا کہ طارق اور اس کا وکیل جلد ہی پہنچنے والے ہوں گے۔ کیا ہوگا اگر وہ اسی سٹریٹ میں آجائیں اور اسے تن تنہا دیکھ لیں؟ اس کے دماغ میں یہ خیال آیا تو وہ گھبراہٹ میں دفتر کا راستہ بھول گئی۔ خوش قسمتی سے اس نے دیکھا کہ نبیلہ ایک بلڈنگ کے اندر جا رہی ہے۔ اس نے سوچا کہ یو این ڈی پی کی بلڈنگ یہی ہوگی اور اس کے پاس جا پہنچی۔

ہم سب نبیلہ سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ مجھے سب سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ پاکستان میں بیٹھے گروپ کے لوگوں کو ای میل بھیجی جائے۔ میں نے اس سے وعدہ لیا کہ وہ گھر جاتے ہی گروپ والوں کو تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کرے گی۔ میں نے دوبارہ پوچھا کیونکہ اس وقت پاکستان میں صبح ہو رہی تھی۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ لوگ دن بھر انتظار کرتے رہیں۔ میرا شدت سے دل چاہا کہ کاش ہمیں ای میل تک رسائی ہوتی!

مارکو لارئیٹ سے ملنے کے بعد واپس آگیا۔ ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر کسی تبصرے کے لیے مارکو کے چہرے کو دیکھا۔ اس نے بتایا کہ لارئیٹ کو یقین نہیں کہ غزالہ کی ٹیپ اور فون پر بات چیت کے متن کو قبول کیا جائے گا لیکن مارکو نے اسے قائل کر لیا ہے کہ اس بات کا فیصلہ کمیٹی پر چھوڑ دیا جائے۔ ہم اس کے لیے کافی لائے تھے اور اس نے خوشی خوشی چند گھونٹ لیے اور سعدیہ سے کہا کہ وہ مزید آگے بڑھنے سے پہلے اس کے کیس کو مکمل کرنا چاہتا ہے۔

میں نے آنکھوں آنکھوں میں سعدیہ سے پوچھا کہ کیا وہ چاہتی ہے کہ میں مارکو سے بات کروں مگر اس نے اشارہ کیا کہ نہیں۔ جب مارکو نے بات شروع کی تو سعدیہ نے ہم لوگوں سے کہا کہ ہم کمرے سے باہر چلے جائیں تاکہ وہ الگ سے بات کر سکے۔ مارکو حیران ہوا اور ہماری طرف دیکھا۔ ہم مسکرائے اور کہا کہ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ سعدیہ نے کہا کہ ہماری موجودگی میں اسے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اس کی نگرانی کی جا رہی ہے۔

ہم قریب ہی فوٹو کاپی روم میں چلے گئے۔ وہاں بیٹھنے کی کوئی جگہ نہیں تھی لیکن ہم نے اس کے نزدیک ہی ایک جگہ ڈھونڈ لی جہاں قالین بچھا ہوا تھا اور پاکستانی سٹائل میں زمین پر بیٹھ گئے۔ میں نے سمیرا کے ساتھ فون پر بات چیت کے متن کی فوٹو کاپیاں بنانا شروع کر دیں تاکہ ہم انھیں کمیٹی کے ارکان کو دے سکیں۔ میں نے نبیلہ اور راشیل سے کہا کہ اہم حصوں کو ہائی لائیٹ کر دیں جس طرح ایک کاپی پر میں کر چکی ہوں۔

اس دوران، سعدیہ نے، جیسا کہ اس نے بعد میں مجھے بتایا، زیادہ اعتماد کے ساتھ بات کی۔ اس نے مارکو سے منوا لیا کہ وہ پہلے اسے بات کرنے دے اور واقعات کو اپنے طریقے سے سنانے دے۔ اس کے بعد اگر کچھ

رہ گیا ہو تو اس پر سوالات پوچھے۔ اس نے واضح کیا کہ یہ ایک جذباتی مسئلہ ہے اور وہ اسے ٹکڑوں میں توڑ کر چھوٹے چھوٹے سوالات کا جواب نہیں دے سکتی۔ چند ایک ابتدائی سوالات کے بعد اس نے وہ واقعات بیان کرنا شروع کر دیے جو اسے طارق کے ساتھ پیش آئے۔

جب سعدیہ نے اپنی بات ختم کی تو مارکو نے لمبا سانس لیا اور پوچھا، ''تم نے دوسروں کے ساتھ شکایت کرنے کا فیصلہ کیوں کیا؟'' سعدیہ نے جواب دیا کہ میں شروع میں شامل نہیں ہونا چاہتی تھی۔ تاہم یہ صرف ایک واقعہ نہیں تھا۔ طارق بار بار اس کے پاس آتا رہا۔ اسے لگا کہ وہ جان بوجھ کر سعدیہ کی اس بات کو نظر انداز کرتا ہے کہ اسے طارق میں کوئی دلچسپی نہیں۔ اسے کوئی طریقہ چاہیے تھا کہ وہ اسے روک سکے۔

سعدیہ کے بے حد جذباتی بیان کو سنتے سنتے مارکو تھک گیا اور وہ اس سے مزید کوئی سوالات کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ کمرے سے باہر نکل گیا اور مجھے نبیلہ اور راشیل کو اشارہ کیا کہ ہم اندر چلے جائیں۔ میں نے سعدیہ کی سرخ آنکھوں کو دیکھا اور اسے گلے لگایا۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ ایک ہی کہانی کو بار بار دہرانا کتنا مشکل ہے۔ میں نے اسے یقین دلایا کہ ایک نہ ایک دن یہ ختم ہو جائے گا۔ اس نے مسکرا کر میری طرف دیکھا۔ مارکو چپ ہو کر رہ گیا۔ اس نے کہا میں کافی لینے کے لیے جا رہا ہوں۔ ہم سب میز کے گرد اکٹھے ہو گئے۔

سعدیہ اپنے منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارنے کے لیے واش روم چلی گئی۔ واپس آتے ہوئے اس نے مسٹر ٹوچن کو دیکھا جو ہمارے ابتدائی تحقیقاتی پینل کے سربراہ تھے۔ وہ حیران بھی ہوئی اور بہت خوش بھی۔ زوردار مسکراہٹ اور جوش کے ساتھ اس نے مسٹر ٹوچن کی طرف قدم بڑھایا، لیکن جب اس نے سعدیہ کو دیکھا تو منہ دوسری طرف کر لیا جیسے وہ اس سے ملنے سے کترا رہا ہو۔ سعدیہ رک گئی۔ وہ اس رویے کو سمجھ نہیں سکی لیکن اس نے اسے سلام کرنے کا خیال ترک کر دیا۔ جب اس نے ہمیں اس بارے میں بتایا تو وہ بڑی مایوس لگ رہی تھی۔

میں نے اسے بتایا کہ مارکو مسٹر ٹوچن سے رابطہ کر رہا ہے کہ وہ اپنا بیان دے۔ وہ اسی لیے یہاں آیا ہوگا۔ سعدیہ کو یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ اس نے ہمیں ہیلو کیوں نہیں کہا، خاص طور پر اس لیے کہ اسلام آباد میں تحقیقات کے دوران وہ خاصی حمایت کرتا تھا۔

''چھوڑو سعدیہ!'' میں نے لاپروائی سے کہا ''یہاں ہر شخص اپنے کسی چکر میں ہے۔ کیا پتہ وہ کوئی رازداری کا ڈرامہ کر رہا ہے یا ہم سے کسی قسم کے رابطے سے بچنا چاہ رہا ہے تاکہ یہ کہہ سکے کہ وہ غیر جانبدار تھا؟'' میز کے گرد بیٹھے سب لوگوں نے شک بھری نگاہ سے میری طرف دیکھا۔ ''مجھے صرف یہ معلوم ہے کہ اس نے میری درخواست کی حمایت نہیں کی۔ اسے میری بات پر اعتبار نہیں آیا تھا۔'' راشیل نے یاد دلایا کہ ٹوچن نے میرے کیس کو جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کا کیس قرار دیا تھا۔ ''ہاں'' میں نے کہا ''مگر میرے پاس اس سے

کہیں زیادہ شواہد موجود تھے جتنے اس نے تسلیم کیے۔'' میں نے برا سا منہ بنا کر چہرہ دوسری طرف کر لیا۔ سعدیہ نے کہا کہ اسے کچھ ٹرانسپیرنسیز تیار کرنی ہیں۔ وہ اپنا فولڈر اٹھا کر فوٹو کاپی مشین کی جانب بڑھ گئی۔ راشیل اور نبیلہ اس کی مدد کرنے اس کے ساتھ چل پڑیں۔

میں بیٹھ کر تحقیقاتی پینل کی رپورٹ پڑھنے لگی۔ مجھے پینل پر غصہ تھا کہ انھوں نے میری تین سال کی مصیبتوں کو تسلیم نہیں کیا اور صرف چند واقعات بیان کیے۔ میں نے سوچا کہ شاید میری سہیلیاں درست کہہ رہی تھیں۔ مجھے کم از کم انھیں یہ کریڈٹ دینا چاہیے کہ انھوں نے چار کیسز میں جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کو تسلیم کیا۔ وہ چاہتے تو ہر چیز پر پردہ ڈال دیتے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ ممکن ہے مسٹر ٹوچن پرانے خیالات کے مالک ہوں لیکن انھوں نے مزید تحقیقات کی ضرورت تو تسلیم کی۔ میں نے کاغذات پرے رکھ دیے لیکن اپنی کرسی سے اٹھ نہ سکی۔ میرا پورا جسم ان باتوں کے بوجھ سے دکھ رہا تھا جو ان کہی رہ گئی تھیں، وہ سب لوگ جنھوں نے ہمارا اعتبار نہیں کیا اور ہمیں مایوس کیا۔

واپس آ کر ہم لوگوں نے رات کے کھانے کے لیے مختصر سا وقفہ کیا، اگرچہ مارکو کے سوا کسی اور کو بھوک نہیں لگی تھی۔ کھانے کے بعد ہم ایک بار پھر راشیل کے بیان کی تیاری کے لیے اسی بدصورت کانفرنس روم میں آ گئے۔ ہم سب تھکے ہوئے تھے۔ سعدیہ اس طرح جھول رہی تھی جیسے نشہ کر رکھا ہو۔ میں نے مشورہ دیا کہ وہ دو گھنٹے کے لیے کمرے میں چلی جائے۔ اس نے پوچھا کیا اس بات کا کوئی امکان ہے کہ طارق سٹریٹ میں اسے نظر آ جائے۔ راشیل اور میں دونوں ہنسے اور اسے بتایا کہ وہ اگلے دن یہاں پہنچ رہا ہے۔ ہم نے اسے ہوٹل کا راستہ سمجھا کر بھیج دیا۔

راشیل تھک کر میز کے قریب بیٹھ گئی۔ مارکو انتھک کام کرنے والا تھا، وہ اپنا لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھ گیا۔ کبھی کبھی جب اس کی آنکھیں تھک جاتیں تو وہ انھیں چند مرتبہ زور سے میچتا اور پھر کام کرنے لگ جاتا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ کیسے روزانہ دس بجے شہر سے نکل کر دو گھنٹے ٹرین میں سفر کر لیتا تھا۔ اس کی بیوی اسے لینے ٹرین سٹیشن تک آتی تھی اور وہ تقریباً ایک بجے گھر پہنچتا تھا، اور اگلے روز سات بجے پھر دفتر کے لیے چل پڑتا تھا۔

ایک مرتبہ اس نے ہمیں بتایا کہ اس کی بیوی نے اس سے کہا ہے کہ آئندہ وہ کبھی ایسے کام کے لیے رضاکارانہ خدمات پیش نہ کرے کیونکہ اس سے اس کے پاس گھر والوں کے لیے کوئی وقت نہیں بچتا۔ یہ بات بس یونہی اس کے منہ سے نکل گئی ورنہ جتنے دن ہم وہاں رہے وہ پوری توانائی کے ساتھ اور پوری لگن کے ساتھ بغیر کوئی گلہ کیے مسلسل کام میں لگا رہا۔ ہم تھک جاتے تھے مگر مارکو نہیں۔ نہ ہی وہ کبھی ہمیں یہ محسوس ہونے دیتا تھا کہ وہ ہم پر کوئی خاص مہربانی کر رہا ہے۔ وہ یہ سب کچھ صرف اس لیے کر رہا تھا کہ اسے درست سمجھتا تھا۔ اگر بہترین پیشہ ورانہ کارکردگی کا نوبل پرائز دینا میرے بس میں ہوتا تو میں یہ انعام مارکو کو دیتی۔ وہ یو این کے

انسانیت، سماجی انصاف اور انسانی حقوق کے وعدوں کی تکمیل کے لیے کام کر رہا تھا۔

راشیل اور مارکو نے بنیادی سوالات پر بات شروع کی اور میں اور نبیلہ فوٹو کاپی روم میں چلے گئے تاکہ میں اپنی ٹرانسپیرنسیز مکمل کرلوں۔ میں نے نبیلہ سے پوچھا کہ وہ نیوجرسی میں اپنے گھر کے معاملات کیسے چلا رہی ہے۔ اس نے کہا کہ بس گزارا ہورہا ہے۔ نیوجرسی میں رہتے ہوئے وہ مارکو کی طرح ٹرین کے ذریعے دوسری جگہوں کا سفر کرتی تھی۔ ہم نے بڑی کوشش کی کہ وہ سماعت کے دوران ہماری گواہ بن سکے لیکن لیگل سیکشن اس پر راضی نہ ہوا۔

جلد ہی سعدیہ آ گئی۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ وہ اتنی جلدی کیسے آ گئی۔ کچھ کہے بغیر وہ خاموشی سے میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا، ''دراصل میں ہوٹل پہنچ ہی نہیں سکی۔ میں راستہ بھول گئی۔'' میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ میں نے کہا راستہ تو بالکل سیدھا تھا۔ اس نے کہا، ''مجھے معلوم ہے لیکن میں کھو گئی اور پہلے تو میں پوچھنے سے ڈرتی رہی کیونکہ مجھے یہ زیادہ محفوظ نہیں لگ رہا تھا۔ آخر میں نے راستے میں کئی لوگوں سے پوچھا اور 45 سٹریٹ تک پہنچ گئی۔ اتنے زیادہ لوگ ہیں کہ آدمی بوکھلا جائے۔ پھر میں نے یو این بلڈنگ کا پوچھا اور قریب پہنچنے پر میں نے اسے پہچان لیا۔''

میں ہنس پڑی، نبیلہ نے مجھ سے پوچھا اس میں ہنسی کی کیا بات ہے۔ میں نے دیکھا سعدیہ نے چہرہ نیچے جھکا رکھا تھا اور شرمندہ ہو کر میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے جواب دیا ''کچھ نہیں''۔ ہم واپس اپنے کمرے میں گئے۔ راشیل ابھی تک مارکو سے بات کر رہی تھی۔ ہم میز کے گرد بیٹھ کر ان کی بات ختم ہونے کا انتظار کرنے لگیں۔

مارکو نے راشیل سے پوچھا ''تم نے اس ہراساں کیے جانے کی شکایت کیوں کی؟''

اس نے کچھ دیر تک سوچا اور پھر کہا ''میں نے دیکھا کہ یہ سب کے ساتھ ہو رہا ہے صرف میرے ساتھ نہیں۔''

''کیا تمھارے شکایت کرنے کی وجہ یہی ہے؟''

''ہاں، مجھے معلوم تھا کہ وہ کچھ غلط کر رہا ہے۔ اس کی حرکتوں سے مجھے بے حد پریشانی ہوتی تھی لیکن جب میں نے دیکھا کہ دوسروں کو بھی یہی مسئلہ ہے تو میں نے کچھ قدم اٹھانے کا فیصلہ کرلیا۔''

''اور تم نے رابرٹ کو کیوں نہیں بتایا؟''

راشیل نے اس پر کچھ دیر سوچا۔ ''میرا خیال ہے کہ جب میں یہ سمجھتی تھی کہ صرف میں ہی ہوں جس کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے تو میں اتنی شرمندہ تھی کہ اسے بتا نہیں سکتی تھی۔ پر جب مجھے دوسروں کے بارے میں پتہ چلا تو پھر میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔''

مارکو نے کہا کہ وہ اپنے دل میں سوچے اور ان سوالات کے صحیح جواب تلاش کرے۔ وہ چاہتا تھا کہ راشیل اپنے اندر سچ تلاش کرے۔ اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ایک بھاری بھرکم فائل میز پر مارتے ہوئے

بولا'' آج کے لیے بس اتنا ہی''۔ سعدیہ جو تقریباً سو رہی تھی، ہڑبڑا کر جاگی اور زور سے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

نبیلہ نے مارکو سے کہا کہ وہ اس کے ساتھ ہی ٹرین پر جائے گی۔ مارکو نے کہا کہ وہ ٹرین پر سفر کے دوران کام کرتا رہے گا اس لیے نبیلہ اس سے کسی گپ شپ کی توقع نہ رکھے۔ پتہ نہیں وہ مذاق کر رہا تھا یا سچ کہہ رہا تھا مگر نبیلہ نے وعدہ کر لیا کہ وہ اس کے کام میں مخل نہیں ہوگی۔

وہ چلے گئے تو ہمیں اندازہ ہوا کہ ہم بہت تھک گئی ہیں اور اپنے ساتھ بھاری بھرکم فائلیں ہوٹل تک نہیں لے جاسکتیں۔ ہم نے ادھر ادھر دیکھا۔ ایک طرف کچھ ڈبوں میں پھٹے ہوئے کپڑے، کاغذ، پرانی رپورٹیں اور کچھ دوسرا سامان پڑا تھا۔ اسی لیے تو کمرہ اتنا بے ترتیب لگ رہا تھا۔ ہم نے فیصلہ کیا اپنی فائلیں ان ڈبوں میں چھپا دیں اور اوپر پھٹے ہوئے کاغذ ڈال دیں۔ چھوٹے فولڈر ہم اپنے ساتھ لے آئے۔

اس وقت بہت دیر ہو چکی تھی اور ہم سب بہت تھکے ہوئے تھے لیکن راشیل چاہتی تھی کہ ہم ایک انڈین ریسٹورنٹ جائیں۔ میں اس کا دل توڑنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کی گائیڈ بک سے کچھ تو فائدہ اٹھانا تھا۔ ہم نے ٹیکسی لی اور مزیدار مگر خاصا مہنگا دیسی کھانا کھایا۔

باب:55

طارق سے آمنا سامنا: چوتھا روز

ضابطہ کمیٹی کی سماعت شروع ہونے سے پہلے یہ آخری دن تھا۔ نتالی نے ہمیں بتایا کہ طارق اور اس کا وکیل سلمان پاکستان سے یہاں پہنچ گئے ہیں اور اپنی ابتدائی بریفنگ کے لیے لارئیٹ کے ساتھ ہیں۔ میرا سانس رک گیا۔ مجھے خود پر حیرانی تو تھی ہی، میں نے راشیل کی طرف دیکھا تو اس کا بھی رنگ زرد پڑ چکا تھا۔ مجھے سعدیہ کی فکر لاحق ہوگئی۔ وہ ابھی سیڑھیوں سے نیچے استقبالیہ تک گئی تھی تاکہ نبیلہ کو اوپر لے آئے۔ نبیلہ چند گھنٹے ہمارے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔

اسی لمحے وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے انھوں نے کوئی بھوت دیکھ لیا ہے۔ راشیل نے اور میں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور سمجھ گئے کہ کیا گزری ہے۔ سعدیہ اپنا سانس بحال کرنے کی کوشش کرتی رہی جبکہ نبیلہ نے اونچی ڈرامائی آواز میں کہا ''سوچو بھلا ہم نے کسے دیکھا؟'' اس نے اپنی چیزیں جلدی سے میز پر رکھ دیں اور ہاتھ بھینچ لیے۔ راشیل نے اسے بتایا کہ نتالی نے ابھی ابھی اس کی آمد کا اعلان کیا ہے۔ نبیلہ نے ایک کرسی کھینچ لی اور کہنے لگی، ''ہم نے اسے دیکھا، ہم نے اسے دیکھا! وہ اتنا بوڑھا دکھائی دے رہا ہے۔ اس نے سوٹ بوٹ سب پہن رکھا ہے، ٹائی بھی'' وہ کھلکھلاتے ہوئے بولی۔ سعدیہ نے کچھ اپنے آپ پر قابو پایا اور ہمیں مزید تفصیل بتائی کہ انھوں نے اسے کہاں دیکھا، وہ اس کے پاس سے کس طرح گزریں اور اس کے وکیل نے ان کی طرف کس طرح دیکھا۔ وہ ابھی تک گھبرائی ہوئی تھی۔

مارکو بھی یہی خبر دینے دوڑا ہوا آیا اور ایک اچھے وکیل کی طرح ہمیں محتاط رہنے کی کچھ ہدایات دیں۔ اس نے کہا کہ اگر ہمیں طارق مل جائے تو ہمیں اس سے بات نہیں کرنی چاہیے اور اگر وہ بات شروع کرے تو اس کا جواب نہیں دینا چاہیے۔ ہم نے اثبات میں جواب دیا۔ ویسے بھی ہم اس سے بات چیت کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ مارکو نے کہا کہ طارق کو عمارت کی اسی منزل پر ایک دفتر دیا گیا ہے اس لیے ہمیں اس راہداری کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔ میں نے فون کرنے کی کوشش میں وہ دفتر دیکھ رکھا تھا۔ میں نے احتجاج کیا کیونکہ اس دفتر میں کمپیوٹر، انٹرنیٹ، ٹیلی فون سمیت تمام سامان موجود تھا۔ میں نے کہا کہ ہم تین افراد ہیں اور پھر بھی ہمارے

کمرے میں ایک کمپیوٹر تک نہیں ہے۔ مارکو نے کوئی جواب نہیں دیا۔

اب جبکہ طارق پہنچ گیا تھا انھیں نئے شواہد کے بارے میں بات کرنی تھی۔ مارکو اس بات کو یقینی بنانا چاہتا تھا کہ طارق کی بیوی کی فون پر گفتگو کی ٹیپ اور غزالہ کے بیان کی ویڈیو ٹیپ کا معاملہ ضرور زیر بحث آئے۔ لارئیٹ، طارق، اس کے وکیل، اور مارکو نے ایک طویل میٹنگ کی۔ میں سعدیہ، راشیل اور نبیلہ سوچتے رہے کہ طارق کا فون پر اپنی بیوی کی گفتگو کی آڈیو ٹیپ پر کیا ردعمل رہا ہوگا۔ ہم نبیلہ کے جانے سے پہلے پہلے اپنی تیاریوں پر توجہ مرکوز رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔

مارکو واپس آیا مگر اس کے پاس کوئی ٹھوس معلومات نہیں تھیں۔ وہ راشیل کے ساتھ اپنا سیشن مکمل کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھ گیا اور توجہ مرکوز کرتے ہوئے کہا۔ ''طارق کے پاس صرف دو چیزیں ہیں۔ ایک، یہ کہ تم نے طارق سے مدد مانگی اور دوسرے یہ کہ تم نے رابرٹ کو کیوں نہیں بتایا، جو کہ تمھارا اور اس کا دونوں کا سپروائزر تھا۔ میں اس کے اندر کا سچ جاننا چاہتا ہوں۔'' راشیل کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی جب وہ مارکو کے قریب کی کرسی پر بیٹھی۔ مارکو نے بات جاری رکھی: ''تو آؤ ہم اس پر بات کرلیں۔تم نے اس سے مدد کیوں مانگی؟

راشیل نے ایک گہرا سانس لیا اور بولی ''میرے دادا برطانوی فوج میں تھے اور میرے والد پاکستان کے شہر کوئٹہ میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ ابھی بچے ہی تھے کہ یہاں سے چلے گئے اور پھر کبھی واپس نہیں آئے۔ اب میرے والدین مجھ سے ملنے آرہے تھے اور میں چاہتی تھی میں ان کے اس سفر کو، خاص طور پر کوئٹہ کے سفر کو، جہاں تک ممکن ہو، یادگار بناؤں۔ میں نے جب یو این ڈی پی میں ملازمت شروع کی، اس کے کچھ ہی دنوں بعد طارق نے مجھے بتایا کہ اگر میرے والدین پاکستان آئیں تو وہ ان کے سٹاف کالج کوئٹہ جانے کا انتظام کرسکتا ہے۔''

''کیا اسے معلوم تھا کہ تمھارے والد کوئٹہ میں پیدا ہوئے تھے؟''

''ہاں میں نے اسے بتایا تھا اور طارق کے فوجی پس منظر کی وجہ سے اور اس کے تعلقات کی بنا پر اس نے مجھے یہ پیشکش کی تھی۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ جب میں نے اسے یہ انتظام کرنے کو کہا تھا تو میں تصور بھی نہیں کرسکتی تھی کہ وہ اس بات کو اتنا بڑا مسئلہ بنالے گا۔ میرا یہ خیال نہیں تھا کہ میں اس سے کوئی بہت بڑا احسان لے رہی ہوں۔ بہرحال اس نے محض ایک فیکس بھیجا تھا۔''

طارق نے ایک گراف بنا کر پیش کیا تھا کہ اس نے راشیل کے والدین کے لیے اس خصوصی سفر کے انتظامات پر کتنا وقت صرف کیا تھا اور یہ کہ اس نے جتنی بھی کالیں راشیل کو کیں وہ اسی سفر کے سلسلے میں تھیں۔ طارق کو نقشے بنا کر واقعات کو ترتیب میں لا کر دکھانے کا بڑا شوق تھا۔ یہ اشکال اور نقشے عموماً غلط اور گمراہ کن

ہوتے تھے لیکن جو لوگ اسے بچانا چاہتے تھے ان کے لیے یقیناً بہت معقول ہوتے تھے۔ چنانچہ راشیل کے والدین کے کوئٹہ میں سٹاف کالج دیکھنے جانے کے انتظامات اس کے راشیل کے ساتھ ذاتی روابط کا مرکزی نقطہ بن گئے۔ اس میں منطق وہی تھی کہ ''غلطی اس لڑکی کی ہی ہے''۔ بات چیت اس پر آ گئی کہ اول تو اس نے یہ مدد مانگی ہی کیوں۔ طارق کی دلیل یہ تھی کہ آخر راشیل اسے اپنا قریبی دوست سمجھتی تھی تبھی تو اس نے اس سے اتنی بڑی مہربانی کی درخواست کی۔

''یہ نقشہ ثابت کرتا ہے کہ اس نے پورا مہینہ اس کام پر لگایا'' مارکو نے کاغذ پر اپنا ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

''اس نے جن دنوں پر نشان لگایا ہے ان میں میں ملک سے باہر تھی'' راشیل نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''میں اپنے والدین کے پاکستان پہنچنے سے صرف چند دن پہلے واپس آئی تھی۔ دراصل، خود چھٹیوں پر جانے سے دو دن پہلے تک مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ لوگ آ رہے ہیں۔ اس لیے میں نے جلدی سے طارق سے کہا کہ وہ ان کے سفر میں سہولت کے لیے فوج کو درخواست بھجوا دے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اسے ان کے پاسپورٹ کی تفصیلات چاہییں۔ میں نے اسے وہ دے دیں اور اس نے وہ کوئٹہ فیکس کر دیں اس درخواست کے ساتھ کہ انھیں وہاں آنے کی اجازت دی جائے۔ اس میں آدھا دن بمشکل لگا ہوگا۔

مارکو نے اس کی بات کاٹ کر کہا، ''دیکھو اس کی ڈرائنگ کتنی گمراہ کن ہے! راشیل، ہمیں یہ ایک ٹرانسپیرنسی پر رکھنی چاہیے۔ یہ بات یاد رکھنا۔ اور اب ٹیلی فون کالیں؟''

راشیل نے اپنے کاغذات میں کچھ ڈھونڈنا شروع کیا اور فون کے چند بل مارکو کو دیے۔ مسکراتے ہوئے اس نے کرسی سے ٹیک لگائی اور فخر سے کہا ''جو فون اس نے کیے ہیں وہ میرے والدین کے پاکستان سے واپس جانے کے بعد کی تاریخوں میں ہیں۔ ان کالوں کا میرے والدین کے سفر کی تیاری سے کوئی تعلق نہیں ہے''۔

''اوہ'' مارکو نے زوردار مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ اس نے فون بل جلدی سے راشیل کو واپس دیے اور کہا کہ ان کی بھی کاپی بنا کر رکھ لو۔ ہم یہ تاریخیں واضح طور پر دکھائیں گے اور اس کی بات جھوٹی ہو جائے گی۔ لگتا ہے یہ آدمی جھوٹ بولتے تھکتا نہیں ہے۔''

میں نے کہا، ''میرے کیس میں وہ بار بار دلائل تبدیل کر دیتا ہے اور پورے تعلق کے اوقات اور نوعیت کو تبدیل کر دیتا ہے۔ خدایا، کیا چیز ہے یہ آدمی!''

مارکو کمر اور ٹانگیں سیدھی کرنے کے لیے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا ''خیر، ایک بات میں کہہ سکتا ہوں۔ مسٹر طارق اپنی غیر مستقل مزاجی میں بے حد مستقل مزاج ہے۔'' ہم سب کو یہ تبصرہ بہت اچھا لگا۔

سعدیہ اور میں بڑی میز کے ایک طرف بیٹھے تھے۔ مارکو اور راشیل کی بات جاری تھی کہ سعدیہ نے میرے کان میں کہا مجھے سخت نیند آ رہی ہے۔ میں بھی تھکی ہوئی تھی چنانچہ ہم نے فیصلہ کیا کہ کرسی سے اتر کر نیچے قالین

پر بیٹھ جائیں تاکہ کچھ آرام مل جائے۔ مارکو اور راشیل کو پتہ بھی نہیں چلا کہ ہم غائب ہو چکے ہیں۔ ہم نے کرسیوں کو ایک طرف دھکیل دیا اور ٹانگیں پھیلا کر اور ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ اصل میں اس بڑی سی میز کے نیچے کافی کھلی جگہ تھی۔ ہم دونوں تھکے ہوئے تھے اور کیس کے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتے تھے۔ میں نے سعدیہ سے پوچھا ''تم پہلی بار امریکہ آئی ہو تو ویک اینڈ کے لیے یہاں رک کیوں نہیں جاتی؟ تم نے 45 سٹریٹ کے سوا کچھ بھی نہیں دیکھا۔ میں تمھیں تھوڑی بہت سیر کرا سکتی ہوں۔''

اس نے جواب دیا ''بالکل نہیں۔ میں سماعت کے فوراً بعد واپس چلی جاؤں گی۔ میں گھر جانا چاہتی ہوں۔ کم از کم میں چین سے سو تو سکوں گی، اچھا کھانا کھاؤں گی اور آرام سے ٹائیلٹ جاؤں گی۔ میں یہاں ضرورت سے ایک دن بھی زیادہ نہیں رکنا چاہتی اور کبھی یہاں دوبارہ نہیں آنا چاہتی۔ یہ لوگ اتنے تنہا ہیں۔ یہ اکیلے بیٹھے کافی پی رہے ہوتے ہیں۔ مجھے ان کو دیکھ کر ترس آتا ہے۔''

میری ہنسی رک نہیں رہی تھی، ''نہیں یہ اچھی جگہ ہے۔ یہ صرف۔۔۔ مختلف ہے''۔

میں اتنا ہنسی کہ میری آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ ''یہ انفرادیت پسندوں کی قوم ہے۔ یہ لوگ اپنے لیے کچھ کرنے، اپنے فیصلے خود کرنے پر فخر کرتے ہیں۔ یہ ہمارے کلچر کے بالکل برعکس ہے لیکن ایک بار تم اسے سمجھ لو تو تمھیں یہ عجیب نہیں لگے گا۔''

''مجھے تو یہ عذاب سا لگتا ہے'' اس نے اصرار کیا۔ اتنا بدتمیز، خود غرض اور تنہا ہونے سے تو مر جانا بہتر ہے۔''

جب میں اور سعدیہ اٹھ کر اوپر بیٹھے تو راشیل اور مارکو اب بھی اس بات پر بحث کر رہے تھے کہ راشیل نے طارق کے رویے کی شکایت رابرٹ سے کیوں نہیں کی۔ ہم دونوں خاموشی سے میز کے دوسرے سرے پر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

مارکو نے کہا ''کیا تم نے اصل جواب تلاش کیا؟''

راشیل نے کہا ''ہاں، دیکھو، میں ایک جوان مغربی عورت تھی جس نے پاکستان میں کام کرنے کی ذمے داری قبول کی تھی۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ ایشیا میں یا کسی بھی ایسے ملک میں، جہاں کم سفید فام عورتیں کام کرتی ہیں، کیا کچھ توقع کی جا سکتی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ ہمیں بتایا گیا تھا کہ مسائل ہو سکتے ہیں۔ اس طرح میں یہ نہیں چاہتی تھی کہ رابرٹ کو یہ بتاؤں کہ میں اپنے مسائل سے نمٹ نہیں سکتی۔''

''میں تمھاری بات سن رہا ہوں۔ اب تم اپنے دل کی بات کر رہی ہو۔''

''راشیل نے بات جاری رکھی ''میں اسے ثابت کرنا چاہتی تھی کہ اگرچہ میں جوان مغربی عورت ہوں اور پاکستان جیسے ملک میں کام کر رہی ہوں، میں کسی بھی دوسرے پروفیشنل جیسی صلاحیت رکھتی ہوں اور مجھے کسی خاص توجہ یا مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ میں صرف اپنے آپ کو اپنے کام کے ذریعے ثابت کرنا چاہتی تھی۔ میں

یہ نہیں چاہتی تھی کہ رابرٹ میرے بارے میں یہ سوچے کہ میں جوان لڑکی ہوں جو خود اپنے مسائل سے نہیں نمٹ سکتی۔ کیا آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟''

''ہاں، بالکل اور مجھے توقع ہے کہ کیٹی بھی اس بات کو سمجھے گی۔'' مارکو نے کہا۔

میں صرف بیٹھی راشیل کو دیکھ رہی تھی۔ مجھے اس پر فخر محسوس ہوا۔ میں نے دل میں اس سے کہا،''راشیل تم کامیاب رہی، تم کامیاب رہی اور مجھے تم پر بے حد فخر ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم مستقبل میں ایک بہت مضبوط پروفیشنل خاتون ثابت ہوگی۔''

راشیل نے میری طرف دیکھا اور بات جاری رکھی''میرے لیے دوسروں کے تجربات کا تذکرہ سننا بہت حوصلہ افزا تھا۔ میرے لیے گزشتہ دو دنوں میں بہت سی باتیں واضح ہوگئی ہیں۔ گزشتہ روز فوزیہ آپ سے بات کررہی تھی اور بتا رہی تھی کہ کس طرح اسے طارق کی باتیں سننی پڑیں کیونکہ اسے اس کی مدد چاہیے تھی۔۔۔ اور وہ یہ جانتا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ اس نے میرے جذبات کی بھی عکاسی کی ہے۔''

مارکو نے آہستہ سے پوچھا''وہ کیا؟''

راشیل نے جواب دیا''جب مجھے بیٹھ کر اس کی غیر شائستہ گفتگو سننی پڑتی تھی تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ مجھے اس کی مدد چاہیے تھی۔ میں سوچتی تھی کہ کیا میں اسے استعمال کررہی ہوں۔ نہیں۔۔۔ اصل میں ایسا نہیں، لیکن مجھے یہ محسوس ہوتا تھا کیونکہ مجھے اس کی مدد چاہیے تھی اس لیے میں اسے برداشت کررہی تھی۔ اس لیے میں شکایت نہیں کرسکتی تھی۔ کیا آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ میں سوچتی تھی کہ شاید یہ میرا قصور ہے کہ میں اسے برداشت کررہی ہوں۔''

''کیا اس کا رویہ تمھیں تکلیف دیتا تھا؟'' مارکو نے پوچھا۔

''اوہ، ہاں بہت تکلیف دہ ہوتا تھا، بعض دفعہ تو میں نے اسے روکا اور کہا کہ میں تمھاری نجی زندگی کی تفصیلات نہیں سننا چاہتی۔ مجھے معلوم تھا کہ جو کچھ وہ کررہا ہے وہ غلط ہے لیکن مجھے یہ بھی محسوس ہوتا تھا کہ اسے سنتے رہنا بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ میں اس کے ساتھ دفتری تعلقات قائم رکھنا چاہتی تھی اس لیے میں اس کے خلاف کھڑی نہیں ہوسکتی تھی اور کیونکہ میں اس کے خلاف بول نہیں سکتی تھی اس لیے مجھے یہ احساس جرم رہتا تھا کہ میں اسے برداشت کررہی ہوں۔'' اس نے میری طرف دیکھا مسکرائی اور پھر بولنا شروع کیا۔''بعد میں مجھے احساس ہوا کہ یہ میرا مسئلہ نہیں تھا کہ میں اس کے ساتھ کام کے حوالے سے تعلقات قائم رکھنا چاہتی تھی بلکہ وہ خود اس صورت حال کا ناجائز فائدہ اٹھا رہا تھا کہ مجھے اس کے ساتھ تعلقات کار قائم رکھنے ہیں۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ کیا کررہا ہے۔ وہ اس بات کا فائدہ اٹھاتا تھا کہ اس کے ساتھ پیشہ ورانہ تعلقات رکھنا ہماری ضرورت تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ہم اس کے خلاف نہیں ہو سکتے اس لیے وہ اس صورتِ حال کا ناجائز

فائدہ اٹھاتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ میں رابرٹ کو نہیں بتاؤں گی اس لیے وہ آگے بڑھتا گیا۔ ہر دفعہ جب میں اس سے دفتر کا کوئی کام کہتی تو وہ ایسا ظاہر کرتا جیسے میں اس سے کسی خاص عنایت کی درخواست کر رہی ہوں اور جب بھی کبھی وہ میرے لیے سیکورٹی یا انتظامیہ سے متعلق کوئی کام کرتا تو یہ ضرور جتلاتا کہ اس کی طرف سے میری خاطر یہ خصوصی احسان تھا۔ یہ ذرا گھٹیا سی بات لگتی ہے مگر یہ باتیں بوجھ بنتی تھیں۔'' اس نے اپنا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا اور تھوڑی دیر وہیں بیٹھی رہی۔

راشیل کا سیشن مکمل ہوا تو وہ بڑی تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔ وہ کھڑکی تک گئی اور باہر دیکھنے لگی۔ مارکو طارق کے وکیل سے کچھ بات کرنے چلا گیا۔ سعدیہ فوٹو کاپی روم میں جا چکی تھی، میں اٹھ کر راشیل کے پاس گئی اور اسے گلے لگایا۔ اس کی آنکھیں بھر آئیں اور اس نے کہا، ''ہم سب کو ہی کچھ دکھی لمحات سے گزرنا پڑتا ہے''۔

میں نے اسے مضبوطی سے تھاما اور کہا، ''ان سب باتوں کو یاد کرنے اور بار بار دہرانے کی ضرورت بہت جلد ختم ہو جائے گی''۔ اس مسئلے پر چوبیس گھنٹے روزانہ سوچتے رہنا ہم پر اثر انداز ہو رہا تھا۔ وہ تمام سوچیں جو میرے ذہن میں گھوم رہی تھیں کہ ہم سب نے کیسا کٹھن وقت گزارا ہے، مجھے تھکا رہی تھیں۔

اس روز رات گئے، اپنے ہوٹل کے کمرے میں، میں نے خود کو بستر پر گرا لیا اور پاکستان ٹیلی فون کیا۔ میں اپنی والدہ کو بتانا چاہتی تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔ میری والدہ نے فون اٹھایا اور مجھے سالگرہ مبارک کہا۔ میں نے سنا کہ فون کی دوسری ایکسٹنشن کو بھی اٹھا لیا گیا ہے اور مجھے گھر کے دوسرے لوگوں کی آوازیں بھی آنے لگیں۔ وہ سب مجھے دعائیں دے رہے تھے اور نیک خواہشات کا اظہار کر رہے تھے۔ میں بے حد خوش ہوئی۔ اس وقت آدھی رات کا وقت تھا۔ میری سالگرہ کا دن شروع ہو رہا تھا۔ مگر پاکستان کا وقت یہاں سے دس گھنٹے آگے تھا۔ وہ مجھے فون کرنے کی کوشش کرتے رہے تھے، مگر کمرے میں کوئی بھی نہیں تھا۔ میرے دن بھر کے برے خیالات جو طارق اور رابرٹ کے بارے میں تھے کم از کم کچھ لمحوں کے لیے دور چلے گئے۔

ہر کسی نے مجھے دعا دی۔ میری بھانجی صدف نے کہا کہ اسے مجھ پر بہت فخر ہے کہ میں اپنے اصول کے لیے کھڑی ہوئی۔ انھوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ انھوں نے سعدیہ کے ہاتھ میرے لیے سالگرہ کے کارڈ بھی بھجوائے ہیں۔ میں حیران رہ گئی کہ اس نے اسے اس قدر راز میں رکھا۔ میں نے خوشی خوشی کارڈ کھولے۔ اس دوران میری والدہ سعدیہ سے بات کرتی رہیں۔

پوری رات میں ڈراؤنے خواب دیکھ دیکھ کر اٹھتی رہی۔ ہر بار جب میں جاگتی تو میں آس پاس نظر دوڑاتی اور یقین کرتی کہ میں اپنے کمرے میں ہی ہوں، سانپوں سے بھری کسی عجیب سی جگہ پر نہیں ہوں۔ ہر بار جب بھی میری آنکھ کھلی میں نے سعدیہ کو بھی جاگتے اور چھت کو گھورتے پایا۔ ''سعدیہ سو جاؤ'' میں اس سے کہتی اور وہ میری طرف دیکھتی اور کہتی ''تم بھی تھوڑا سا سو جاؤ، کل ہمارا دن بہت طویل ہوگا۔''

باب:56

سماعت کا آغاز: پانچواں روز

صبح میری آنکھ کھلی تو فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ پال نے مجھے سالگرہ مبارک کہنے کے لیے فون کیا تھا۔ میں اس کی آواز سن کر بے حد خوش ہوئی اور جتنی دیر وہ بولتا رہا میں ریسیور سے چپکی رہی۔۔ مجھے اس سے بڑی قربت محسوس ہوئی۔ اس نے کہا کہ خدا کرے آپ لوگوں کے لیے سماعت اچھی رہے اور بولا'' آپ لوگ یقیناً کامیاب ہوں گے کیونکہ آپ سچ بول رہے ہو۔ طارق ہی مسلسل بیان بدلتا رہا ہے اس لیے پریشان اسے ہونا چاہیے کہ وہ ان باتوں کی وضاحت کیسے کرے گا۔''

میں نے اسے بتایا کہ مارکو نے طارق کے بارے میں کہا کہ طارق صرف ایک ہی چیز میں مستقل مزاج ہے اور وہ ہے غیر مستقل مزاجی۔'' ہم دونوں خوب ہنسے۔ پال میرے لیے بہت بڑا سہارا تھا، میرا سب سے قریبی دوست۔

راشیل سعدیہ اور میں نے ڈیلی سے جوس اور پیسٹری لے لیں اور 45 سٹریٹ پر اپنی منزل کی طرف چلنا شروع ہو گئے۔ مجھے اپنے سر کے اندر فوجی بینڈ کے بجنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ہم سب بہت قوت محسوس کر رہے تھے، صرف اپنی قوت نہیں بلکہ ان آٹھ ساتھیوں کی بھی جو یہاں ہمارے ساتھ نہیں تھے۔ ہم اس طرح مارچ کر رہے تھے جیسے کسی مشن پر جا رہے ہوں۔

سماعت دسویں منزل پر ہونی تھی۔ پہلے ہم اپنے کمرے میں گئے اور مارکو کا انتظار کیا۔ ہم نے گہرے سانس لیے اور ایک دوسرے کی طرف مسکرا کر دیکھا تا کہ ہم سب حوصلہ کیے رکھیں۔ میں نے گلابی اور سفید شلوار قمیص پہن رکھا تھا اور سعدیہ نے براؤن رنگ کا۔ ہمارے کلف لگے ہوئے بڑے بڑے ڈوپٹوں کے ساتھ ہم پاکستانی دکھائی دے رہی تھیں۔ راشیل نے مدھم رنگوں کا سکرٹ اور بلاؤز پہن رکھا تھا اور کچھ شرمیلی شخصیت دکھائی دے رہی تھی۔

کمیٹی نے منظّم ہونے میں کچھ وقت لیا۔ مارکو چاہتا تھا کہ میں پہلے بات کروں کیونکہ اس کا کہنا تھا کہ میرے کیس پر زیادہ بات کرنے کی ضرورت ہے۔ تقریباً ساڑھے نو بجے انھوں نے کہا کہ وہ تیار ہیں۔ میں اور

مارکو جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ میں اپنا سانس درست کر رہی تھی۔ ہمارے پاس فائلوں کے تین بڑے فولڈر تھے جو کمیٹی کو پہلے ہی لیگل سیکشن کی طرف سے بھجوائے جا چکے تھے۔ ان میں میرے انفرادی کیس کی فائل تھی، ہمارے شواہد کا ایک ڈبہ تھا اور دکھانے کے لیے ٹرانسپیر نسیز تھیں۔ ان سب کے علاوہ میں نے ایک پتلا سا فولڈر بھی اٹھا رکھا تھا جس میں پال کے خط تھے اور کچھ دوسرے خط طارق کی اس کی بیوی سے طلاق کے بارے میں تھے۔ پال کے خط میں اپنے آپ کو حوصلہ دلانے کے لیے لے جا رہی تھی۔ جب میں ان کو دیکھتی تھی تو مجھے پال کی قربت کا احساس ہوتا تھا۔

مارکو پُر وقار طریقے سے آگے چل رہا تھا۔ سعدیہ نے مجھے گلے لگایا اور کامیابی کی دعا دی۔ راشیل نے مجھے گلے لگایا اور کچھ دیر تک میرے ہاتھ تھامے رکھے۔ اس کی آنکھوں میں امید کی چمک تھی۔ اس نے میرا ہاتھ دبایا اور چھوڑ دیا۔ ہم نے ایک دوسرے سے یکجہتی کے اظہار کے لیے ایک دوسرے کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ میں تیزی سے مارکو کے پیچھے پیچھے نچلی منزل کی طرف جانے کے لیے مڑی۔ سعدیہ اور راشیل وہیں ہمارے بدصورت کمرے میں ٹھہر گئیں اور ان کے لیے انتظار کی طویل گھڑیاں شروع ہو گئیں۔

سماعت کے کمرے کے باہر ایک راہداری تھی جس میں کچھ ڈیسک لگے ہوئے تھے، ایک بہت بڑی سی فوٹو کاپی مشین رکھی تھی اور چند ایک کرسیاں پڑی تھیں۔ اس راہداری میں کئی دفتروں کے دروازے کھلتے تھے اس لیے آمد و رفت خاصی زیادہ تھی۔ یو این کے رنگ برنگے پوسٹر دیواروں پر لگے ہوئے تھے۔ سماعت کے کمرے کے دروازے کے قریب جو دو کرسیاں موجود تھیں ان میں سے ایک پر میں بیٹھ گئی۔ مجھے وہاں پر بیٹھنا عجیب سا لگ رہا تھا اور میں دعا کر رہی تھی کہ وہ مجھے زیادہ دیر یہاں پر انتظار نہ کرائیں۔

کمیٹی کچھ قواعد و ضوابط اور دوسرے مسائل پر بات چیت کر رہی تھی۔ مارکو اور کمیٹی کی چیئر پرسن باہر آئے اور بتایا کہ وہ آدھے گھنٹے میں سماعت شروع کریں گے۔ چیئر پرسن ایک خوبصورت ہندوستانی خاتون تھیں۔ ان کے امریکی لہجے سے مجھے یہ پتہ چل رہا تھا کہ وہ بہت عرصے سے امریکہ میں رہ رہی تھیں۔ مجھے ان کو دیکھ کر خوشی ہوئی کہ کم از کم وہ ہمارے کیس میں جنوبی ایشیا کے ثقافتی حوالوں کو سمجھ سکیں گی۔ میں نے اپنی آنکھوں اور ہاتھوں کے اشارے سے مارکو سے پوچھا کہ کیا میں یہیں انتظار کروں یا اوپر کی منزل پر چلی جاؤں۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں فائلیں یہیں چھوڑ دوں اور اگر چاہوں تو اوپر چلی جاؤں۔ ظاہر ہے مجھے سعدیہ اور راشیل کے ساتھ بیٹھ کر انتظار کرنا بہتر لگا۔ ہمارا بدصورت کمرہ اس وقت بہت محفوظ اور باپردہ لگا۔ میں نے اپنا ڈوپٹہ سیدھا کیا، فائلیں وہیں چھوڑیں سوائے ایک اس فائل کے جس میں پال کے خطوط تھے، اور واپس چل پڑی۔

راشیل اور سعدیہ ہمارے کمرے میں کھڑکی کے پاس بیٹھی تھیں۔ وہ مجھے دیکھ کر اس قدر حیران ہو گئیں کہ ان کے منہ لٹک گئے۔ میں نے جلدی سے کہا، "سب ٹھیک ٹھاک ہے، پریشانی کی کوئی بات نہیں؛ صرف یہ ہے

کہ وہ لوگ ابتدائی معلومات کے لیے کچھ زیادہ وقت لے رہے ہیں۔ میں وہاں پر انتظار نہیں کر سکتی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے میں مارکیٹ کے بیچ میں بیٹھی ہوں۔''

راشیل نے کہا ''یہاں بیٹھ کر انتظار کرنا بھی بہت مشکل ہے۔ میں دعا کر رہی ہوں کہ یہ انتظار جلدی ختم ہو۔'' راشیل نے کہا ''میں ابھی سعدیہ سے کہہ رہی تھی کہ جب تم مشق کے دوران مارکو کے سوالات کے جواب دے رہی تھی تو تم اتنی پُر اعتماد تھی کہ مجھے تم پر رشک آ رہا تھا۔''

''رہنے بھی دو، راشیل'' میں نے اس کے کندھے کو تھپتھپایا۔ تم نے بھی مارکو کے جوابات پُر اعتماد طریقے سے دیے۔ اور ہم سب بہت پُر اعتماد ہوں گے جب اس کا وکیل ہم سے جرح کرے گا۔ یہ بات یاد رکھو۔''

''کیا تمھیں ڈر لگ رہا ہے؟'' اس نے مجھ سے پوچھا۔

''نہیں، ڈرنا تو اسے چاہیے!''

راشیل ہنس پڑی۔ ''تم بھی بڑی چیز ہو۔ ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو، ڈرنا تو اسے چاہیے۔ نبیلہ کہہ رہی تھی کہ وہ بہت تناؤ میں دکھائی دے رہا تھا۔''

ہم سب مسکرا دیے۔ ہم ایک دوسرے کے ساتھ اپنے آپ کو زیادہ مضبوط محسوس کرتے تھے۔ مجھے غزالہ یاد آئی۔ ہم نے اس پر اکٹھے بہت سا کام کیا تھا۔ میرا دل چاہا کہ کاش وہ اسے بھی آنے کی اجازت دیتے۔ وہ سب کی سب میرے دل میں تھیں۔ تھوڑی دیر بعد مجھے خیال آیا کہ نیچے جا کر دیکھوں تو کہ کیا وہ میری سماعت کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔ کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور لوگ آ جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں مارکو نے مجھے بلایا اور اندر لے گیا۔

یہ ایک درمیانے سائز کا کمرہ تھا جس میں کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ بیضوی شکل کی اچھی سی میز تھی اور اس کے ارد گرد کشن والی کرسیاں تھیں۔ دیوار کے ساتھ بھاری بھر کم صوفوں کی ایک قطار تھی۔ کمیٹی کے پانچوں ارکان دروازے کے نزدیک بیضوی میز کے ایک سرے پر بیٹھے تھے۔ اس کے دوسرے سرے پر ایک بڑی سی سکرین تھی۔ طارق اور اس کا وکیل کمیٹی ارکان کے آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ میز پر ایک بڑا سا اوور ہیڈ پراجیکٹر رکھا تھا۔ پراجیکٹر کے قریب چند ایک خالی کرسیاں تھیں جو طارق اور اس کے وکیل سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھیں۔ میرا خیال تھا کہ سماعت شروع ہو گی تو ہم لوگ وہاں بیٹھیں گے۔ میں پُر اعتماد طریقے سے ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ مارکو میرے ساتھ بیٹھ گیا۔

میں نے دیکھا کہ طارق مارکو یا میری طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنے وکیل کے ساتھ سرگوشی میں مصروف تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اسے کہیں اور دیکھنے یا کچھ اور کرنے کا ایک بہانہ چاہیے تھا۔ وہ بے حد پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

سماعت شروع ہوگئی۔ لارئیٹ نے لیگل سیکشن کے سربراہ کی حیثیت سے تعارف کرایا۔ میں چاہتی تھی کہ ہمارے کیس کے بارے میں سب کام مارکو کرے، تعارف، اختتامیہ، پریزنٹیشن اور بحث سب کچھ۔ مجھے کسی اور پر اعتبار نہیں تھا۔ میں اپنی تیاری کے بارے میں پُر اعتماد تھی، لیکن دوسروں کی نیتوں اور سیاست سے پریشان تھی۔

میری تشویش کے باوجود، لارئیٹ نے اچھا تعارف پیش کیا اور تحقیقات کے سیاق وسباق کو اچھی طرح بیان کیا۔ جب وہ الزامات پڑھ کر سنا رہا تھا تو میری آنکھیں دھندلا گئیں۔ میں طارق کی طرف دیکھتی رہی۔ یہ وہ شخص ہے جو یواین ڈی پی پر حکمرانی کیا کرتا تھا، جس کی انا اس قدر بڑی تھی کہ وہ برداشت نہیں کرسکتا تھا کہ یواین میں کوئی شخص یہ نہ جانتا ہو کہ وہ کون ہے۔ یہ شخص من کی ترنگ میں دوسروں کا روزگار برباد کردیا کرتا تھا۔ یہ پلے بوائے سمجھتا تھا کہ دفتر کی ہر عورت پر اس کا پیدائشی حق ہے۔ یہ شخص ہے جو اپنے دفتری عہدے کو سب سے زیادہ اہم سمجھتا تھا کیونکہ یہی اس کے اختیار کا منبع تھا۔ آج وہ یواین کے بعض اعلیٰ ترین افسروں کے سامنے سر جھکائے بیٹھا تھا اور اپنے خلاف لگائے جانے والے الزامات سخت ترین الفاظ میں سن رہا تھا۔

لارئیٹ نے دفتر میں ساتھ کام کرنے والی گیارہ خواتین کو جنسی طور پر ہراساں کرنے، دفتر میں معاندانہ ماحول پیدا کرنے، اختیارات کا ناجائز استعمال، اور انتظامی امور میں شدید لاپروائی کے الزامات پڑھ کر سنائے۔ آخر میں اس نے پڑھا ''مندرجہ بالا اقدامات طرزِ عمل کے اس معیار کی نفی کرتے ہیں جو ادارے کے سپروائزرز کے لیے لازم ہے۔''

اس لمحے مجھے یواین پر فخر محسوس ہوا کہ اس نے سپروائزرز اور عملے کے لیے طرزِ عمل کے معیار مقرر کر رکھے ہیں۔ یہ ادارہ اپنے ایک سینئر منیجر سے اس کے افعال کی جواب طلبی کر رہا تھا۔ آخرکار یواین نے اس مسئلے کو ایک اہم مسئلے کے طور پر تسلیم کرلیا تھا اور یواین کی مختلف ایجنسیوں سے بہت سینئر افسران اس اعلیٰ سطحی کمیٹی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے ابھی اندازہ نہیں تھا کہ ہماری کہانی کا انجام کیا ہوگا لیکن پھر بھی میں خوش تھی کہ ہم کم از کم یہاں تک تو پہنچ گئے۔

میں نے دل میں سوچا کہ طارق کیا سوچ رہا ہوگا۔ باہر سے تو وہ بالکل ایسا بن رہا تھا جیسے اسے کچھ بھی نہیں ہوا۔ ان الزامات کو سنتے ہوئے ایک لمحے کو تو میں بھی اس کے لیے شرمندگی محسوس کر رہی تھی۔ یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ وہ دکھی تھا یا اس سارے معاملے سے بچ نکلنے کی ترکیبیں سوچ رہا تھا۔

چیئرپرسن نے طارق سے پوچھا کہ کیا وہ لوگ ابتدائی بیان کے لیے تیار ہیں۔ اس کا وکیل اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور اچانک میری اس کمرے میں موجودگی پر اعتراض اٹھا دیا۔ اس نے بدتمیزی سے کہا ''اس صوفے پر جو خاتون بیٹھی ہے، وہ کون ہے۔ میں اسے نہیں جانتا۔ یہ خاتون یواین میں کام نہیں کرتی۔

اس کا کوئی کام نہیں کہ وہ اس کمیٹی کی میٹنگ میں یہاں پر بیٹھے۔'' یقیناً یہ بات طارق نے یاد دلائی ہوگی کہ میں اب یو این کی ملازمت میں نہیں ہوں۔

میں بڑی شدت سے چاہتی تھی کہ سماعت اب شروع ہو جائے۔ میں نے فائل کو ذرا سا کھولا اور پال کے خط کو انگلی سے چھوا۔ مجھے سہارا چاہیے تھا۔ مجھے پوری طرح سمجھ میں نہیں آیا کہ وکیل کیا کہنا چاہتا تھا۔ کمیٹی کے اراکین کے چہروں پر بھی سوالیہ نشان تھے۔ مارکو صبر سے بیٹھا رہا کہ چیئر پرسن کچھ کہیں۔

آخر کار انھوں نے وکیل کو خاموش کرانے کے لیے ہاتھ اوپر اٹھایا اور کہا ''یہ اندر آسکتی ہیں جب ان کا وکیل انھیں بلائے۔'' میں فوراً اٹھی اور تیزی سے دروازے سے باہر نکل گئی۔ باہر نکلتے ہوئے میں نے چیئر پرسن کے چہرے کی طرف دیکھا تو انھوں نے کہا ''امید ہے آپ برا نہیں مانیں گی؟'' میں نے تیزی سے، مگر اعتماد سے کہا، ''نہیں، نہیں، میں باہر ہی ٹھہروں گی جب تک آپ کو میری ضرورت ہو۔''

میں باہر کرسی پر بیٹھ گئی۔ لوگ میرے پاس سے گزرتے رہے۔ میرا ذہن کمرے کے اندر تھا، میں سوچ رہی تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس کا وکیل اس مرحلے پر اتنا بنیادی سوال کیسے اٹھا سکتا تھا؟ کیا وہ وقت ضائع کرنا چاہتا ہے یا کوئی معمولی سا نکتہ اٹھا کر سماعت ملتوی کرانا چاہتا ہے؟

میں نے آنکھیں بند کر لیں اور تصور کیا کہ طارق کی جگہ رابرٹ بیٹھا ہے۔ میں نے تصور کیا کہ لارئیٹ رابرٹ کے سامنے یہ الزامات پڑھ کر سنا رہا ہے: ''یہ ادارہ آپ پر الزام لگاتا ہے کہ آپ نے ان گیارہ عورتوں کو خوفزدہ کیا؛ آپ نے ان کو جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کے کیس کو چھپانے کی کوشش کی؛ آپ نے طارق کی زیادتیوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی؛ آپ نے اس کی طرفداری کی اور جوابی کارروائی کے طور پر شکایت کنندگان کے خلاف جھوٹی تحقیقات شروع کرائیں؛ ان پر دباؤ ڈالا اور انھیں اذیت دی حتیٰ کہ وہ یو این کی ملازمت چھوڑ گئیں؛ انھیں چڑیلوں کے طور پر پیش کیا اور عملے کے ارکان کو شہ دی کہ وہ ان کے خلاف اقدامات کر سکتے ہیں؛ آپ نے ان کو اپنے کیس کی پیروی سے روکنے کی کوشش کر کے اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کیا۔ آپ پر الزام ہے کہ آپ نے فوزیہ سعید کو اس کی شادی والے دن اس کے گھر پر شکایت کا خط بھیج کر اذیت سے دوچار کیا۔'' اس خیال سے میرے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ طارق کے ساتھی کی حیثیت سے اسے بھی اس کے ساتھ الزامات کا سامنا کرنا چاہیے، یا بہتر یہ ہو کہ، اسے خود اپنے الزامات کا سامنا ہو، لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ آرام سے اپنے بستر پر سو رہا ہوگا۔

مجھے راہداری میں بیٹھنا دوبھر ہو رہا تھا۔ میری شلوار قمیص ویسے بھی توجہ کا باعث بن رہی تھی اور راستے میں بیٹھے ہوئے شخص کو تو ہمیشہ ہی تجسس آمیز نظروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں راشیل اور سعدیہ کو بتانا چاہتی تھی کہ میں کہاں ہوں۔ میں چاہتی تھی کہ وہ بھی نیچے آ جائیں۔ میں نے اس بدصورت کمرے کے خراب فون کا

ایکس ٹینشن نمبر جاننے کی کوشش کی، مجھے وہاں کا نمبر نہ مل سکا۔ایک ہمدرد انسان نے بلڈنگ کی ڈائریکٹری میں بھی ڈھونڈا لیکن اس میں بھی ناکامی ہوئی۔ میں نے پاس ہی کام کرنے والی ایک عورت سے کہا کہ میں پانچ منٹ کے لیے اوپر جا رہی ہوں اور اگر مارک مجھے بلائے تو اسے بتا دینا کہ میں فوراً واپس آ رہی ہوں۔

میں راہداری میں دوڑتی ہوئی سیڑھیوں سے اوپر گئی اور طویل راہداریوں سے گزرتی ہوئی کمرے تک پہنچی۔ایک ایک قدم مشکل سے اٹھ رہا تھا اور میرے تناؤ میں اضافہ کر رہا تھا۔میں نے دروازہ کھولا تو سعدیہ اور راشیل پریشان چہروں کے ساتھ اپنی کرسیوں سے اچھل پڑیں۔

''کیا ہوا'' راشیل نے پوچھا۔

''وہ ابھی ہمارے لیے تیار نہیں ہیں''، میں نے تیزی سے کہا۔

''اوہ، کیا ہو رہا ہے؟'' راشیل پریشانی سے چلائی۔

''طارق کا وکیل کچھ عجیب و غریب سوالات اٹھا رہا ہے۔ مجھے نہیں پتہ وہ کیا کھیل کھیلنا چاہتے ہیں''، میں نے جواب دیا۔

''کیا تم کمرے کے اندر تھی؟'' اس نے پوچھا۔

میں سخت تناؤ کی حالت میں کرسی کے کنارے پر بیٹھ گئی اور جلدی جلدی کمرے اور لوگوں کے بارے میں بتانے لگی۔ میں چاہتی تھی کہ سعدیہ اور راشیل کو کمرے کے اندر کے ماحول کا اندازہ ہو جائے۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ نیچے چلیں اور جب تک وہ ہمیں نہیں بلاتے میرے ساتھ کمیٹی روم کے باہر بیٹھیں۔ ہم تینوں نیچے پہنچ گئے۔انھوں نے ابھی تک مجھے نہیں بلایا تھا۔ وہاں پر صرف دو کرسیاں تھیں اس لیے میں اور راشیل بیٹھ گئے جبکہ سعدیہ ہمارے ساتھ کھڑی ہو گئی۔

ہم تینوں خاموش تھیں، ایک ایک لمحہ بوجھ بن کر گزر رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ پہلے میں کتنی مطمئن تھی اور اس تاخیر نے مجھے کس قدر تناؤ میں ڈال دیا ہے۔ کچھ دیر بعد مارک کمیٹی روم سے باہر آیا۔ ہم تینوں اچھل پڑیں۔ ہم نے اس کی طرف دیکھا۔ ہم اس کے کچھ کہنے کی منتظر تھیں۔

اس نے صرف اتنا کہا ''آپ لوگ اطمینان سے رہیں۔ اس میں کچھ وقت لگے گا۔ کئی مسائل طے کرنے والے ہیں۔''

''پریشانی کی کوئی بات تو نہیں؟'' میں نے جلدی سے پوچھا۔

''نہیں۔ صرف اتنی بات ہے کہ وہ کل ہی پہنچے ہیں۔ انھیں یہ سارے مسائل اب نہیں بلکہ پہلے اٹھانے چاہیے تھے، لیکن پھر بھی پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ میں صرف یہ کہنے کے لیے آیا تھا کہ اگر آپ لوگ کافی پینا چاہیں یا کچھ اور تو جا سکتے ہیں۔''

مارکو واپس اندر چلا گیا۔ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ہم میں سے کسی کو یقین نہیں آیا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ہم کچھ کہے بغیر اپنے کمرے کی طرف چل پڑیں۔ہمیں پریشانی تھی کہ سماعت ہوگی بھی یا نہیں۔کیا طارق کی چالبازیاں پاکستان کی طرح نیویارک میں بھی کام کرتی تھیں۔

ہم میں سے کوئی باہر جانا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے راشیل کی طرف دیکھا اور اپنی بھنویں چڑھائیں۔ سعدیہ نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔راشیل کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔اس انتظار کے دوران ہمارے پاس کچھ بھی خود کو مصروف رکھنے کے لیے نہیں تھا۔ راشیل نے گائیڈ بک کو پرے ڈال دیا تھا۔ زرد رنگ کی پرچیوں سے بھری یہ کتاب ردی سے بھرے ڈبوں کے اوپر پڑی تھی۔ہم کیس کے سوا کچھ اور نہیں سوچ سکتے تھے۔ہم اپنی فائلوں کے صفحے پلٹ پلٹ کر تھک گئے تھے۔ہمیں ان کی ہر بات زبانی یاد ہو چکی تھی۔ذہن میں کسی طویل دورانیے کی فلم کے بے ربط حصوں کی طرح خیالات چکر لگا رہے تھے۔طارق کی گھناؤنی مسکراہٹ، اس کا غضبناک چہرہ، اس کی جعلی شائستگی آنکھوں کے سامنے گھوم رہی تھی۔یہ سب پچھلے تین برسوں کی یادداشت سے سامنے آتی جھلکیاں دکھائی دے رہی تھیں۔

''مجھ سے انتظار برداشت نہیں ہو رہا!'' راشیل نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔اس نے اپنے بال دونوں ہاتھوں سے پیچھے کی طرف کھینچے۔''یہ کیا مذاق ہے!ان لوگوں کے پاس سماعت کے لیے صرف دو دن ہیں اور طارق ان کا وقت ضائع کرا رہا ہے۔کیا خیال ہے؟ کیا وہ سماعت ملتوی کرانا چاہتا ہے۔''

''کیا پتہ! مجھے تو صرف یہ معلوم ہے کہ وہ ان کے ساتھ کھیل کھیل رہا ہے، بالکل اسی طرح جیسے وہ اپنے ملک میں کرتا تھا۔ وہ قواعد کے مسائل پر ٹریبونل شروع ہونے سے پہلے ایک میٹنگ کیوں نہیں کر سکتے تھے؟'' میں بڑبڑاتے ہوئے بولی۔

''میں سوچ بھی نہیں سکتی کہ کارروائی ملتوی ہو جائے گی'' راشیل نے سوچتے ہوئے کہا اور کرسی پر بیٹھ گئی۔

''ہم یہ سارا کچھ ایک مرتبہ اور برداشت نہیں کر سکتے۔یہ سب ایک مرتبہ کرنا بھی اچھا خاصا اذیت ناک تھا۔''

میں نے کہا،'' مجھے صرف اتنا بھروسہ ہے کہ مارکو اندر موجود ہے۔وہ طارق کو ضوابط کا غلط استعمال نہیں کرنے دے گا۔کمیٹی کے ارکان اچھے اور ذمہ دار لوگ ہیں۔چیئر پرسن بہت ذہین اور قابل دکھائی دیتی ہیں۔ میں نہیں سمجھتی کہ یہ لوگ ہمیں مایوس کریں گے۔کیا خیال ہے؟''

''میں چاہتی ہوں کہ ایسا نہ ہو''، راشیل نے کہا۔

سعدیہ نے اپنی خاموشی کو توڑا اور صرف اتنا کہا''یہ بالکل ناممکن ہے کہ ہم سماعت کے لیے ایک بار پھر یہاں آئیں۔''

''ہمیں اس وقت یہ نہیں سوچنا چاہیے۔اس سے ہماری توجہ بٹ جائے گی۔ہمیں صرف اپنے نوٹس کو

دیکھنا چاہیے اور جو بھی وقت ہمیں ملتا ہے اس میں اپنی بہترین کوشش کرنی چاہیے۔ آخر میں اگر ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہمیں اپنا موقف اچھی طرح پیش کرنے کا موقع نہیں ملا تو ہمیں یہ بات ہر سطح تک پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔'' میں نے پوچھا۔

دو گھنٹے کے انتظار کے بعد مارکو آخر کار ہمیں بلانے آیا۔ ہم اپنی کرسیوں سے اچھل کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس نے کہا ''ہم ذرا دیر کے لیے لنچ کا وقفہ لیں گے اور اس کے بعد سماعت شروع ہو جائے گی۔''

ہم نے اطمینان کا سانس لیا، لیکن اب بھی خدشات موجود تھے۔ ہم میں سے کسی کو بھوک نہیں لگی تھی۔ مارکو نے پچھلے تین گھنٹے سے کمرۂ سماعت میں جاری گفتگو کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ ہم اس کے پیچھے بھاگے۔ ہم کھانا کھانے کی بجائے اس سے آئندہ سیشن کے بارے میں مزید معلومات اور رہنمائی چاہتی تھیں۔ ہم اس کے پیچھے پیچھے سینڈوچ کی ایک دکان تک پہنچے۔ ہم تینوں نے ایک ہی بات مختلف الفاظ میں پوچھی۔ ہم جاننا چاہتے تھے کہ طارق نے سماعت کے عمل کو اتنی دیر تک کیسے رکوائے رکھا۔ اس کے اعتراضات کیا تھے؟ مجھے نہیں معلوم کہ یہ راز داری کا معاملہ تھا یا مارکو یہ نہیں چاہتا تھا کہ ہم ان باتوں پر سوچیں، مگر اس نے صرف اتنا کہا کہ طارق نے قواعد وضوابط کے کچھ مسائل اٹھائے تھے اور پینل نے ان کو نمٹا دیا ہے۔

ہم سینڈوچ اٹھا کر اپنے بدصورت کمرے میں آ گئے لیکن صرف مارکو نے کھانا کھایا۔ اسے ہم سب کی طرف سے بولنے کے لیے توانائی کی ضرورت تھی۔ میں نے ایک مشروب خریدا تاکہ مجھ میں بھی کچھ توانائی آئے۔ کچھ کھانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔

آخر تقریباً دو بجے مجھے کمرے کے اندر بلا لیا گیا۔ مارکو پراجیکٹر کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا اور میں اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔ طارق اور اس کا وکیل میرے بالکل سامنے بیٹھے تھے اور کمیٹی کے تمام ارکان میرے بائیں طرف ایک نیم دائرے میں بیٹھے تھے۔ کمیٹی کے دو ارکان تو مجھے دیکھ ہی نہیں سکتے تھے اور چیئر پرسن میرا صرف آدھا چہرہ دیکھ سکتی تھیں سوائے اس کے کہ میں مڑ کر ان کی طرف دیکھوں۔ کمیٹی کے ارکان کا رویہ ہمدردانہ تھا۔ کمرے میں داخل ہو کر مجھے یوں لگا کہ میری خود اعتمادی واپس آ گئی ہے۔

مارکو نے میرے گواہی بیان سے ابتدا کی۔ ''ریکارڈ کے لیے کیا آپ اپنا پورا نام بتائیں گی؟''

''فوزیہ سعید''

''آپ کی عمر کیا ہے؟''

''میری عمر چالیس سال ہے''

''کیا آپ شادی شدہ ہیں؟''

''جی ہاں''

''آپ کی شادی کب ہوئی''

''فروری 1998 میں''

وہ مجھ سے مزید سوالات پوچھتا گیا کہ میں طارق کو کیسے جانتی ہوں اور میں نے کب اس کی زیادتیوں کا نوٹس لینا شروع کیا۔ اس نے متعلقہ سلائیڈز پراجیکٹر پر دکھائیں۔ پھر اس نے اس کی ٹیلی فون کالز اور طرز عمل کا ذکر کیا۔

طارق وہاں بیٹھے ہوئے مجھ سے نظریں ملانے سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ سنجیدہ تھا اور تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اپنے وکیل کے کان میں کچھ بات کرتا تھا۔ مارکو پوری طرح ایکشن میں تھا۔ اس نے مجھے بولنے کو کہا، اپنے دلائل دیے، ٹرانسپیرنسیاں دکھائیں اور پھر اگلے نکتے کی طرف بڑھا۔

مارکو نے ٹیلی فون کالوں کے تجزیے کا گراف نکالا جو پال نے بنا کر دیا تھا۔ اس نے ٹرانسپیرنسی سکرین پر دکھائی اور کہا ''مسٹر خان کا دعویٰ ہے کہ ڈاکٹر سعید اس کا پیچھا کر رہی تھیں، مگر یہ دیکھئے کہ کس نے کس کو کتنے منٹ کی کال کی۔ ان چار مہینوں کو دیکھئے جن میں زیادہ تر کالیں کی گئیں۔ جولائی میں، ڈاکٹر سعید نے اسے صرف 28 منٹ کی کالیں کیں جبکہ مسٹر خان نے انھیں 118 منٹ کی کالیں کیں۔ اگست میں ڈاکٹر سعید نے پانچ منٹ کی کالیں کیں جب کہ مسٹر خان نے انھیں 111 منٹ کی کالیں کیں۔ ستمبر میں ڈاکٹر سعید نے انھیں کوئی کال نہیں کی مگر انھوں نے 116 منٹ کی کالیں کیں۔ اکتوبر میں ڈاکٹر سعید نے کوئی کال نہیں کی لیکن مسٹر خان نے 152 منٹ کی کالیں کیں۔'' کمیٹی کے ارکان نے ہمارے واضح تجزیے پر سر ہلایا۔ وہ صاف دیکھ سکتے تھے کہ یا تو اس کی طرف سے دوستی کی یک طرفہ کوششیں کی جا رہی تھیں یا پھر سراسر ناجائز فائدہ اٹھایا جا رہا تھا۔

سردیوں میں طارق کی کالوں میں اضافے کے بعد اس کی کالوں کی تعداد کم ہوگئی اور ان میں کئی ماہ کا وقفہ بھی ہونے لگا۔

اس کی کالوں کا تسلسل اس کی اس دلیل کو ثابت نہیں کرتا تھا کہ ہمارا کسی قسم کا تعلق تھا۔ شروع کے اس دور کے علاوہ میں نے اسے شاید ہی کبھی فون کیا ہو پھر بھی اس نے اس مبینہ تعلق کو تین برس پر پھیلا دیا تھا اور دعویٰ کیا تھا کہ یہ تعلق 1997ء میں ٹوٹا۔

مارکو نے اس بات کی وضاحت بہت اچھی طرح سے کی۔ اس نے کہا کہ آپ کسی چیز سے باہر تب نکلتے ہیں جب اس کے اندر ہوں۔ اگر ڈاکٹر سعید کا ان سے کوئی رومانوی تعلق تھا ہی نہیں تو وہ اس سے نکل کیسے سکتی تھیں؟ ان کے اپنے بیان کے سوا یہاں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جو ان کے اس دعوے کی توثیق کرے کہ ان دونوں کے درمیان رومانوی تعلقات تھے۔ جبکہ، ڈاکٹر سعید کے انکار کے علاوہ ہمارے پاس فون کالوں کی شہادت موجود ہے جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ کوئی نجی قسم کا تعلق موجود نہیں تھا۔''

پھر مارکو نے میرے اور طارق کے روابط کے بارے میں اپنے سوالات پوچھے۔ میں نے اسے بتایا کہ اس کا رویہ نہیں بدلا۔ وہ مجھ سے بہت ہی ذاتی قسم کی باتیں کرتا اور جنسی حوالوں سے بات کرتا جس سے میں بہت ہی پریشان ہو جاتی تھی۔ میں نے اس کے ساتھ کام کرنا جاری رکھا لیکن پوری کوشش کرتی تھی کہ اس سے بچ کر رہوں۔

''کیا تم مارچ 1996ء میں دفتر کے کام کے سلسلے میں شہر سے باہر گئی تھیں؟'' مارکو نے پوچھا۔

''ہاں، یہ یواین ڈی پی کے عملے کے لیے منیجمنٹ ورکشاپ تھی۔'' میں نے جواب دیا۔ ''پروگرام سے متعلق تقریباً عملے اور آپریشنز کے تمام سینئر افراد نے اس میں شرکت کی تھی۔ ہم سب بھوربن گئے تھے۔'' میں نے ان کو اس واقعے کے بارے میں بتایا جب طارق زبردستی میرے کمرے میں گھس آیا تھا اور مجھ سے التجائیں کررہا تھا کہ میں اسے وہیں ٹھہرنے دوں۔ ''اس نے رو کر کہا میں ایک ٹوٹا ہوا شخص ہوں۔' میں اس کا سرخ تمتماتا چہرہ دیکھ کر بے حد خوفزدہ ہوئی۔ وہ شراب کے نشے میں دھت تھا اور بضد تھا کہ ہوٹل میں میرے کمرے میں رکے۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اگلے منٹ وہ کیا کر دے گا، لیکن میں نے ظاہر یہی کیا کہ میں بہت باہمت ہوں اور اسے کمرے سے نکل جانے پر مجبور کر دیا۔''

مارکو یا کمیٹی کے ارکان نے مجھے اس واقعے کی تفصیل بتانے کے دوران بالکل نہیں ٹوکا۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے انھیں کتنا بتایا۔ مجھے تو یوں لگ رہا تھا جیسے ایک پرانی فلم میری آنکھوں کے سامنے چل رہی ہے۔ جب میں نے بات ختم کی تو مجھ پر کپکپی طاری تھی۔ مجھے نہیں معلوم کہ طارق نے اس پر کیا محسوس کیا جب وہ میرے بالکل سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ میں بالکل اپنی سوچوں میں گم تھی۔

اس سے پہلے جب میں اور مارکو اس کیس کی تیاری کر رہے تھے تو اس نے مجھ سے کہا تھا کہ ''ہمیں اس واقعے کو بھول جانا چاہیے کیوں کہ اس بارے میں ہمارے پاس ٹھوس شواہد موجود نہیں ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم وقت کو بہت اچھی طرح سے استعمال کریں اور وہی دلائل پیش کریں جن کے ہمارے پاس ثبوت بھی ہیں اور جن کے بارے میں ہمیں یقین ہے کہ پینل ان کو تسلیم کرے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اسے چھوڑ دینا چاہیے۔''

میں نے اسے وہیں پر روک دیا تھا اور کہا تھا ''میں بہت سی باتیں چھوڑ رہی ہوں کیونکہ ہمارے پاس ان کے لیے ثبوت موجود نہیں ہیں۔ لیکن یہ واقعہ میں نہیں چھوڑوں گی۔ چاہے تم یہ بھی سمجھتے ہو کہ اس سے وقت ضائع ہوگا اور کمیٹی اس کو قبول نہیں کرے گی کیونکہ ہمارے پاس ثبوت نہیں ہیں، مجھے یہ بہرحال کرنا ہے خود اپنے لیے۔ میں طارق کے ہراساں کرنے کے تمام اقدامات کو ایک پلڑے میں رکھ دوں اور صرف اس واقعے کو دوسرے پلڑے میں تب بھی اس واقعے کا وزن باقی تمام واقعات سے زیادہ ہوگا۔ مجھے یہ اپنی خاطر کرنا ہے۔ مجھے اس واقعے کی شکایت ضرور کرنی ہے۔'' مجھے خوشی ہے کہ وہ یہ بات مان گیا، مگر میں ہر صورت میں

یہ قصہ کمیٹی کو ضرور سناتی، خواہ ثبوت ہوتا یا نہ ہوتا۔ طارق نے یہ حرکت کی تھی اور میں انھیں اس بارے میں بتانا چاہتی تھی۔

مارکو جلدی سے اگلے سوال کی طرف آیا، ''کیا 1996ء وسط میں تمھیں پولیس کے ساتھ کوئی واقعہ پیش آیا تھا؟''

''ہاں، دوسرے شہر میں تعینات ایک پولیس والے نے سادہ کپڑوں میں مجھے ڈرانے دھمکانے کی کوشش کی تھی۔ یہ ہمارے ملک میں ہراساں کیے جانے کی ایک عمومی شکل ہے۔''

اچانک الفاظ میرا ساتھ چھوڑ گئے، کیونکہ میرا ذہن اور میرا وجود اب بھی بھوربن کے ہوٹل کے کمرے میں تھے۔ میرے سامنے طارق کا چہرہ گھوم رہا تھا جو شراب کی زیادتی سے بے حد سرخ ہو رہا تھا۔ میں اس کی آنکھوں میں خون کی سرخی دیکھ سکتی تھی۔ میں شراب کی بو محسوس کر سکتی تھی اور اس کے جسم کو آگے پیچھے ہچکولے کھاتا دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنے آپ کو دکھی ظاہر کرنے اور میرے ساتھ ہونے کی التجائیں کرنے کی پوری ایکٹنگ کر رہا تھا۔

ایسا لگا کہ کمیٹی کے ارکان میں سے کسی ایک نے مجھ سے پولیس والے کیس کے بارے میں کچھ پوچھا لیکن میں ان کی بات نہ سن سکی۔ شراب کی بو بہت تیز تھی اور طارق کی میرے کمرے میں رونے دھونے کی آواز بہت اونچی تھی۔ میں اور کچھ سن نہیں سکتی تھی۔ میں نے ہاتھ اٹھایا اور کہا، ''برائے مہربانی رک جایئے۔ میں اتنی تیزی سے دوسری بات پر نہیں آ سکتی۔ صرف ایک منٹ ٹھہر جایئے۔'' میں چاہتی تھی کہ طارق نے بھوربن میں میرے کمرے میں جو ہنگامہ مچایا تھا وہ ذرا کم ہو جائے۔ میرا پورا جسم کانپنے لگا اور میں اپنے آنسوؤں کو بہہ نکلنے سے نہ روک سکی۔ میں نے پانی مانگا۔ کسی نے مجھے ٹشو پیپرز کا ڈبہ دیا اور کوئی پانی لے آیا۔ طارق کی میرے کمرے میں موجودگی کا خیال دور ہی نہیں ہو رہا تھا۔

میں نے معذرت کی، ''مجھے افسوس ہے، مگر میرا ذہن اب بھی ہوٹل کے اس کمرے میں ہے۔ وہ میری زندگی کے خوفناک ترین لمحات تھے۔ اس بارے میں بات کرنا آسان نہیں۔ ذہنی طور پر میں پوری طرح تیار تھی کہ وہ مجھ پر حملہ کر دے گا۔ میں سخت خوفزدہ لیکن میں نے اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کیا کہ اگر اس نے مجھ پر حملہ کیا تو میں اس پر جوابی وار کروں گی۔ میرے جسم کا ہر ذرہ اس کے کسی حملے کا جواب دینے کے لیے تیار ہو چکا تھا۔''

یہ بات کمیٹی کے ارکان کو بتاتے ہوئے میرا پورا جسم کانپنے لگا۔ ''شاید اسے یہ محسوس ہو گیا کہ میں سخت مزاحمت کروں گی۔'' مجھے نہیں معلوم کہ کمیٹی کے اراکین کو میری بات سمجھ بھی آ رہی تھی یا نہیں کیونکہ میں سخت روہانسی آواز میں بات کر رہی تھی۔ تاہم مجھے ان کے چہروں پر حمایت نظر آئی۔ یہ عجیب بات تھی کہ طارق کی اسی کمرے میں موجودگی کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ میں صرف کمیٹی سے بات کر رہی تھی۔ میں کچھ دیر خاموش بیٹھی رہی اور پھر مارکو سے کہا کہ وہ مزید سوالات پوچھ لے۔ اس نے پولیس والے کے بارے میں سوال دہرایا۔

''طارق نے اس کیس میں میری مدد نہیں کی تھی، نہ ہی اس نے کوئی رکاوٹ ڈالی تھی۔'' میں نے مختصراً انھیں اپنے اقدامات اور طارق اور نواز کے اقدامات کے بارے میں بتایا۔ ''یو این ڈی پی کی انتظامیہ کے دو آدمی جن میں نواز بھی شامل تھا، پولیس والے کو میرے دفتر تک لے کر آئے، لیکن یہ ان کا کام تھا اور، پھر یہ کہ، مجھے اپنا وہ شناختی کارڈ بھی کبھی نہیں ملا جس کے بارے میں طارق کا دعویٰ ہے کہ اس نے وہ میرے لیے 'ذاتی طور پر واپس حاصل کیا'۔

مجھے اپنے آپ پر بہت فخر محسوس ہوا کہ میں نے پولیس والے کو پکڑ وایا، لیکن اس بیان میں میں یہ نہیں کہہ سکتی تھی۔ مجھے مختصر الفاظ میں طارق کے اس دعوے کا جواب دینا تھا کہ اس نے میرا خصوصی دوست ہونے کے ناتے مجھے ایک شرمناک صورتِ حال سے نکالا جب مجھے پولیس والوں نے ایک مرد دوست کے ساتھ شام کے وقت اسلام آباد کے ایک جنگل میں پکڑ لیا تھا۔ مجھے صرف یہ واضح کرنا تھا کہ وہ کوئی 'شرمناک صورت حال' نہیں تھی اور نہ ہی اس نے میری کوئی مدد کی تھی۔

طارق کا دعویٰ اصل میں اسی صورت حال جیسا تھا جو مجھے اس واقعے کے دوران پیش آئی تھی۔ پولیس والا مجھ سے رشوت وصول کرتا پکڑا گیا تو اس نے خود کو بچانے کے لیے کہا کہ اس نے مجھے ایک مرد کے ساتھ قابلِ اعتراض حالت میں دیکھا تھا۔ بالکل اسی طرح جب ہم نے طارق کی شکایت کی تو اس نے یہ جھوٹ بولنا شروع کر دیا کہ میرا اس کے ساتھ معاشقہ تھا۔ ان دونوں نے مجھ پر اخلاقی الزامات لگائے۔ کسی بھی عورت کو ''بدچلن'' کہنا اس کو بے اعتبار کرنے کا ایک مسلمہ ہتھکنڈہ ہے۔

گواہیوں کے اگلے پلندے میں نواز کا بیان بھی شامل تھا جو طارق نے اس سے دستخط کروا کر پیش کیا تھا۔ مارکو نے جلدی جلدی یہ بیان ٹرانسپیرنسی پر دکھایا کیونکہ اس کا تعلق پولیس والے کیس سے تھا۔ اس نے جواب میں دو چیزوں کی طرف توجہ دلائی۔ ''جو بیان مبینہ طور پر نواز نے لکھا ہے، اس میں اس نے اپنا تذکرہ صیغہ غائب میں کیا ہے۔'' اس نے بیان میں سے یہ جملہ پڑھا ''اور نواز نے اس سلسلے میں جو غیر معمولی محنت کی۔'' اس سے یہ بات واضح ہے کہ یہ بیان نواز کے لیے مسٹر خان نے لکھا ہے۔'' کمیٹی کے اراکین ہنس پڑے۔

دوسرا نکتہ مارکو نے یہ اٹھایا کہ پولیس کیس میرے لیے شدید پریشانی کا معاملہ تھا۔ ڈر تھا کہ کہیں وہ شخص اور اس کے ساتھی کوئی انتقامی کارروائی نہ کر دیں۔ 18 مئی سے لے کر 5 جون کو جب وہ شخص گرفتار ہو گیا بلکہ اس کے کچھ روز بعد تک بھی اس بات کا خطرہ موجود تھا۔ پھر مارکو نے طارق کی مئی اور جون میں مجھے کی جانے والی کالوں کا ریکارڈ سامنے رکھا اور دکھایا کہ اس دوران میں طارق نے مجھے کوئی فون نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ یہ بات طارق کے دعوے کو اور بھی زیادہ نامعتبر بنا دیتی ہے کہ اس نے اس کیس میں میری مدد کی تھی اور یہ کہ میرے اس کے ساتھ خصوصی تعلقات تھے۔

میں نے کمیٹی کو یہ بھی بتایا کہ میں نے عملی قدم اٹھاتے ہوئے پولیس میں رپورٹ درج کرائی۔ اگر میں خود غلطی پر ہوتی یا شرمندہ ہوتی تو ایسا نہ کرتی۔ میں نے کمیٹی کو بتایا کہ اس واقعے کے دوران پال نے میری بہت مدد کی تھی۔ اس نے مجھے ایک موبائل فون لے کر دیا اور مجھ سے کہا کہ میں یہ فون ہر وقت اپنے پاس رکھوں۔ اسے پریشانی تھی کہ اس پولیس والے کے رشتہ دار مجھے یہ مقدمہ واپس لینے پر مجبور کرنے کے لیے تشدد کا راستہ نہ اپنا لیں۔

مارکو نے مزید سوالات کیے اور مختصراً مجھ سے بیداری کے بارے میں پوچھا۔ وہ طارق کے اس دعوے کا جواب دینا چاہتا تھا کہ سعدیہ نے میرے ساتھ اس شکایت میں اس لیے شمولیت کی ہے کہ وہ یو این ڈی پی میں ملازمت سے پہلے مجھے بیداری کے حوالے سے جانتی تھی۔ میں نے کمیٹی کے اراکین کو بتایا کہ میں پچھلے کئی برس سے بیداری کی انتظامیہ کا حصہ نہیں ہوں۔ ہاں میں اس کے بانیوں میں سے ایک ہوں اور اس کی پہلی ایگزیکٹو کمیٹی کی رکن بھی تھی۔

سنہ 1996ء کے بارے میں بھی بات ہوئی کیونکہ یہ وہ سال تھا جب میری اور پال کی دوستی آگے بڑھ رہی تھی۔ میں نے ان خطوط کا ذکر کیا جو پال نے مجھے بیجنگ سے لکھے تھے۔ مارکو نے اس پر بات نہیں کی۔ میں نے مختصراً اس بات کا بھی ذکر کیا کہ طارق دوسری عورتوں کے بارے میں جنسی نوعیت کے تبصرے کیا کرتا تھا۔ اس تمام سوال و جواب کے بیچ میں اپنی گود میں رکھی فائل کا کونہ اٹھایا اور پنا ہاتھ پال کے خطوں پر رکھ دیا۔ اس سادہ سی بات نے مجھے بہت اطمینان اور ہمت دی۔

مارکو نے مجھ سے پوچھا ''ڈاکٹر سعید، کیا آپ ہمیں بتائیں گی کہ آپ نے اس ہراساں کیے جانے کے بارے میں اپنے سپروائزر سے شکایت کیوں نہیں کی؟''

میں نے کہا کہ مجھے ڈر تھا کہ سینئر انتظامیہ، خاص طور پر رابرٹ انگلینڈ طارق کی حمایت کرے گا اور اس سے میرے لیے حالات اور بھی دشوار ہو جائیں گے۔ میں نہیں سمجھتی تھی کہ وہ اس سے جواب دہی کریں گے۔ وہ رابرٹ کے بہت ہی قریب تھا۔ میں نے انھیں بتایا کہ جب بھی کوئی شخص طارق کے خلاف کوئی بات کرتا تو رابرٹ ذاتی کوشش کر کے طارق کا دفاع کرتا تھا۔

میرا دوسرا نکتہ یہ تھا کہ میں نے کئی دوسرے طریقوں سے اپنی تشویش کا اظہار کرنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے باقاعدہ اقدامات کے ذریعے صنفی آگہی اجاگر کرنے کی کوشش کی تھی۔ جب اس میں ناکامی ہوئی تو میں نے اپنے سپروائزر ہارومی ساکاگوچی کو اس بارے میں بتایا تھا۔ مارکو نے اس بارے میں بہت سے سوالات کیے کیونکہ وہ اس کو مضبوط بنیاد بنانا چاہتا تھا۔ اگرچہ ہارومی اس بات سے بالکل مکر گیا تھا کہ میں نے اس بارے میں اس سے بات کی تھی مارکو چاہتا تھا کہ کمیٹی کے اراکین میرا موقف بھی سنیں۔

''کیا آپ ہمیں تفصیل سے بتا سکتی ہیں کہ آپ نے اپنے سپروائزر ہارومی ساکاگوچی سے کیا بات کی تھی؟''
میں نے پوری وضاحت کی۔
''اس کا جواب کیا تھا؟''
''وہ بہت پریشان ہوا۔ اس نے حیرانی سے کہا کہ اسے اس بات پر یقین نہیں آرہا۔ پوری بات سننے کے بعد وہ خاموش ہوگیا اور کہا کہ اسے ہم لوگوں کے تحفظ کے بارے میں تشویش ہے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں محتاط رہوں۔''

ایک ایک کر کے مارکو نے وہ تمام نکات اٹھائے جن پر طارق کے دعوے کا جواب دینے کی ضرورت تھی۔ اس نے میرے کیس کا اختتام ہارومی کے بارے میں کچھ تفصیلات کے ساتھ کیا۔ میں نے گہرا سانس لیا اور اس کی طرف دیکھا۔ اس نے کوئی تاثرات نہیں دیے۔ میں آہستگی سے اپنی جگہ سے اس خوشی کے احساس کے ساتھ اٹھی کہ مجھے کمیٹی کے سامنے سچ بیان کرنے کا موقع ملا۔

ماضی کے واقعات میں بار بار واپس جانے کی وجہ سے میرا سر چکرا رہا تھا لیکن میں اچھا محسوس کر رہی تھی۔

جب میرا بیان مکمل ہوا تو چیئرپرسن نے اعلان کیا کہ جرح اگلے روز کی جائے گی۔ طارق نے فوراً ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ اپنا ہاتھ ہوا میں چلاتے ہوئے بدتمیز لہجے میں کہا ''ہم چاہتے ہیں کہ جرح آج ہی کی جائے۔'' چیئرپرسن نے اسے بتایا کہ بعض اراکین کی کچھ دوسری مصروفیات بھی ہیں اس لیے اجلاس کو آج ساڑھے پانچ بجے تک ختم کرنا ضروری ہے۔

طارق نے کمیٹی کے اس رکن کی طرف اپنی انگلی گھمائی جو کارروائی کی روداد لکھ رہا تھا اور زور سے کہا ''برائے مہربانی یہ لکھ لیجیے کہ میں نے ایک درخواست کی اور اسے مسترد کر دیا گیا۔'' سب لوگوں نے اس کی طرف عجیب نظروں سے دیکھا۔ میں جب اپنی کرسی سے اٹھی تو میں نے خود کو ہلکا محسوس کیا۔ میں نے کاغذات سمیٹنے میں مارکو کی مدد کی۔ اگرچہ مجھے طارق کا سامنا کرنے پر پریشانی تھی لیکن میرے بیان پر اس کی موجودگی کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

اپنے ہاتھوں میں فائلیں اٹھائے میں اور مارکو گیارہویں منزل کے اس کمرے کی طرف چلے جہاں سعدیہ اور راشیل ہمارے انتظار میں بیٹھی تھیں۔ ان کے لیے کمرے میں وقت گزارنا یقیناً بہت مشکل ہوگا کیونکہ سارا وقت وہ یہ اندازہ لگا رہی تھیں کہ نیچے والی منزل پر کیا ہو رہا ہوگا۔ ان کے چہرے زرد ہو رہے تھے اور ان کی آنکھیں تھکی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ انھوں نے بے تابی سے ہماری طرف دیکھا۔ میں نے چیزیں بڑی میز پر رکھتے ہوئے جلدی سے کہا ''سماعت اچھی رہی۔ ہم نے بہت سے پہلوؤں کا احاطہ کر لیا۔''

مارکو ان کی طرف دیکھ کر مسکرایا، ''یاد رکھو، اس کا کیس سب سے زیادہ پیچیدہ تھا۔ اس وجہ سے اس میں

زیادہ وقت لگا۔ آپ لوگوں کے بیانات نسبتاً مختصر ہوں گے۔ مجھے اتنا کچھ نہیں بتانا ہوگا۔''

''جرح اس نے کی یا اس کے وکیل نے''، راشیل نے پوچھا۔

ابھی صرف بیان ہوا ہے! جرح کل ہوگی۔''راشیل اور سعدیہ نے ایک دوسرے کی طرف حیرانی سے دیکھا۔

میں نے انھیں بتایا کہ کس طرح اس نے بلند آواز میں اعتراض کیا کہ جرح کل نہیں آج ہی ہونی چاہیے۔

''تمھارا کیا خیال ہے وہ ہار چکا ہے؟''راشیل نے پوچھا۔

''کیا پتہ۔ شاید، لیکن میرا خیال ہے کہ وہ اپیل کی تیاری کر رہا ہے۔ یاد رہے، وہ آپریشنز میں کام کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر وہ حقائق کی بنیاد پر نہ بھی جیت سکے تب بھی اسے ضابطے کے حوالے سے غلطیاں نکال کر جیت لینا چاہیے۔ ہر مرحلے پر اعتراضات اٹھا کر وہ اپنے لیے مواد جمع کر رہا ہے کہ اگر فیصلہ اس کے خلاف ہو تو وہ اپیل کر سکے۔''

مارکو اگلے دن کی کارروائی کے بارے میں لارئیٹ اور نتالی سے بات چیت کرنے کے لیے چلا گیا۔

میں نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھا اور کہا''ابھی دن کی کچھ روشنی باقی ہے۔ کیا ہم آج کسی اچھی سی جگہ جا سکتے ہیں؟ پہلی مرتبہ شام کا سارا وقت ہمارے پاس ہے۔ سعدیہ خوش ہوگئی۔ وہ میری سالگرہ منانا چاہتی تھی۔ راشیل اپنی گائیڈ بک کی طرف لپکی۔ پھر بھی ہم نے سوچا کہ ہمیں مارکو سے پوچھ لینا چاہیے کہ کیا ہم اپنی چیزیں ہوٹل میں لے جائیں۔

مارکو جلد ہی نتالی کے ساتھ واپس آ گیا اور کہنے لگا''ہم رات کے کھانے کے لیے مختصر سا وقفہ کریں گے اور پھر مزید کام کریں گے۔ ہم کوشش کریں گے کہ دس بجے تک کام مکمل کر لیں۔''ہم تینوں نے ایک دوسرے کو سخت مایوسی کے ساتھ دیکھا۔

''افوہ، میں نے اپنے آپ سے کہا۔ ہمارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ مارکو کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں نے ایک گہرا سانس لیا اور کہا''آفرین ہے مارکو پر کہ وہ ہم سے کہیں زیادہ کام کر رہا ہے اور پھر بھی شام کو چھٹی نہیں کرنا چاہ رہا۔ یہ ہمارے لیے اچھا ہے۔ آؤ چلو۔ یہ رات کا کھانا میری سالگرہ کا کھانا ہوگا''۔ سعدیہ اور راشیل نے اپنے کندھے جھٹکے اور ہم مارکو کے پیچھے چل دیے۔

ہم ایک میکسیکن ریستوران میں گئے۔ جب ہم بیٹھ گئے تو میں نے اعلان کیا کہ یہ میری سالگرہ کا دن ہے۔ مارکو اور نتالی نے مجھے مبارکباد دی۔ سعدیہ اور راشیل مجھے گلے ملیں۔ میں مسکرائی اور ان سب لوگوں، خاص طور پر پال، کے بارے میں سوچا جو میرے ساتھ موجود نہیں تھے۔ ہم نے کوکا کولا، سپرائٹ، وائن کے دو گلاس اور ایک گلاس جوس منگوایا۔ میری دوستوں نے پوری کوشش کی کہ خوشی کی فضا قائم ہو۔ مجھے وہ تمام سالگرہیں یاد آئیں جو میں نے پچھلے برسوں میں موسیقی، شاندار کھانوں اور دھوم دھام کے ساتھ منائی تھیں۔

مجھے ماؤنٹ ایورسٹ کا نظارہ بھی یاد آیا جو میرے لیے پچھلے سال کی سالگرہ پر پال کی طرف سے تحفہ تھا۔ مجھے یاد آیا کہ میں نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا تھا جب اس نے میرے کان میں سالگرہ مبارک کہا تھا۔ ایک پورا سال اتنی تیزی سے گزر گیا تھا اور سارا سال اس کیس کے گرد گھومتے گزرا تھا۔

رات کے کھانے کے بعد ہم اپنے چھوٹے سے بد ہیئت کمرے میں آ گئے۔ مارکو چاہتا تھا کہ سعدیہ اور راشیل کے لیے ٹرانسپیرنسیز کو دیکھ لیا جائے۔ میں اپنی سوچوں میں گم پاس ہی بیٹھ گئی۔ وہ دونوں دس بجے کے بعد تک مارکو کے ساتھ کیس کی تیاری کرتی رہیں۔ میں نے کھڑکی سے باہر خوبصورت روشنیوں والی عمارتوں کو دیکھا مگر میرا ذہن بار بار رابرٹ انگلینڈ کی طرف جاتا۔ میں خوش تھی کہ مجھے یہ موقع ملا کہ میں کمیٹی کو وہ بتا سکوں جو طارق نے کیا تھا لیکن مجھے شدت سے احساس تھا کہ مجھے کسی کو یہ بھی بتانا چاہیے کہ رابرٹ انگلینڈ نے کیا کیا تھا۔

جب سعدیہ اور راشیل نے مارکو کے ساتھ کام ختم کر لیا تو ہم پیدل اپنے ہوٹل چلے آئے۔ میں نے فوراً پال کا نمبر ملایا۔ میں اسے بتانا چاہتی تھی کہ دن کیسے گزرا لیکن وہ مجھے نہیں مل سکا۔ میں نے اپنی والدہ کو مختصراً بتایا کہ آج کیا کچھ ہوا۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ بات میرے والد اور دوسرے لوگوں کو بھی بتا دیں۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ پال کو بھی فون کر دیں اور یہ سب بتا دیں۔ جب ہم بالکل بستر پر لیٹنے والے تھے تو سعدیہ نے میری طرف دیکھا اور کہا ’’ابھی آدھی رات ہو چکی ہے؟‘‘

میں نے کہا ’’نہیں ابھی پونے بارہ ہیں۔‘‘

’’ابھی ہمارے پاس پندرہ منٹ باقی ہیں‘‘ اس نے کہا۔ ’’آؤ باہر چلیں۔ کچھ نہیں تو ہم دونوں ایک ایک کوک ہی پی لیں۔‘‘ وہ جوش کے ساتھ بستر سے نکل پڑی۔

کیوں؟ میں نے حیرانی سے پوچھا۔

’’تمھاری سالگرہ ہے، لیکن ہم نے کوئی خاص چیز نہیں کی۔‘‘ وہ بولی۔

’’ہم نے کھانا کھایا‘‘ میں نے جواب دیا۔

اس نے کہا ’’نہیں۔ میرا خیال ہے کہ راشیل سو چکی ہے۔ چلو ہم باہر چلیں۔‘‘

اس نے میرا بازو پکڑ کر مجھے کھینچا اور کمرے سے باہر لے آئی۔ ہم ٹائمز سکوائر تک چل کر گئے اور ایک چھوٹے سے سٹال سے کوک کی دو بوتلیں لے لیں۔ ہم نے اپنے اردگرد روشنیوں کو دیکھا اور اپنا مشروب پیتے رہے۔ پورا دن سخت کھنچاؤ میں گزارنے کے بعد ہمیں یہ پندرہ منٹ ایسے ملے جن میں ہم ہنسے اور اطمینان کا سانس لیا۔

باب:57

جرح: چھٹا دن

میں اگلی صبح بہت جلدی جاگ گئی۔ میں رات بھر خواب دیکھتی رہی کہ طارق سے میری بحث ہوگئی ہے۔ سعدیہ بھی جاگ چکی تھی مگر ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھے بستر پر لیٹی تھی۔ ہم دونوں چھت کو دیکھ رہے تھے۔ سعدیہ نے مجھے بتایا کہ میں نیند میں باتیں کر رہی تھی۔

''کیا میں رابرٹ کو گالیاں دے رہی تھی؟'' میں نے مذاق میں کہا۔

ہم دونوں ہنس پڑے۔ میں نے چادر اپنی ٹھوڑی تک کھینچ لی اور اس کی طرف مڑ کر دکھ بھرے لہجے میں کہا، ''سعدیہ، تمھیں معلوم ہے کہ رابرٹ کے دفتر سے ایک افواہ یہ بھی پھیلی ہے کہ طارق میرے جسم کے کچھ نشانات کے بارے میں بتا سکتا ہے جس سے ثابت ہو سکے گا کہ ہمارے درمیان جنسی تعلق تھا۔''

سعدیہ نے بُرا سا منہ بنا کر کہا کہ ''طارق نے یہی الفاظ استعمال کیے تھے جب اس نے مجھے اُس عورت سے فون پر بات کرنے کے لیے کہا تھا۔ اس نے کہا تھا، تم اس عورت کو بتا دو کہ میں اس کے جسم کے اوپر موجود نشانات کے بارے میں بتا کر یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ وہ دوسرے مردوں کے ساتھ سوتی رہی ہے۔'' یہ اس کا بلیک میل کرنے کا طے شدہ طریقہ ہے۔ اس بات کے بارے میں سوچو بھی نہیں۔''

میں نے پھر دھیمی آواز میں کہا ''میں نے سنا ہے کہ طارق کے وکیل نے لیگل سیکشن کے لوگوں کے سامنے یہ بات کہی ہے کہ طارق میرے جسم پر موجود نشانات کے بارے میں بتا کر یہ ثابت کر سکتا ہے کہ ہمارا معاشقہ تھا۔ میں جانتی ہوں کہ وہ دھوکہ دے رہا ہے لیکن اگر اس نے کوئی جھوٹا بیان دے دیا تو پھر کیا ہوگا؟''

''فوزیہ، پلیز اس بارے میں پریشان مت ہو۔ تمھیں معلوم ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔''

''میں اس بارے میں پریشان نہیں ہوں میں صرف یہ سوچ رہی ہوں کہ وہ کس طرح کے جھوٹ گھڑ سکتا ہے۔ میں نے اس بارے میں پال سے بھی بات کی۔ اس نے کہا کہ میرے جسم پر کوئی ایسے نشانات نہیں ہیں اور اس کے علاوہ اس نے یہ بھی کہا کہ پاکستان میں اس طرح کے لاکر روم بھی نہیں ہوتے جہاں عورتیں اکٹھے نہاتی ہیں اور ایک دوسرے کو دیکھ سکتی ہیں۔ اس لیے کوئی بھی اسے اس قسم کی معلومات نہیں دے سکتا۔''

''وہ ٹھیک کہہ رہا ہے،'' سعدیہ نے زور دے کر کہا۔

میں نے بات کا موضوع بدل دیا،'' مجھے نبیلہ کی بات سے اتفاق ہے، طارق بہت بوڑھا نظر آ رہا ہے۔''

''خیر، اسے اتنے سارے جھوٹ پیش کرنے کے لیے اتنی محنت بھی تو کرنی پڑی۔'' سعدیہ نے ہنس کر کہا۔

ابھی ہم اٹھ ہی رہے تھے کہ پال کا فون آ گیا۔ اس نے ہمیں جرح میں کامیابی کی دعا دی۔ میں نے پریشانی سے کہا'' یوں لگتا ہے کہ طارق حد سے گزر چکا ہے۔ شاید اپنے جوابی حملے میں وہ کوئی فضول بات کہے۔ اس کا رویہ کمیٹی کے ساتھ خاصا جارحانہ ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ اب صورت حال اس کی برداشت سے باہر ہو رہی ہے۔ اسے یہ ماننے میں دشواری ہو رہی ہے کہ اپنے بااختیار دوستوں کی مدد کے باوجود اس کو اپنی حرکتوں کا حساب دینا پڑ رہا ہے۔''

پال نے میرا حوصلہ بڑھایا اور کہا،'' کیا تم میرے لیے ایک کام کرو گی ؟ سارا دن مسکراتی رہنا۔ وہ تمھیں طیش دلانے کی کوشش کر سکتا ہے۔ وہ چاہے کچھ بھی کہے؛ غصہ نہ کرنا! صرف مسکرانا اور کہہ دینا کہ نہیں، یہ بات سچ نہیں۔''

میں ہنسی اور کہا'' نصیحت کا شکریہ۔ میں جب اس کے جھوٹ سنتی ہوں تو غصے میں آ جاتی ہوں۔ لیکن میں غصے میں نہیں آؤں گی۔''

''یاد رکھو، تمھیں صرف اس کی بات کا جواب دینا ہے، اس کے ساتھ بحث نہیں کرنی ہے'' پال بولتا رہا '' کمیٹی کے ارکان پر بھروسہ رکھو۔ وہ خود تجزیہ کر لیں گے۔ ان کے لیے نتیجے مت نکالو۔ صرف اس کے سوالات کا سچائی سے جواب دو۔''

''شکریہ پال، میں ابھی سے مسکرا رہی ہوں'' میں نے خوشی سے کہا۔ پال نے کہا کہ میں اس کی نیک خواہشات راشیل اور سعدیہ کو بھی پہنچا دوں۔ اس کی کال نے مجھے پوری توانائی دے دی۔

آج میں اور سعدیہ جلدی تیار ہو گئی تھیں۔ سعدیہ نے پُر اعتماد انداز میں کہا کہ وہ ہمارے لیے ناشتہ لے آئے گی۔ راشیل ہمیں اس قدر بھاگ دوڑ کرتے دیکھ کر حیران تھی۔ دراصل پچھلے دن کی پریشانی نے ہمارے اعصاب کو جھنجھنا کر رکھ دیا تھا۔

مارکو کے پہنچنے سے پہلے ہی ہم اپنے بدصورت کمرے میں پہنچ چکی تھیں اور ایک دوسرے کی ہمت بڑھانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ میرے بعد کون اندر جائے گا۔ مارکو نے کہا کہ اس کا فیصلہ کمیٹی کرے گی لیکن اس کا خیال تھا کہ وہ اس کے بعد راشیل کو لے جائے گا۔ وہ یہ دیکھنے کے لیے چلا گیا کہ کمیٹی اجلاس شروع کرنے کے لیے تیار ہے یا نہیں۔

سعدیہ نے کہا کہ وہ ٹائیلٹ جانا چاہتی ہے لیکن وہ مجھے گلے مل کر کمیٹی کے سامنے بھیجے بغیر نہیں جانا چاہتی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ مارکو کب واپس لوٹے۔ میں نے اس سے کہا کہ بہتر ہوگا کہ وہ چلی جائے میں نہیں چاہتی کہ ہمارے بدصورت کمرے میں گندگی پھیل جائے۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس نے شرمندگی سے راشیل کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے میرے قریب آ کر کہا ''اب سب ٹھیک ہے۔ میں نے ایک چھوٹی بوتل باتھ روم میں چھپا رکھی ہے۔ اب مجھے مسئلہ نہیں۔''

مجھے یقین نہیں آیا کہ میں کیا سن رہی ہوں ''سوری، میں نے یہ بات نہیں سنی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تمھیں ٹائیلٹ پیپر کی وجہ سے مسئلہ ہے۔''

''شی شی! اس نے میری طرف ناراضی سے دیکھا اور مجھے ایک طرف کو کھینچ کر لے گئی تا کہ راشیل یہ سب نہ سن سکے۔

''یہ لوگ پانی کے بغیر کیسے یہ کر لیتے ہیں؟'' اس نے سرگوشی میں کہا۔ ''مگر سعدیہ، یہ سب لوگ ٹشو پیپر ہی استعمال کرتے ہیں'' میں نے کہا۔

''اخ،'' اس نے بُرا منہ بنایا۔ ''یہ لوگ اتنے گندے ہیں۔ یہ اپنے آپ کو کاغذ سے صاف کرتے ہیں۔۔۔ اُف!'' اس کے کندھوں میں کراہت کے احساس سے ایک کپکپی دوڑ گئی اور میں قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔

راشیل نے میری طرف دیکھا اور میں نے جلدی سے بات بنائی، ''فکر نہ کرو، میں صرف اسے قائل کر رہی ہوں کہ یہ باتھ روم چلی جائے۔ کیا پتہ طارق ضابطے کے کون سے اعتراضات کب نکال لے؟ ضروری کام فوراً کر لینا چاہیے''

مارکو مجھے لینے کے لیے آ گیا۔ راشیل اور سعدیہ نے مجھے تسلی دینے کے لیے گلے لگایا۔ میں نے اپنی چیزیں اٹھائیں اور تیزی سے مارکو کے ساتھ چل پڑی۔ وہ کمیٹی روم میں چلا گیا جبکہ میں باہر انتظار کرتی رہی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا میری گھبراہٹ بڑھتی گئی۔ میں سوچ رہی تھی کہ کیا طارق ایک اور ہنگامہ کھڑا کرنے والا ہے۔ آخر انھوں نے مجھے کمرے میں بلا لیا۔ میں نے گہرا سانس لیا اور اپنے آپ کو پُرسکون رہنے کا کہا۔ میں نے اپنی ذاتی فائل کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا اور بڑے پُراعتماد طریقے سے اندر داخل ہوئی۔ میں نے نوٹ کیا کہ کسی نے میری کرسی کا رخ تبدیل کر دیا تھا اور اب میرا چہرہ کمیٹی کی طرف تھا۔ مارکو تقریباً میرے پیچھے تھا اس لیے مجھے اس کی طرف دیکھنے کے لیے پورا گھومنا پڑتا۔

طارق کے وکیل نے پہلا سوال پوچھا۔ یہ سوال اتنا طویل تھا کہ میری سمجھ میں ہی نہیں آیا۔ یہ ایک طرح کا میرے اور طارق کے تعلق کے بارے میں بیان تھا۔ میں نے دوبارہ کوشش کی لیکن میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا پوچھنا چاہتا ہے۔ میں نے چیئر پرسن کی جانب دیکھا اور پوچھا کہ ''سوال کیا ہے؟'' انھوں نے مداخلت کی

اوراس سے کہا کہ وہ مجھ سے ایک وقت میں ایک چیز پوچھے۔

طارق، جس نے شاید یہ سوالات خود لکھ کر دیئے تھے اس پر خاصا بے چین ہو گیا۔ اس نے اپنے وکیل کو کہنی ماری اور کرسی پر پہلو بدل کر آگے کو ہو کر بیٹھ گیا۔ ''مجھے وضاحت کرنے دیجئے!'' پھر اس نے ایک اور طویل سوال پوچھا۔ یوں لگا کہ وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ اگر میں سمجھتی تھی کہ وہ مجھے ہراساں کرتا ہے تو میں نے اس کو اپنے گھر مدعو کیوں کیا؟ میں نے کہا ''میں نے اسے اپنے گھر صرف ایک بار مدعو کیا تھا جب میں نے یو این ڈی پی کے دوسرے لوگوں کو بھی دعوت دی تھی۔ اس کے بعد سے تمام سوالات طارق نے ہی کیے۔ کچھ سوالات میرے یو این ڈی پی میں پہلے تین ماہ کے بارے میں تھے۔ یہ وہ دور تھا جب اس نے میرے گھر پر ہیلووین پارٹی میں مختصر وقت کے لیے شرکت کی تھی اور پھر مجھے اس کی اور بل ڈکنز کی طرف سے ایک پارٹی پر مدعو کیا گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ وہ مجھ پر جرح کے لیے اس کو بنیاد بنانا چاہتا تھا۔ میں نے سادہ لفظوں میں جواب دیا' ہاں میں نے تمھیں اپنے گھر ہیلووین پارٹی کے لیے مدعو کیا تھا۔ میں نے یو این ڈی پی کے اور بہت سے لوگوں کو بھی مدعو کیا، تھا اس پارٹی میں تقریباً ستر لوگ آئے تھے۔''

وہ بار بار وہی باتیں دہراتا رہا۔ آہستہ آہستہ وہ دوسرے مسائل کی طرف گیا۔ اس کے زیادہ تر سوالات اس طرح شروع ہوتے تھے'' کیا میں نے ایسا نہیں کیا؟'' اس لیے میرے جوابات اس طرح شروع ہوتے ''نہیں، تم نے ایسا نہیں کیا......''

اس نے مجھ سے بیداری کے بارے میں پوچھا اور پھر سعدیہ کے بارے میں۔ پھر وہ ایک بار پھر مجھ سے اپنے مبینہ نجی تعلق کی طرف چلا آیا اور پوچھا'' کیا تم نے مجھے اپنے گھر نہیں بلایا تھا، جب گھر پر کوئی اور موجود نہیں تھا۔'' میں نے کہا'' یہ سچ نہیں ہے''۔ اس نے کہا کہ میں تمھارے کمرے اور باتھ روم کے اندر کا تفصیلی حال بتا سکتا ہوں؟ میں نے اس سے کہا کہ ہاں بتاؤ مگر مارکو نے مداخلت کی اور کہا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک مرحلے پر اس نے کہا'' کیا میں نے تمھیں پولیس سے تمھارا شناختی کارڈ واپس دلوانے میں مدد نہیں کی؟'' میں نے کہا نہیں، تم وہاں کہیں آس پاس بھی نہیں تھے جب پولیس والے مجرم کو گرفتار کرنے آئے اور اس نے میرا شناختی کارڈ کبھی واپس نہیں کیا'' یہ سب کچھ بہت اکتا دینے والا ہوتا جا رہا تھا لیکن میں پُرسکون رہی۔

اس نے میرے پشاور کے سفر کا ذکر کیا۔ اس واقعے کا ذکر اس نے اپنے تقریباً تمام تحریری بیانات میں بار بار کیا تھا جو اس نے بھیجے تھے۔ اس موقعے پر رابرٹ اور دفتر کے بہت سے دوسرے لوگ بھی پشاور گئے تھے اور ایک ہی ہوٹل میں ٹھہرے تھے۔ اچانک اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آنکھیں ابل پڑیں۔ اس نے اپنی کرسی میں پہلو بدلے اور آگے کو جھکا۔ اس نے کمیٹی کے اراکین کی طرف دیکھا تا کہ ان کی پوری توجہ کو یقینی بنا سکے پھر مجھ سے پوچھا، '' کیا یہ بات درست نہیں ہے کہ پشاور میں ڈنر کے بعد میں تمھارے کمرے میں آیا تھا؟''

''نہیں، یہ سچ نہیں ہے۔''

''کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم اس وقت صوفے پر بیٹھی تھیں اور میں تمھارے قدموں میں بیٹھا ہوا تھا؟''

بغیر کوئی تاثر دیے میں نے جواب دیا ''نہیں، تم میرے کمرے میں نہیں آئے تھے۔''

اونچی آواز میں یہ سوالات پوچھتے ہوئے وہ کانپ رہا تھا۔ میں پُرسکون رہی اگرچہ حیران تھی۔

اس نے کہا، ''کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تمھارے کمرے میں ہم نے جنسی فعل کیا تھا؟''

مجھے یوں لگا کہ اس بے عزتی پر میں آتش فشاں کی طرح پھٹ جاؤں گی لیکن میں نے پُرسکون انداز میں جواب دیا، ''نہیں، یہ سچ نہیں۔''

اس نے کہا ''کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اس وقت مجھے معلوم ہوا تھا کہ تم کنواری ہو؟''

میں نے پال کے خطوط والی فائل کو مضبوطی سے پکڑا اور پُرسکون لہجے میں کہا ''یہ سب جھوٹ ہے۔''

میں یہ محسوس کر سکتی تھی کہ کمرے میں موجود سب لوگوں پر ان سوالات کا اثر ہوا تھا، لیکن یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ کس طرح کا اثر ہوا تھا۔ مجھے سخت غصہ آیا ہوا تھا لیکن میں پُر اعتماد تھی۔ طارق واضح طور پر کانپتا دکھائی دے رہا تھا۔ میرا دل چاہا کہ کاش اس وقت میں مارکو کی طرف دیکھ سکتی اور اس سے اشاروں میں کوئی تائید لے سکتی کہ میں ٹھیک طرح بات کر رہی ہوں یا نہیں، لیکن یہ ممکن نہیں تھا کیونکہ کمرے کی ترتیب اس طرح سے تھی۔ بہرحال میرا دل مجھ سے کہہ رہا تھا کہ یہ وقت ہے کہ میں اپنی بہترین کوشش کروں۔

مجھ پر جرح میں ساڑھے چار گھنٹے لگے۔ جب یہ ختم ہوئی تو میں کچھ حیران تھی۔ میرا خیال تھا کہ میرا بیڈ روم، میرا باتھ روم اور میرے جسم پر موجود نشانات، سب کچھ کمیٹی کے سامنے بیان کیا جا چکا ہوگا۔ چیئر پرسن نے طارق سے پوچھا کہ کیا اس کی بات مکمل ہوگئی ہے۔ میں مارکو کی طرف مڑی اور کہا کہ میں کم از کم اپنے باتھ روم کی ٹائیلوں کا رنگ اس سے جاننا چاہتی تھی۔ مارکو نے کمیٹی سے پوچھا کہ کیا مدعا علیہ نے ڈاکٹر سعید کے کیس سے متعلق تمام چیزیں پیش کر دی ہیں۔ اس نے یہ سوال پھر دہرایا تاکہ طارق بعد میں مزید معلومات لے کر نہ آجائے۔

کمیٹی کے ارکان میں سے ایک نے میرے کمرے کی ترتیب کا ذکر کیا۔ مارکو نے طارق سے کہا کہ اگر وہ میرے کمرے کی ترتیب کے بارے میں بتانا چاہتا ہے تو اب بتا دے۔''

طارق اچانک پکڑا گیا۔ اس نے تھوک نگل کر کہا یہ گھر کے دوسرے سرے کی طرف ہے۔ اس نے پوری کوشش کی کہ انتہائی مبہم بات کرے۔ اس نے کہا باتھ روم میں سنک کے اوپر آئینہ لگا ہے اور ایک طرف کو ٹائلٹ ہے۔ میں نے مارکو کی طرف دیکھا اور آنکھوں کے اشارے سے کہا کہ اس نقشے پر تو شہر کے پچانوے فیصد باتھ روم پورے اترتے ہیں۔ اس نے کمرے کے بارے میں بھی اسی طرح بتایا اور کہا کہ ایک طرف بستر

ہے اور دوسری طرف وارڈ روب ہے۔ وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا اور اس طرح ہاتھ ہلا رہا تھا جیسے سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ مزید کیا کہے۔ میں نے نفی میں اپنا سر ہلایا۔ مجھے امید تھی کہ کوئی مجھ سے اس کی تصدیق کے لیے کہے گا۔ میرے کمرے میں وارڈ روب تھی ہی نہیں، لیکن کسی نے اس بات کو مزید جاننے کی کوشش نہیں کی۔ میں مارکو کی طرف جھکی اور کہا کہ اس نے جو غیر واضح قسم کا نقشہ بیان کیا ہے وہ بھی غلط ہے۔ میں چاہتی تھی کہ اس سے یہ پوچھوں کہ میرے باتھ روم کی ٹائیلز کا رنگ کیا ہے۔ تاہم مارکو نے اس تفصیل پر مزید بات نہیں کی۔

طارق نے اپنی طرف سے بحث کو سمیٹا اور مارکو نے ہماری جانب سے۔ طارق نے فوراً بلند آواز میں مطالبہ کیا کہ اس کے بعد سعدیہ کو بطور گواہ لایا جائے۔ مارکو نے درخواست کی کہ راشیل پہلے آ سکے لیکن طارق نے اسے ایک مسئلہ بنا لیا اور ہنگامہ کھڑا کر دیا، چنانچہ مارکو نے مان لیا۔

ہم اٹھے اور کمرے سے باہر نکل گئے۔ میں مارکو کے ساتھ ساتھ چلتی رہی اور بولتی جا رہی تھی کہ ''اس کا بتایا ہوا نقشہ غلط ہے۔ اس سے میرے باتھ روم کے رنگ کے بارے میں پوچھو۔'' مگر مارکو نے جواب نہیں دیا۔

راشیل اور سعدیہ کمرے کے باہر ہی بیٹھی تھیں۔ وہ اوپر کی منزل والے کمرے میں بیٹھ بیٹھ کر تھک گئی تھیں۔ میں ان کی طرف دوڑی، ان کے بالکل پاس رکی اور ہزار الفاظ فی سیکنڈ کی رفتار سے بولنا شروع کر دیا۔ میں نے انھیں بتایا کہ طارق کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں مگر وہ پہلے والی باتیں دہراتا چلا جا رہا ہے۔ کوئی نئی بات نہیں! میں نے انھیں یہ بھی بتایا کہ اس نے کس طرح عامیانہ طریقے سے جنسی تعلقات کا ذکر کیا۔ میں نے فخریہ انداز میں کہا کہ اس کے بے جھجک زبان کے استعمال پر بھی میں پریشان نہیں ہوئی۔ مجھ میں ہمت تھی کہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کروں اور پُراعتماد طریقے سے جواب دوں۔ ہاں، وہ مسلسل کانپ رہا تھا۔

میں نے انھیں پشاور کے سفر سے متعلق اس کے سوالات کے بارے میں بتایا تاکہ انھیں خبردار کر دوں کہ وہ کس حد تک گر جانے کو تیار ہے۔ میں نے یہ نہیں سوچا کہ سعدیہ کو ابھی اپنے سیشن کے لیے جانا ہے۔ اس بات نے اس پر بُرا اثر ڈالا۔ اس کے چہرے سے ایسا لگنے لگا کہ جیسے اسے متلی ہو رہی ہے۔ وہ بار بار اپنا گلا صاف کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں پانی بھر آیا اور رنگ زرد پڑ گیا۔ وہ جلدی سے بیٹھ گئی۔ ان الزامات پر اسے سخت دھچکا لگا، مگر اب کہی ہوئی بات واپس لینے کے لیے وقت نہیں تھا۔ مجھے بہت دکھ ہوا کہ میں نے اسے پریشان کر دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ طارق کی کہی ہوئی کسی بات کا ہم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اب اسے اندر جانا تھا۔ میں نے جلدی سے اسے گلے لگایا، اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھامے رکھا اور ہمت سے کہا ''تم بہت اچھا بولو گی!''

راشیل اور میں اسی بدصورت کمرے میں چلے گئے جو اب ہماری پناہ گاہ تھا۔ راشیل ابھی تک اس کے سوالات پر حیران تھی۔ میں فون پر پال کو ساری بات بتانے کے لیے بے تاب تھی۔ کاش ہمیں اس دفتر میں ایک

فون تک رسائی ہوتی۔ میں نے راشیل سے کہا کہ میں دوڑ کر ہوٹل تک جاتی ہوں اور جلدی سے منیلا فون کرتی ہوں۔اس نے مجھے روک دیا کیونکہ اس وقت منیلا میں رات کے دو بجے کا وقت تھا۔میرے نزدیک پال کو اس وقت جگانے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا لیکن راشیل نے اصرار کیا کہ مجھے کچھ دیر رک جانا چاہیے۔

بہرحال میرے سینے سے ایک بھاری بوجھ ہٹ گیا تھا۔میں نے راشیل کو یاد دلایا کہ کس طرح طارق نے میرے ماضی کو سامنے لانے کی دھمکی کو ایک بڑی چیز بنا کر پیش کیا تھا لیکن وہ صرف دھوکہ دے رہا تھا اور یو این ڈی پی کے تمام لوگ اس کے اشاروں پر ناچ رہے تھے۔اس کے پاس کوئی معقول حکمت عملی نہیں تھی اور اس کے دلائل میں کوئی وزن نہیں تھا۔وہ بغیر کسی ثبوت کے اپنے احمقانہ الزامات دہراتا رہا۔راشیل ہنسی۔ہم دونوں دیر تک طارق اور یو این ڈی پی پاکستان کی انتظامیہ کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔

کمیٹی نے سعدیہ کے بیان کے بعد وقفہ لیا۔سعدیہ اور مارکو اوپر کمرے میں آ گئے۔ میں آگے بڑھ کر سعدیہ سے گلے ملی۔''کیسا رہا؟''میں دیکھ رہی تھی کہ اس کی آنکھیں سرخ اور سوجی ہوئی تھی۔

مارکو نے کہا''بہت اچھا''۔

جب سعدیہ نے ہم سے بات کی تو وہ ٹھیک دکھائی دے رہی تھی۔اس نے کہا کہ میں نے ان لوگوں کو ساری باتیں بتا دیں......ساری باتیں۔

مجھے مارکو سے بے حد شرمندگی محسوس ہو رہی ہے۔''

''کیوں؟''میں نے پوچھا۔

''اس نے اتنی تیاری کی تھی اور میرے لیے اتنے ماہرانہ طریقے سے سوالات لکھے تھے میں نے اس کی ساری محنت ضائع کر دی۔جب میں وہاں پہنچی تو میں انھیں ہر وہ بات بتا دینا چاہتی تھی جو میرے ذہن میں تھی۔ میں نے مارکو کے سوالات نہیں سنے،صرف وہ کہا جس پر میرا ذہن توجہ دے سکتا تھا۔میں صرف یہ سوچ رہی تھی کہ کس طرح یہ سمجھاؤں کہ کیا ہوا تھا۔ایک مرحلے پر، میں نے دیکھا کہ مارکو نے مجھ سے کچھ پوچھا،لیکن میں اس کی بات سن نہ سکی۔مجھے لگتا ہے کہ میں نے اسے مایوس کیا ہے۔اس نے ہمارے ساتھ اتنی محنت کی تھی۔''

''سعدیہ، کیا تم نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا؟ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔اس نے ان سوالات پر صرف ہماری مدد کرنے کے لیے کام کیا تھا۔''

سعدیہ کا بیان بہت اچھا رہا تھا۔جو کچھ میں نے بعد میں اس کی بات چیت سے پتہ لگایا اور جو کچھ مارکو اور نتالی نے اپنے تبصروں میں کہا، وہ یہ تھا کہ سعدیہ نے طارق کے ساتھ اپنے رابطوں کے بارے میں بولنا شروع کیا تو کمیٹی کے سب ارکان خاموشی سے سنتے گئے جیسے وہ کسی سحر کے زیر اثر ہوں۔صرف اس کی کہانی ہی نے انھیں متاثر نہیں کیا بلکہ اس کا انداز بھی بڑا متاثر کن رہا۔انھیں معلوم ہو گیا کہ وہ پاکستان میں کس معاشرتی پس منظر

سے تعلق رکھتی تھی۔ کیسے پاکستان میں غیر شادی شدہ عورتیں جنسی معاملات پر آپس میں بات نہیں کرتیں اور شادی شدہ عورتیں بھی ان معاملات پر بڑی رازداری سے گفتگو کرتی ہیں۔ انھیں اندازہ ہوا کہ سعدیہ جیسے شریف گھرانوں میں جنسی معاملات پر بات نہیں کی جاتی اور مرد اور عورت شادی شدہ بھی ہوں تو دوسروں کی موجودگی میں ایک دوسرے کا ہاتھ بھی نہیں تھامتے۔

جب اس نے اپنے خاندان کے بارے میں بتایا تو اس نے کہا کہ بہت سی چیزیں اس نے مارک کو نہیں بتائی تھیں۔ اپنی کمزور انگریزی میں اس نے کمیٹی کو یہ سمجھانے کی پوری کوشش کی کہ وہ سمندر پار کا سفر کر کے انھیں کیا بتانے کے لیے آئی ہے۔ اس نے پورے اطمینان کے ساتھ انھیں یہ بتایا کہ یہ شخص اس کے ساتھ کس قدر فحش طریقے سے پیش آیا اور کیسے یہ سب اس کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔ اسے کبھی اس قسم کی زبان اور رویے کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔

اس نے انھیں بتایا کہ وہ اپنے خاندان میں سب سے چھوٹی تھی اور ابھی غیر شادی شدہ تھی۔ سب سے چھوٹی ہونے کے ناتے اسے بچوں کی طرح حد سے زیادہ تحفظ دیا گیا تھا۔ کمیٹی کے ارکان یہ سن کر حیران رہ گئے کہ اسے اسلام آباد آنے کے لیے اپنے والدین سے اجازت لینا پڑی۔ سعدیہ کو ان کی حیرانی پر حیرت ہوئی کہ کوئی کیسے اتنا بڑا قدم اپنے والدین کی اجازت کے بغیر اٹھا سکتا ہے؟ اس نے انھیں بتایا کہ اگر وہ اجازت نہ دیتے تو وہ ناخوش تو ہوتی مگر اپنے ہی شہر میں کوئی اور راستے تلاش کرنے کی کوشش کرتی۔ وہ خوش قسمت تھی کہ اس کے والدین نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔

اس نے کمیٹی کو بتایا کہ کس طرح طارق نے اسے اپنے دفتر میں بلایا اور اس سے ایک عورت کو فون کرنے کا کہا جسے وہ نہیں جانتی تھی۔ پھر اس نے اس عورت کے لیے کچھ بُری بُری باتیں کہیں اور پھر اس سے کہا کہ یہ باتیں فون پر اس عورت سے کہے۔ اس نے بتایا کہ اسے کس قدر شرم محسوس ہو رہی تھی۔ وہ بہت سی باتیں سمجھ بھی نہیں سکی جو وہ کہہ رہا تھا، لیکن وہ اتنا سمجھ سکتی تھی کہ یہ کسی قسم کی جنسی گفتگو ہے۔ اس سے پہلے کبھی کسی نے اس کے ساتھ اس طرح کی باتیں نہیں کی تھیں۔ اس کے سب بہن بھائی شادی شدہ تھے لیکن انھوں نے کبھی اس کے سامنے کسی قسم کے جسمانی جنسی تعلق کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اور پھر اس کا ایک بہت سینئر افسر......اس سے جنسی تعلقات کی باتیں کرتا، بدکاری کی باتیں کرتا، عورتوں کے جسم پر موجود نشانات کی باتیں کرتا اور عورتوں کے دوسرے مردوں کے ساتھ سونے کی باتیں کرتا۔ اس نے اپنا دل کھول کر رکھ دیا۔ وہ ان لوگوں کو ساری باتیں بتانا چاہتی تھی اور اسے پرواہ نہیں تھی کہ اس کی گرامر درست ہے یا نہیں۔ اسے اس بات کی بھی پرواہ نہیں تھی کہ طارق اس کے بالکل سامنے بیٹھا تھا۔ اس نے یہ بھی پرواہ نہیں کی کہ مارک اس سے کچھ اور پوچھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے کمیٹی کو بتانا تھا کہ کیا ہوا تھا اور اس سے اس پر کتنا گہرا اثر پڑا تھا۔ اس کی آنکھیں سوج گئی تھیں اور سرخ

ہو رہی تھیں۔ اچانک اسے محسوس ہوا کہ کوئی اس کا کندھا تھپتھپا رہا ہے۔ مارکو اس سے کچھ پوچھنا چاہ رہا تھا لیکن اسے نہ وہ نظر آ رہا تھا نہ وہ اسے سن سکتی تھی۔

سعدیہ نے کمیٹی کو بتایا کہ اسے سائیکالوجسٹ سے مدد لینا پڑی تھی۔ بیداری کے تحت مختلف جگہوں پر ایک کونسلنگ پروگرام کرایا جاتا تھا جہاں عورتوں اکٹھی ہوتی تھیں۔ ان میں سے ایک پروگرام عورتوں کے اس ہاسٹل میں تھا جہاں سعدیہ رہتی تھی۔ طارق نے اپنے بیانات میں سے کسی ایک میں یہ بھی دلیل دی تھی کہ میرا اور سعدیہ کی سائیکالوجسٹ، دونوں کا تعلق بیداری سے تھا اس لیے ہم نے مل کر سعدیہ کا کیس بنایا۔ سعدیہ نے واضح کیا کہ اس وقت وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ طارق کے رویے کی شکایت کرے گی۔ اس نے سائیکالوجسٹ سے صرف مدد حاصل کرنے کے لیے رابطہ کیا تھا، گواہ بننے کی حکمت عملی کے تحت نہیں۔

راشیل نے پوچھا کہ کیا وہ خود کو ہلکا محسوس کر رہی ہے۔ سعدیہ کے چہرے پر اطمینان دکھائی دینے لگا۔ اس کی آنکھیں بیان کے دوران روتے رہنے سے ابھی تک سرخ تھیں۔ اس نے کھانے پینے کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا۔ میں نے اسے بتایا کہ جرح کے دوران اسے توانائی کی ضرورت ہے۔ وہ سر جھکا کر بیٹھ گئی۔ آنسو اس کی آنکھوں سے بہتے جا رہے تھے۔ اس نے کہا اسے خوشی ہے کہ یہ ختم ہوا۔ میں نے جلدی سے جوس کا ڈبہ کھولا اور اسے دیا، ''تمھیں اس کی ضرورت ہے سعدیہ۔ شوگر لیول بڑھنے سے تم اچھا محسوس کرو گی۔ تمھیں بہادری دکھانی ہے۔'' اس نے ڈبہ اٹھایا ایک گھونٹ پیا اور واپس نیچے رکھ دیا۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' اس نے کہا۔ ''جو کچھ اس نے تمھیں کہا تھا اس کی وجہ سے میں بہت پریشان تھی۔ پھر میں نے سوچا '' اسے بولنے دو۔ کم از کم مجھے مکمل سچ بولنا چاہیے۔ میں نے وہی کہا جو میں کہنا چاہتی تھی۔ مجھے یہ محسوس نہیں ہوا کہ مجھ پر جلدی جلدی بات کرنے کے لیے دباؤ ڈالا جا رہا ہے یا تیزی سے بات ختم کرنے کو کہا جا رہا ہے۔ اور، ہاں تم نے صحیح کہا۔ اب مجھے اس سے ڈر نہیں لگ رہا۔ وہ میرے بالکل سامنے بیٹھا تھا اور مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑا۔''

ہم سب ہنس پڑے۔ مارکو اندر آیا اور اس نے کہا کہ سعدیہ کو اب جرح کے لیے اندر جانے کی تیاری کرنی چاہیے۔ اس نے اٹھ کر اپنا لباس سیدھا کیا اور کہنے لگی کہ میں تیار ہوں۔ میں نے اور راشیل نے اسے گلے لگایا۔ اب اس کی طارق کے ساتھ جرح کی باری تھی۔

میں سوچ رہی تھی کہ پال کو فون کرنے کے لیے ہوٹل جاؤں یا یہیں ٹھہری رہوں۔ مجھے معلوم تھا کہ اب میری ضرورت نہیں لیکن اس کمرے سے جا نہیں پا رہی تھی۔ دوسری طرف پال سے بات نہ کر پانے کی وجہ سے میں ادھورے پن کا شکار تھی۔ جو کچھ مجھے طارق نے کئی گھنٹے پہلے کہا تھا وہ مجھ پر اثر کر رہا تھا۔ مجھے وہ باتیں اپنے اندر تکلیف دیتی محسوس ہو رہی تھیں۔ میں بیان دیتے ہوئے پُراعتماد اور پُرجوش بنی ہوئی تھی مگر اب تھکن کا شکار

ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے آس پاس پوچھا کہ انٹرنیشنل کال کہاں سے کی جا سکتی ہے تا کہ میں پیسے دے کر کال کر لوں مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی۔

تقریباً چھ بجے راشیل اپنی باری کے لیے فکر مند ہونے لگی۔ ''سعدیہ پر جرح اتنی طویل ہو گئی ہے۔ کیا خیال ہے کیا وہ مجھے آج بلائیں گے؟ یہاں بیٹھ کر انتظار کرنا اتنا مشکل ہے۔''

''ہاں، میں سمجھ سکتی ہوں۔ یہ تمھارا انتظار کرتے ہوئے دوسرا دن ہے۔'' مجھے یقین ہے کہ وہ کم از کم تمھارا بیان آج ضرور سنیں گے۔ کل انھوں نے کہا تھا کہ انھیں ساڑھے پانچ بجے اجلاس ختم کرنا تھا۔ آج میں نے انھیں اجلاس ختم کرنے کے وقت کے بارے میں کچھ کہتے نہیں سنا۔'' ہم حیران تھے کہ طارق کیا پوچھ رہا ہوگا جو اتنی دیر لگ رہی ہے۔

جلد ہی سعدیہ اور مارکو اندر آ گئے۔ سعدیہ کا چہرہ دمک رہا تھا۔ یقیناً اس کی جرح بہت اچھی رہی ہوگی۔ اگر چہ اس میں تین گھنٹے صرف ہوئے۔ اس نے کہا کہ طارق کے پاس کوئی معقول بات کرنے کے لیے نہیں تھی لیکن وہ بلاوجہ تفصیلات میں جا رہا تھا اور وقت ضائع کر رہا تھا۔ میں اور راشیل بے حد خوش تھے کہ سعدیہ کی جرح اچھی رہی۔ مارکو بھی مسکرا رہا تھا اور ہمیں شاباش کے اشارے دے رہا تھا۔ ہم کمرے کے ایک کونے میں بیٹھ گئے اور سعدیہ نے ہمیں تفصیل بتانا شروع کر دی۔

''اس نے کہا کہ وہ جاننا چاہتا ہے کہ میں نے اس کی شکایت پہلے کیوں نہ کی اور میں نے کہا'' میں نے کبھی بھی شکایت کرنے کے بارے میں نہیں سوچا تھا کیونکہ تم اتنے سینئر تھے، لیکن جب یہ واقعات زیادہ سے زیادہ ہوتے چلے گئے تو میں پریشان ہوئی۔'' اس کی آنکھوں میں چمک تھی اور اسے دیکھنے سے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس نے اپنا سچ ثابت کر دیا ہے۔ اس نے کہا کہ اسے طارق کا سامنا کرنے سے ڈر نہیں لگا اور اس کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے بھی ڈر نہیں لگا۔

اس نے بات جاری رکھی'' وہ بار بار بیداری کے بارے میں پوچھتا رہا۔ اس نے کمیٹی سے اس بات کی اجازت مانگی کہ وہ سائیکالوجسٹ سے بھی سوال جواب کر سکے۔ کمیٹی کے ارکان میں سے ایک نے اس سے صاف پوچھا کہ وہ کیوں سمجھتا ہے کہ سائیکالوجسٹ سے بات کرنا ضروری ہے۔ وہ کوئی واضح جواب نہ دے سکا لیکن چیئر پرسن نے کہا کہ ہم دیکھیں گے اگر یہ ممکن ہوا تو۔''

''کیا؟'' میں کھٹ سے بولی'' طارق اس سے جرح کرنا چاہتا ہے! کیا ہوا اگر مارکو کہے کہ وہ ان تمام لوگوں سے جرح کرنا چاہتا ہے جنھوں نے اس کے لیے جھوٹی گواہیاں لکھ کر دی ہیں۔ اگر وہ کسی اور سے بات کرنے کے لیے راضی ہیں تو ہم ان سے کہیں گے کہ ہمارے باقی آٹھ لوگوں سے بھی بات کریں۔''

مارکو واپس اندر آیا۔ ہمیں سعدیہ سے باتیں کرتے دیکھ کر اس نے کہا کہ'' اس نے زبردست باتیں کیں۔

ایک مرحلے پر طارق کسی تاریخ کے بارے میں بحث کر رہا تھا اور اس نے بڑے اعتماد کے ساتھ کہا' تاریخیں اہم نہیں ہیں، جو کچھ میں نے سہا، وہ اہم ہے'! زبردست سعدیہ!'' وہ ہنسا اور اپنی فلاپی ڈسک اٹھا کر باہر نکل گیا۔

سعدیہ نے اچانک کہا ''ایک مرحلے پر تو میں نے اسے بالکل پکڑ لیا تھا!'' میں اور راشیل دونوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی تھیں اور ہم اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ فخر کے ساتھ مسکرائی اور بولی ''اس نے کہا' تم نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ تم نے مجھے تین مرتبہ روکا'، پہلے تو میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے، لیکن پھر میں نے اس بارے میں سوچا۔ تمھیں پتہ ہے کہ جب کوئی مجھ سے سوال پوچھتا ہے تو پہلے مجھے اس سوال کو سمجھنے کے لیے سوچنا ہوتا ہے اور پھر میں بولتی ہوں۔ اس لیے میں نے کچھ دیر سوچا اور پھر کہا' پہلی بار وہ تھی جب تم نے مجھے اپنے دفتر میں بلایا اور ایک فون کرنے کو کہا مگر میں نے وہ فون نہیں کیا۔'' اس نے بڑی قوت کے ساتھ ایک انگلی اٹھائی۔ ''پھر میں نے کہا'' دوسری بار وہ تھی جب تم نے مجھ سے کہا کہ تمھیں ساتھی کی ضرورت ہے اور میں نے کہا، نہیں۔'' اس نے دوسری انگلی اٹھائی۔ ''اور پھر میں اس پر تقریباً چلائی اور کہا، ''تیسری بار وہ تھی جب ایلیویٹر کے سامنے تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تمھیں میرا ساتھ چاہیے اور میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم اپنی بیٹی سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ تمھارا ساتھ دے؟' میں نے کہا یہ تیسری بار تھی۔''

میں نے سعدیہ کو گلے لگایا۔ بہت اچھا نقطہ نظر ہے۔ اس کی دعوتوں کو قبول نہ کرنا اور الفاظ میں اس سے انکار کرنا اس کے مسترد کرنے کا ایک واضح اشارہ تھا۔ ''بہت اچھا سعدیہ، بہت اچھا'' راشیل نے کہا۔

نتالی اور مارکو آئے ''چلو جلدی سے کچھ کھا لیں اس سے پہلے کہ وہ راشیل کو بلا لیں۔''

میں نے پوچھا کہ کھانے کے دوران کیا کوئی بات چیت بھی ہونی ہے؟ میں ذرا دیر کے لیے اپنے ہوٹل تک جا کر ایک فون کرنا چاہتی ہوں۔ میں ذرا دیر میں آپ لوگوں کے پاس پہنچ جاؤں گی۔''

مارکو نے کہا کہ تمھارا یہاں موجود رہنا ضروری ہے کیونکہ وہ سب آخری سیشن کے بارے میں بات چیت کریں گے۔ میں سوچ رہی تھی کہ پال تیار ہو کر دفتر جانے والا ہوگا۔ مجھے معلوم تھا کہ جب وہ دفتر پہنچ جائے گا تو اس سے رابطہ کرنا آسان نہیں ہوگا۔ میں اس سے بات کرنا چاہتی تھی لیکن میں نے خود سے کہا کہ اس تمام لڑائی کے دوران میں ذمہ دار اور فرض شناس رہی ہوں اس لیے آخری مرحلے پر کوئی چیز نامکمل نہیں چھوڑوں گی۔ اگر مارکو کہہ رہا ہے کہ میرا ہونا ضروری ہے تو بس کافی ہے۔

مارکو نے سعدیہ سے کہا کہ سائیکالوجسٹ کا فون نمبر دے دے۔ سعدیہ نے میری طرف دیکھا اور سرگوشی میں کہا کہ نمبر تو یہاں میرے پاس نہیں ہے۔ میں نے کہا'' فکر نہ کرو ہم پاکستان فون کر کے کسی طرح سے اس کا نمبر حاصل کر لیں گے۔''

جب ہم ریستوران میں بیٹھے تھے تو نتالی نے میری طرف دیکھا اور بولی، ''تمھارا سیشن بہت اچھا تھا۔ تم

نے بے حد اعتماد کے ساتھ بات کی۔ جو شواہد مارکو نے پیش کیے وہ بھی بہترین تھے۔ لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ کسی طرح یہ معاشقے والی بات بیچ سے ہٹ جائے۔'' میں نے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ اس نے بات جاری رکھی اور کہا ''اس بارے میں کچھ شک نظر آتا ہے۔ تم اس کے ساتھ اتنے عرصے تک فون پر کیسے باتیں کرتی رہی؟'' وہ ان فون کالوں کا ذکر کر رہی تھی جو طارق نے مجھے کی تھیں۔ ''کیا تم فون بند نہیں کر سکتی تھی؟''

''میں نے فون بند کیا'' میں زور سے بولی۔ ''میں نے بہت بار فون بند کیا۔ تم نے ریکارڈ نہیں دیکھا؟ اس نے 144 کالیں کیں جن میں سے 56 کالیں ایک منٹ دورانیے کی ہیں، ستر فیصد کالیں تین منٹ سے کم دورانیے کی ہیں اور تقریباً 90 فیصد دس منٹ سے کم دورانیے کی ہیں۔ بہت کم کالیں ایسی ہیں جب اس نے زیادہ دیر تک بات کی ہے اور یہ اس وقت ہوا جب اس نے مظلومیت کا ڈرامہ کیا۔۔۔ رونا رویا کہ میں برباد ہو گیا۔ اگر میں صرف اس کا فون بند کر کے اس سے نمٹ سکتی ہوتی تو میں نے اس کے بارے میں یہ شکایت دائر نہ کی ہوتی۔ تم نے دیکھ لیا ہے کہ وہ کس طرح حقائق کو نظر انداز کرتا ہے۔ ایسے کسی شخص سے پیچھا چھڑانا آسان نہیں ہوتا۔ تم مجھے ان کالوں کا ذمہ دار نہیں ٹھہرا سکتی جو اس نے میرے فون پر کیں۔ میں وہ ہوں جس نے اس بارے میں شکایت کی ہے۔ یاد رکھو کہ زیادتی کا شکار میں ہوئی ہوں!''

اس نے دیکھا کہ میں ناراض ہو رہی ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ وہ مجھے دوستانہ مشورہ دے رہی تھی۔ اس نے اپنی بات جاری رکھی ''کیا یہ ممکن ہے کہ تم اپنے جسم پر موجود کسی نشان کے بارے میں انکشاف کر کے ثابت کر دو کہ تمھارا اس کے ساتھ معاشقہ نہیں تھا؟''

''میں کیوں اس بات کو ثابت کروں یا رد کروں؟ مجھے صرف اپنے بیانات کا ثبوت دینا ہے۔ میں نے کہا ہے کہ اس کا رویہ مخالفانہ اور دھمکی آمیز ہوتا تھا۔ میری ذمے داری ہے کہ میں اپنے اس دعوے کے حق میں ثبوت لے کر آؤں۔ اس نے جواب میں کہا ہے کہ یہ ایک رومانوی تعلق تھا جو ٹوٹ گیا۔ ٹھیک ہے! اسے یہ تعلق اور اس کا ٹوٹنا ثابت کرنے دیجیے۔ اب تک اس نے ان میں سے کسی کا کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کیا ہے۔ اس نے میرے بیڈروم کا جو سرسری سا نقشہ بتایا وہ بھی غلط ہے۔ اگر وہ کمیٹی کو قائل نہیں کر سکتا تو اس کے دعوے کو اٹھا کر باہر پھینک دینا چاہیے!''

وہ میرے اس دوٹوک جواب سے حیران ہو گئی۔ اس نے منہ بنایا، کندھے جھٹکے اور بولی، ''یہ تمھارا کیس ہے، لیکن اس کے الزامات کو غلط ثابت کرنا اچھا ہوگا''۔ مارکو اس گفتگو میں شریک نہیں ہوا۔ دوسروں نے اس بات چیت کو میرے بڑھتے ہوئے غصے پر تشویش کے ساتھ سنا۔

اس کے جواب پر مجھے اور بھی غصہ آیا۔ میرا جی چاہ رہا تھا کہ اپنا کھانا اس کے منہ پر پھینک دوں، لیکن میں نے خود کو روکا۔ میں نے کہا ''میرا خیال ہے کہ میں نے کافی کچھ پیش کیا ہے۔ میرے پاس پال کی طرف سے

لکھے ہوئے خطوط ہیں جو اس نے 1996ء میں مجھے لکھے تھے جب طارق کہتا ہے کہ اس کا میرا ساتھ معاشقہ چل رہا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ 1997ء میں میں اس سے بہت ناراض تھی اور اس سے بات تک نہیں کرتی تھی۔ پھر کیا وجہ تھی کہ وہ اپنی بیٹی کو میرے پاس لے کر آیا کہ اسے انٹرن کی حیثیت سے اپنے جینڈر یونٹ میں رکھ لوں؟ اگر وہ میرا بوائے فرینڈ تھا تو بھلا کیا وجہ ہے کہ میں اپنی شادی سے دو ماہ پہلے اس کے بارے میں یہ شکایت دائر کرتی؟ جب میرا ایک طویل تعلق چل رہا تھا جو شادی پر منتج ہوا تو بھلا میں کیوں اس سے کہتی کہ مجھ سے شادی کرو جیسا کہ اس نے دعویٰ کیا؟ میں نے یہ تمام باتیں اپنے بیان میں لکھی ہیں۔ وہ جب بھی بات کرتا ہے تو اس تعلق کی تاریخیں تبدیل کر دیتا ہے کیا یہ کافی ثبوت نہیں ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے؟''

میں نے ایک گہرا سانس لیا اور کہا، ''سوری نتالی، میں بہت دباؤ میں ہوں، مگر میں شدت سے یہ محسوس کرتی ہوں کہ تمھارا رویہ غیر منصفانہ ہے۔ میں جانتی ہوں کہ میری شکایت کے لیے ثبوت پیش کرنا میری ذمے داری ہے لیکن میں اس کے جعلی دعووں کو غلط ثابت کرنے کی ذمے داری لینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔''

میں بات ختم کرنا چاہتی تھی لیکن اپنے دل کی گہرائی میں مجھے اس پر بہت غصہ تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر یو این کے لیگل سیکشن کا یہ رویہ ہے تو مجھے عام لوگوں سے اس سے بہتر رویے کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ وہ سوچتے ہیں کہ مجھے وہ سب کچھ غلط ثابت کرنا چاہیے جو طارق نے کہا۔ اسے صرف یہ کرنا تھا کہ ایک نئی کہانی گھڑ لے اور یہ لوگ میری طرف دیکھنا شروع ہو جائیں کہ میں اسے غلط ثابت کروں۔

میں نے اپنا غصہ پی لیا اور ظاہر یہ کیا کہ میں کھانا کھا رہی ہوں۔ میں خاموش رہی۔ میں ناخوش تھی کیونکہ میں پال کو فون نہیں کر سکتی تھی، مجھے طارق پر غصہ تھا کہ اس نے ایک بار پھر بیہودہ طریقے سے مجھ پر اخلاقی حملے کیے تھے، اور مجھے نتالی جیسے لوگوں پر غصہ تھا جو خود کو ترقی پسند سمجھتے تھے مگر ان کو خود اپنے سماجی تعصّبات اور قدامت پسندانہ سوچ نظر نہیں آتی تھی۔ راشیل اور سعدیہ نے میرے غصے کو محسوس کر لیا۔ انھوں نے بے بسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا کہ وہ کیسے میری مدد کریں۔ طارق کی جرح نے مجھے اندر ہی اندر کھانا شروع کر دیا تھا۔

گروپ گزشتہ سیشن پر بات کرتا رہا اور آنے والے سیشن کے مختلف پہلوؤں پر اندازے بھی لگائے۔ ایک موقع پر جب انھوں نے میرے سیشن کی بات کی، میں نے مداخلت کی اور کہا ''میرا خیال ہے کہ کوئی مرد جنسی طور پر ہراساں کرنے کی شکایت کے جواب میں سب سے پہلا بہانہ یہ استعمال کرتا ہے کہ اس کا عورت کے ساتھ معاشقہ چل رہا تھا یا جنسی تعلقات تھے۔'' مارکو نے اس سے اتفاق کیا کہ یہ ایک عام جواب ہے۔ میں نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا، ''مرد یہ بات اس لیے استعمال کرتا ہے کہ اس میں سکینڈل کا پہلو موجود ہے۔ لوگ اس پر یقین کرنا چاہتے ہیں اس سے کیس دلچسپ ہو جاتا ہے۔'' مارکو نے میری طرف دیکھا اور میری

بات کو سمجھنے کی کوشش کی۔

میں نے سمجھانے کی کوشش کی ''میرا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف ملزم مرد توجہ ہٹانے کے لیے ایسا کرتے ہیں بلکہ دوسرے لوگ بھی اس پر بغیر کسی ثبوت کے یقین کرنا چاہتے ہیں۔ اگر کہانی محض یہ ہو کہ 'اس مرد نے یہ کہا' اور 'اس عورت نے یہ کہا' تو عورت کی کہانی اکتا دینے والی ہوتی ہے جبکہ مرد کی کہانی مزیدار ہوتی ہے۔ اس کیس میں بھی میرے پاس اس کی طرف سے ہراساں کیے جانے کے ثبوت موجود ہیں اور اس کے پاس اپنے معاشقے کو ثابت کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں، لوگ چاہتے ہیں کہ اس کی بات پر یقین کریں کیونکہ ان کا ذہن یہ کہتا ہے کہ ''اس عورت نے ضرور کچھ کیا ہوگا!'' اس کی کہانی تمام روایتی تصورات کو تقویت دیتی ہے 'یہ میرا قصور ہے کہ اس نے مجھے ہراساں کیا۔ میں نے اس کو پہلے کیوں نہیں روکا؟ میں نے اس کے بارے میں پہلے کیوں رپورٹ نہیں کی؟'

میں نے کھانا چھوڑ دیا اور خود کو کرسی میں پیچھے کی طرف دھکیل دیا، ''تم کیا سمجھتی ہو کہ اس وقت کیا ہو رہا ہے؟ کم از کم میں نے اس کی شکایت کی۔ لوگ یہ کیوں نہیں کہتے کہ اگر جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہ سچ ہے تو اس کا رویہ نامناسب تھا؟'' لوگ صرف اپنے تعصّبات کو مضبوط کرتے ہیں۔ اس لیے ان کا جی چاہتا ہے کہ اس پر یقین کریں کہ کوئی معاشقہ تھا۔''

مارکو نے کہا ''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ لوگ یہ یقین کرنا چاہتے ہیں کہ کچھ اور ہو رہا تھا۔''

میں اس کی اس تصدیق سے سخت حیران ہوئی۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ وہ یہ بات محض مجھے ٹھنڈا کرنے کے لیے کہہ رہا تھا یا واقعی اس کا یہی مطلب تھا۔ میں واضح طور پر اس معاشقے والی بات کے میرے کیس پر منڈلاتے رہنے سے سخت ناخوش تھی۔ میں نتالی کو بھی بالواسطہ طریقے سے یہ بتانا چاہتی تھی کہ وہ اپنے تعصّبات کی بنیاد پر سوچ رہی ہے۔ راشیل اور سعدیہ کھانا کھانے کی آڑ میں خاموش تھیں۔ میں سارے گروپ کے لیے بہت بڑا سہارا رہی تھی اور اب وہ حیران تھیں کہ وہ کس طرح سے میری مدد کریں۔ واپسی پر ان دونوں نے اپنے بازو میرے کندھوں پر رکھ دیے۔ ہم نے مارکو اور نتالی کو ذرا آگے جانے دیا۔

راشیل نے کہا، ''نتالی صرف ہماری مدد کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ اس طرح سوچتی نہیں۔ وہ کہہ رہی تھی کہ اچھا ہوگا اگر دوسروں کو......''

میں نے اسے روکا، ''نہیں، اسے ابھی تک یقین نہیں۔ وہ اب بھی سوچتی ہے کہ کچھ اور بات بھی ہوگی۔'' میں نے ان کے کان میں سرگوشی کی۔ ''بالکل اسی طرح جیسے لارئیٹ کے رویے سے ہمیشہ ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے وہ سمجھتا ہے کہ ہم سب کا طارق سے معاشقہ چل رہا تھا۔ یہ لوگ متعصب ہیں۔''

سعدیہ نے التجا کی، ''پلیز غصہ مت کرو۔''

میں نے تیزی سے کہا ''اس کیس کے دوران میں نے اتنا کچھ برداشت کیا ہے، مجھے شدید تکلیف ہوتی ہے جب یو این کا لیگل سیکشن بھی وہی رویہ دکھاتا ہے۔''

جب ہم اپنی پناہ گاہ پہنچے تو راشیل اپنی باری کے لیے تیار ہوئی۔ میں نے اسے رخصت کرتے ہوئے کہا، ''جاؤ، اس کو پکڑو!'' اس روز مجھے انتظار کا مزہ چکھنے کو ملا۔ میں شدید تناؤ کا شکار ہو چکی تھی۔ ہر پانچ منٹ بعد اپنی گھڑی دیکھتی لیکن اس سے دباؤ کم نہیں ہوتا۔ صرف وہ وقت جب میں خیالوں کی بھول بھلیوں میں گم ہو گئی ایسا تھا کہ مجھے یہ سب سلسلہ ختم ہونے کی فکر نہیں تھی۔

راشیل کے بیان کے دوران نہ صرف مارکو نے اس سے کہا کہ وہ واضح کرے کہ اس نے طارق کے خلاف شکایت کیوں کی بلکہ کمیٹی کے دوسرے لوگوں کو بھی خاصا تجسس تھا کہ وہ کیس کے کئی پہلوؤں پر اس کا نقطہ نظر جانیں۔ میرا اور سعدیہ دونوں کا تعلق جینڈر یونٹ سے تھا اور سعدیہ کے بارے میں طارق کا کہنا تھا کہ وہ میرے زیر اثر ہے۔ اس کے پیش نظر کمیٹی ایک ایسی خاتون سے سوالات کرنے کے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتی تھی جو جینڈر یونٹ سے نہیں تھی اور ماضی میں اس کا مجھ سے کوئی تعلق بھی نہیں رہا تھا۔ انھوں نے اس سے پوچھا کہ وہ کس طرح ہمارے ساتھ شامل ہوئی اور اس نے کیوں ایک مشترکہ شکایت دائر کرنے کے بارے میں سوچا۔

انہوں نے اس سے رابرٹ کے طارق کے ساتھ تعلق کے بارے میں بھی پوچھا۔ جو اس نے ہمیں بتایا اس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ اس نے سچ بولا لیکن اس کے ساتھ ساتھ رابرٹ کو کسی حد تک بچانے کی بھی کوشش کی۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ کیا رابرٹ طارق پر بہت بھروسہ کرتا تھا، تو اس نے کہا کہ کون سا ریذیڈنٹ ریپریزنٹیٹو ایسا نہیں کرے گا؟ وہ اپنے ماتحت پر بھروسہ کیے بغیر کام نہیں کر سکتا۔'' جب اس نے اپنے بیان کے بعد مجھے یہ بتایا تو میں صرف مسکرائی اور کچھ نہیں کہا۔

کوئٹہ کے سفر کے واقعے پر بات کرتے ہوئے کمیٹی کے کسی رکن نے راشیل سے پوچھا کہ کیا اسے طارق سے اس مہربانی کی درخواست کرتے ہوئے پریشانی کا احساس ہو رہا تھا۔ راشیل نے فوراً جواب دیا ''بالکل نہیں، یہ سفر میرے والد کے لیے بہت اہم تھا۔ گھر والے تو گھر والے ہوتے ہیں، آپ جانتے ہی ہیں۔ اگر مجھے دوبارہ یہ کرنا پڑ گیا تو میں دوبارہ بھی ایسا کروں گی۔''

راشیل اور مارکو نے بڑے اچھے طریقے سے طارق کے چارٹ کے ذریعے پیش کیے گئے اس دعوے کو غلط ثابت کر دیا کہ اس نے اس سفر کے سلسلے میں کتنا وقت صرف کیا تھا۔ راشیل نے اپنی بات واضح انداز میں کہی اور 'خصوصی تعلقات' کے دعوے کو یکسر غلط ثابت کر دیا۔

راشیل نے کمیٹی کو بڑی کامیابی سے اس بات پر بھی قائل کر لیا کہ وہ طارق کے ساتھ پیش آنے والے مسائل رابرٹ کو کیوں نہ بتا سکی۔ جو کام مارکو نے اس کے ساتھ مل کر کیا تھا وہ بڑا کارآمد ثابت ہوا۔ اس نے بتایا

کہ اس کے لیے یہ تجربہ کتنا پیچیدہ تھا۔ اس نے کہا کہ وقت گزرنے کے ساتھ اس نے طارق سے کام کے سلسلے میں مناسب تعلقات قائم رکھنے کے لیے ایک ملا جلا طریقہ تلاش کرلیا تھا جس میں سختی اور احترام دونوں شامل تھے، اس کے باوجود کہ اسے خوفزدہ کرنے والی صورت حال کا سامنا تھا۔ اس طرح اس نے سمجھوتہ کیے بغیر اپنا کام جاری رکھا۔ تاہم اس نے بتایا کہ طارق کے ساتھ کام کرنے میں اس کی بہت سی توانائی ضائع ہوتی تھی اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی باریک برف پر چل رہا ہو اور ہر قدم احتیاط سے اٹھانا پڑے۔ اسے معلوم نہیں ہوتا تھا کہ کب پیشہ ورانہ تعلق کا یہ باریک پردہ پھٹ جائے گا جسے قائم رکھنے کے لیے وہ سخت جدوجہد کررہی تھی۔

چیئرپرسن نے راشیل کے ساتھ جرح سے پہلے ایک مختصر وقفے کا اعلان کردیا۔ راشیل جب باہر آئی تو بڑی مطمئن تھی۔ اس نے جلدی جلدی ہمیں بتایا کہ کیا کچھ ہوا۔ راشیل نے محسوس کیا تھا کہ کمیٹی نے کمرہ سماعت میں سازگار ماحول بنا رکھا تھا اور اسے طارق کی موجودگی سے کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ اس نے بعد میں بتایا کہ جرح شروع کرنے کے لیے طارق نے اپنا گلا صاف کیا اور اپنے کاغذات کو اوپر نیچے کیا تاکہ یہ ظاہر کرے کہ وہ کتنی تیاری کے ساتھ آیا ہے۔ بدقسمتی سے، اب اسے پتہ چلنے والا تھا کہ جس راشیل کو وہ ڈراتا دھمکاتا تھا وہ کہیں زیادہ مضبوط عورت تھی۔ گزشتہ ڈیڑھ سال کی دشواریوں اور مایوسیوں نے راشیل کو بہت سمجھ دار بنا دیا تھا۔ اب وہ اس سے بالکل نہیں ڈرتی تھی۔ اب اسے اپنا کام جاری رکھنے کے لیے سمجھوتہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ راشیل نے کمیٹی کو وہ باتیں بتائیں جن کا سامنا ہزاروں عورتوں کو ہوتا ہے مگر وہ یہ ہمت نہیں کرپاتیں کہ ان کی شکایت کریں۔

راشیل کمیٹی کے کمرہ سماعت میں بیٹھی تھی اور طارق اس سے سوال پر سوال کررہا تھا۔ اس نے بڑے اعتماد سے جواب دیے اور کسی موقع پر اعتماد اور وقار کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ طارق کا غرور ہر بار اس کی اگلی چال کو ناکام بنادیتا تھا۔ اچانک اس نے ایک ایسا سوال پوچھا کہ راشیل ذرا دیر کے لیے پریشان ہوگئی۔ وہ اب بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش کررہا تھا کہ راشیل اس کی قریبی دوست تھی۔ اس نے کہا کہ صرف قریبی دوست ہی ذاتی معلومات ایک دوسرے کو بتاتے ہیں۔ اس بات کو بڑھاتے ہوئے اس نے کہا کہ ایک بہت قریبی دوست ہونے کے ناتے مجھے اس کے جسم کے بارے میں ایک ایسی راز کی بات معلوم ہے جو اسلام آباد میں کسی کو بھی معلوم نہیں۔ راشیل اچانک پریشان ہوگئی کہ ایسی کیا بات ہے جو اسے معلوم ہے۔ اچانک اسے یاد آیا اور اس نے کہا ''تم اس بارے میں بات کررہے ہو کہ میں نے تمھیں بتایا تھا کہ میری ایک آنکھ میں بینائی نہیں ہے۔''

کمرے میں موجود ہر شخص نے اس کی طرف دیکھا۔ طارق کا چہرہ زرد پڑ گیا کیونکہ اس نے اس کی دلیل کے غبارے میں سے ہوا نکال دی تھی۔ وہ جلدی سے اس جھٹکے سے باہر نکلا اور پوچھا ''اور تم نے کس لیے یہ بات مجھے بتائی تھی؟'' راشیل نے تیزی سے جواب دیا ''کیونکہ تم آپریشنز کے انچارج تھے اور میں ڈرائیونگ

لائسنس کی درخواست دے رہی تھی۔'' کمیٹی کے سب لوگ مسکرائے اور طارق جو اس بات کو اپنا خفیہ ہتھیار سمجھے بیٹھا تھا ایک دم ناکام سا ہو کر رہ گیا۔ وہ اپنی کسی ایک دلیل پر بھی کھڑا نہیں رہ سکا تھا۔

اجلاس تقریباً نو بجے ختم ہوا۔ ہم سب اپنی پناہ گاہ میں اکٹھے ہوئے۔ مارکو نے نتالی سے کہا کہ وہ اسے اختتامی کارروائی میں مدد دے۔ ہم نے اپنے کاغذات اٹھائے اور نتالی کے دفتر میں چلے گئے تاکہ مارکو اختتامی بیان لکھنے کے لیے اس کا کمپیوٹر استعمال کر سکے۔ راستے میں نتالی نے ایک بار پھر کہا اگر تم کسی طرح طارق کے اس معاشقے والے دعوے کو غلط ثابت کر دو تو تمھارے کیس پر سے شک کا یہ چھوٹا سا دھبہ مٹ جائے گا۔''

سعدیہ نے مجھے بازو سے کھینچا اور ایک طرف کو لے گئی۔ ''فوزیہ، تم اس بات پر ناراض ہو جو نتالی نے تم سے کہی ہے اور یہ تمھارے چہرے پر بہت نمایاں ہے۔ پلیز، وہ ہماری مدد کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اسے اپنی دلیل میں موجود تعصب کا احساس نہیں لیکن اس سارے عمل کے دوران ہمیں تعصّبات کی گٹھری اٹھائے ہوئے لوگوں ہی سے واسطہ پڑا۔ اس میں نئی بات کیا ہے؟ تم نے ہمیشہ کہا کہ ہمیں ہر سطح پر لوگوں کو شعور دینا ہے اور اس کیس کے ذریعے بھی ایسا کرنا ہے۔ تم ہمیشہ کہتی تھیں کہ ہمیں برداشت سے کام لیتے ہوئے اپنی بات پر قائم رہنا چاہیے تو اب اس طرح کا ردِعمل کیوں ظاہر کر رہی ہو؟''

میں نے مسکرا کر کہا، ''اچھا میں پیچھے ہٹ جاتی ہوں''۔ میں نے کہا ''اصل میں، میں اس کی مدد کی پیشکش کو قبول کرنے کی کوشش کروں گی۔''

میں نے نتالی سے کہا کہ میں جسم پر موجود نشانات والی بات کو بالکل بھی پسند نہیں کرتی۔ اول تو میرے جسم پر کوئی پیدائشی نشانات یا کوئی اور نشانات ہیں ہی نہیں اور مجھے اس طرح کی باتیں سوچنے پر بھی بے عزتی کا احساس ہوتا ہے۔ مگر کیسا ہے کہ اگر ہم اس سے میرے باتھ روم کی ٹائلز کا رنگ پوچھ لیں؟ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ میرے بیڈ روم میں آیا اور میرا باتھ روم استعمال کیا۔ اس کے علاوہ اس نے میرے کمرے کی جو تفصیل بتائی وہ غلط ہے۔ کیسا ہے اگر ہم اس سے کہیں کہ وہ میرے کمرے کا ایک نقشہ بنا کر دے؟''

مارکو نے ٹائپ کرتے کرتے مجھے ٹوکا ''میں نے اس بات پر مزید بحث نہیں کی تھی کیونکہ کمرے کی تفصیل کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ لوگ اپنے کمرے کی ترتیب بدل سکتے ہیں یا دوسرا فریق یہ کہہ سکتا ہے کہ کمرے کی ترتیب بعد میں بدل دی گئی ہے۔''

میں نے تجویز دی کہ طارق سے میرے خاندان کے بارے میں کوئی بات پوچھ لی جائے۔ ایسی کوئی بات جو اسے معلوم ہونی چاہیے اگر ہمارا معاشقہ چلتا رہا تھا، مگر مارکو ایسی چیزوں میں نہیں جانا چاہتا تھا۔ اس نے کہا کہ میں کوئی ایسی چیز نہیں پوچھنا چاہتا جس کے بارے میں مجھے سو فیصد یقین نہ ہو کہ یہ طارق کو معلوم نہیں ہو گی۔''

میں مارکو اور نتالی کو تجاویز دیتی رہی۔ میں نے نتالی کو ناراض کرنے کی بجائے اس تجاویز کو مثبت انداز میں

لینے کی کوشش کی۔ سعدیہ کا کہنا تھا نتالی صرف ہماری مدد کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ ہم نے خود کو اپنے فولڈرز اور فائلوں سمیت اس عمارت سے گھسیٹ کر نکالا اور ایک ٹیکسی لی۔ ہم نے جلدی جلدی ہوٹل میں اپنا سامان اتارا اور پھر ٹیکسی ڈرائیور سے کہا کہ ہمیں نزدیک ہی کسی پیزا کی دکان پر لے چلے۔

سعدیہ کی بھوک ابھی تک بحال نہیں ہوئی تھی۔ میں نے اور راشیل نے کچھ کھانے کا آرڈر دیا اور ایک میز تلاش کر لی۔ ہمیں بھوک نہیں تھی لیکن ہم اکٹھے بیٹھنا چاہتی تھیں۔ ہم نے بہت دیر تک باتیں کیں۔ اپنے آپ کو شاباش دی اور مارکو اور کمیٹی کے اراکین کے لیے دعا کی۔ انھوں نے ہمیں یو این کا اعلیٰ ترین معیار دکھا دیا تھا۔ نتیجہ کچھ بھی ہو لیکن ہم نے یہ محسوس کیا تھا کہ انھوں نے ہمیں محفوظ اور سازگار ماحول میں بغیر کسی جانبداری کے سنا تھا۔

جب ہم ہوٹل پہنچے تو ہم نے اپنے دوستوں اور گھر والوں سے بات کی۔ میں نے پال کو ہر بات بتائی سوائے ان باتوں کے جو طارق نے پشاور کے سفر کے بارے میں کی تھیں۔ مجھ میں ہمت نہیں تھی کہ میں وہ الفاظ دہراؤں۔ اس وقت یوں لگتا تھا کہ میں کسی کو بھی یہ باتیں نہیں بتا سکتی۔ بعد میں، نیویارک سے واپس آ کر میں نے یہ بات صرف پال کو بتائی۔

ہم نے لیلیٰ اور سعدیہ کی دوسری دوستوں کو فون کیا۔ انھیں کیس پر پیش رفت کے بارے میں بتایا اور ساتھ ہی سائیکالوجسٹ کے گھر کا فون نمبر معلوم کرنے کی کوشش کی۔ سعدیہ کے پاس اس کے دفتر کا نمبر تھا مگر اس وقت پاکستان میں ہفتے کی صبح تھی اور اسلام آباد میں زیادہ تر دفتر بند تھے۔ آخر کار ہمیں اس کے گھر کا نمبر مل گیا لیکن سعدیہ کو اس کے گھر پر فون کرنا بہت عجیب سا لگ رہا تھا۔ اس نے کہا کہ پہلے اس نے اس سائیکالوجسٹ کو تحقیقاتی پینل کے سامنے گواہی دینے کو کہا، پھر اس کے لیے بیان لکھ کر دینے کو کہا اور اب وہ نیویارک سے اسے گھر پر فون کرے گی کہ وہ دوبارہ گواہی دے۔ میں نے اسے تسلی دی اور کہا کہ مجھے یقین ہے کہ وہ صورتِ حال کو سمجھ سکے گی۔

راشیل اپنے کمرے میں چلی گئی اور میں اور سعدیہ بھی سکون سے سوئیں، حالانکہ ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ کل ہمارے سامنے کیا آنے والا ہے۔

باب:58

سچائی کا لمحہ: ساتواں دن

سعدیہ اور میں صبح سویرے اٹھ گئیں اور سعدیہ جلدی سے تیار ہوگئی۔ اس نے سائیکالوجسٹ کے گھر فون کرنے کی کوشش کی لیکن کسی وجہ سے فون نہ مل سکا۔

سعدیہ کے پاکستان سے روانہ ہونے سے پہلے، رعنا نے اسے نیویارک میں ایک دوست کا فون نمبر دیا تھا کہ وہ اسے نیویارک میں کچھ سیر کرادے گا۔ اس نے اس دوست کے لیے ایک تحفہ بھی بھجوایا تھا۔ ہمیں توقع تھی کہ ہفتے کا دن فارغ ہوگا لیکن اب ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ سماعت کب ختم ہوگی، اس لیے سعدیہ نے صبح صبح ہی فون کردیا کہ وہ دوست کم از کم اپنا تحفہ تو لے جائے۔ ہم دونوں تیار تھیں جب اس نے استقبالیے پر پہنچ کر فون کیا۔ سعدیہ تحفے اٹھائے نیچے پہنچی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہ اس آدمی کو پہلے ہی گوجرانوالہ سے جانتی تھی۔ جب اس نے سنا کہ سعدیہ نے اب تک نیویارک میں کچھ بھی نہیں دیکھا تو اصرار کیا کہ وہ اسے سیر کرانے لے جائے گا۔

سعدیہ اوپر آئی اور مجھے اس بارے میں بتایا۔ میں نے راشیل سے رابطہ کرنا چاہا مگر وہ ابھی تک سو کر نہیں اٹھی تھی۔ میں نے سوچا کہ میں بھی سعدیہ کے ساتھ چلی جاؤں اور اہم سیاحتی مقامات کے سامنے اس کی کچھ تصویریں بنالوں، کیونکہ شاید وہ پھر کبھی نیویارک نہ آسکے۔ ہم نے راشیل کے لیے پیغام چھوڑ دیا کہ ہم اسے یواین ڈی پی کے دفتر میں ملیں گے۔

ہم نے تیزی سے سفر کیا اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور مجسمہ آزادی سمندر کے اس کنارے سے دیکھا۔ بروکلین برج اور وال سٹریٹ کے پاس سے گزرتے ہوئے یواین ڈی پی کے دفتر پہنچ گئے۔ اگرچہ یہ صرف چالیس منٹ کی سیر تھی لیکن مجھے خوشی ہوئی اور میں نے سعدیہ کی کچھ اچھی تصویریں بھی بنالیں۔ یواین بلڈنگ بند تھی کیونکہ آج ہفتے کا دن تھا۔ حتیٰ کہ سیکورٹی گارڈ بھی موجود نہیں تھا۔ ہمیں انتظار کرنا پڑا کہ کوئی چھٹی کے دن کام کرنے والا شخص آجائے اور ہمیں اندر لے جائے۔

کمیٹی نے اس دن ٹیلی فون کے شواہد پر بات کرنے کا فیصلہ کیا۔ ہم توقع کر رہے تھے کہ دوپہر تک سماعت

ختم ہوجائے گی تاکہ ہم سعدیہ اور راشیل کے جہاز پر سوار ہونے سے پہلے مارکو کے ساتھ ایک اچھا سا ڈی بریفنگ سیشن کرسکیں، مگر چیزیں اس طرح نہیں ہوئیں جیسے ہم نے سوچ رکھا تھا۔ آج یواین ڈی پی پاکستان کی مقامی انتظامیہ کی طرف سے گواہی کا دن تھا۔ کمیٹی نے ہارومی اور رابرٹ سے رابطہ کیا تھا اور انھیں بتایا تھا کہ انھیں ہفتے کے دن دس بجے کے قریب کمیٹی کی طرف سے فون کیا جائے گا۔ مارکو نے اپنی حکمت عملی پر ہم سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ ہمیشہ ہمیں کم سے کم اور صرف متعلقہ معلومات دیتا تھا۔

مجھے بہت تجسس تھا کہ ہماری پاکستان کی انتظامیہ اس سلسلے میں کیا جھوٹ بولے گی۔ میں نے سوچا کہ شاید میں کبھی طارق کو تو معاف کرسکوں مگر میں رابرٹ اور ہارومی کو کبھی معاف نہیں کرسکوں گی۔ ان خیالات نے مجھے خاصے تناؤ کا شکار کردیا۔ راشیل کھڑکی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی، جبکہ میں اور سعدیہ دروازے کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ راشیل کی خواہش تھی کہ وہ ان لوگوں میں سے کچھ سے مل لے جنھوں نے اس کے ساتھ یواین کی تعارفی ٹریننگ لی تھی اور میں چاہتی تھی کہ نیویارک میں جینڈر یونٹ کے ساتھیوں کو مل سکوں۔ ہم نے فیصلہ کیا کہ یہیں انتظار کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ مارکو کو ہماری ضرورت ہو۔ ہم اس قدر بے چین تھیں کہ اپنا گھونسلہ چھوڑ کر جانے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔ ہم اگلے تین گھنٹوں تک وہیں بیٹھی رہیں۔

ہم اندازے لگارہی تھیں کہ رابرٹ اور ہارومی اب بھی سچ بولیں گے یا طارق کو بچانے کی کوشش کرتے رہیں گے کہ اچانک مارکو اندر آیا۔ ہم تینوں اچھل پڑیں اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھنے لگیں کہ وہ کیا ہدایات یا خبر دینے آیا ہے۔ اس نے جلدی سے سائیکالوجسٹ کا نمبر مانگا۔

سعدیہ نے ہچکچاتے ہوئے وہ نمبر اسے دے دیا اور کہا کہ ''میں اس سے گزشتہ رات اور آج صبح بات نہیں کرپائی اس لیے جو کوئی بھی اس سے بات کرے اسے چاہیے کہ پوری صورتِ حال کی وضاحت کرے۔'' جوں ہی مارکو باہر نکلا وہ اس کے پیچھے دوڑی اور کہا ''پلیز، پلیز کوئی عورت اسے فون ملائے۔ یہ اس کے گھر کا فون نمبر ہے اور میں نہیں چاہتی کہ اس کے والدین کو کوئی تشویش ہو۔'' مارکو نے اثبات میں سر ہلایا اور اس سے کہا کہ وہ فکر نہ کرے۔ بعد میں اس نے ہمیں بتایا کہ چیئر پرسن نے خود اس کا فون ملایا اور اس سے بات کرانے کے لیے کہا۔

ہم اس کمرے میں بیٹھے سوچتے رہے کہ کیا ہورہا ہے۔ رابرٹ نے کیا کہا ہوگا؟ ہارومی نے کیا کہا ہوگا؟ آج نبیلہ کی چھٹی تھی اس لیے وہ ہمارے پاس آگئی اور ہم سب نے اکٹھے انتظار کیا۔ کچھ دیر بعد ہم نے فیصلہ کیا کہ سماعت بہت طویل ہوگئی ہے اور شاید یہ سہ پہر تک بھی ختم نہ ہو۔ ہم مارکو کا شکریہ ادا کرنے کی تیاری کرنا چاہتی تھیں۔ ہم نے ڈنر کا پروگرام بنایا تھا۔ پال نے مجھے ایک اچھے اٹالین ریسٹورنٹ، لڈیاز ریسٹورنٹ، کے بارے میں بتایا تھا۔ ہم چاہتے تھے کہ مارکو اور اس کی بیوی کو ڈنر پر بلائیں۔ پال نے مجھے اس تک پہنچنے کے لیے راستے کا

نقشہ بھی انٹرنیٹ کے ذریعے بھیجا تھا تا کہ مجھے سب لوگوں کو لے کر وہاں جانے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ تاہم سماعت کے طویل ہونے کی وجہ سے ہمارے پاس بہت کم وقت بچا تھا کہ ہم باقاعدہ طریقے سے مارکو کا شکریہ ادا کرسکیں۔ سعدیہ اور نبیلہ نے کہا کہ وہ ہوٹل سے کچھ پھول اور وہ پاکستانی تحفہ لے آئیں گی جو ہم مارکو اور اس کی بیوی کے لیے لے کر آئے تھے۔ راشیل نے اور میں نے سٹیشنری کے سامان سے شکریے کا کارڈ بنایا۔

بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ رابرٹ نے اپنے انٹرویو میں سچ کہا۔ اس نے کمیٹی کو واضح طور پر بتایا کہ لوگوں کو ملازمت دینے اور ملازمت سے نکالنے اور دوسرے اہم فیصلوں میں طارق کی رائے اہمیت رکھتی تھی۔ جب اس سے پشاور کے سفر کے بارے میں پوچھا گیا، جسے طارق نے اس قدر اہم بنا رکھا تھا، تو رابرٹ نے کہا کہ اسے کچھ یاد نہیں۔ رابرٹ کے بیان سے کمیٹی پر یہ ثابت ہو گیا تھا کہ طارق اس کے لیے کتنا اہم تھا۔ رابرٹ نے تسلیم کیا کہ طارق اس کے فیصلوں پر اثر انداز ہوتا تھا۔

ہارومی بار بار چکر دے رہا تھا اور پکڑائی نہیں دے رہا تھا۔ کمیٹی کو فوراً ہی یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ صحیح جواب نہیں دے رہا۔ آخر اس نے مان لیا کہ میں نے اس کے ساتھ طارق کے متعلق کچھ مسائل کے بارے میں بات کی تھی۔

مارکو نے اختتامی ریمارکس میں میرے کیس پر توجہ مرکوز رکھی۔ اس نے تمام شواہد ایک کے بعد ایک پراجیکٹر پر دکھائے؛ اس نے میرے فون کا ڈیٹا دکھایا، طارق کے متضاد بیانات کو سامنے رکھا، اس کے گواہوں کے بیانات میں موجود تضادات بتائے۔ پھر مارکو نے فون کالوں کا ایک چارٹ پیش کیا جو طارق نے 1996ء کے بارے میں بنایا تھا۔ اس چارٹ پر جن تاریخوں کو اس نے مجھے فون کیے تھے ان پر نشان بنا ہوا تھا۔ اس نے 21 جون کو دو مرتبہ فون کیا تھا اور پھر اکتوبر میں فون کیا۔ مارکو نے 3 جون کے گرد دائرہ لگایا اور پوچھا ''کیا اس تاریخ سے تمھیں کچھ یاد آتا ہے؟''

طارق نے کافی دیر سوچا اور پھر کہا ''نہیں''

مارکو نے 1997ء کی کالوں کا چارٹ سامنے کیا۔ فروری میں فون کیے جانے کا نشان تھا اور پھر جولائی میں۔ پھر اس نے 3 جون پر دائرہ بنایا اور پوچھا کیا تمھیں یہ تاریخ یاد ہے؟

ایک بار پھر طارق نے کافی سوچا اور پھر کہا ''نہیں''

مارکو نے 1995ء، 1996ء اور 1997ء کا کیلنڈر سامنے کیا اور بار بار 3 جون کی تاریخ پر اشارہ کیا مگر طارق کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

آخر کار مارکو نے کہا ''پینل اراکین، یہ ڈاکٹر سعید کی سالگرہ کی تاریخ ہے جو ہم نے دو روز پہلے یہاں ایک میکسیکن ریسٹورنٹ میں منائی۔'' کمیٹی کے اراکین کو یہ اندازہ ہو گیا کہ طارق کا میرے ساتھ ذاتی اور

رومانوی تعلق کا دعویٰ جھوٹ تھا۔ مارکو نے بات جاری رکھی ''سالگرہیں اور برسیاں ایسی چیزیں ہیں جو ذاتی تعلقات میں لوگوں کو یاد رہتی ہیں۔'' کمیٹی میں سے کسی نے اسے روکا اور کہا ''آپ کی دلیل نوٹ کر لی گئی ہے۔'' وہ جادو ٹوٹ چکا تھا۔

مارکو کے اختتامی کلمات کے مکمل ہونے تک طارق سمجھ چکا تھا کا اس کا کھیل ختم ہے۔ مارکو کے اختتامی کلمات کے دوران وہ بیٹھا یہ سوچتا رہا کہ اب اسے کیا کرنا ہے۔ پھر اس نے وہی کیا جو وہ ہم سب کے ساتھ کرتا آیا تھا، یعنی دردناک ڈرامہ کہ وہ ٹوٹ رہا ہے، بکھر رہا ہے۔ جب مارکو نے اپنی بات ختم کی تو طارق کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے چیخ ماری اور کانپتے ہوئے اور رحم کی بھیک مانگتے ہوئے فرش پر گر گیا۔ اس نے اپنے بائیں طرف ہاتھ رکھا ہوا تھا جیسے اسے دل کا دورہ پڑنے والا ہے۔ اس نے کمیٹی سے کہا کہ اس کی جان چلی جائے گی۔ انھیں سمجھنا چاہیے کہ اس کی پوری زندگی تباہ ہو جائے گی۔

مارکو کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ طارق اس حد تک جائے گا۔ اس نے اونچی آواز میں کہا ''ایمبولینس منگواؤ!'' یہ سن کر طارق نے یہ ظاہر کیا کہ اس کی طبیعت سنبھل رہی ہے اور جلدی سے کہا کہ ایمبولینس کی ضرورت نہیں۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ڈاکٹر لوگوں کو بتائے کہ اسے کچھ بھی نہیں ہوا۔ کمیٹی نے پھر بھی ایمبولنس بلوا لی، لیکن طارق کی طبیعت جلدی ٹھیک ہو گئی اور جب تک ایمبولنس پہنچی اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

چیئرپرسن نے طارق سے پوچھا کہ کیا وہ اس قابل ہے کہ اپنے اختتامی کلمات کہہ سکے۔ ڈاکٹر سے چیک اپ کرانے سے ڈر کر اس نے کہا کہ ہاں وہ بات جاری رکھ سکتا ہے۔ اس کے بیان میں کوئی وزن نہیں تھا۔

ہم فوٹو کاپی والے کمرے میں وہ فائلیں الگ الگ کر رہے تھے جو ہمیں اپنے ساتھ واپس لے جانا تھیں۔ اچانک مارکو دوڑتا ہوا اندر آیا۔ اس کا چہرہ سرخ تھا اور پریشان لگ رہا تھا۔ ''سعدیہ کہاں ہے؟ میں چاہتا ہوں کہ تم تینوں اکٹھے یہاں موجود ہو...... بالکل ابھی۔'' میں نے پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے لیکن وہ بغیر کچھ کہے باہر نکل گیا۔

مارکو پھر اندر آیا، ''میں چاہتا ہوں کہ تم تینوں فوراً نیچے اس کمرے میں آ جاؤ!'' وہ چلا گیا اور میں سعدیہ کو ڈھونڈنے نکلی۔ میں تیزی سے اپنے ہوٹل کی طرف 45 سٹریٹ پر چل پڑی۔ نبیلہ اور سعدیہ کو پھول اور تحفے لاتے دیکھا۔ دفتر سے دو بلاک پیچھے وہ باتیں کرتی اور ہنستی ہوئی چلی آ رہی تھیں۔ میں جلدی سے سعدیہ کو لے کر بلڈنگ میں پہنچی۔ ہم کمرہ سماعت تک پہنچتے پہنچتے بُری طرح ہانپ چکی تھیں۔

کمرہ سماعت کے قریب ایک صفائی والے نے پوچھا کیا تم لوگ اس ہنگامے میں شامل ہو۔ لیکن ہمارے سپاٹ چہرے دیکھ کر اس نے ہمیں بتایا کہ یہاں کوئی ہنگامی صورت حال پیدا ہو گئی تھی اور ایمبولنس منگوانا پڑ گئی تھی۔ کسی آدمی کو دل کا کوئی مسئلہ ہو گیا تھا۔ میں نے پوچھا، کیا وہ پاکستانی تھا لیکن اس نے اس آدمی کو دیکھا نہیں تھا۔ البتہ اسے یہ معلوم تھا کہ وہ کوئی باہر سے آیا ہوا شخص تھا۔ ہم نے حیرانی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

ہمیں فوراً سمجھ آ گئی کہ طارق ان لوگوں کو بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہا ہوگا۔

پھر بھی ہمیں معلوم نہیں تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ جب ہم مارکو کے پاس پہنچے تو اس نے صرف اتنا کہا کہ چیئر پرسن ہم لوگوں سے کچھ بات کرنا چاہتی ہیں اور وہ چاہتا تھا کہ ہم سب اس کے ساتھ وہاں موجود ہوں۔ جب ہم کمرے میں داخل ہوئے تو سماعت ابھی جاری تھی۔ میز کے گرد رکھی تمام کرسیوں پر لوگ بیٹھے ہوئے تھے اس لیے ہم مارکو کے ہمراہ دیوار کے ساتھ رکھے صوفوں پر بیٹھ گئیں۔ سماعت ختم ہونے والی تھی اور چیئر پرسن اپنے حتمی کلمات کہنے والی تھیں۔ میں نے آنکھیں اٹھا کر طارق کی طرف دیکھا۔ وہ پژمردہ دکھائی دے رہا تھا۔

یہ وہ موقع تھا جس کے لیے مارکو چاہتا تھا کہ ہم اس کمرے میں موجود ہوں۔ وہ چاہتا تھا کہ کمیٹی ہمیں اور ہمارے ساتھ دوسروں کو یاد رکھے، جن کی زندگی اس آدمی کی وجہ سے بُری طرح متاثر ہوئی تھی۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ طارق اپنی حرکتوں کے بعد ہر بار یہ رونا دھونا پھیلا کر بچ نکلتا تھا کہ اس کی زندگی تباہ ہو رہی ہے۔ ہم نے مارکو کو اس کے بارے میں اتنا بتا دیا تھا کہ وہ اس کی چال کو فوراً پہچان گیا۔ طارق غالباً کمیٹی میں موجود عورتوں کی ہمدردیاں سمیٹنا چاہتا تھا۔

طارق کا وکیل پہلے ہی یہ کہہ کر جا چکا تھا کہ اسے فلائٹ پکڑنی ہے۔ جب ہم تینوں مارکو کے پاس بیٹھے چیئر پرسن کی تقریر کا انتظار کر رہے تھے، میں نے پوچھا کہ کیا وہ اپنے فیصلے کا اعلان کریں گے۔ اس نے اپنا سر ہلا کر نفی میں جواب دیا اور مجھے یاد دلایا کہ انھیں ایک رپورٹ لکھنی ہوگی جس میں ان کا فیصلہ لکھا جائے گا۔ میں چاہتی تھی کہ وہ اپنا فیصلہ بھی سنا دیتے۔ میں چاہتی تھی کہ یہ اب ختم ہو جائے۔

اپنے اختتامی کلمات میں چیئر پرسن نے دونوں فریقوں کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے یہ ہمت کی کہ رپورٹ دائر کریں اور الزامات کا دفاع کریں۔ انھوں نے ذکر کیا کہ کمیٹی نے غزالہ کی ویڈیو ٹیپ اور سمیرا کی آڈیو ٹیپ کو شواہد کے طور پر شامل نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ تحقیقات کے فیصلے کی جانب بڑھتے ہوئے انھوں نے کہا "میں یہ واضح کرنا چاہتی ہوں کہ ہم صرف ایک کمیٹی ہیں جسے یو این نے ملازمت سے متعلق مسائل کے حوالے سے اختیارات دیے ہیں۔ جو کچھ یہاں ہوا وہ سب ملازمتوں کے حوالے سے ہے اور ملازمت سے متعلق حالات کے حوالے سے ہے۔ ہم یہاں لوگوں کی زندگیوں کے فیصلے کرنے کے لیے نہیں ہیں۔ زندگی کو چلتے رہنا چاہیے کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ زندگی ملازمت سے کہیں زیادہ اہم ہے۔" انھوں نے کیس اور اس کی اچھائی برائی کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

اپنے دل میں ہم سب جانتے تھے کہ ہم جیت چکے ہیں لیکن پھر بھی ہمیں دفتر کے باضابطہ فیصلے کا انتظار کرنا تھا۔ ہمیں ضابطہ کمیٹی پر اعتماد تھا لیکن باقی کے عمل کے بارے میں ہمارے ذہنوں میں کچھ شبہات تھے۔ ہمیں طارق کی چالاکیوں پر شبہ تھا کہ وہ اپنے مضبوط نیٹ ورک کے ذریعے فیصلوں پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔

ہم کمرہ سماعت سے نکل کر اپنی پناہ گاہ میں پہنچیں۔ ہمیں محسوس ہو رہا تھا کہ ہم نے کیس جیت لیا ہے۔ مارکو بھی بہت خوش تھا ''مجھے یقین ہے کہ کمیٹی کو اس کے تمام جھوٹ دکھائی دے گئے ہیں'' اس نے کہا۔ راشیل، سعدیہ، نبیلہ اور میں بڑی دیر تک ایک دوسرے سے گلے ملتے رہیں۔ ایک عجیب جذباتی کیفیت تھی جس میں خوشی اور غم آپس میں گڈ مڈ ہو گئے تھے۔ یہ بدصورت کمرہ اس وقت ہمیں بہت خوبصورت دکھائی دے رہا تھا اور ہم وہاں اکٹھے ہونے پر بہت خوش تھے۔

ہمارے پاس وقت بہت کم تھا۔ ہم نے اپنے کاغذات اکٹھے کرنے شروع کر دیے اور مارکو اور نتالی نے اپنے کاغذات جمع کیے۔ ہم نے اپنے آخری ڈنر کے لیے باہر جانے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت پانچ سے اوپر کا وقت تھا اور سعدیہ اور راشیل کو اپنی فلائیٹ کے لیے سات بجے تک ایئر پورٹ پہنچنا تھا۔ ہم نے مارکو اور نتالی سے کہا کہ قریب کا کوئی ریسٹورنٹ چن لیں۔

ڈنر کے وقت پہلی دفعہ مارکو پُرسکون تھا۔ ہمیں محسوس ہوا کہ آخرکار نتالی کو ہم پر اعتبار آ گیا اور وہ بھی مارکو سے بہت خوش تھی۔ مارکو نے اس کی طرف سے مدد پر باقاعدہ اس کا شکریہ ادا کیا۔ میں نے سعدیہ کی طرف دیکھا اور ہم دونوں مسکرائے۔ اس نے کہا کہ میرے کیس پر شک کا آخری سایہ تاریخ پیدائش والی مضبوط دلیل سے ہٹ گیا تھا۔ میں مسکرائی اور خاموش رہی۔

مارکو اور نتالی نے وائن کا آرڈر دیا۔ مارکو بہت خوش تھا۔ ہم نے پہلی بار اسے ہنستے اور بلند آواز میں باتیں کرتے دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ باقاعدہ فیصلہ کب تک آ جائے گا۔ ''ان کے پاس اپنے تجزیے اور تجاویز کو تحریری شکل دینے کے لیے تقریباً تین ماہ کا وقت ہے، اس کے بعد متعلقہ حکام فیصلہ جاری کریں گے۔'' اس نے ایک بار پھر نتالی کا شکریہ ادا کیا جبکہ ہم تینوں پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھتی رہیں...... تین ماہ اور پھر خدا جانے کتنا عرصہ لگے حتمی فیصلے میں! میں نے جلدی سے کہا کہ آج ہمیں اب تک کی کامیابی کی خوشی منانی چاہیے۔ مستقبل کی فکر ہم کل کر سکتے ہیں۔

میں نے مارکو سے پوچھا کہ اس نے میری تاریخ پیدائش کو استعمال کرنے کا کیوں سوچا کیونکہ وہ کہہ چکا تھا کہ وہ اس قسم کے سوال کر کے کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتا۔ اس نے کہا کہ اس نے یہ اس لیے استعمال کیا کہ اس میں ایک اور سوال بھی موجود تھا۔ اگر وہ اس تاریخ کو پہچان جاتا تو پھر طارق سے یہ سوال پوچھا جا سکتا تھا کہ ان تمام برسوں میں کبھی بھی اس نے مجھے ''سالگرہ مبارک'' کہنے کے لیے فون کیوں نہیں کیا۔ مارکو کی ذہانت اور قابلیت بہت اعلیٰ تھی۔

ہم نے مارکو کو پھول اور کارڈ دیا جس میں ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔ میں چاہتی تھی کہ اس کی بیوی بھی اس وقت ہمارے ساتھ ہوتی مگر سماعت کے غیر یقینی اوقات میں ہم کوئی قطعی پروگرام نہیں بنا سکے تھے۔

بڑے بوجھل دل کے ساتھ میں نے مارکو سے کہا ''اگرچہ ہم سب کو مشکلات برداشت کرنا پڑیں لیکن اس شکایت کے بعد مجھے سب سے زیادہ مصیبت جھیلنا پڑی۔ اس سارے عمل میں طارق اور رابرٹ دونوں نے مجھے نشانہ بنائے رکھا۔ انھوں نے میرے کردار کے بارے میں افواہیں پھیلائیں، میری پیشہ ورانہ صلاحیتوں کو کمتر کہا، میرے مزاج پر تنقید کی اور میرے ماضی کی جو بات بھی انھیں ملی، اسے سکینڈل بنایا۔ انھوں نے براہ راست سزا دینے کے اقدامات بھی کیے مثلاً دفتر میں متوازی تحقیقات کروائی گئیں، جینڈر پروگرام کو تباہ کیا گیا اور میرے دوستوں کو میرے دشمن بنانے کی کوشش کی گئی۔ انھوں نے گزشتہ دو سال میں مجھے اتنا مجروح کیا کہ میرا رواں رواں زخمی ہے۔'' میری آواز کانپنے لگی۔ مارکو نے میری طرف بڑی سنجیدگی سے دیکھا اور کہا ''مجھے تمھاری بات سے اتفاق نہیں۔ میں جو آج اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں وہ ایک بڑی باعزت اور باہمت عورت ہے۔''

باب:59

زندگی آگ بھی ہے، پانی بھی......

سعدیہ اور راشیل کو پرواز کے لیے روانہ ہونا تھا اس لیے وہ ڈنر سے جلدی چلی گئیں۔ تقریباً آدھ گھنٹے بعد میں نے اور نبیلہ نے بھی نتالی اور مارکو کو خدا حافظ کہا۔ ہم راشیل اور سعدیہ کو اچھے طریقے سے خدا حافظ کہنا چاہتی تھیں۔ اس مرتبہ میں نے پاکستانی انداز میں ڈنر کا اختتام کیا یعنی سب لوگوں کے لیے بل ادا کیا۔ اگرچہ مارکو نے بہت اصرار کیا کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے، لیکن میرے جنوبی ایشیائی انداز میں، میرا اصرار زیادہ مؤثر رہا۔ ہمارے پاس الفاظ نہیں تھے کہ مارکو کا شکریہ ادا کریں، لیکن ہم نے ہر ممکن کوشش کی کہ اسے یہ بتا سکیں کہ ہم اس کی انصاف اور اقوام متحدہ کے اصولوں سے وابستگی کی کتنی قدر کرتے ہیں۔

نبیلہ اور میں ہوٹل پہنچے تو دیکھا کہ سعدیہ ہوٹل کے عملے سے سخت بحث میں مصروف ہے۔ انھوں نے ہمارے کمرے کے بل میں ہر اس فون کال کے پیسے درج کر رکھے تھے جب اس نے پاکستان کال کرنے کی کوشش کی۔ اس طرح فون کا بل تین سو ڈالر سے زیادہ تھا۔ وہ پہلے ہی پریشان تھی کہ ہر چیز کتنی مہنگی ہے پھر جب اس نے کمرے کا بل اپنے نام دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں نے مداخلت کی اور منیجر سے بحث کی تو اس نے کہا کہ یہ نظام کمپیوٹرائزڈ ہے۔ جب بھی کسی کمرے سے کال ملائی جاتی ہے تو اس کا بل بن جاتا ہے چاہے بات ہو سکے یا نہیں۔ جب میں نے بھی اس کے لیے بحث کی تو وہ اس پر تیار ہو گئے کہ اس کے لیے بل کی رقم کو نصف کر دیں گے۔ اس سارے کنفیوژن میں ہم ایک دوسرے کو اچھی طرح سے خدا حافظ بھی نہ کہہ سکے۔ ہم ایک دوسرے سے گلے ملے جب ہم بیگ گھسیٹتے ہوئے باہر نکل رہے تھے تو بیٹھنے سے پہلے دوبارہ گلے ملے۔

جب وہ دونوں جا چکیں تو میں اور نبیلہ کافی دیر تک کاغذات کو ترتیب دیتی رہیں۔ میں نے کچھ اور لفافے بنائے جو نبیلہ کو ہمیں ڈاک سے بھیجنا تھے۔ کوئی ساڑھے نو بجے فارغ ہو کر ہم نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا۔ پال نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں باقی لوگوں کے جانے کے بعد تنہا نہ رہوں۔ اس نے بہت اصرار سے کہا تھا کہ براڈوے کے ایک شو کی بکنگ کرالوں۔ لیکن جس طرح دن میں چیزیں ہوتی چلی گئیں مجھے خیال ہی نہ رہا کہ

کوئی انتظامات کرلوں۔ اب ٹائم سکوائر پہنچ کر مجھے محسوس ہوا کہ اب کسی شو میں جانے کے لیے بہت دیر ہو چکی ہے۔ مجھے بھوک نہیں تھی لیکن میں نے ایک ریسٹورنٹ میں جانے کا فیصلہ کرلیا۔ میں غور کرنا چاہتی تھی اور خود اپنے لیے سماعت مکمل کرنا چاہتی تھی۔ میں نے کچھ کھانے کا آرڈر دیا اور پھر آنکھیں بند کر کے آرام سے بیٹھ گئی۔

اس وقت بھی مجھے یقین نہیں تھا کہ طارق کو یو این سے نکال دیا جائے گا یا نہیں۔ کمیٹی کو ایک رپورٹ تیار کرنی تھی اور اپنی سفارشات دینی تھیں جس کے بعد یہ حتمی فیصلے کے لیے ایڈمنسٹریٹر کے پاس بھیجی جانا تھیں میرا جی چاہا کہ کاش یہ جیوری کے فیصلے کی طرح ہوتا، قصوروار یا بے قصور۔ اگر اسے برطرف کر بھی دیا جاتا ہے تو ان لوگوں کا کیا ہوگا جنھوں نے اس کے اقدامات کی حمایت کی تھی؟ آئندہ کیا ہوگا؟ سب لوگ اپنی اپنی زندگی میں واپس چلے جائیں گے اور بس؟ میں اپنی زندگی میں اس طرح کیسے رہ سکوں گی؟ میں نے ابھی اپنا کام مکمل نہیں کیا ہے۔ میں نے ہر اس شخص سے جواب طلب نہیں کیا جو اس غلط کام میں شریک تھا۔ رابرٹ کا چہرہ میرے سامنے آ گیا، اس نے اپنی انگلی کا اشارہ میری طرف کر کے کہا تھا ''میں تمھیں اس گینگ کا لیڈر سمجھتا ہوں۔''

میرے ذہن میں ان تمام باتوں کی فہرست گھوم گئی جو رابرٹ نے میرے اور دوسروں کے خلاف جوابی کارروائی کے طور پر کی تھیں۔ سعدیہ نے جاتے ہوئے میرے کان میں کہا تھا کہ اسے بتا دیا گیا ہے کہ وہ اپنے لیے کوئی اور ملازمت تلاش کر لے۔ اس نے بتایا کہ وہ جینڈر ریونٹ کو ختم کرنے والے ہیں۔ رابرٹ کو یہ کہتے سنا گیا تھا کہ ''جینڈر ریونٹ کی جڑیں تک خراب ہو چکی ہیں اور میں اپنے جانے سے پہلے اس کو صاف کر کے رہوں گا۔'' نہیں، اب یہ بات بالکل واضح تھی کہ یہ حقیقی مسئلہ تھا اور یہ صرف میری مجروح انا کا معاملہ نہیں تھا۔

میں اس کے لیے کیا کر سکتی ہوں۔ میں ایک بار پھر اپنی دیانت داری اور انسانی حقوق کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ میں سوچ رہی تھی کہ ایک ایسی انتظامیہ کے بارے میں کس طرح رپورٹ کی جائے جس نے ہمیں اٹھارہ ماہ سے زیادہ عرصے تک بڑے منظّم طریقے سے ڈرایا دھمکایا تھا۔ رابرٹ انگلینڈ، ہارومی سکا گوچی، این کیلنگ اور رچرڈ ڈکٹس طارق کے غلط کاموں میں شریک تھے بلکہ یو این ڈی پی کی پالیسیوں کی خلاف ورزی کرنے والے اصل میں وہی تھے۔ انھوں نے نہ صرف ادارے کی تطہیر کو روکا بلکہ انصاف کے راستے میں بھی رکاوٹیں ڈالیں اور زیادتی کا شکار ہونے والوں کو ڈرا دھمکا کر عملی طور پر ملزم کو تحفظ دیا۔ میں انھیں کیسے چھوڑ دوں؟ میں نے اپنے آپ کو اس رات کے ختم ہونے تک کا وقت دیا۔ کیا میں اس کہانی کو یہیں چھوڑ دوں اور واپس لوٹ جاؤں یا مجھے دوسرے مجرموں کا بھی پیچھا کرنا ہے؟

میرا کھانا آ گیا تھا۔ ایک بہت بڑا سا ہیمبرگر اور پلیٹ بھر کر فرنچ فرائیز۔ ویٹرس نے کھانا میرے سامنے میز پر رکھا، مسکرائی اور چلی گئی۔ میرا سر ان گہری سوچوں سے بوجھل تھا۔ میں نے لوگوں کے چہروں کی جھلکیاں دیکھیں، شرم ناک حالات نظر آئے، دکھ دینے والے تبصرے سنے، اپنے گروپ کے ساتھ خوشی، آنسو اور غصہ

دیکھا...... میں نے زور سے آنکھیں بند کرلیں اور سوچا، ''مجھے اب آگے بڑھنا ہے۔ میں ان ساتھ کام کرنے والوں کو کیا کہہ سکتی ہوں جنھوں نے اپنے باس سے وفاداری میں ہمیں دکھ دیے یا جنھوں نے کچھ بھی نہیں کیا؟ مجھے خود اپنے عمل کی تکمیل کے لیے کیا کرنا چاہیے؟''

پھر میں نے کچھ اچھے ساتھیوں کے بارے میں سوچا جن کا رویہ دوستانہ تھا لیکن انھوں نے ہمارا ساتھ نہیں دیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ انھوں نے خاموشی اس لیے اختیار کی کہ وہ رازداری رکھنا چاہتے تھے یا پھر باس سے تعلقات نہیں بگاڑنا چاہتے تھے۔حتیٰ کہ جب پورے ملک کو اخباروں کے ذریعے پتہ چل گیا تب بھی انھوں نے مجھ سے نہیں پوچھا کہ میں کس حال میں ہوں۔انھیں شاید اندازہ نہیں تھا کہ ان کا رویہ کس قدر تکلیف دہ تھا۔زیادہ تر لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ ہمارے دفتر میں خاموشی اتنی بوجھل تھی کہ سانس لینا دشوار ہوتا تھا۔یو این ڈی پی اسی طرح کام کرتا رہا جیسا کوئی خاندان کسی بُرے راز کے ساتھ چل رہا ہو، ظاہر یہ کیا جاتا ہے کہ سب کچھ بالکل ٹھیک ہے، امید یہ تھی کہ اگر اس بارے میں بات کرنے سے گریز کیا جائے گا تو انھیں اس مسئلے سے نمٹنا نہیں پڑے گا۔ میں انھیں بتانا چاہتی تھی کہ ان بزدلوں نے ہمارے ملک کے تعلیم یافتہ لوگوں کو شرمندہ کیا ہے۔

پھر وہ ساتھی تھے جو اصولوں وغیرہ میں الجھے بغیر آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ان کی نظر صرف ذاتی کیریئر پر تھی۔اپنے ادارے کے مقاصد پر نہیں تھی۔ میں انھیں بتانا چاہتی تھی کہ حتمی تجزیے میں وہ نقصان میں رہیں گے۔سب کے لیے مثبت اجتماعی تبدیلیاں لانا ہی وہ کام ہے جو آخر میں فرد کے لیے اچھا ثابت ہوتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہو تو خود کو محفوظ سمجھنا کوئی اچھا انداز فکر نہیں۔آگے بڑھنے کا طریقہ یہی ہے کہ اجتماعی طور پر مسائل سے نمٹا جائے۔

میں یو این ڈی پی پاکستان کی سٹاف ایسوسی ایشن کو بتانا چاہتی تھی کہ انھیں خود کو کارکنوں کا نمائندہ کہتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔انھیں سٹاف کی کوئی فکر نہیں تھی۔ جب سینئر انتظامیہ کی طرف سے ڈیڑھ برس تک گیارہ خواتین کو بے توقیر کیا جا رہا تھا اور اذیت کا نشانہ بنایا جا رہا تھا تو یہ لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔ پاکستان میں یو این کے ایک ادارے کی سٹاف ایسوسی ایشن کے صدر نے طارق کی طرف سے خط لکھے۔ یو این ڈی پی اور دوسرے اداروں میں سب کو معلوم تھا کہ انتظامیہ ہم سے کتنا برا سلوک کر رہی ہے لیکن کسی نے ہمارے دفاع میں آواز نہیں اٹھائی۔

سماجی تحریک کے بہت سے لوگوں نے مدد کی مگر اسلام آباد میں خواتین کے حقوق کی دو نامور علم بردار عورتوں نے ہمارے کیس کو نقصان پہنچانے والے خط لکھے۔ میں ان جیسے لوگوں سے کہنا چاہتی تھی کہ آپ کے نظریات کا امتحان آپ کے عملی اقدامات میں ہے اس ہنگامے میں نہیں جو آپ سیمیناروں میں برپا کرتی ہیں...... نہ ان آنسوؤں میں ہے جو آپ ٹی وی پر بہاتی ہیں۔آپ کبھی جواب دہی اور برابری کے بارے میں

لیکچر دینے سے نہیں تھکتیں، لیکن آپ اپنے دوستوں کو بچانے کے لیے اصولوں کو بالائے طاق رکھنے میں ایک منٹ کی دیر نہیں کرتیں۔

میرے ذہن میں وہ تمام تبصرے آئے جو میرے 'ترقی پسند' دوستوں نے یہ جانے بغیر کیے تھے کہ میں اس کیس کا حصہ ہوں:

عورتیں خود مردوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں اور بعد میں شکایت کرتی ہیں!

وہ اس کے ساتھ گھوم پھر ہی کیوں رہی تھیں؟

وہ یہ سارا گند دنیا کے سامنے کیوں اچھال رہی ہیں؟

دیکھو ان کی کتنی بدنامی ہو رہی ہے۔ آئندہ کسی کو ایسی باتوں کی شکایت کرنے کی جرأت نہیں ہوگی۔

ایسے معاملات کو سب کے سامنے زیرِ بحث لانا ان کے اپنے وقار کے منافی ہے۔

میں نے ہمیشہ یہ دیکھا کہ ایسی باتیں کرنے والوں کو اس معاملے کی تفصیلات کا کوئی علم نہیں تھا۔ وہ محض اپنے مفروضوں سے کہانی مکمل کر لیتے تھے۔ انھیں ہمیشہ یہ 'معلوم' ہوتا تھا کہ قصور عورتوں کا ہے۔

میرا کھانا ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ مجھے بھوک نہیں لگی تھی، لیکن میں نے ایک بڑا سا نوالہ لے لیا اور کوک کا ایک بڑا سا گھونٹ بھرا۔ مجھے محسوس ہوا کہ مجھ میں کچھ توانائی آئی ہے۔ میں نے کوک کا ایک اور گھونٹ لیا اور زیادہ آرام سے بیٹھ گئی۔

میں نے ان لوگوں کے بارے میں سوچنا بند کر دیا جنھوں نے ہماری حمایت نہیں کی تھی کیونکہ بہت سے دوسرے لوگ تھے جنھوں نے ہماری بہت مدد کی تھی۔ ہمارے گھر والے ہمارا سب سے بڑا سہارا تھے۔ ہم میں سے شادی شدہ ساتھیوں کے شوہروں نے اس تمام سلسلے میں ان کا ساتھ دیا۔ میں نے اپنے فرنچ فرائیز سے ایک بڑا سا ستارہ بنایا اور اسے اپنے سامنے میز پر رکھ دیا۔ یہ ہمارے گھر والوں کے لیے تھا۔ ایک ستارہ میں نے الگ سے پال کے لیے بنایا۔ ایک اور بڑا سا ستارہ میں نے مارکو کارمیگنانی کے لیے بنایا جو آج کے دن کا ہیرو تھا۔

میں نے ستاروں کی دوسری قطار بنانی شروع کر دی۔ ایک ستارہ میں نے یونیسف کی ایک سینئر ساتھی میری پیئر پائرر کے لیے بنایا جس نے میری بے حد مدد کی اور ہمارے بیانات پر فیڈ بیک بھیجتی رہی۔ یہاں تک کہ اگر وہ چھٹیوں پر بھی ہوتی تو میں اس سے دن یا رات میں کسی بھی وقت خط و کتابت کر سکتی تھی۔ میں نے ایک ستارہ نیویارک میں موجود ان دوستوں کے لیے بنایا جنھوں نے ہمیں اپنے کیس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں مدد دی۔ میں نے چھوٹے چھوٹے ستاروں کا ایک گروپ یو این ڈی پی کے ان ساتھیوں کے لیے بنایا جنھوں نے پسِ پردہ رہ کر ہماری مدد کی تھی۔ چھوٹی چھوٹی ملازمتیں کرنے والے ان لوگوں کو بڑے

خطرات کا سامنا تھا۔ میں ان سب اچھے لوگوں کا شکریہ ادا کر کے دل میں خوش ہو رہی تھی۔

میں نے ایک اور ستارہ ضابطہ کمیٹی کے لیے بنایا۔ حتمی فیصلہ خواہ کچھ بھی ہو، مجھے محسوس ہوا کہ انھوں نے ایمانداری سے سچ تلاش کرنے کی کوشش کی تھی۔ یو این کے سینئر لوگوں کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اپنے چہرے پر مسکراہٹ کے ساتھ میں نے ان لوگوں کے لیے ایک ستارہ بنایا جنھوں نے جنسی طور پر ہراساں کرنے کے خلاف پالیسی لکھی تھی۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ دوررس سوچ کے مالک لوگ تھے۔ اس پالیسی کے بغیر ہم زیادہ دور تک نہیں چل سکتے تھے۔ پھر میں اپنی میز کے اس حصے کی جانب مڑی جو ابھی تک خالی تھا۔ میں نے ایک ستارہ بروس فرینکس کے لیے بنایا۔ مجھے بالکل نہیں معلوم کہ وہ کون ہے۔ میں نے اس کا نام صرف ایک بار دیکھا: 5 فروری 1999ء کے میمو پر، جس میں طارق پر الزامات تحریر کیے گئے تھے۔ بروس فرینکس نے اس کیس کو صرف چار کی بجائے گیارہ عورتوں کی طرف سے کیس تسلیم کیا۔ میں اس شخص کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی جس نے طارق کے بیانات اور ہمارے پیش کردہ مواد میں سے ''اعترافات'' الگ کیے اور انھیں ضابطہ کمیٹی کے جائزے کے لیے پیش کیا۔ مجھے نہیں معلوم وہ کون شخص تھا لیکن اس نے بہت ایمانداری سے کام کیا۔

میں نے ستاروں کا ایک اور جھرمٹ ان دوستوں کے لیے بنایا جنھوں نے اس سارے عرصے میں ہماری حمایت کی۔ میں نے سول سوسائٹی کے ان رہنماؤں کے لیے ایک ستارہ کم کر دیا جنھوں نے ہمارے کاز کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی۔ میں نے وہ ستارہ سعدیہ کی سائیکالوجسٹ کے نام کر دیا جو اپنے کام سے دیانت دار رہی اور سعدیہ کی طرف سے گواہی بھی دی۔ صحافی محسن سعید نے ہمارے کیس کے بارے میں اتنا لکھا کہ وہ سچ اور انصاف پر یقین رکھنے والے سب لوگوں کے لیے ہیرو بن گیا۔ میں نے ایک ستارہ اس کے لیے بنایا۔

میں اس کھیل میں گم تھی کہ ویٹرس آئی اور اس نے میز کے اوپر میری فنکاری کو دیکھا۔ اس کی بھنویں اوپر کو اٹھیں اور آنکھیں پھیل گئیں، لیکن اس نے اپنے پیشہ ورانہ انداز میں پوچھا کہ کیا مجھے کچھ اور چاہیے۔ میں ہنسی اور جواب دیا، ''میرے پاس فرائیز ختم ہو رہے ہیں، پلیز مجھے فرائیز کا ایک اور آرڈر لا دو!''

میں نے اس سارے قصے کے بارے میں سوچتے ہوئے اپنے آپ سے پوچھا۔ ''اب آگے کہاں جانا ہے؟'' میں نے ایک گہرا سانس لے کر اپنے آپ سے ایک بار پھر پوچھا۔ پال کو بہت اچھا لگے گا اگر میں یہ کیس یہیں بند کر دوں اور اس کے ساتھ زبردست زندگی گزارنے کے لیے گھر چلی آؤں۔ وہ اس بات سے تھک رہا تھا کہ ہم اپنی زندگیوں کو اس کیس کے مطابق ترتیب دیتے رہتے تھے۔ ایمانداری کی بات تو یہی ہے کہ کیس اب ختم ہو چکا ہے۔

میں نے اپنے دل میں تسلیم کیا کہ طارق جیسے لوگ تو ہمیشہ موجود رہیں گے۔ باہر سڑک پر کوئی اس جیسا مجھ سے ٹکرا کر گزرے گا اور بھاگ جائے گا۔ طارق، یقیناً، ایک زیادہ پیچیدہ قسم کا ہراساں کرنے والا تھا۔ وہ

بازاروں میں عورتوں کے کولھے پر چٹکی نہیں کاٹتا تھا بلکہ وہ ان کو مجبور کرتا تھا کہ وہ اس کے پیشہ ورانہ منصب کے سامنے ہار مان لیں۔ ایسے لوگ دنیا میں ہر جگہ موجود ہیں اور انھیں جواب دہ بنانے کے لیے اداروں کو زیادہ مضبوط بنانے کی ضرورت ہے۔ خرابی تب پیدا ہوتی ہے جب نظام کام نہیں کر پاتا اور ایسے واقعات کی شکایت کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ہمارے گروپ نے اپنے لیے کھڑے ہونے اور طارق سے جواب طلبی کا فیصلہ کیا، لیکن اس سارے عمل نے مجھ میں یہ خوف پیدا کر دیا کہ اگر یو این ڈی پی پاکستان میں ایک اور ایسا واقعہ ہو گیا تو کسی کی جرأت نہیں ہوگی کہ وہ اس کی رپورٹ دائر کرے۔ لوگوں نے دیکھ لیا تھا کہ یہ ادارہ کس طرح ہراساں کرنے والے کی حمایت کرتا ہے۔ ہمارا کیس کچھ لوگوں کے نزدیک کامیابی کی کہانی ہے لیکن بہت سے دوسرے لوگوں کے لیے اس میں سبق ہو سکتا ہے کہ ایسے واقعات کی رپورٹ نہیں کی جانی چاہیے۔ آخر میں ہم میں سے کوئی بھی یو این ڈی پی کے ساتھ نہیں رہ پایا۔

میرے دل نے کہا کہ اس صورتِ حال میں کچھ خامی ہے۔ ہماری آواز آخر کار سنی گئی لیکن پھر بھی میں مطمئن نہیں تھی۔ میں نے یہ کہنے سے انکار کر دیا کہ ''بس بات ختم''۔ میں چاہتی تھی کہ آگے چلتی جاؤں۔ اگر میں نے طارق کو اجازت نہیں دی کہ وہ ہماری بے عزتی کرے تو میں رابرٹ کو کیوں چھوڑ دوں؟ میں نے چند دن پہلے مارکو سے پوچھا تھا کہ کیا رابرٹ انگلینڈ کے خلاف اس کے ظالمانہ رویے کی بنا پر شکایت دائر کرنا ممکن ہے۔ مگر مارکو نے سختی سے میری حوصلہ شکنی کی اور کہا کہ وہ لوگ کبھی رابرٹ کے خلاف نہیں جائیں گے کیونکہ اس کے خلاف شواہد طارق کے کیس کے مقابلے میں بہت کمزور تھے۔ میں نے سوچا کہ باضابطہ الزامات پیش کرنا مشکل ہوگا کیونکہ یو این کی جنسی طور پر ہراساں کرنے کے خلاف پالیسی میں انتظامیہ کو جواب دہ بنانے کے بارے میں نہیں بتایا گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ پالیسی میں ترمیم کی جانی چاہیے تاکہ انتظامیہ کو جواب دہ بنایا جا سکے۔

میں ریسٹورنٹ میں بیٹھی ان لوگوں کی شکر گزار ہوتی رہی جنھوں نے ہماری مدد کی تھی۔ میں جانتی تھی کہ یہ لڑائی ابھی ختم نہیں ہوئی۔ میں نے اپنے حقوق کے لیے لڑتے ہوئے جو کچھ سیکھا ہے وہ ضائع نہیں ہوگا۔ جو راستہ میں نے اختیار کرنا ہے وہ خود بخود کھلتا جائے گا اور میری جدوجہد نہیں رکے گی۔ میں جانتی تھی کہ اس مرحلے کے بعد میرا مقصد چوروں کو چوری سے روکنا نہیں ہوگا بلکہ یہ کہ پولیس کو زیادہ مستعد بنایا جائے۔ اپنے دل کی گہرائی میں مجھے پتہ تھا کہ اس کا حل مضبوط قواعد وضوابط کی تشکیل اور ان پر موثر عمل درآمد میں ہے۔

باب:60

ہمارے صبر کا امتحان

سماعت ختم ہونے کے بعد ہمارے گروپ نے ضابطہ کمیٹی کی رپورٹ کے لیے دن گننے شروع کر دیے۔ ہم اس کیس کا اختتام چاہتے تھے۔ ہمیں یوں لگتا تھا کہ ہم ایک لاش اٹھائے پھر رہے ہیں اور اسے دفن کرنے کے لیے بے تاب ہیں تا کہ ہم اپنی زندگیوں میں آگے بڑھ سکیں۔ اسی دوران میں یو این ڈی پی پاکستان کی انتظامیہ ان عورتوں کے خلاف اقدامات کرتی رہی جو ابھی تک اس ادارے میں موجود تھیں۔ رابرٹ نے راشیل کو تو کسی حد تک اپنے سائے میں رکھ لیا لیکن باقی تمام کے خلاف اس نے اپنی مہم جاری رکھی۔ انھیں دنوں میں اس کی اگلے گریڈ میں ترقی کی خبر آ گئی، جس سے ہم لوگ خاصے حیران ہوئے۔ یہ سب کچھ اس کی ناک کے نیچے ہوتا رہا تھا، پھر بھی اسے ترقی دے دی گئی۔ یو این ڈی پی پاکستان کے ماحول میں کھچاؤ بہت بڑھ گیا اور دقیانوسیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔ بعض عورتیں وہاں ملازمت نہیں کرنا چاہتی تھیں کیونکہ انھوں نے اس کے بارے میں باتیں سن رکھی تھیں۔ کچھ اور عورتوں نے دفتر میں ہراساں کیے جانے کے بارے میں کچھ بولنے کی کوشش کی تو انھیں نوکری سے نکالنے کی دھمکی دے کر خاموش کرا دیا گیا۔ بہت سے واقعات سے ظاہر ہوتا تھا کہ یو این ڈی پی میں خرابی کس قدر بڑھ گئی تھی۔

اس انتقام کا اگلا نشانہ لیلیٰ بنی۔ اسے مہینوں سے ڈرایا دھمکایا جا رہا تھا لیکن وہ اپنی ملازمت سے چپکی رہی کیونکہ وہ جینڈر یونٹ سے وفادار رہنا چاہتی تھی۔ رابرٹ نے اس کی سالانہ رپورٹ میں انتہائی منفی ریمارکس کا بندوبست کیا۔ ایک دن اس نے لیلیٰ کو اپنے دفتر میں بلوایا اور دو آپشن دیے۔ اس نے لیلیٰ سے کہا کہ وہ استعفیٰ دے سکتی ہے اور اس صورت میں اس کی سالانہ رپورٹ میں درج ریمارکس پر نظر ثانی کی جا سکتی ہے تا کہ وہ صاف ریکارڈ کے ساتھ یو این ڈی پی چھوڑ سکے۔ اگر اس نے استعفیٰ دینے سے انکار کیا تو ریمارکس مزید سخت کر کے اسے ملازمت سے نکال دیا جائے گا۔ اس نے اسے سوچنے کے لیے دو روز دیے۔ لیلیٰ لڑتے لڑتے تھک گئی تھی لیکن اس نے ہار نہیں مانی اور استعفیٰ دینے سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا کہ وہ اس کیس میں

شریک ہے اور اس کے لیے ملازمت چھوڑنے کا یہ وقت درست نہیں کیونکہ جینڈر یونٹ کا کام چلانے کے لیے کوئی بھی باقی نہیں بچا۔ رابرٹ نے اس کے خلاف ریمارکس کو مزید تنقیدی بنا دیا اور اسے ایک خط بھیجا کہ اس کی صلاحیتیں اس کی ملازمت کی ذمہ داریوں پر پوری نہیں اترتیں۔ لیلیٰ نے سوچا کہ اس امتیازی سلوک کے خلاف کیس دائر کرے لیکن پھر اسے محسوس ہوا کہ وہ مزید لڑائی جاری نہیں رکھ سکے گی۔

لیلیٰ کو راستے سے ہٹانے میں کامیابی کے بعد سعدیہ آخری پاکستانی خاتون تھی جسے سارا بوجھ سہنا تھا۔ آئندہ کئی ماہ یو این ٹاور میں اس کے ساتھ کام کرنے والوں نے اسے مسلسل طعنے دیے کہ اس نے ادارے کو نقصان پہنچایا ہے۔ راشیل 'انٹرا ایجنسی یونٹ' کے کاموں میں بہت مصروف تھی اس لیے اس کا سعدیہ سے کوئی رابطہ نہ رہا۔ اس کے علاوہ اسے غیر ملکی ہونے کی وجہ سے ایک طرح کا استثنا مل گیا اور وہ مقامی لوگوں کی طرف سے اچھالے جانے والے کیچڑ سے محفوظ رہی۔ سعدیہ وہ آخری چڑیل تھی جسے جلایا جانا باقی تھا۔

چند مہینوں میں سعدیہ ڈپریشن کی مریض ہوگئی۔ اسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ ایک بدنامی کے ساتھ جی رہی ہے۔ سماجی تنہائی میں زندہ رہنا اس کے لیے بہت دشوار ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے خود اپنے آپ کو منوا لیا کہ کیس اب ختم ہو چکا ہے اور اپنے لیے نئی جگہ بنانے کی کوشش کی۔ اس نے کیس کے بارے میں بات کرنا بند کر دیا۔ اس نے گروپ سے تعلق رکھنا بند کر دیا اور ہماری ای میل کے جواب بھی نہیں دیتی تھی۔

جینڈر یونٹ کے کلرک اور ڈرائیور تک کو نکال باہر کرنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ کسی طرح یونٹ بند ہونے تک ملازمت پر رہے۔ جینڈر پروگرام کو ختم ہوتے دیکھنا سعدیہ کے لیے ایک اور اذیت تھی۔ حکومت کی طرف سے تعریف و تحسین کے مستحق سمجھے جانے والے پروگرام بند کر دیے گئے۔ پانچ پروگرام میں سے صرف دو باقی بچے ''میڈیا میں خواتین'' اور ''مائیکرو فنانس''۔

سعدیہ کی بیماری کی بنا پر بڑھتی ہوئی چھٹیوں نے انتظامیہ کو مطلوبہ بہانہ فراہم کر دیا۔ انھوں نے سعدیہ کو نوکری سے برطرف کر دیا۔ اس نے جلد ہی دوسری ملازمت حاصل کر لی لیکن وہ جینڈر پروگرام اور ہمارے کیس کا کوئی ذکر نہیں کرتی تھی۔ سعدیہ کا ہم سے رابطہ ختم ہو گیا تھا۔ تاہم باقی دوست ایک دوسرے سے باقاعدگی سے رابطہ رکھے ہوئے تھیں۔ ہم نے سعدیہ کے لیے بھی جگہ محفوظ رکھی تھی کہ وہ جب چاہے شامل ہو جائے۔

جنسی طور پر ہراساں کرنے کے دوسرے واقعات سامنے آئے تو انتظامیہ نے ان کو بے رحمی سے دبا دیا اور اس بات کو یقینی بنایا کہ کوئی کیس مقامی انتظامیہ کے دائرے سے باہر نہ نکل پائے۔ ماحولیات یونٹ کے ایک پراجیکٹ میں انتظامی افسر نے اس پراجیکٹ میں ملازمت کرنے والی عورتوں کو جنسی نوعیت کے مطالبات

کر کے ہراساں کیا۔ جب انھوں نے شکایت کی تو یو این ڈی پی نے انھیں خاموش کرا دیا۔ جنسی طور پر ہراساں کرنے کا ایک اور کیس یو این ڈی پی کے ایک پراجیکٹ میں ہوا جو بلوچستان کے دور دراز علاقے میں تھا۔ منیجر نے ایک کمیٹی قائم کر دی جس نے جلد ہی فیصلہ دے دیا کہ شکایت بے بنیاد تھی۔ یہ بات کئی طرح سے سمجھا دی گئی کہ سینئر انتظامیہ جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کی کسی مزید شکایت کی ہرگز اجازت نہیں دے گی تاکہ اسے شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

پھر جنسی امتیاز کے متعلق ایک رپورٹ بڑے پُرزور طریقے سے دائر کی گئی۔ ایک خاتون نے اپنے سپروائزر کے خلاف ایک کیس دائر کیا اور اس کی ایک کاپی نیویارک کو بھی بھیج دی۔ یو این ڈی پی پاکستان نے یہ کیس بڑے ظالمانہ طریقے سے نمٹایا۔ رابرٹ اس خاتون کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آیا اور ہاروی نے اسے اپنے دفتر میں بلا کر ڈانٹا ڈپٹا اور کہا کہ وہ کیس واپس لے۔ اس نے اصرار کیا کہ جس آدمی پر وہ الزام لگا رہی ہے وہ بڑا مہذب آدمی ہے۔ بجائے اس کے کہ ایک تحقیقاتی کمیٹی بنائی جائے انھوں نے اس عورت کو اتنا ڈرایا دھمکایا کہ وہ اپنا دماغی توازن تقریباً کھو بیٹھی۔ وہ مختلف لوگوں کو اس بارے میں لکھتی رہی اور آخر کار ہیڈ کوارٹر نے ایک کنسلٹنٹ کو جائزہ لینے کے لیے بھیجا۔ اس کے جانے کے بعد وہ کیس خاموشی سے خارج کر دیا گیا۔

ہماری شکایت کی سماعت کے چند ماہ کے اندر اندر اتنے بہت سے کیسوں کا پتہ چلنے پر مجھے اندازہ ہوا کہ یو این ڈی پی اسلام آباد نے صرف یہ سبق سیکھا ہے کہ کسی شکایت کو باقاعدہ الزام نہ بننے دیا جائے۔ انھوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ ایسی تمام شکایات کا فوراً گلا گھونٹ دیا جائے۔ انھوں نے اپنے عملے اور منیجرز کے رویے کو بہتر بنانے کے لیے کچھ نہیں کیا۔

میں منیلا میں خوش تھی لیکن میرے ذہن کا ایک حصہ ہمیشہ اس کیس کے بارے میں سوچتا رہتا تھا۔ جو اذیت سعدیہ نے سہی...... جو ناانصافی لیلیٰ کے ساتھ ہوئی...... اور دفتر کا ماحول جس طرح خواتین کے لیے تکلیف دہ ہو گیا تھا ان سب کی وجہ سے ذہنی اذیت تھی۔ سب سے بڑھ کر مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہوتا تھا کہ این کیلنگ کس طرح ان پراجیکٹس کو برباد کر رہی تھی جو ہم نے بڑی محنت سے تخلیق کیے تھے۔

میں تسنیم کے ساتھ مل کر اس کی غیر منصفانہ برطرفی کے خلاف کیس کے لیے کام کرتی رہی۔ میں نے اسے امتیازی طور پر برطرف کیے جانے کا کیس تیار کرنے میں مدد دی۔ اس طرح ہم ای میل کے ذریعے مسلسل رابطے میں رہے۔ اسے بھی نگین کی طرح ورلڈ بنک میں ملازمت مل گئی۔ لیلیٰ کو ایک بین الاقوامی ترقیاتی ادارے میں ملازمت مل گئی۔ نبیلہ نے نیویارک میں یو این کے ایک ادارے میں ملازمت کر لی۔ ماسا کو جاپان میں ایک بہت اچھے ترقیاتی ادارے میں کام کر رہی تھی۔ میں اب بھی پال کے ساتھ فلپائن میں رہ

رہی تھی اور انٹرنیشنل کنسلٹنٹ کے طور پر کام کر رہی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ میں اپنی کتاب 'کلنک' پر بھی کام کر رہی تھی۔ رنسے اپنے شوہر کے ساتھ پیرو اور افغانستان کا سفر کرنے کے بعد پاکستان میں تھی۔ شیبا نے اپنی تعلیم جاری رکھنے کے لیے انگلستان جانے کا فیصلہ کر لیا۔ یو این ڈی پی ایسی باصلاحیت خواتین کی خدمات سے محروم ہو چکا تھا جبکہ دوسرے ادارے ان سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔

وقت گزرتا گیا لیکن فیصلے کے بارے میں کوئی خبر نہیں آئی۔ ہم یہ کیس مکمل ہونے کے انتظار میں تھے۔ اس لاش کو دفن کرنا تھا!

باب:61

بلند کردار عورتیں

اگست کے اواخر میں مَیں اور پال چھٹیاں منانے بہاماس گئے۔ ہم اپنے دوستوں رومن اور اس کی بیوی کیتھی کے ہاں ٹھہرے۔ میں نے اپنا تیراکی کا ٹسٹ پاس کر لیا تھا۔ غوطہ خوری کا لائسنس حاصل کرنے کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ میں اور پال اکٹھے غوطہ خوری کے لیے جا رہے تھے۔ ہمارے پانی میں چھلانگ لگانے سے ذرا پہلے غوطہ خوری کے استاد نے کہا کہ ہوسکتا ہے ہمیں سمندر کے اس حصے میں سرمئی شارک دیکھنے کو ملیں۔ میں اس کے اس سرسری انداز سے حیران ہوئی اور پال کی طرف دیکھا، لیکن دل میں یہ نہیں سوچا کہ ہمیں واقعی شارک مل جائیں گی۔

ہم سطح سمندر سے ساٹھ فٹ نیچے چلے گئے۔ ابھی ہم ریتیلی تہہ تک پہنچے ہی تھے کہ پندرہ سرمئی شارکس سامنے آ گئیں اور ہمارے آس پاس تیرنا شروع کر دیا! یہ ایک حیران کن تجربہ تھا۔ پال ذرا فکر مند تھا کیونکہ میں کوئی تجربہ کار غوطہ خور نہیں تھی، مگر اسے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ میں بالکل پُر سکون تھی اور اس شاندار منظر سے پوری طرح لطف اندوز ہوتی رہی۔ ان شارکس میں ایک عجیب قسم کا وقار تھا جسے بیان کرنا مشکل ہے مگر ان کی آنکھیں سیاہ اور ٹھنڈی تھیں۔ وہ ہمارے چاروں طرف موجود تھیں اور یوں لگتا تھا کہ وہ ہمارے چھوڑے ہوئے بلبلوں کو دیکھ کر مسحور تھیں۔

جب ہم نے غوطہ خوری ختم کی تو ہمیں بہت اچھا محسوس ہو رہا تھا، لیکن اس وقت بھی یو این کا کیس میرے ذہن سے دور نہیں ہوا تھا۔ جب ہم رومن کے گھر پہنچے تو اس نے ہمارا استقبال اس خبر سے کیا جس کا مجھے گزشتہ تین ماہ سے شدت سے انتظار تھا۔ اس نے اخبار میں ایک چھوٹی سی خبر پڑھی تھی جو کسی ایسے شخص کے بارے میں تھی جسے ہراساں کرنے کے الزام کی بنیاد پر یو این ڈی پی سے فارغ کر دیا گیا۔ مجھے اس پر یقین نہیں آیا۔ خوشی سے چھلانگیں مارنے کی بجائے میں نے اپنے جذبات پر اس وقت تک قابو رکھا جب تک ہم نے یہ تصدیق نہیں کر لی کہ یہ خبر طارق اور یو این ڈی پی پاکستان کے بارے میں ہی تھی۔ مجھے دل میں پورا یقین تھا کہ نتیجہ یہی ہوگا لیکن یہ پتہ نہیں تھا کہ اس کے بعد بھی ہمیں کن کن چیلنجز کا سامنا ہوسکتا ہے۔ جب پال

نے رومن کو بتایا کہ میں نے سمندر میں پندرہ شارکوں کے ساتھ تیراکی کی تو اس نے کہا 'یہ بھلا اس کے لیے کیوں مشکل ہوتا؟ یہ تو یواین ڈی پی میں شارکوں سے مقابلہ کرتی رہی ہے۔ سمندر کی شارک تو ان کے مقابلے میں بے ضرر ہوتی ہیں'۔ ہم سب نے یواین کے نظامِ انصاف کے آخر کار حرکت میں آنے پر خوشی منائی۔

مجھے پاکستان پہنچنا تھا۔ جب تک میں اپنے گروپ کے لوگوں میں سے ہر ایک کے ساتھ گلے نہ مل لوں میری خوشی نامکمل تھی اور ان میں سے زیادہ تر پاکستان میں تھے۔ بہاماس سے میں سیدھے پاکستان آئی جبکہ پال منیلا چلا گیا۔ اسلام آباد پہنچ کر میں نے جس جس کے ساتھ ہو سکا رابطہ کیا۔ یہ خبر شہر میں پھیل چکی تھی مگر ہمارا گروپ اس طرح خوش نہیں تھا جیسی کہ میری توقع تھی۔ جس طرح یواین ڈی پی نے اس خبر کا اعلان کیا تھا، سب لوگ اس پر ناراض تھے۔ تسنیم نے غصے سے بتایا کہ رابرٹ اور طارق دونوں کو بہت پہلے یہ فیصلہ معلوم ہو چکا تھا۔ ان دونوں کے پاس ضابطہ کمیٹی کی رپورٹ کی کاپیاں موجود تھیں مگر شکایت کنندگان کو ہمیشہ کی طرح اندھیرے میں رکھا گیا۔ یواین ڈی پی نے اس فیصلے کے ساتھ بھی اپنا روایتی طریقہ اختیار کیا۔ ہمیں اپنے کیس کے فیصلے کے بارے میں دوسروں سے پتہ کرنا پڑا۔ ایک اخبار کے اندر کے صفحات میں چھوٹی سی خبر لگی تھی۔ ایک صحافی نے بتایا کہ یواین انفارمیشن سنٹر نے اس خبر کو اپنی ہفتہ وار بریفنگ میں شامل نہیں کیا، بلکہ یہ خبر الگ سے خاصی تاخیر سے بھیجی گئی تاکہ یہ کم اہم خبر بنے۔

میں نے سب لوگوں کو اسی روز شام کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی۔ تسنیم نے بتایا کہ سعدیہ کی حالت خاصی خراب ہے۔ اس نے گروپ سے تعلق توڑ دیا تھا۔ وہ ادھر ادھر سے کی جانے والی باتوں سے ہونے والی بدنامی کے باعث بے حد غمزدہ تھی۔ تسنیم کا خیال تھا کہ شاید سعدیہ ہماری میٹنگ میں بھی نہ آئے۔ میں نے اس سے کہا کہ میں اپنی پوری کوشش کروں گی کہ وہ آ جائے۔

اس دن کے دوران مجھے پہلی مرتبہ بہت سے ''صدمے'' برداشت کرنا پڑے۔ عدالت کا قاصد ہمارے گھر اس مقدمے کے عدالتی سمن لے کر آیا جو طارق نے میرے، باقی گروپ اور کچھ اخبارات کے ایڈیٹروں کے خلاف پاکستانی عدالت میں دائر کیا تھا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ اگر ہم اپنا کیس ہار جاتے تو اس قسم کے حملے کی توقع کی جا سکتی تھی۔ اب تو اقوام متحدہ نے طارق کو جنسی ہراسیت کا مجرم قرار دے دیا تھا اب بھی طارق اس مصر تھا کہ ہم نے اسے ناحق بدنام کیا اور ہم پر ساٹھ لاکھ روپے ہرجانے کا دعویٰ کر دیا (جو اس زمانے میں ایک لاکھ ڈالر کے برابر تھا)۔ میں نے سمن وصول نہیں کیا جس پر لکھا تھا ''طارق بنام فوزیہ سعید و دیگر''۔ گروپ کی دوسری ساتھیوں نے گھبرا کر مجھے فون کرنے شروع کیے۔ بعض نے سمن وصول کرنے سے انکار کیا اور کچھ نے وصول بھی کر لیے۔ ہم نے رچرڈ ڈکنس سے رابطہ کیا تو اس نے کہا کہ ہمیں سمن وصول نہیں کرنے چاہئیں کیونکہ یواین کا کوئی کیس عام عدالتوں میں نہیں لے جایا جا سکتا۔ اس نے کہا کہ وہ مزید معلومات کے

لیے نیویارک فون کرے گا۔ہم نے نیویارک میں لیگل سیکشن کو خود فون کیا تو ہمیں بھی یہی جواب ملا کہ یواین کا استثنٰی مؤثر ہوگا کیونکہ کوئی مقامی عدالت یواین کے داخلی معاملات پر مقدمہ نہیں چلاسکتی۔ نیویارک کی طرف سے ابتدائی حمایت کے بعد استثنٰی کے مؤثر ہونے کا سلسلہ کہیں رک گیا۔ہمیں علم نہیں کہ اسے یواین ڈی پی پاکستان میں رکوادیا گیا تھا یا دفترِ خارجہ میں، لیکن استثنٰی کو مؤثر کرنے میں تین سال گزر گئے۔اس تمام عرصے میں رچرڈ ڈکٹس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

ہم سب اس شام اکٹھے ہوئے۔سعدیہ کو لانا ایک چیلنج تھا کیونکہ وہ کسی کے ساتھ بھی رابطہ نہیں رکھتی تھی۔میں خود اسے لینے ہاسٹل گئی اس لیے وہ آخری لمحے پر غائب نہ ہوسکی۔ہم رنسے کے گھر کے نزدیک ایک جگہ پر ملے۔ہم میں سے جو ساتھی اسلام آباد میں موجود تھیں وہ اکٹھی ہوئیں لیکن نبیلہ اور ماسا کو ہمارے ساتھ نہیں تھیں۔افسوس کی بات یہ تھی کہ خوشی منانے اور ایک دوسرے کو مبارک باد دینے کی بجائے ہر کوئی ناراض تھا۔میں نے انھیں بتایا کہ آخرکار مجھے نیویارک میں ہیومن ریسورس سیکشن کی جانب سے ایک خط ملا ہے جس میں فیصلے کے بارے میں اطلاع دی گئی ہے۔راشیل اور سعدیہ کو بھی وہ خط ملا تھا۔اتنا کچھ برداشت کرنے کے بعد ہمیں صرف تین خط بھیجے گئے اور وہ بھی، جیسا کہ راشیل نے کہا، یہ خط یواین ڈی پی میں پہنچنے کے چھ دن بعد ملے۔

اگرچہ طارق کے خلاف الزامات گیارہ خواتین کی طرف سے لگائے گئے تھے، یواین ڈی پی نے ہم سب کو، علیحدہ علیحدہ یا گروپ کی شکل میں، نتائج کی اطلاع نہیں دی۔ہم سب نے گروپ کی شکل میں شکایت کی تھی اور اس پر سب نے دستخط کیے تھے۔ہم سمجھتے تھے کہ ادارے کو ہم سب کو جواب دینا چاہیے تھا۔ہم میں سے اکثر کو رابرٹ پر بھی غصہ تھا کہ اسے ہم سب کو اپنے دفتر میں بلا کر اس نتیجے کے بارے میں بتانا چاہیے تھا۔ہم میں سے جو لوگ اسے اچھی طرح جانتے تھے وہ اس پر مسکرا دیے اور کہا کہ وہ تو شروع سے ہی سچ جاننے میں دلچسپی نہیں رکھتا تھا، اس لیے تحقیقات کے نتیجے پر وہ ہم سے مزید ناراض ہوا ہوگا۔عدالت میں دائر کیے گئے مقدمے سے بھی سب کو پریشانی ہو رہی تھی۔

اس تمام بحث مباحثے سے تھک کر سعدیہ نے کہا کہ وہ اس کیس کے بارے میں مزید ایک لفظ بھی سننا نہیں چاہتی۔میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا ''سعدیہ معاشرہ اور یواین ڈی پی کا ادارہ ہمیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ہم نے کھل کر بات کی۔ہمیں خود اپنے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ہم نے درحقیقت ایک بڑا کام کیا ہے۔تم بہادر تھیں اور تم نے اپنے ساتھ سچ بولا، ان بہت سے لوگوں سے کہیں زیادہ بہادر جو ہم پر تنقید کر رہے ہیں۔راشیل، اس نے بہت اچھا بولا تھا ناں؟''

راشیل نے تالی بجا کر کہا ''ہاں، بہت اچھا!'' سب نے سعدیہ کی تعریف کی۔سعدیہ کا چہرہ سرخ ہو

گیا اور وہ مسکرانے لگی۔

میں نے گروپ کا حوصلہ بڑھانے کی پوری کوشش کی۔ میں نے انھیں بتایا کہ اطلاعات کے مطابق طارق کو تمام مراعات سے محروم کر کے فوری طور پر ادارے سے برطرف کر دیا گیا ہے۔ ایک ٹیم اس کے گھر وہ سامان واپس لینے کے لیے بھیجی گئی جو رابرٹ نے ازراہ کرم ہمارے خلاف استعمال کرنے کے لیے دیا تھا۔ جب ٹیم نے اس کے گھر سے کمپیوٹر، فون اور فیکس باہر نکالا تو اس نے چیخنا چلانا شروع کر دیا اور پاگلوں کی طرح انھیں گالیاں دینے لگا۔ اس منظر کے تصور سے سب لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ آ گئی۔

میں نے انھیں یہ بھی بتایا کہ دفتر کے کچھ لوگ میرے پاس آئے اور انھوں نے مجھ سے کہا کہ وہ سب طارق سے تنگ آ چکے تھے اور اب وہ سمجھتے ہیں کہ ہم عورتیں ان سب لوگوں سے زیادہ بہادر تھیں۔ ان لوگوں میں تو یہ ہمت نہیں تھی کہ طارق سے اختلاف کریں جب کہ ہم نے اسے پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ تسنیم نے کہا کہ یو این ڈی پی کے لوگ منافق ہیں جو نتیجہ سامنے آنے کے بعد بھی خاموش رہے۔ میں نے کہا ان کو نظرانداز کر دو۔ آئندہ دنوں میں صرف مثبت تبصروں کو سنو۔''

رنسے نے کہا کہ انسانی حقوق کی کچھ تنظیمیں ہماری اس بڑی کامیابی کی خوشی میں ایک پروگرام کر رہی ہیں۔ اس نے کہا کہ ہم سب کو اس میں شریک ہو کر اسے اپنا پروگرام بنانا چاہیے۔ تسنیم، شیبا، غزالہ اور نگین حیران ہوئیں کہ کچھ لوگ اس کی اتنی قدر بھی کرتے ہیں کہ اس پر پروگرام کر رہے ہیں۔ سعدیہ نے منہ موڑ لیا۔ اس کے چہرے پر کوئی تاثرات نہیں تھے۔ راشیل کنفیوژ اور متذبذب دکھائی دی۔ رنسے نے اصرار کیا کہ ہم سب کو جانا چاہیے۔ میں نے کہا کہ صرف یہی نہیں ہے کہ انسانی حقوق کی تنظیمیں اس فیصلے پر خوش ہیں بلکہ وہ یہ بھی سمجھتی ہیں کہ ہم نے دوسری عورتوں کے لیے راستہ بنا دیا ہے اور جنسی ہراسیت کے بارے میں نیا شعور پیدا کیا ہے۔ گروپ میں کئی لوگوں کو اس پر یقین نہیں آیا۔

گروپ کے جذبات ملے جلے تھے۔ ہم لوگ چاہتے تھے کہ یو این ڈی پی کو بیان جاری کرنے سے پہلے ہماری شکایت کے جواب میں باقاعدہ خط دینا چاہیے تھے۔ جب تک ہمیں یو این ڈی پی کی طرف سے خط نہ مل جاتا، ہمارے لیے یہ محسوس کرنا مشکل تھا کہ کیس مکمل ہو گیا ہے۔ میں نے یو این کے ہیومن ریسورس آفس کو ایک درخواست لکھنے کی پیشکش کی۔ راشیل نے کہا کہ وہ اس میں سب لوگوں کی تجاویز شامل کر کے اسے حتمی شکل دے گی۔ ہم سب نے طے کیا کہ ہم فیصلے کی خوشی میں ہونے والے پروگرام میں شریک ہوں گے اور وہیں اپنی درخواست کو حتمی شکل دیں گے۔

میں ایک اور مسئلے پر بھی ساتھیوں کی رائے مانگنا چاہتی تھی۔ نیو یارک میں مارکو اور ہیومن ریسورسز کے دفتر میں سے کسی نے مجھے بتایا تھا کہ اگر کیس کا فیصلہ ہمارے حق میں ہو جائے تو ہم ہرجانے کے لیے بھی

درخواست دے سکتے ہیں۔ میں ہر کسی کا جواب جاننا چاہتی تھی تاکہ میرے پاس گروپ کے سب لوگوں کا اجتماعی جواب موجود ہو۔

اس بار سعدیہ سب سے پہلے بولی اور کہا ''ہم اپنے دکھ کو پیسوں میں نہیں ماپ سکتے۔'' اس نے مجھ سے کہا کہ نیویارک میں لوگوں کو بتادوں کہ پاکستان کی عورتیں اب بھی پسماندہ ہیں اور ہم اپنے دکھوں کو روپے پیسے میں تولنا پسند نہیں کرتیں۔ تسنیم نے کہا کہ اسے اپنی ناحق برطرفی کے معاملے میں زرتلافی چاہیے لیکن جنسی ہراسیت کے کیس میں نہیں۔ سب نے اتفاق کیا کہ ہمارا یو این ڈی پی سے صرف یہ مطالبہ تھا کہ وہ طارق کو اپنے قواعد وضوابط کے مطابق سزا دے۔ زرتلافی کے بارے میں کسی کو دلچسپی نہیں تھی۔ مغربی ممالک میں انتظامیہ کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ زیادتی کا شکار ہونے والوں کو بڑی رقوم بطور زرتلافی ادا کریں تاکہ وہ لوگ ایسے کیسوں کو سنجیدگی سے لیں۔ ہمارے حوالے سے یہ بات بالکل واضح تھی کہ ہمیں کسی قسم کی زرتلافی نہیں چاہیے تھی۔ ہم صرف اور صرف دوسری عورتوں کی خاطر یہ چاہتی تھیں کہ عورتوں کو بے توقیر کرنے والے شخص کے خلاف شکایت دائر کریں۔

میں نے کہا کہ اگر یو این اس سے سبق سیکھ کر اپنے قواعد میں خامیاں دور کرے اور انتظامیہ کی طرف سے انتقامی کارروائی کو ایک اضافی جرم کے طور پر پالیسی میں شامل کرلے تو میں سمجھوں گی کہ میرے لیے تلافی کردی گئی ہے۔ مجھے توقع تھی کہ اس کیس کے بعد اداروں کے اندر کلچر میں تبدیلی آئے گی۔ سعدیہ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا ''ماحول پہلے سے خراب ہو چکا ہے۔'' تسنیم نے زور دے کر کہا ''ہمارا کیس ابھی ختم نہیں ہوا۔ یو این ڈی پی اور اس کی انتظامیہ کے خلاف شکوے شکایتوں کے درمیان میٹنگ ختم ہوئی۔ سب سے کہا گیا کہ وہ کیس جیتنے کی خوشی میں منعقد ہونے والی تقریب میں شریک ہوں۔

میں عورتوں اور انسانی حقوق کے حوالے سے کام کرنے والی تنظیموں کی تقریب میں پہنچ گئی۔ جنسی ہراسیت کی یہ شکایت پاکستان کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا انوکھا واقعہ تھی۔ میرے اہل خانہ بھی اس تقریب میں شریک ہوئے۔ بے شمار لوگ مجھے اور رنسے کو اس کامیابی پر مبارکباد دے رہے تھے۔ دوسرے لوگ ابھی نہیں پہنچے تھے۔ رنگ برنگے شامیانوں کے نیچے کھانے پینے کی چیزیں رکھی تھیں۔ یہ ورکنگ ویمنز ایسوسی ایشن کی سربراہ ڈاکٹر افتخار حسن کے گھر کا لان تھا۔ کچھ لوگ شکایت کنندگان کو جانتے تھے مگر زیادہ تر لوگ اجنبی تھے۔ ہماری کوششوں کے اعتراف میں منعقد کی گئی اس تقریب میں فعال کارکنوں اور صنفی ماہرین کو دعوت دی گئی تھی۔ معروف سماجی کارکنوں نے تقریریں کیں اور بتایا کہ پاکستان میں دفاتر اور ملازمت کی جگہوں پر جنسی طور پر ہراساں کیا جانا بہت عام ہے اور سب لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ اس سے نمٹنے کے لیے کام کریں۔ حکومتی، غیر سرکاری اور بین الاقوامی اداروں میں اس مسئلے کی موجودگی پر زور دیتے ہوئے انھوں نے ہماری

تعریف کی اور کہا کہ ہم نے جدو جہد میں ایک سنگ میل قائم کر دیا ہے۔

ہماری شکایت کو ایک سال مکمل ہونے کے موقع پر، 22 دسمبر 1998ء کو بھی جنسی ہراسیت کی روک تھام کے بارے میں کچھ تقریبات منعقد ہوئی تھیں۔ ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل پر کام کرنے والی ایک خاتون نے اعلان کیا کہ 22 دسمبر کو عورتوں کو ہراساں کیے جانے کے خلاف جدو جہد کا دن قرار دیا جائے۔ ہر سال اس دن خصوصی پروگرام منعقد کر کے جائزہ لیا جائے کہ ہم نے کیا کامیابی حاصل کی ہے اور اس مسئلے کو دور کرنے کے لیے ابھی کیا کچھ کرنا باقی ہے۔ سب لوگوں نے اس اعلان پر تالیاں بجائیں۔

میری نظریں اپنی ساتھی خواتین کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ کچھ لوگوں کی طرف سے پیغام مل چکا تھا کہ وہ نہیں آسکتیں۔ میں نے تسنیم اور غزالہ کو گیٹ سے اندر آتے دیکھا۔ میں اب بھی راشیل کا انتظار کر رہی تھی۔

کسی نے مجھے بتایا کہ راشیل گیٹ پر ایک لفافہ چھوڑ گئی ہے لیکن اندر نہیں آئی۔ میں نے اپنے دل کو تسلی دی کہ مجھے راشیل کے اس خوف کو سمجھنا چاہیے کہ اس کے لیے مزید دشواریاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اگرچہ راشیل نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنے کنٹریکٹ میں توسیع نہیں کروائے گی لیکن وہ ابھی تک یو این ڈی پی میں کام کر رہی تھی۔ رنسے اور میں نے ایک دوسرے کی طرف بوجھل دل کے ساتھ دیکھا۔ میں نے دکھ کے ساتھ سوچا کہ ہمارے حق میں فیصلہ آنے کے باوجود بھی ہم اس پر اچھی طرح سے خوش نہیں ہو سکتیں۔

ہم لوگ پہلی بار اس کیس کے حوالے سے لوگوں کے سامنے آئی تھیں۔ اس سے کچھ تناؤ بھی پیدا ہوا کہ کیونکہ ہم میں سے اکثر نے اپنی شناخت ظاہر نہیں کی تھی۔ میرا نام اخباروں میں آیا کیونکہ طارق کی تمام تر لڑائی میں مجھ پر خصوصاً حملے کیے جاتے رہے لیکن باقی لوگوں کے بارے میں اخبارات نے مہذب انداز اختیار کیے رکھا اور ان کے نام ظاہر نہیں کیے۔ اس کیس کا ذکر ''گیارہ کا کیس'' کے نام سے کیا جاتا اور افراد کے نام نہیں دیے جاتے تھے۔

تسنیم نے اپنی دشواریوں کے بارے میں بات کی جبکہ رنسے نے بتایا کہ انتظامیہ کا پورا نظام کس طرح جنسی ہراسیت میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ہم میں سے بہت سوں کے لیے یہ کیس ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ ہم اب بھی انتظامیہ کے حوالے سے خود کو مجروح محسوس کرتی تھیں کہ ذمہ دار افراد سے کوئی جواب دہی نہیں کی گئی۔

جب میری باری آئی تو میرے لیے اپنے آنسو روکنا مشکل ہو گیا۔ میں نے اپنے ذاتی تجربات کے بارے میں بات کی اور کہا کہ میرے شکایت دائر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مجھے تین برس تک جابرانہ رویہ سہنا پڑا تھا۔ میرے فیصلے کا تعلق خود میرے اپنے کردار سے تھا۔ میں نے بات جاری رکھی ''بظاہر اب یہ کیس ختم ہو گیا ہے، لیکن مجھے ایسا محسوس نہیں ہوتا۔ بظاہر ہم نے کیس جیت لیا ہے لیکن مقامی انتظامیہ جس نے طارق کی

حمایت کی، جس نے طارق کو تحفظ دیا اور اس کی طرف سے ہم سے لڑائی کی، اب بھی اپنی جگہ قائم ہے۔ صرف ایک آدمی کو سزا ہوئی ہے۔ وہ سڑا گلا نظام جس نے اسے تحفظ دیا اب بھی قائم ہے۔ اس شکایت کی پیروی کا عمل ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصہ چلا اور اس کے زخم ہمارے ذہنوں پر موجود ہیں۔ میری دعا ہے کہ ہم آگے چل کر کبھی ان زخموں کو مندمل کرنے کا عمل شروع کر پائیں۔''

میں نے خاص طور پر ذکر کیا کہ یو این ڈی پی کی انتظامیہ کی مخالفت کے باوجود ہراساں کیے جانے کی شکایت اس لیے درج ہو سکی کہ یو این ڈی پی میں جنسی ہراسیت کے خلاف ایک پالیسی موجود ہے اور جب ہم نے اس پالیسی کے حوالے سے قدم اٹھایا تو یو این کے نظام نے اس پر کارروائی کی۔ اس لیے تمام اداروں میں نہ صرف ہراساں کرنے والے رویوں کے متعلق شعور اجاگر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے بلکہ ایسے قوانین اور ضوابط بھی بنانے چاہئیں جن کے ذریعے ہراساں کیے جانے کے خلاف آواز اٹھانے والے ملازمین کو تحفظ دیا جا سکے۔

جب میں نے بات ختم کی تو کئی لوگوں نے سوال کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ وہ ہراساں کیے جانے کی واقعاتی تفصیل جاننا چاہتے تھے؛ بعض ہمارے گھر والوں اور دوستوں کا ردعمل جاننا چاہتے تھے۔ میری ساتھیوں نے ان کے اچھے جوابات دیے۔

کسی نے کہا کہ ''شرم کی بات ہے کہ اقوام متحدہ عورتوں کے حقوق کی محافظ جانی جاتی ہے، حقیقت میں اس کے اپنے افسر عورتوں کو اپنی جاگیر سمجھتے ہیں۔'' میں نے آگے بڑھ کر کہا ''نہیں، ہمیں اس اندازِ فکر کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کی شکایت کو کسی ادارے کی عزت اور بے عزتی کا معاملہ نہیں بنایا جانا چاہیے۔ طارق جیسے لوگ ہمیشہ موجود رہیں گے۔ یو این اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتی کہ کچھ لوگوں کی ابتدائی پرورش کس طرح کی گئی۔ یو این یا کوئی دوسرا ادارہ صرف یہ کر سکتا ہے کہ کام کرنے کے ماحول کے بارے میں اصول طے کر دے اور لوگوں کو ان رویوں کے حوالے سے جواب دہ بنانے کا نظام موجود ہونا چاہیے۔ اصل سوال یہ ہے کہ کوئی ادارہ جنسی ہراسیت کو روکنے کا کام کتنی مستعدی اور انصاف کے ساتھ کرتا ہے۔ ''یہ......'' میں سب لوگوں کو متوجہ کرنے کے لیے ذرا سا رکی اور پھر کہا ''یہ کسی ادارے کا امتحان ہوتا ہے۔ اس بات سے فرق پڑتا ہے۔ جنسی طور پر ہراساں کرنے کے واقعے کا یہ مطلب نہیں کہ یو این عورتوں کے حقوق کو فروغ دینے والا ادارہ نہیں ہے۔''

1993 میں یو این نے جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کے خلاف ایک پالیسی تیار کی، جس میں عورتوں اور مردوں کے درمیان مناسب اور نامناسب رویوں کی تشریح کی گئی۔ پاکستان میں کسی اور ادارے میں، سرکاری اداروں میں یا غیر سرکاری اداروں میں جنسی ہراسیت کے خلاف کوئی پالیسی موجود نہیں، اس لیے

میں یو این کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی کہ اس نے مثال قائم کی ہے۔ آخر کار، ادارے کے اندر سے بہت مزاحمت کے باوجود، ان کے نظام نے کام کیا۔ مجھے امید ہے کہ اس کیس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انھیں اپنے ادارے سے نامناسب رویوں کو ختم کرنے کے لیے پالیسی سے آگے بھی بہت کچھ کرنا چاہیے۔''

''اداروں کو اپنے ہاں مارکو کارمیگنانی جیسے لوگوں پر فخر ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہم یو این کے بہت سے اور سینئر لوگوں سے بھی ملے جو جنسی ہراسیت کے مسئلے سے براہ راست نبرد آزما ہونا چاہتے تھے۔ اس لیے میں کہوں گی ''شاباش یو این!'' اداروں کو طارق پر شرمندہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ طارق تو ہمیشہ رہیں گے مگر انھیں رابرٹ جیسے افسروں کے ہونے پر شرمندہ ہونا چاہیے جو ادارے کے اصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے ذاتی اختیار کو بڑھانے کے لیے نظام کو بگاڑتے ہیں۔''

سب لوگوں نے تالیاں بجائیں لیکن میں بے حد تھک گئی تھی۔ میں نے اپنی دوستوں کے چہروں کی طرف دیکھا جو میرے ساتھ کھڑی تھیں۔ ہم نے ایک دوسرے کو گلے لگایا اور قریب تھا کہ رو پڑتیں۔ ہم جلدی سے ایک کونے کی طرف چلی گئیں۔ ہم نے اپنی جیت کو آنسوؤں کے ساتھ منایا۔

رنسے میرے قریب آئی اور کہا ''کام ابھی ختم نہیں ہوا۔ میں رابرٹ انگلینڈ کو نہیں چھوڑوں گی۔''

''ہم کوشش کریں گے، رنسے۔'' میں نے اسے گلے لگاتے ہوئے آہستہ سے کہا، ''ہم اعلیٰ حکام کو لکھتے رہیں گے، شاید کبھی میں ایک کتاب لکھ سکوں اور عوام کو منصف بناؤں۔''

اختتامیہ

دائرہ مکمل ہوا

ہمارے مقدمے کو یواین کے ریکارڈ میں ''خالص جنسی ہراسیت'' کے پہلے مقدمے کا درجہ دیا گیا۔ ہم میں سے صرف تین افراد کو، جو نیویارک گئے تھے، کیس کے بارے میں یواین کی ویب سائٹ پر لگانے سے بھی پہلے ضابطہ کمیٹی کی رپورٹ موصول ہوئی۔

یواین ڈی پی کے نئے ایڈمنسٹریٹر، مارک میلاچ براؤن، نے کہا کہ جنسی ہراسیت کے مسئلہ پر اس کے دور میں خاص توجہ دی جائے گی۔ میں نے اس کے جواب میں اسے ایک خط لکھا کہ اس میں انتظامیہ کو بھی جواب دہ بنایا جانا چاہیے۔ اس خط میں میں نے واضح تفصیلات بتائیں کہ رابرٹ انگلینڈ اور اس کی انتظامیہ نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا اور پیشکش کی کہ میں تجاویز دے سکتی ہوں کہ پالیسی اور نظام کو بہتر بنانے کے لیے کیا کیا جائے۔ مجھے اس کا کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے وہی خط اسے اگلے تین برس تک ہر سال 10 دسمبر کو انسانی حقوق کے دن کے موقع پر بھیجا لیکن کبھی اس کا جواب نہیں آیا اور نہ اس کے موصول ہونے کی اطلاع دی گئی۔

یواین ڈی پی نے اپنی پالیسی میں موجود خامیوں کو دور کرنے کے لیے ایک ٹاسک فورس ضرور قائم کی۔ ٹاسک فورس کے اراکین کے نام معلوم ہونے کے بعد میں نے اپنی تجاویز انھیں بھجوائیں۔ عورتوں کے بارے میں یواین کے ادارے یونی فیم نے ہم سے کہا کہ ہم اپنے کیس کی تفصیلات پر ایک نوٹ تیار کر کے انھیں بھیجیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یواین نے اپنی پالیسی میں کئی ترامیم کیں اور کئی تربیتی پیکج متعارف کرائے جن سے ان کے ملازمین میں جنسی ہراسیت کے متعلق آگہی پیدا ہو۔

ان تمام کوششوں کے باوجود، فروری 2009 میں، سیکرٹری جنرل بان کی مون نے تشویش کا اظہار کیا کہ جنسی ہراسیت ایک ایسی 'لعنت' ہے جس کے خلاف اقدامات یواین میں 'اب بھی اہم ترین ترجیحات میں سے ایک ہیں۔ سیکرٹری جنرل کے خط پر امریکہ کے قومی اخبارات میں، خاص طور پر وال سٹریٹ جرنل میں، کئی مضامین سامنے آئے۔ وال سٹریٹ جرنل کے صحافی سٹیو سٹریکلو نے لکھا ''اقوام متحدہ کو اپنے عہدیداروں میں

جنسی ہراسیت کی متعدد شرمناک شکایات کا سامنا ہے۔ یواین کے بہت سے ملازمین جنھوں نے جنسی ہراسیت کی شکایت کی ہے یا اس کے الزامات کا سامنا ہے، کہتے ہیں کہ شکایات کو نمٹانے کا موجودہ نظام ظالمانہ اور غیر منصفانہ ہے اور افسر شاہی کی رکاوٹوں کے سامنے بے بس ہے۔ مقدمات کے فیصلوں میں کئی کئی برس لگ جاتے ہیں۔ بہت سی عورتیں جنھوں نے ہراساں کیے جانے کی شکایت کی ان کا کہنا ہے کہ ان کے کنٹریکٹ کی تجدید نہیں کی گئی۔'' 2010ء میں جوزف کلائن نے ڈیوڈ ہارووٹز کے انٹرنیٹ میگزین، فرنٹ پیج میگ، میں ایک بڑا سخت مضمون پوسٹ لکھا، ''حقیقت یہ ہے کہ جنسی زیادتی اور جنسی طور پر ہراساں کیا جانا یواین کے اندر، سب سے بڑھ کر اس کی امن فوج کے اندر، لیکن اعلیٰ انتظامی عہدیداروں کی سطح پر بھی، ایک شدید مسئلہ ہے۔ ایک ایسے مسئلے پر جس کے لیے اقوام متحدہ اپنے آپ کو چیمپیئن کے طور پر پیش کرتی ہے، بجائے اس کے کہ یواین ایک رول ماڈل بنے، یہ اپنے ملازمین کی حرکتوں کے سلسلے میں عدالتی مقدمات لڑ رہی ہے۔'' ان مضامین سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس مسئلے کو اداراتی سطح پر تسلیم کیے جانے کی ضرورت تھی۔ ظاہر ہے یہ 'مسئلہ' صرف یواین ڈی پی پاکستان میں چند 'چڑیلوں' تک محدود نہیں تھا اور جو کچھ سٹریکلو اور کلائن نے لکھا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ادارہ اب بھی ہراساں کیے جانے کے بڑھتے ہوئے واقعات سے نمٹنے کی کوشش میں ہے۔

شکایت کنندگان کے خلاف طارق کا مقدمہ تین برس تک چلتا رہا۔ یہ مقدمہ تب ختم ہوا جب یواین کے لیگل آفس نے آخر کار استثنیٰ کی شق کو مؤثر کیا۔ رچرڈ ڈکٹس اس وقت نیویارک میں تھا۔ اسے یہ کہتے سنا گیا کہ اسے یقین نہیں ہے کہ مقدمہ دائر ہوا ہے۔ اس کے خیال میں ہم لوگ یونہی ہنگامہ کر رہے تھے۔ اس کے جواب میں میں نے لیگل سیکشن کو گزشتہ تین برس کی عدالتی کارروائی کی نقول بھیجیں۔

دوسری جانب طارق نے ہرممکن کوشش کی کہ یواین میں اپیل کے ذریعے اپنے خلاف فیصلے کو منسوخ کروادے۔ اپنی برطرفی کے دو ماہ بعد طارق نے فیصلے پر نظرثانی کے لیے باقاعدہ درخواست دی۔ یواین ڈی پی کے ایڈمنسٹریٹر نے اس کو جواب بھجوایا کہ ایسی کوئی وجوہات نظر نہیں آتیں جن کی وجہ سے اس فیصلے کو منسوخ کیا جائے۔ اس کے بعد طارق نے ایک اور اپیل یواین ٹریبونل میں دائر کی جس میں دعویٰ کیا کہ تحقیقاتی عمل جانبدارانہ تھا، جس میں اسے اپنی بے گناہی ثابت نہیں کرنے دی گئی۔ اس نے تحقیقاتی عمل اور فیصلے کو غلط ثابت کرنے کی کوشش میں بہت سے الزامات لگائے۔ دو سال بعد یواین ٹریبونل نے، جس میں یواین کے کئی سینئر عہدیدار شامل تھے، شواہد اور پورے عمل پر بغور نظرثانی کرنے کے بعد اس کی اپیل یکسر مسترد کر دی۔

یواین ڈی پی نے رابرٹ انگلینڈ کو تھائی لینڈ میں یواین ڈی پی کا سربراہ مقرر کر دیا۔ پاکستان سے روانگی سے پہلے اس نے اس بات کو یقینی بنایا کہ جینڈر یونٹ کی 'صفائی' کی مہم کو مکمل کر لے۔ اسے این کیلنگ کے کنٹریکٹ کو توسیع دینا بھی یاد نہ رہا اور اس طرح اس نے خود اپنی اس ایجنٹ کو بھی پرے پھینک دیا جس نے

اس گند کو صاف کرنے میں اس کی مدد کی تھی۔ اگرچہ اسے اگلے گریڈ میں ترقی دے دی گئی تھی لیکن اس کی پاکستان سے تھائی لینڈ پوسٹنگ یقیناً اس کی تنزلی تھی۔ تھائی حکومت کو یواین ڈی پی کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی کیونکہ ان کی معیشت حکومت پاکستان کے مقابلے میں کہیں مستحکم تھی۔ بنکاک میں اپنی مدت مکمل کرنے کے بعد اس نے قبل از وقت ریٹائرمنٹ لینے کا فیصلہ کرلیا۔ میرا خیال ہے کہ آخر ہماری حرکتوں کی وجہ سے اس کا روشن ستارہ کسی حد تک ماند پڑ گیا تھا۔

یواین ڈی پی نے ہارومی ساکا گوچی کو بھی ترقی دے دی لیکن اسے پاپوانیوگنی میں تعینات کر دیا، جو یواین میں سب سے کم پسند کی جانے والی تقرری تھی۔ یہ اس کی آخری تقرری تھی کیونکہ اس نے بھی قبل از وقت ریٹائرمنٹ لینے کا فیصلہ کرلیا۔ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ ادارے نے یہ تجویز دی یا اس نے خود یہ فیصلہ کیا۔ اس نے کہا کہ وہ جاپان میں پڑھانا چاہتا ہے۔ اس کے بارے میں مجھے انٹرنیٹ پر صرف یہ معلوم ہو سکا کہ کسی نے بحرالکاہل میں دوسری جنگ عظیم کے تباہ شدہ جہازوں کے بارے میں ریسرچ میں اس کی مدد پر اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔

طارق نے ایک تجارتی کمپنی بنالی اور متعدد بار یواین میں بطور کنسلٹنٹ گھسنے کی کوشش کی۔ یواین کے اندر بہت سے لوگوں نے ہمیں اس کی کوششوں کے بارے میں بتایا۔ شاید وہ یہ سوچتے تھے کہ اس طرح وہ پہلے ہماری مدد نہ کرنے کا ازالہ کرسکیں گے۔ بالآخر اسے یونیسف پاکستان میں خریداریوں کا ایک کنٹریکٹ مل گیا۔

کیا طارق کے اپنی بیوی سے تعلقات بہتر ہوئے یا اس نے اس تمام واقعے سے کچھ سیکھا؟ ہمیں اس بارے میں شک ہے۔ جس طرح اس نے ہمارے خلاف مقدمے کی پیروی کی اس سے یہ نہیں لگتا کہ اسے یہ احساس ہوا تھا کہ اس نے غلطی کی۔ یہ بھی لگتا ہے کہ ہماری کہانی کو اس نے اپنی ان سب جنسی کہانیوں میں شامل کرلیا ہے جو وہ اپنی ماتحت عورتوں کو بند کمروں میں سناتا ہے۔ ہم نے کئی لوگوں سے سنا کہ اس نے بہت سی نوجوان لڑکیوں کو ملازم رکھا ہے اور انھیں کہانیاں سناتا ہے کہ کس طرح ہم سب اس کے پیچھے پڑی ہوئی تھیں لیکن جب اس نے ہماری پیش قدمیوں پر انکار کر دیا تو ہم نے اس کے خلاف شکایت دائر کر دی۔

سعدیہ اسلام آباد میں ہی رہی۔ وہ اب شادی شدہ ہے اور اس کی ایک بیٹی بھی ہے۔ وہ خاموش الگ تھلگ زندگی گزار رہی ہے اور عورتوں کے مسائل پر اس نے کبھی کسی سرگرمی میں حصہ نہیں لیا۔

لیلیٰ کو ایک بین الاقوامی ادارے میں ملازمت مل گئی اور وہ ملک سے باہر چلی گئی۔

ماساکو اور اس کا شوہر شادی کے بعد کئی سال جاپان میں رہے لیکن اب وہ اپنے دو بچوں کے ساتھ امریکہ میں رہتے ہیں۔ اس نے ترقیاتی شعبے میں اپنا کام بطور کنسلٹنٹ جاری رکھا۔

تسنیم نے ورلڈ بنک کے لیے کام کیا اور پھر ورلڈ بنک میں ہی امریکہ میں ملازمت کر لی۔ اب اسے طلاق ہو گئی ہے اور اپنے دو بچوں کے ساتھ وہ واشنگٹن ڈی سی میں رہتی ہے۔ اس نے یو این ڈی پی سے اپنی ناحق برطرفی کا مقدمہ جیت لیا تھا اور اس کے بدلے تلافی کی رقم بھی وصول کی تھی۔

نگین بھی امریکہ میں ملازمت کر رہی ہے۔

شیبا نے اپنی تعلیم مکمل کی اور اب اسلام آباد میں ترقیاتی کنسلٹنٹ کے طور پر کام کرتی ہے۔

رنسے اور اس کا شوہر ریٹائر ہو چکے ہیں اور ہالینڈ میں رہتے ہیں۔

غزالہ نے فیصلہ کیا کہ اب وہ کبھی ملازمت نہیں کرے گی۔

راشیل نے شادی کر لی اور انسانی ترقی کے شعبے میں کام کرتی رہی۔

پال اور میں دیس دیس گھومتے رہے، باوجود اس کے کہ یہ 'کیس' کبھی میرے اندر سے نکل نہیں سکا، ہم اب بھی خوشی خوشی اکٹھے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اگلے تین برس تک، میں نے یو این کے کسی بھی فورم کو تجاویز دینے کے لیے لکھنے کا کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا جہاں میں یہ سمجھتی تھی کہ میں جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کے حوالے سے پالیسی پر اثر انداز ہو سکتی ہوں۔ میں اور پال 2001ء میں پاکستان آ گئے اور میں نے ایکشن ایڈ کی کنٹری ڈائریکٹر کا عہدہ سنبھال لیا۔ خواتین کے حوالے سے اپنے دوسرے کاموں کے علاوہ میں نے جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کے خلاف، آشا کے نام سے، ایک نیٹ ورک قائم کیا۔ اس نیٹ ورک نے ملازمت کی جگہوں پر جنسی ہراسیت کے مسئلے کو اجاگر کیا اور اس کی روک تھام کے لیے ایک قومی تحریک شروع کی۔ میں پوری لگن کے ساتھ کام کر رہی تھی کہ ملازمت کی جگہوں کو عورتوں اور مردوں دونوں کے لیے محفوظ اور باعزت بنایا جائے۔

آخر کار میں نے حکومت کے ساتھ مل کر کام کیا اور پاکستانی ثقافتی حوالوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جنسی ہراسیت کے خلاف پالیسی کا ایک مسودہ تیار کیا۔ اس پالیسی کو ملک بھر میں موجود سٹیک ہولڈرز، آجروں، کارکنوں کی یونینز، دانشوروں اور سرکاری حکام کے پاس بھجوایا گیا تاکہ اتفاق رائے قائم کیا جا سکے۔ سینکڑوں نجی اداروں نے اس پالیسی کو رضا کارانہ طور پر اپنا لیا اور یہ سلسلہ بڑھتا گیا۔ جیسے جیسے کوششیں آگے بڑھیں، نئے ساتھی تحریک میں شامل ہوتے گئے جن میں کاروباری افراد، میڈیا کے لوگ، سیاستدان، عورتوں کے حقوق کے لیے کام کرنے والی تنظیمیں، محنت کشوں کے حقوق کی تنظیمیں اور ملازمت پیشہ خواتین کی تنظیمیں، سماجی ادارے اور قانون نافذ کرنے والے ادارے شامل تھے۔

2008ء میں جب قومی انتخابات ہوئے تو یہ تحریک اپنے عروج پر تھی۔ پاکستان کے ترقی پسند حلقے پر امید تھے کہ جمہوری طور پر منتخب حکومت حالات میں تبدیلی لائے گی۔ الیکشن کے نتیجے میں اتحادی حکومت قائم

کرنے والی جماعتوں کے منشور میں عورتوں کے مسائل کو اہم مقام حاصل تھا۔ میں نے سوچا کہ قانون سازی کے لیے اپنے مطالبات آگے بڑھانے کا اس سے بہتر موقع کبھی نہیں ہوگا۔ خواتین کے حقوق کی ایک معزز کارکن، شہناز وزیر علی، اسمبلی کی رکن بن چکی تھیں۔ انھوں نے ہمارے لیے پارلیمنٹ کے دروازے کھول دیے اور پھر ہم نے اپنے لیے راستہ بنالیا۔ کابینہ کے دو ارکان، ترقی خواتین کی وزیر، شیری رحمان اور وزیر قانون، فاروق نائیک شروع سے ہمارے حامی تھے۔ پھر بھی انھیں ہماری تجاویز کا جائزہ لینے، انھیں نمایاں کرنے اور اپنی پارٹی سے اس پر بات کرنے میں خاصا وقت لگا۔ متحدہ قومی موومنٹ کے سینئر لیڈر فاروق ستار اور عوامی نیشنل پارٹی کی بشریٰ گوہر حکومتی اتحاد میں مسلسل ہمارے حامی رہے۔ پاکستان مسلم لیگ قائداعظم کی عطیہ عنایت اللہ اور پاکستان مسلم لیگ نواز کی تہمینہ دولتانہ نے اس بات کا یقین دلایا کہ وہ اپنی جماعت کے اراکین سے اس قانون سازی کے حق میں ووٹ ڈلوائیں گی۔ سینیٹر رضا ربانی اس مسودہ قانون کو سینٹ سے منظور کرانے میں بہت اہم کردار ادا کرتے رہے۔ آخر میں ہم سے وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی اور صدر آصف زرداری نے مدد کا وعدہ کیا۔ قانون کی حتمی منظوری کے لیے ہمیں ان کی مدد کی ضرورت تھی۔

انہوں نے ہمارے خدشات اور ہماری تجاویز کو سنا اور نئی حکومت میں عوام کی زندگیوں میں تبدیلی لانے کے منصوبے بنائے۔ اگلے دو برس بہت صبر آزما تھے۔ کچھ افسران ہر مرحلے پر تاخیر کر رہے تھے۔ نظام کے اندر موجود رکاوٹیں سب سے بڑا چیلنج تھیں۔ معلومات کا حصول اور قواعد وضوابط کی تفصیل جاننا سب سے مشکل مرحلہ بن گیا۔ مجھے وکیل اور کھوجی بن کر کام کرنا پڑا۔ میں آٹھ مختلف ذرائع سے معلومات حاصل کرتی اور پھر ہر مرحلے پر اس بارے میں قانونی مباحثہ کرتی۔ بعض اوقات ہمیں اس نقصان کی تلافی کرنی پڑتی جو ہماری اپنی سماجی تنظیمیں اپنے بعض اقدامات سے پہنچا دیتی تھیں۔ ماضی کے بہت سے تجربات کی وجہ سے حکومتوں کی طرف سے شروع کیے جانے والی کسی بھی کوشش کی جانب سماجی تنظیموں کا ایک منفی رویہ بن چکا تھا۔ ہمیں اپوزیشن لیڈروں کے اقدامات کا بھی توڑ کرنا پڑتا تھا جو حکومت کی طرف سے کسی بھی مثبت کوشش کا راستہ روکنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ سارا سلسلہ دشوار بھی تھا اور محنت طلب بھی۔

آشا کی لابنگ کی وجہ سے حکومت دو قوانین بنانے کے لیے رضامند ہوگئی۔ ایک یہ تھا کہ ملک بھر کے تمام اداروں کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کے خلاف پالیسی بنائیں۔ دوسرے قانون کے تحت کسی بھی شہری کو، خواہ عورت ہو یا مرد، جنسی طور پر ہراساں کرنے کو جرم قرار دے دیا گیا، جس پر عدالت میں مقدمہ دائر کیا جا سکتا ہے۔ مختلف سیاسی جماعتوں کے ترقی پسند سیاست دانوں نے حکومت کی حمایت کی۔ پارلیمنٹ کی خواتین ارکان کی کوششوں سے یہ مسودہ قانون قومی اسمبلی سے مکمل اتفاق رائے سے اور سینٹ سے بھاری اکثریت سے منظور ہوگیا۔

آشا اور ساتھی تنظیموں کے ذریعے، میں نے تمام سیاستدانوں میں لابنگ کے لیے سول سوسائٹی کی قیادت کی۔ اخبارات اور الیکٹرانک میڈیا میں موجود ہمارے دوستوں نے اس قانون سازی کی ضرورت پر پُر زور مہم چلائی۔ 2010ء کے شروع میں صدر پاکستان نے اس مسودہ قانون پر دستخط کر دیے اور بالآخر جنسی طور پر ہراساں کرنا ایک جرم قرار پایا۔ اس تاریخی قانون سازی کے فوائد آئندہ نسلوں کو ملیں گے۔ پورے ملک میں خواتین نے اس قانون کی منظوری پر خوشیاں منائیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ خواتین کے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے گھروں سے باہر نکلنے اور سرگرمیوں میں شریک ہونے کو حق تسلیم کیا گیا۔

اس قانون سازی کے منظور ہونے کے بعد، حکومت نے اس پر عمل درآمد کے لیے بھی باضابطہ نظام کی منظوری دی۔ مجھ سے کہا گیا کہ میں تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے با اثر لوگوں کی ایک ٹیم کی قیادت کروں جو اس بات کو یقینی بنائے کہ ادارے اس قانون کو سنجیدگی سے لیں۔ خطے کے دوسرے ممالک، مثلاً افغانستان، ہندوستان اور چین نے بھی اس قانون کو ایک مثال کے طور پر دیکھا اور اس کی تقلید کی۔ دسمبر 2010ء میں جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کے خلاف ایک مسودۂ قانون ہندوستان کی پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا۔

22 دسمبر 2010ء کو یو این میں 1997ء میں ہماری طرف سے کیس دائر کرنے کی سالگرہ کے موقع پر، آشا نے ملازمت پیشہ خواتین کی دسویں سالانہ اسمبلی کا اہتمام کیا۔ اس مرتبہ مجھے حکومت کی مکمل مدد حاصل تھی۔ یہ اسمبلی وزیر اعظم کے سیکرٹریٹ میں منعقد ہوئی۔ وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی، قومی اسمبلی کی سپیکر ڈاکٹر فہمیدہ مرزا، وزیر اعظم کی معاون خصوصی شہناز وزیر علی، اور وزیر برائے ترقی خواتین نے اس اجلاس کی قیادت کی جس میں 400 سے زائد ملازمت پیشہ خواتین نے شرکت کی۔ ان میں زراعت کے شعبے میں کام کرنے والی خواتین، پولیس کی افسران، پارلیمنٹ کی اراکین، ڈاکٹرز اور سرکاری اداروں کی سینئر افسروں نے شرکت کی۔ اپنی تقریر میں وزیر اعظم نے 22 دسمبر کو ملازمت پیشہ خواتین کا قومی دن قرار دینے کا اعلان کیا۔ انھوں نے اپنا ایک اہم وعدہ بھی پورا کیا اور اپنی تقریر میں محترمہ مسرت ہلالی کو پاکستان میں جنسی طور پر ہراساں کرنے کی شکایات کے لیے پہلی محتسب مقرر کرنے کا اعلان کیا۔

8 مارچ 2011ء کو مجھے خواتین کے سوویں عالمی دن کے سلسلے میں اسلام آباد میں منعقدہ یو این کی ایک تقریب میں مدعو کیا گیا۔ یہ یو این کے صنفی معاملات پر کام کرنے والے تمام اداروں کے سربراہوں اور سٹاف کا اجلاس تھا۔ مجھ سے کہا گیا کہ میں جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کے خلاف قانون سازی کے بارے میں ایک پریزنٹیشن دوں۔ اب اس قانون کو بنے ایک سال ہونے کے قریب تھا۔ قومی کمیشن برائے وقار نسواں (National Commission on the Status of Women) کی ایک رکن اور وزیر اعظم کی

اس قانون پر عمل درآمد کی نگران کمیٹی کی سربراہ کی حیثیت سے میں اس تقریب کے لیے موزوں ترین شخصیت تھی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ خواتین کے مسائل پر توجہ دینے کے لیے قائم ہونے والے اقوام متحدہ کے نئے ادارے یو این ویمن نے پاکستان میں یو این کے تمام اداروں سے کہا ہے کہ وہ جنسی ہراسیت کے خلاف اپنی پالیسی کی روشنی میں ایک ضابطہ اخلاق مرتب کریں جو پاکستان میں منظور کیے جانے والے نئے قانون سے مطابقت رکھتا ہو۔ انھوں نے یہ اقدام حکومت کے ساتھ یکجہتی کا مظاہرہ کرنے اور یو این کی اعلیٰ ترین سطحوں پر جنسی ہراسیت کے خاتمے کے لیے کیا۔

میں نے اپنی پریزنٹیشن میں بتایا کہ ہم نے کس طرح حکومت کے ساتھ مل کر کام کیا اور اور ہر محکمے میں جواب دہی کا ضروری نظام قائم کیا۔ میں نے انھیں ان اداروں کی فہرست دی جنھوں نے اس بات پر رضامندی ظاہر کی تھی کہ وہ اپنے زیر انتظام اداروں میں اس قانون پر عمل درآمد کو یقینی بنائیں گے۔

عمل درآمد کرانے والے ان اداروں میں بنکنگ سسٹم، اعلیٰ تعلیمی ادارے، آئل اور گیس کمپنیاں، ٹیلی کام اور میڈیکل ادارے شامل ہیں۔ میں نے انھیں مفت قانونی امداد کے مراکز کے بارے میں بتایا جو ہم نے ملک بھر میں جنسی ہراسیت کے بارے میں عورتوں کی مدد کے لیے قائم کیے ہیں۔ میں نے بتایا کہ سول سوسائٹی کس طرح حکومت کے ساتھ مل کر آگہی پھیلانے کے لیے کام کر رہی ہے اور کیسے ایک خاموش انقلاب کا آغاز ہو چکا ہے۔ یہ بتاتے ہوئے میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی کہ اس قانون کے فوائد صرف ہراساں کرنے والے کو مجرم قرار دینے تک محدود نہیں بلکہ اس کے ڈر سے رویوں میں تبدیلی آئے گی اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اس کے ذریعے گھر سے باہر کی دنیا کو عورت کے سرگرمیاں کرنے کے لیے جائز مقام تسلیم کر لیا گیا ہے۔

مجھے اس وقت کافی حیرانی ہوئی جب میری تفصیلی پریزنٹیشن کے بعد یو این (UN) کے اداروں کے سربراہوں کو ایک کارڈ پر دستخط کرنے کا کہا گیا جس پر لکھا تھا ''جنسی طور پر ہراساں کرنا قطعاً برداشت نہیں کیا جائے گا''۔ ایلس شیکلفورڈ جو پاکستان میں یو این کے نئے ادارے یو این ویمن کی سربراہ تھی، نے مجھے اس میز کے قریب کھڑا کیا جہاں یہ سرگرمی جاری تھی۔ ان کے چہروں پر تائید بھری مسکراہٹیں تھیں اور کمرے میں خلوص کی فضا تھی۔ جو کچھ میں دیکھ رہی تھی اس پر مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ اقوام متحدہ کی سینئر لیڈرشپ نے اس مسئلے کو اس قدر سنجیدگی سے لیا تھا۔

انسان کی زندگی میں کچھ ایسے لمحات بھی آتے ہیں جب اسے لگتا ہے کہ جیسے اس کا حقیقت سے رابطہ ٹوٹ گیا ہے اور وہ کسی ڈرامے میں ایک کردار ادا کر رہا ہے۔ میرے لیے یہ ایک ایسا ہی لمحہ تھا۔ میں نے اپنے اردگرد ان سب خوش لباس مردوں اور عورتوں کو دیکھا جو بڑی لگن سے ان کارڈوں پر دستخط کر رہے تھے اور ہر طرف کیمرے کی روشنیاں چمک رہی تھیں۔

اچانک کسی نے کہا کہ ایک گروپ فوٹو بنایا جائے گا۔ میں نے ایلس کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی، ''فوزیہ تم درمیان میں کھڑی ہوگی۔'' اس پورے کمرے میں صرف میں تھی جو یواین میں کام نہیں کرتی تھی۔ یواین کے تمام اداروں کے سربراہ ایک نصف دائرے کی شکل میں کھڑے ہوگئے اور میں درمیان میں کھڑی تھی۔ میں نہیں سمجھتی کہ اتنے برس گزر جانے کے بعد ان افسروں میں سے کسی کو بھی یہ علم تھا کہ یہ ساری کہانی یہیں اسلام آباد میں یواین ڈی پی کے دفتر سے شروع ہوئی تھی۔ مجھے اپنے اندر جذبات کا تلاطم محسوس ہوا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں خوش تھی، غمزدہ تھی، جوش میں تھی یا ناراض یا صرف تکمیل محسوس کر رہی تھی۔ مجھے صرف اتنا معلوم تھا کہ یواین کے ان تمام افسران کے درمیان کھڑی عورت نے ایک دائرہ مکمل کر لیا تھا اگرچہ اس کا ایک چھوٹا سا حصہ اب بھی اسے نامکمل محسوس ہو رہا تھا۔

مجھے اپنی حکومت پر فخر ہے کہ اس نے پاکستان میں یہ قانون پاس کیا۔ میں یواین سسٹم کے اندر ان دیانتدار لوگوں کے لیے بھی تشکر کا اظہار کرنا چاہتی ہوں جو ملازمت کی جگہوں پر جنسی طور پر ہراساں کیے جانے کے عفریت کے خلاف کوشاں ہیں، لیکن میری خواہش ہے کہ کسی دن یواین کے اعلیٰ افسران میں سے کوئی یہ کہے کہ ہم جیسی عورتیں اقوامِ متحدہ کے اصولوں کی نمائندگی کرتی ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ ایک دن وہ یہ کہیں کہ جو کچھ ہم نے اس ادارے کے لیے کیا، انھیں اس پر فخر ہے۔